

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَعَامُلُوا نَحْوَكُمْ تَعَامَلُونَ اسْتَنْنُوا وَالْفَرَائِضُ
سَيَدَاكُمْ فَاذْكُوا وَفِي الْأَرْوَاحِ

تَرْبِيَةُ الْكَافِيَةِ

اُردو شرح

کافیہ

تالیف

حضرت مولانا محمد آصف علی صاحب
امداد الحق

جامعہ اسلامیہ اسلامیہ اسلامیہ

رحمانیہ چوک و مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

تعمدوا انھو کا تعمون السنن والفرایض
بیننا غفرلہم ورضوا لہ اعنہ

ترہیب الکافیہ

اُردو شرح

کافیہ

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ !

مدنی ٹاؤن، اسلام آباد، فیصل آباد، پاکستان

انتساب

میں اپنی اس حقیر کوشش کو اپنے تمام اساتذہ کرام اور محترم
والدین بالخصوص اپنے شیخ و مرئی حضرت اقدس استاذ
الحدیث مفتی مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب زید مجدد
کے نام کرتا ہوں جن کی نگاہ شفقت اور دعاؤں نے مجھے
آج اس مقام تک پہنچایا ہے

محمد اصغر علی عفی عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۹۹ء

﴿جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں﴾

تہذیب الکافیہ اردو شرح کافیہ

نام کتاب

مولانا محمد اصغر علی صاحب فیصل آبادی

تالیف

طبع اول ۲۰۰۰ء طبع دوم ۲۰۰۲ء طبع سوم ۲۰۰۵ء طبع چہارم اپریل ۲۰۰۷ء

طبع پنجم فروری ۲۰۱۰ء طبع ششم جنوری ۲۰۱۱ء طبع ہفتم فروری ۲۰۱۲ء

کیوزنگ ادارہ فروغ عربی پریس مارکیٹ، گلی نمبر ۱۳ مین پور بازار فیصل آباد

طبع

قیمت

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ناؤن غلام محمد آباد فیصل آباد

☆ فون نمبر 8560546 ۰۷۰ ڈیال 0321-7227696 فون رہائش 041-8729206

☆ مکتبہ العارفی متصل جامعہ اسلامیہ اہل حق یہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

☆ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار کوٹوالی روڈ فیصل آباد فون نمبر 041-2631204

☆ کشمیر بک ڈپو چنیوٹ بازار فیصل آباد

☆ مکتبہ ملک سترکار خانہ بازار فیصل آباد

☆ مکتبہ سیر احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

☆ مکتبہ امدادیہ بی بی سیٹھال روڈ ملتان

☆ مکتبہ شریکین علیہ بیرون بوحر گیت ملتان

☆ کتب خانہ مجید بیرون بوحر گیت ملتان

☆ ادارہ انور مینشن بنوری ناؤن کراچی فون نمبر 021-4914596

فہرست

عنوانات

صفحہ

حرف آغاز

۳

تقریبات

۵

صاحب کافیہ کے حالات

۹

نحو کی تعریف، موضوع، غرض و غایت

۱۱

حمد باری کے ساتھ ابتدا ہونے پر

۱۳

لکن حاجب پر اعتراضات و جوابات

۱۳

الكلمة

کلمہ کی تعریف و وجہ حصر

۱۴

الف لام کی اقسام اور الکلمہ پر الف لام

۱۴

کلمہ کس سے مشتق ہے، کلم اسم جنس ہے یا جمع

۱۶

الکلمہ میں ة کو کنسی ہے ؟

۱۶

لفظ، وضع، معنی، مفرد کی تحقیق

۱۷

کلمہ کی اقسام اور تعریف

۱۹

اسم، فعل، حرف کی وجہ تسمیہ

۲۰

وقد علم بذ الکلم کے ذریعے تعریفات پر تنبیہ

۲۲

الكلام

کلام کی تعریف اور تحقیق

۲۳

اسم کے خواص اور خاصہ کی تعریف اور اقسام

۲۷

اسم کی تقسیم باعتبار معرب اور منی کے

۲۰

معرّب کی تعریف اور حکم

۲۰

اعراب کی انواع اور رفع، نصب، جر کی وجہ تسمیہ

۳۳

اقسام اعراب باعتبار اسم متمکن

۳۶

مفرد منصرف

۳۶

جمع مکسر منصرف

۳۸

جمع مونث سالم

۳۹

غیر منصرف

۳۹

اسمائے ستہ معجرہ

۴۰

مثنیہ اور کلاؤ کلن

۴۲

جمع مذکر سالم

۴۲

مواقع اعراب تقدیری و اعراب لفظی

۴۳

غیر المنصرف

۴۷

شعر عدل و وصف و تانیث ارج کی تشریح

۴۹

غیر منصرف کا حکم

۵۲

ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف مانے کا بیان

۵۳

وہ اسباب جو دو کے قائم مقام ہوتے ہیں

۵۵

عدل کی تعریف اور اس کی اقسام

۵۶

باب نظام کی تشریح

۵۹

وصف اور اس کی شرط

۶۰

تانیث کی اقسام اور اس کی شرائط

۶۳

معرفہ اور اس کی شرط

۶۵

عجمہ اور اس کی شرائط

۶۶

جمع مفتی المجموع اور اس کی تحقیق

۶۷

ترکیب اور اس کی شرط

۷۱

الف و نون زائد تان کے مؤثر ہونے کی شرائط

۷۲

۱۰۵	مبتدا کی تقدیم کے وجوہی مواقع	۷۳	تحقیق وزن فعل اور اس کے منع صرف
۱۰۷	خبر کی تقدیم کے وجوہی مواقع		میں مؤثر ہونے کی شرط
۱۰۸	مبتدا کا شرط کے معنی کو متضمن ہونا	۷۶	علیت کے زوال کے بعد کلمہ کا منصرف ہو جانا
۱۱۰	حذف مبتدا کے جوازی و وجوہی مواقع	۷۷	اختلاف سیبویہ اور انفعش کی تحقیق
۱۱۲	ان اور اس کے اخوات کی خبر	۷۹	باب حاتم سے سیبویہ پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب
۱۱۳	لائے نفی جنس کی خبر	۸۰	دخول لام اور اضافت کی وجہ سے غیر منصرف کا منصرف ہو جانا
۱۱۴	لا لا المشبہتین بلیس کا اسم	۸۱	المرفوعات
۱۱۵	المنصوبات	۸۱	لفظ مرفوعات کی تحقیق
۱۱۶	مفعول مطلق کی تعریف اور اس کی اقسام	۸۳	فاعل کی تعریف اور اس کی اصل
۱۱۸	فعل مفعول مطلق کے حذف کے جوازی و وجوہی مواقع	۸۴	تقدیم فاعل کے وجوہی مقامات
۱۲۶	مفعول بہ کی تعریف	۸۵	تاخیر فاعل کے وجوہی مقامات
۱۲۶	عالم مفعول بہ کا جوازی و وجوہی حذف	۸۵	حذف فعل کے جوازی و وجوہی مواقع
۱۲۷	مناوی کی تعریف اور اس کا اعراب	۸۷	تنازع فعلین
۱۲۹	توابع منادی مثنیٰ کا حکم اور اس میں نحا کا اختلاف	۸۷	تنازع فعلین کی مختلف صورتیں
۱۳۳	مناوی معرف باللام کا حکم	۸۸	تنازع فعلین میں نحو یوں کے مذاہب
۱۳۳	مناوی مکرر اور مضاف الی یائے حکم کا حکم	۹۳	قول امرء اھم کفائی لم اطلب قلیل من المال کی تحقیق
۱۳۶	ترخیم منادی کی تعریف اور اس کی شرائط	۹۴	بحث مفعول مال بمفعول فاعل
۱۳۹	مندوب کی تعریف اور اس کا اعراب	۹۶	مفاعیل کے تعدد کے وقت مفعول مال بمفعول فاعل کی تعیین
۱۴۱	حرف ند اور منادی کے حذف کا جواز	۹۷	المبتدا والجر
۱۴۳	ماضر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی تعریف	۹۹	مبتدا کی تعریف اور اس کی اقسام
۱۴۵	ماضر عاملہ کا اعراب	۱۰۰	خبر کی تعریف
۱۵۰	تحدیر کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور اس کی اقسام	۱۰۰	مبتدا میں تقدیم کا اصل ہونا
۱۵۲	مفعول فیہ کی تعریف اور اس کے منصوب ہونے کی شرط	۱۰۱	نکرہ مخصوصہ کا مبتدا واقع ہونا اور تخصیص کی صورتیں
		۱۰۳	خبر کا جملہ ہونا

۱۸۵	المجبرورات	۱۵۴	مفعول کی تعریف اور اس کے منصوب ہونے کی شرط
۱۸۶	مجرور اور مضاف الیہ کی تعریف	۱۵۵	مفعول مع کی تعریف
	اور اضافت پر حرف جر کی تقدیر	۱۵۶	مفعول مع میں مضاف و منسوب کا جواز
۱۸۶	مضاف کی تقسیم باعتبار معنی و لفظ	۱۵۷	حال کی تعریف اور اس کے عامل اور شرط کا بیان
۱۸۷	اضافات محذوہ کی تقسیم اور اس کا فائدہ	۱۶۰	حال کے جملہ ہونے کے بیان
۱۸۸	اضافات لفظی کی تعریف اور اس کا فائدہ	۱۶۲	عامل حال کا جوازی اور وجوہی حذف
۱۸۹	الضارب زید جیسی مثالوں میں نچا کا اختلاف	۱۶۳	نمیز کی تعریف اور اس کی اقسام
۱۹۲	موصوف و صفت میں جائین سے اضافت کا اکتراع	۱۶۹	مستثنیٰ کی متصل اور منقطع کی طرف تقسیم
۱۹۳	دو مماثل اسموں میں اضافت کا اکتراع اور اس کا سبب	۱۷۰	نصب مستثنیٰ کے وجوہی اور جوازی مواضع
۱۹۵	اسم صحیح اور اسمائے ستہ سبہ کی	۱۷۱	مستثنیٰ کا اعراب و اہل کے مطابق کب ہوگا
	یا ئے متکلم کی طرف اضافت	۱۷۲	بدل کا موقع مستثنیٰ پر حمل ہے نہ کہ لفظ پر
۱۹۷	ذو کی اسم ضمیر کی طرف اضافت کا اکتراع	۱۷۳	غیر اور سوا اور سوا کا اعراب
۱۹۸	التوابع		الا غیر کے معنی میں کب محمول ہوتا ہے
۱۹۸	توابع کی تعریف اور فوائد قیود	۱۷۶	کان اور اس کے اخوات کی خبر
۱۹۹	نعت کی تعریف اور اس کے فوائد	۱۷۶	کان کا حذف
۲۰۱	صفت کی باعتبار موصوف کے دو صورتیں	۱۷۷	ان اور اس کے اخوات کا اسم
۲۰۲	دونوں صورتوں میں صفت کی اپنے موصوف	۱۷۸	لائے نفی جنس کا اسم اور اس کا اعراب
	کے ساتھ کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے	۱۸۰	لا نول ولا توہ الہا باللہ میں وجہ خمسہ کی توضیح
۲۰۲	ضمیر نہ موصوف بن سکتی ہے نہ صفت	۱۸۱	لائے نفی جنس پر ہمزہ کا دخول
۲۰۳	باعتبار تعریف کے موصوف و صفت	۱۸۲	لا ابالہ اور لا غلامی نہ جیسی مثالوں کی
	کے درمیان نسبت		توضیح اور لا ابالہ میں نچا کا اختلاف
۲۰۵	عطف کی تعریف اور عطف عاطفہ کی تعداد	۱۸۳	ماوالا المشبہتین بلیس کی خبر
۲۰۵	ضمیر مرفوع متصل اور مجرور متصل	۱۸۴	عمل ماوالا کے بطلان کی صورتیں
	پر عطف کا حکم		

۲۳۵	المرکبات	۲۰۶	معطوف اور معطوف علیہ کا حکم میں متحد ہونا
۲۳۶	کنایہ کی تعریف اور کم کی اقسام	۲۰۸	تاکید کی تعریف اور اس کی دو قسمیں
۲۳۰	اسمائے ظروف اور ان کی تفصیل	۲۰۸	تاکید معنوی کے مخصوص الفاظ
۲۴۳	معرفہ اور نکرہ کی تعریف اور معرفہ کی اقسام	۲۱۱	بدل کی تعریف اور اس کی اقسام
۲۴۶	اسمائے عدد کی تعریف اور ان کا استعمال	۲۱۲	بدل کی اقسام باعتبار تعریف و تنکیر
۲۴۹	اسمائے عدد کی تیز کی تفصیل	۲۱۲	عطف بیان کی تعریف
۲۵۱	اسمائے عدد و تصحیر اور حال کے اعتبار سے	۲۱۳	عطف بیان اور بدل میں فرق
۲۵۳	مذکر اور مونث کی تعریف اور مونث کی اقسام	۲۱۶	<u>المنجی</u>
۲۵۶	ثنی کی تعریف اور اس کی تفصیل	۲۱۷	اسم مبنی کی تعریف اور اس کے القاب و اقسام
۲۵۸	جمع کی تعریف اور اس کی اقسام کی تفصیل	۲۱۸	ضمیر کی تعریف اور اس کی اقسام
۲۶۱	مصدر کی تعریف اور اس کا عمل	۲۲۰	ضمیر متصل کا اصل ہونا اور اس کے
۲۶۳	اسم فاعل کی تعریف اور بنانے کا طریقہ		تغذّر کے وقت منسلک کا جواز
	اور اس کے عمل کی شرائط	۲۲۲	باب کان اور اولاد عسی کے بعد آنے والی ضمیر کا حکم
۲۶۶	اسم مفعول اور اس کی تفصیل	۲۲۳	نون و قایہ کا حکم
۲۶۶	صفت مشبہ کی تعریف اور اس کی	۲۲۴	ضمیر فصل کا فائدہ اور اس کی شرط
	اقسام کی تفصیل	۲۲۵	ضمیر شان و قصہ کی تفصیل
۲۷۱	اسم تفضیل کی تعریف اور اس کی شرط اور	۲۲۶	اسم اشارہ کی تعریف اور اس کے
	غیر ثلاثی مجرد سے اس کے بنانے کا طریقہ		صیغ اور اقسام کی تفصیل
۲۷۱	اسم تفضیل کے استعمال کے تین	۲۲۸	موصول وصلہ اور عائد کی تعریف
	طریقے اور ان کی تفصیل		اور اسم موصول کے صیغ
۲۷۳	اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کی شرط اور	۲۲۹	الذی کے ساتھ خبر دینے کی صورت میں
	مارایت ربلا احسن فی عینہ الکحل الخ کی وضاحت		اس کا حکم اور خبر کی شرائط
۲۷۶	<u>المفعول</u>	۲۳۱	ما و من ای وایہ اور ماذا کی تفصیل
۲۷۷	فعل کی تعریف اور اس کے خواص اور اقسام	۲۳۳	اسمائے افعال اور ان کی اقسام
۲۸۰	فعل مضارع کا اعراب	۲۳۴	اسمائے اصوات

۳۰۷	الحرف	۲۸۱	نواصب فعل مضارع اور ان کی تفصیل
۳۰۸	حرف کی تعریف اور	۲۸۸	جوازم فعل مضارع کا بیان
	حروف جارہ کی تفصیل	۲۹۱	امر کی تعریف اور اس کا حکم اور بنانے کا طریقہ
۳۱۵	حروف مشبہ بالفعل اور ان کی تفصیل	۲۹۱	فعل مالم یسم فاعلہ کی تعریف اور بنانے کا طریقہ
۳۲۲	حروف عاطفہ کا بیان	۲۹۳	متعدی اور غیر متعدی کی تعریف اور متعدی کی اقسام
۳۲۲	حروف تنزیہ و ایجاب اور حروف زیادہ کا بیان	۲۹۴	افعال قلوب اور ان کی خاصیات کی تفصیل
۳۲۷	حروف تفسیر، حروف مصدر و تخصیض	۲۹۶	افعال ناقصہ اور ان کی تفصیل
۳۲۷	حروف توقع اور استغناء کا بیان	۳۰۰	افعال مقاربہ کا بیان
۳۲۹	حروف شرط کی تفصیل	۳۰۲	افعال تعجب کی تفصیل
۳۳۱	حروف ردع اور توین کی اقسام کا بیان	۳۰۴	افعال مدح و ذم اور ان کی شرائط اور تفصیل
۳۳۴	نون تاکید اور اس کی دو قسموں کی تفصیل		

<https://darsenizamibooks.wordpress.com/>

<https://darsenizamibooks.wordpress.com/>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف آغاز

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا مُّتَوَاتِرًا وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ

سَلَامًا مُّتَكَثِّرًا وَ الرِّضْوَانُ عَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ مُتَوَاتِرًا -

اما بعد! اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل عظیم سے بندہ کو یہ سعادت بخشی ہے کہ علوم دینیہ کی عظیم مثالی درسگاہ جامعہ اسلامیہ عربیہ غلام محمد آباد مدنی ٹاؤن فیصل آباد میں ایک عرصہ سے شعبہ تدریس میں خدمت سرانجام دے رہا ہے اور اللہ جل شانہ نے علم نحو کی شرہ آفاق کتاب کافیه کو کئی مرتبہ پڑھانے کی توفیق بخشی ہے ہر دفعہ طلبہ کرام کی طرف سے پر زور اصرار رہا ہے کہ کافیه کے اسباق کو مدون کر کے کتابی شکل دی جائے لیکن من آنم کہ من دانم اور بانّ مُسْتَحْسَنِ الطَّبَائِعِ بِأَسْرِهِا وَ مَقْبُولِ الْأَسْمَاعِ عَنْ آخِرِهَا أَدْرُ لَا يَسْعُهُ مَقْدِرَةُ الْبَشَرِ وَإِنَّمَا هُوَ شَانُ خَالِقِ الْقُوَى وَ الْقَدَرِ کی حقیقت کے پیش نظر بندہ نے اس میں تامل کیا۔

مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ طلبہ کرام اور احباب کی طرف سے اصرار میں بھی شدت آتی چلی گئی بالآخر ان کی حوصلہ افزائی کی خاطر اور دارین میں نفع کی امید سے قلم اٹھانا پڑا اور ان تصنیف چند خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا جو کہ حسب ذیل ہیں :

(۱) عبارت نہایت سادہ ہو تاکہ قارئین کرام کا ذہن لفظی پیچیدگیوں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔

(۲) ہر درجہ ذہن کے طالب علم کے لئے یکساں مفید ہو۔

(۳) مدرسین اساتذہ کے لئے مذاکرہ کے طور پر نفع بخش ہو۔

(۴) ترجمہ سادہ اور عام فہم بیان کیا گیا ہے۔

(۵) نحو کے مسئلہ کو تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔

(۶) تشریح کے عنوان سے مشکل مقامات کا حل اور اعتراضات و جوابات مع فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

دوران مطالعہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ انسان کی کوشش و سعی میں خطا و قصور عین ممکن ہے تو میں بھی اپنی

کاوش کو خطا سے مبرا قرار نہیں دیتا بلکہ ممکن ہے کچھ غلطیاں ہو گئی ہوں گی خصوصاً ترجمہ اور زبان و بیان کی

خامیاں اصحاب ذوق پر بار ہو سکتی ہیں اور کلمات کی غلطیوں کا بھی کافی امکان ہے۔ اس سلسلے میں قارئین کرام سے

بہر آداب التماس ہے کہ بغرض تصحیح اپنی قیمتی آراء سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ان کی اصلاح کی جاسکے۔ میں اپنے

تمام اساتذہ کرام اور رفقاء کا بے حد ممنون و شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی دعاؤں اور آراء سے نواز کر بندہ کی حوصلہ

افزائی فرمائی اور میں اپنے معاونین کیلئے بھی دعا گو ہوں۔ فجزاہم اللہ خیرا

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ پروردگار عالم اس حقیر سعی کو قبول فرما کر نافع بنائیں۔ میرے

اپنے اور تمام معاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں آمین یا رب العلمین!

محمد اصغر علی

یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۹۶ء

تقریظ

استاذ العلماء و رئیس الاتقیاء جامع المصنوع و المصنوع حضرت مولانا
عبدالحکریم شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم دہلیہ پھول

باسمہ سبحانہ

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی خاتم الانبیاء و سید المرسلین

والہ واصحابہ و امتہ اجمعین

امبا بعد! علم نحو میں کافیہ کی انفرادی حیثیت اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کافیہ کلیات فن کا مرکز، علم نحو کے مسائل کا منبع، اختصار عبارت کے لحاظ سے ماقبل و دل کا مصداق، ایجاز لفظ کی بنا پر شارحین کے قبل و قول کے تسلسل کی جولان گاہ ہے۔ اس انفرادی حیثیت کے پیش نظر قدیم و حدیث اس پر کثرت سے شروحات لکھی گئی ہیں مگر اکثر شروح میں عبارت کا اصل مقصد قبل و قول کے تسلسل کے دلدل تلے دبا نظر آتا ہے جس کی وجہ سے طالب علم ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ عزیز محترم فاضل نوجوان مولانا محمد اصغر علی صاحب بارک اللہ فی علمہ و عملہ نے کافیہ کی شرح لکھ کر گر انقدر موتیوں میں ایک انمول موتی کا اضافہ فرمایا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اس شرح کی واضح خوبی یہ ہے کہ اس میں عبارت کی باریکیوں کو نہایت شفقت و آسانی لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ عبارت کے مقاصد اور فوائد کو اختصار کے ساتھ سلیس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے۔ طرز بیان کو ذہنی خلفشار سے صاف رکھا گیا ہے جس سے کافیہ پڑھنے والا طالب علم آسانی سے اخذ کر سکتا ہے اور عبارت کے مطالب اور فنی کے مسائل کو آسانی سے از یاد کر سکتا ہے بدو پڑھانے والے اساتذہ کیلئے بھی اس کا مطالعہ انشاء اللہ مفید اور مدد دہت ہوگا۔ اس نوعری میں مؤلف کی علم نحو کی یہ خدمت ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس تالیف کو قبولیت عامہ بخشے۔ مؤلف کی صلاحیتوں میں مزید ترقی عطا فرمائے اور اس تالیف کو ان کی دنیا و عقبی کی فلاح و نجات کا

ذریعہ بنادے یرحمہ اللہ عبدالحکریم امینا۔ ولله الحمد فی الاولی والاخرۃ

عبد الحکریم احمد عفی اللہ عنہ

۳ ربیع الاول یوم الجمعہ ۱۴۲۰ھ

تقریظ

فخر الاماثل زبدۃ الاتقیاء شیخ المعانی حضرت اقدس مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دست برد کاظم
استاذ الحدیث والتفسیر دارالعلوم فیصل آباد و خلیفہ مجاز امام الہدی حضرت مولانا عبید اللہ انور
باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! عزیز القدر عزیزی مولانا محمد اصغر علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایک عرصہ سے درس نظامی
کی تدریس میں مشغول ہیں بندہ کے خیال میں محنت لگن اور اخلاص سے مصروف عمل ہیں حق تعالیٰ
شانہ نے تصنیف و تالیف کا ذوق بھی نصیب فرمایا ہے۔ فن نحو کی مختصر گہر نہایت جامع کتاب (کافیہ)
کی تشریحات پر مشتمل ”تہذیب الکافیہ“ اسی ذوق کا نتیجہ ہے جس کے بعض مقامات دیکھنے کا موقع ملا
دیکھ کر مسرت ہوئی مدارس عربیہ کے طلباء کے لیے مفید پایا۔ اللہ تعالیٰ اسے مقبول و نافع بنائیں اور
مؤلف موصوف کو مزید ترقی و برکات سے نوازیں آمین یا اللہ العلیٰ

جاوید حسین شاہ عفی اللہ عنہ

خادم مدرسہ عربیہ عید یہ فیصل آباد مورخہ بارہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

.....

تقریظ

استاذ العلماء شیخ المعقول والمعتدل حضرت مولانا محمد زید صاحب دامت فیوضہم شیخ الحدیث
دارالعلوم ربانیہ و خلیفہ ہماز حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ جہاں وہ دین اسلام پر عمل پیرا ہونے پر کثیر اجر و ثواب عنایت فرماتے ہیں وہیں دین اسلام کے
یکھنے اور سکھانے پر بھی جب کہ یہ وسیلہ ہیں وہی اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں پھر مزید برآں یہ کہ جو علوم بذات خود علوم اسلامیہ ہیں
مثلاً فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، کلام، میراث ان کے حاصل کرنے کے فضائل و مناقب تو بے شمار
تھیں ہیں لیکن جو علوم بذات خود اسلامیہ نہیں ہیں بلکہ فن کے لئے وسیلہ اور ذریعہ جتنے ہیں خواہ علوم عربیہ ہوں یا علوم عقلیہ انہر بھی علوم
اسلامیہ ہیں لہذا اجر و ثواب عنایت کیا جاتا ہے اس واسطے ہمارے اکابر نے علوم آلیہ کو بڑے شوق و ذوق سے حاصل کیا ہے اور یہاں
نکات فراہم کیے ہیں کہ ہم میرزا ابو ملا جلال کے مطالعہ میں وہی اجر و ثواب سمجھتے ہیں جو کہ بخاری اور ترمذی کے مطالعہ میں۔ علماء اسلام نے ان
علوم میں جو وسیلہ ہی ہیں ایسے تحقیق کے طور پر ذکر آئے ہیں کہ یہ ان کا مقصود و مشن معلوم ہونے لگے ہیں۔ غیر تو میں ان کی تحقیق
کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکیں۔ ماضی زمانہ میں ان کی تحقیق میں کمی ہی واقع نہیں ہوئی بلکہ عام طور پر عام فنی معلومات حاصل کرنے
میں بھی دستی رتی جاتی ہے جو علماء آج بھی ان کی تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں ان کو محققین کے لفظ سے موسوم کرنا چاہیے اسی سلسلہ کی
ایک کڑی ہمارے مدارس میں کافیہ کتاب ہے جس کی تحقیقات کو سامنے لانا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ ماہر فن ہی کا کام ہے جہاں پر
اس کی تحقیقات کو بروئے کار لانے کے لئے اور کوششیں کی گئی ہیں وہاں عزیز محترم مولانا محمد اصغر علی صاحب جو اگرچہ اصغر سنہ ہیں
مگر اکبر علم بھی ہیں نے بھی ایک قابل تعریف سعی کی ہے کہ اس کے مشکل مسائل ”تہذیب الکافیہ“ کے نام سے شرح کی صورت پسنائی
ہے اور ان کی ہمت کا کمال یہ ہے کہ جیسے لوگ تعلیم سے وقت نکال کر تبلیغ کا کام کرتے ہیں تو انہوں نے تبلیغ سے وقت نکال کر تعلیم
کا کام کیا ہے سفر تبلیغ کے دوران یہ شرح لکھی ہے فتلك بتلك بندہ نے اس شرح پر ایک نظر ڈالی ہے عجلت سے جو کہیں کہیں
سقم نظر آیا اس پر مطلع کر دیا گیا ہے امید ہے کہ نظر ثانی کر کے درست کر لی گئی ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ موصوف کو دنیا اور آخرت کے اندر
اس کی جزا عطا فرمائے اور ان کے اس شوق میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

راقم محمد زید دارالعلوم ربانیہ

اڈا پھلور ضلع ٹوبہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

تقریظ

رئیس الاقتیاء استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا محمد انور صاحب زید مجددہ
مدیر جامعہ اسلامیہ عربیہ غلام محمد آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجددہ و نصلی علی رسولہ الکریم! علم نحو کی ضرورت قرآن و حدیث کو حاصل کرنے کیلئے جس قدر ہے اہل علم سے پوشیدہ نہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے النحو فی الکلام کا الملح فی الطعام علم نحو میں بے شمار کتب تصنیف ہوئیں جن میں ایک امتیازی شان 'کافیہ' کو حاصل ہے اور سالہا سال سے مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کو جس شخص نے سمجھ کر پڑھ لیا اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے قرآن و حدیث کو سمجھنا آسان کر دیا۔ اس کتاب کی بہت سی شروح لکھی گئیں مگر اردو میں کوئی ایسی شرح جس میں عمدہ پیرایہ میں حل مطالب بھی ہو اور ہر ہز مغلق جگہ کی عمدہ تشریح ہو ہندہ کی نظر میں نہیں گذری مولوی محمد اصغر علی صاحب بارک اللہ فی علمہ و عملہ درس نظامی سے فارغ ہوتے ہی ہندہ کی معیت میں جامعہ اسلامیہ عربیہ میں تدریس میں مصروف ہو گئے اور اب بارہ سال ہو گئے اسی خدمت میں مصروف ہیں اس دوران بہت دفعہ کافیہ و شرح جامی پڑھانے کا موقع ملا اور طلباء بھی ان سے خوب مطمئن ہوئے اب موصوف نے کافیہ کی تشریح کیلئے "تہذیب الکافیہ" کے نام سے شرح لکھی ہندہ نے بعض مقامات دیکھے ماشاء اللہ اسم با مسمیٰ ہے امید ہے کہ طلبائے کرام اس سے بہت زیادہ مستفید ہوں گے اور اساتذہ کرام کے لئے بھی راہنما بنے گی۔ اللہ تعالیٰ مولوی اصغر علی صاحب کی مساعی کو قبول فرماتے ہوئے اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور آخرت کا ذخیرہ بنائیں آمین یا رب العلمین۔

محمد انور عفی عنہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء

صاحب کافہ

نام و نسب آپ کا نام عثمان اور کنیت ابو عمرو، لقب جمال الدین ہے اور آپ کے والد کا نام عمر ہے، سلسلہ نسب یوں ہے کہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر بن ابی نس

اور آپ کے والد امیر عز الدین موسیٰ صلاحي کے ہاں دربان تھے جس کو عربی میں حاجب کہتے ہیں اس لئے آپ ابن حاجب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

پیدائش ابن حاجب ۵۷۵ھ مطابق ۱۱۷۹ء کے آخری دنوں میں ”اسنا“ نامی بستی میں پیدا ہوئے۔
تحصیل علم ابتداً آپ نے قاہرہ میں تعلیم پائی اور عجمی ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور علامہ شاطبی سے علم قرأت کی تحصیل کی اور علامہ ابو الجود سے قرأت سبعہ پڑھی اور شیخ ابو منصور انباری سے مذہب مالکی میں علم فقہ کی تحصیل کی اور علامہ شاطبی اور ابن البناء سے علم ادب حاصل کیا۔

جلالت شان علامہ ابن حاجب ایک بلند پایا فقیہ، اعلیٰ مناظر، بڑے دیندار متقی پرہیزگار، معتمد ثقہ اور نہایت متواضع اور تکلفات سے قطعانا آشنا تھے۔ تبحر علمی میں آپ بہت اونچا مقام رکھتے تھے ابن خلقان کا بیان ہے کہ شہادت کے سلسلہ میں آپ کئی دفعہ میرے پاس تشریف لائے میں نے علوم عربیہ کے مختلف مسائل مشکہ آپ سے دریافت کئے آپ نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ ہر ایک کا تسلی بخش جواب دیا، علم نحو کے بہت سے مسائل میں آپ نے نجات سے اختلاف رائے کیا ہے اور ایسے اعتراضات اور الزامات قائم کئے ہیں جن کا جواب کافی مشکل ہے، آپ کی ذکاوت و ذہانت کے بارے میں ابن خلقان فرماتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن دماغ اور انتہائی زیادہ ذہین تھے۔

درس و تدریس آپ دمشق کی جامع مسجد میں ایک زمانہ تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے رہے پھر آپ مصر تشریف لائے اور مدرسہ فاضلیہ میں صدر مقرر ہوئے پھر آخر میں اسکندریہ منتقل ہو گئے اور وہیں مستقل قیام کا ارادہ تھا لیکن آپ کو یہاں کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ آپ عالم فانی سے کافی ذوق تھا اور آپ نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں کتاب کافہ

شعر و شاعری آپ کو طبعی طور پر شعر و شاعری سے کافی ذوق تھا اور آپ نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں کتاب کافہ

آپ نے خود نظم کی ہے جس کا نام 'الوافیہ' رکھا ہے اور تیس اشعار پر مشتمل آپ کا نہایت جید قصیدہ ہے جس میں آپ نے مؤنث سماعی کو اشعار میں بیان کیا ہے جو کافیہ کے بعض نسخوں کے آخر میں موجود ہے۔

تصانیف آپ نے عربی زبان میں صرف و نحو اور علم عروض اور فقہ مالکی پر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں

(۱) المستغنی للوبیدی جو الايضاح کی شرح ہے (۲) الايضاح شرح مفصل

(۳) المختصر فی الفقہ (۴) المختصر فی الاصول (۵) جمال العرب فی علم الادب

(۶) المقصد الجلیل فی علم التخلیل یہ کتاب فن عروض میں ہے (۷) المستغنی فی الاصول

(۸) شافیہ (۹) شرح شافیہ (۱۰) الامالی النحویہ (۱۱) جامع الامامات فی علم الفقہ

کافیہ یوں تو آپ کی ہر تصنیف بے بہا موتیوں کا خزانہ ہے لیکن نحوی قواعد میں کافیہ کی شہرت کا جو سکہ جما ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں، جس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں اور کافیہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وقت تصنیف سے آج تک مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔

وفات آخر یہ چمکتا ہوا آفتاب اپنے علم و عرفان سے جہاں کو روشن کرتا ہوا اکل من علمہا فان کے اصول کے تحت

۱۶ شوال ۶۴۶ھ بمطابق ۱۱ فروری ۱۲۴۹ء سکندریہ مقام میں بروز جمعرات ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے متعلقین کے دلوں میں ہمیشہ کیلئے جدائی کا غم چھوڑ گیا اور آپ باب البحر سے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی تربت کے پاس مدفون ہوئے۔

مبادیات علم نحو

نحو کا لغوی معنی | نحو کا لغوی معنی قصد اور ارادہ ہے جیسا کہ محاورے میں کہا جاتا ہے نحو تہذا نحو امیں نے اس چیز کا پختہ ارادہ کیا نحو کا معنی جہت بھی آتا ہے جیسے نحو البیت قصدت میں نے گھر کی جہت (طرف) کا ارادہ کیا، حاصل یہ ہے کہ نحو کا لغوی معنی قصد و ارادہ اور جہت ہے۔

نحو کا اصطلاحی معنی | النحو علم باصول يعرف بها احوال او اثر الکلم الثلاث من حیث الاعراب والبناء وکیفیت ترکیب بعضہا مع بعض

نحو ایسے قوانین کا علم ہے جس کی وجہ سے تینوں کلموں کے آخر کے حالات معرب و مبنی کی حیثیت سے اور بعض کو بعض کے ساتھ ملانے کی ترکیبی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔

موضوع | الکلمۃ والکلام، نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے کیونکہ نحو میں کلمہ اور کلام ہی کے احوال سے بحث ہوتی ہے

غرض و غایت | نحو کی دو غرضیں ہیں (۱) غرض قریب (۲) غرض بعید

غرض قریب : صیانة الذہن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب ذہن کو کلام عرب میں خطاء لفظی سے بچانا ہے
غرض بعید : الفوز والفلاح بمساعدة الدارین نحو کی غرض بعید یہ کہنے کے لیے قرآن و حدیث سیکھ کر اور عمل کر کے دونوں جہاں کی کامیابیاں حاصل کرنا۔

نحو کی عظمت و شان | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے تعلموا النحو کما تعلمون السنن والفرائض نحو کو ایسے سیکھو اور حاصل کرو جیسے تم سنن اور فرائض کو سیکھتے ہو، حضرت ایوب سختیانی کا قول ہے تعلموا النحو فانہ جمال للوضع و ترکہ حبیۃ للخریف ”تم نحو کو سیکھو کیونکہ یہ گھٹیا آدمی کیلئے باعث جمال ہے اور شریف آدمی کیلئے نحو سے کورا رہتا اس کے لئے عیب کا سبب ہے“ بعض نحویوں کا قول ہے النحو فی الکلام کالمخ فی الطعام، نحو کلام کو ایسے مزین کرتا ہے جیسے نمک سے کھانا لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے۔

نحو کا مدون اول | جب دین اسلام کو اللہ نے تمام لوہیان باطلہ پر غلبہ عطا فرمایا اور مختلف زبانوں والے لوگ جوق

درجہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور عجیبوں کے عربیوں سے اختلاط کی وجہ سے عربی زبان میں فساد آنے لگا اور لوگ عربی کو بگاڑ کر پڑھنے اور بولنے لگے تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی کہ اگر اس کا سبب نہ کیا گیا تو اصل عربی ختم ہو جائے گی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عربی زبان کے کچھ قواعد اور اصول جمع کئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کچھ قواعد اور اصول سامنے رکھ کر ابو الاسود دؤلی نے مزید تفصیل کے ساتھ نحو کے قواعد اور اصول پر گفتگو کی چنانچہ ابو الاسود دؤلی سے کسی نے پوچھا من این لک هذا النحواے ابو الاسود تو نے نحو کے یہ قواعد کہاں سے حاصل کئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے یہ قوانین اور قواعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے ہیں حاصل یہ ہوا کہ نحو کے مدون اول حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مدون ثانی ابو الاسود دؤلی ہوئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا کوئی ایسا آدمی ہے جو مجھے اللہ کے رسول پر نازل شدہ کلام سنائے تو ایک آدمی نے سورہ براءت کی کچھ آیات تلاوت کیں جب وہ اس آیت پر پہنچا ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ تو اس نے در سولہ کی جگہ در سولہ پڑھ لیا جس کے معنی غلط من جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ مشرکین سے بھی میزار ہے اور اپنے رسول سے بھی (معاذ اللہ) میزار ہے تو وہ اعرابی یہ کہنے لگا کہ اگر اللہ اپنے رسول سے ایسے بری ہے جیسے مشرکین سے تو میں بھی اس رسول سے (معاذ اللہ) بری ہوں جب یہ قصہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ یہ آیت ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ نہیں ہے بلکہ ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ ہے اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے میزار ہے اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو الاسود دؤلی کو وضع نحو کی طرف توجہ دلائی جس پر انہوں نے قواعد نحو کو جمع کیا۔

کافیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعترض: مصنفؒ نے اپنی کتاب میں بسم اللہ کے بعد الحمد للہ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس سے قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن میں تسمیہ کے بعد تحمید کا ذکر فرمایا ہے اور حدیث میں ہے کل امر ذی بال لم یبد الحمد للہ فہو اجذم او اقطع او کما قال علیہ السلام ہر وہ ذی شان کام جس کی ابتداء الحمد للہ سے نہ کی جائے وہ ناقص اور بے برکت ہوتا ہے اور سلف صالحین بھی اپنی کتابوں کے شروع میں تسمیہ و تحمید دونوں ذکر فرماتے تھے

جوابات

جواب: ۱۔ قرآن کی مخالفت لازم نہیں آتی اسلئے کہ قرآن کی ایک ترتیب مجموعی ہے جیسے قرآن میں بسم اللہ کے بعد الحمد للہ کا ذکر دوسری ترتیب نزولی ہے اس میں اللہ نے بسم اللہ کے بعد سورہ اقرا سے شروع کیا وہاں صرف تسمیہ ہے تحمید نہیں تو مصنفؒ نے ترتیب نزولی کا لحاظ کیا ہے -

جواب: ۲۔ حدیث کی مخالفت اس لئے لازم نہیں آتی کہ احادیث میں اللہ کے نام اور تعریف سے شروع کرنیکی ترغیب دی گئی ہے تو مصنفؒ نے بسم اللہ سے شروع کیا اس میں اللہ تعالیٰ کا نام اور تعریف دونوں مذکور ہیں۔

جواب: ۳۔ نبی کریم ﷺ کے خطوط کی اتباع کرتے ہوئے الحمد للہ نہیں لکھی کیونکہ آپ ﷺ کے دعوتی خطوط میں صرف تسمیہ کا ذکر ہوتا تھا تحمید کا نہیں۔

جواب: ۴۔ سلف صالحین کی مخالفت اس لئے لازم نہیں آتی کہ مصنفؒ نے تواضع اور انکساری سے کام لیتے ہوئے یہ خیال کیا کہ میری کتاب اس قابل نہیں کہ سلف صالحین کے طرز پر شروع کی جائے

اعترض: ایسی کسر نفسی تو صحیح نہیں جس سے نص کی مخالفت لازم آئے

جواب: حدیث میں بسم اللہ اور الحمد للہ سے ابتدا کا حکم ہے اب ابتدا عام ہے کہ فقط تسمیہ سے ہو یا پھر کتابت

سے یادوں سے 'تو ممکن ہے کہ مصنف نے ابتداء بالتلفظ کر لی ہو تو جہاں تک ممکن ہو بدگمانی سے بچنا چاہیے کیونکہ قرآن میں ہے اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم 'زیادہ بدگمانیوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں اور حدیث میں ہے ظنوا لم یمن فیہا 'مومنین کے میں بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیے اسلئے یہی گمان کرنا چاہیے کہ مصنف نے زبان سے الحمد للہ کہہ لی ہوگی۔

اَلْکَلِمَةُ لَفْظٌ وَضَعٌ لِمَعْنٰی مُفْرَدٍ

ترجمہ: کلمہ وہ لفظ ہے جو کہ معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو

تجزیہ عبارت: کلمہ کی تعریف اصطلاحی ذکر کی ہے یعنی کلمہ معنی مفرد کیلئے وضع کئے جانے والے لفظ کو کہتے ہیں۔ کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم فعل حرف۔

اَلْکَلِمَةُ

تشریح: لفظ الکلمہ کے بارے میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں :

(۱) اس پر الف لام کون سا ہے (۲) کلمہ کس سے مشتق ہے (۳) کلمہ اسم جنس ہے یا جمع ہے (۴) کلمہ پرتاء کونسی ہے ؟

(۱) الف لام کون سا ہے : ابتداء الف لام کی دو قسمیں ہیں (۱) الف لام اسمی (۲) الف لام حرفی

الف لام اسمی : وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو یہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول اس کا صلہ بن رہا ہوتا ہے چونکہ کلمہ نہ اسم فاعل ہے نہ اسم مفعول اس لئے الف لام اسمی نہیں ہو سکتا چنانچہ الف لام حرفی متعین ہے۔

الف لام حرفی : وہ ہے جو غیر اسم فاعل اور غیر اسم مفعول پر داخل ہو اس کی دو قسمیں ہیں (۱) زائدہ (۲) غیر زائدہ

زائدہ وہ ہے کہ اگر اس کو ہٹایا جائے تو معنی میں کوئی خرابی نہ آئے جیسے حضرت علیؑ کا قول ہے

سولقد امر علی اللئیم یسبنی اللئیم پر الف لام زائدہ ہے کہ اگر اس کو گرادیا جائے تو معنی میں کوئی خرابی

لازم نہ آئے گی۔

غیر زائدہ: وہ ہے کہ اسکو ہٹا دیا جائے تو معنی میں خرابی لازم آئے جیسے الرجل قائم میں الرجل متداعی ہے اگر الف لام ہٹا دیا جائے تو اس میں ابتدا کا معنی نہ رہے گا لہذا الکلمہ میں بھی الف لام غیر زائدہ ہے کیونکہ اگر الکلمہ سے الف لام ہٹا دیا جائے تو مبتدا کا نکرہ ہونا لازم آئے گا غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عمد خارجی (۴) عمد ذہنی۔

وجہ حصر: وجہ حصر یہ ہے کہ الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہوگی یا افراد اگر الف لام کے مدخول سے ماہیت مراد ہو تو اس کو الف لام جنسی کہتے ہیں جیسے الرجل خیر من المرأة یعنی ماہیت رجل ماہیت مرأۃ سے بہتر ہے اور اگر الف لام کے مدخول سے افراد مراد ہوں تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تمام افراد مراد ہوں گے یا بعض اگر تمام افراد مراد ہوں تو یہ الف لام استغراقی ہوگا جیسے ان الانسان لفی خسر میں الانسان میں الف لام استغراقی ہے اور اگر بعض افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ بعض افراد خارج میں متعین ہوں گے یا نہیں اگر خارج میں متعین ہوں تو یہ الف لام عمد خارجی ہے جیسے فصلی فرعون الرسول الرسول میں الف لام عمد خارجی ہے اسکا ذکر پہلے کما ارسلنا الی فرعون رسولا میں ہو چکا ہے اور اگر بعض افراد خارج میں متعین نہ ہوں بلکہ ذہن میں متعین ہوں تو یہ عمد ذہنی ہے، تعین فی الذہن سے یہاں تعین فخص مراد نہیں ہے بلکہ تعین فی الوحدة مراد ہے جیسے فاخاف ان یاکلہ الذب الذب میں الف لام عمد ذہنی ہے کیونکہ بھیڑیئے سے خاص بھیڑیا مراد نہیں بلکہ مراد کوئی ایک بھیڑیا ہے الف لام عمد ذہنی نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے تو الکلمہ میں الف لام جنسی ہے عمدی واستغراقی نہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کی بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ الکلمہ میں الف لام عمد خارجی ہے لیکن ان پر اعتراض ہوگا الف لام عمد خارجی کیسے مراد ہو سکتا ہے حالانکہ کلمہ کا خارج میں کوئی ذکر نہیں تو اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ کلمہ سے اس جگہ وہ کلمہ مراد ہے جو نحو یوں کی زبان پر ہر وقت جاری و ساری رہتا ہے اسلئے خارج میں بھی متعین ہو گیا۔

اعتراض: تعریف ماہیت کی ہوتی ہے نہ کہ افراد کی تو الف لام عمد خارجی مراد لینے میں تعریف افراد کی ہوگی۔

جواب: کلمہ کے افراد غیر متناہی نہیں ہیں کہ تعریف للافراد ناجائز ہو بلکہ اس کے افراد متناہی ہیں اور وہ تین

قسموں پر مشتمل ہیں لہذا الف لام عمد خارجی مراد لینا صحیح ہو اخلاصہ یہ ہو اسکہ الکلمہ میں الف لام عمد خارجی ہے یا جنسی۔

کلمہ کس سے مشتق ہے؟

کلمہ اور کلام دونوں الکلم سے مشتق ہیں جس کا معنی ہے زخمی کرنا۔

اعتراض مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت ضروری ہے جب کہ یہاں مناسبت نہیں کیونکہ کلم کا معنی ہے زخمی

کرنا اور اصطلاح میں کلمہ اسے کہتے ہیں جو معنی مفرد کیلئے موضوع ہو

جواب: یہاں مشتق اور مشتق منہ میں مناسبت ہے کیونکہ کلم کا معنی زخمی کرنا کے ہیں اور کلمہ کلام کی تاثیر بعض

دفعہ زخم سے بھی زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے

جراحات البسان لها التیام ولا يلتام ما جرح اللسان

ترجمہ: نیزوں کا زخم بعض مرتبہ بھر جاتا ہے مگر زبان سے سخت کلمہ کہہ کر لگایا ہوا زخم مندمل نہیں ہوتا

اسی مضمون کو اردو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے

چھری کا تیر، تلوار کا تو گھاؤ بھرا ☆ لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

(۳) کلمہ اسم جنس ہے ما جمع اسمیں بھریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے بھری کہتے ہیں کہ یہ اسم جنس ہے دلیل

پیش کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں آتا ہے الیہ یصعد الکلم الطیب، یہاں الکلم اسم جنس ہے جمع نہیں کیونکہ اگر یہ جمع ہوتا تو اس کی صفت طیبہ آتی اسلئے کہ جمع مکرر کی صفت واحد مونث آتی ہے۔

کوئی کہتے ہیں کہ الکلم جمع ہے اسم جنس نہیں ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ کلم کا اطلاق تین یا تین سے زائد کلموں پر

ہوتا ہے اگر یہ اسم جنس ہوتا تو اس کا اطلاق تین سے کم پر بھی ہوتا کوفیوں کی طرف سے بھریوں کے استدلال کا جواب

یہ ہے کہ یہاں الطیب الکلم کی صفت نہیں بلکہ یہاں لفظ بعض محذوف ہے اور الطیب اس کی صفت ہے چنانچہ عبارت اس

طرح ہوگی الیہ یصعد بعض الکلم الطیب فلا اشکال علیہ، نیز الکلم کی صفت طیب مذکور اس لئے لائے ہیں کہ جو جمع ایسی ہو کہ

اس کے اور مفرد کے درمیان تاء سے فرق ہوتا ہو تو اسکی صفت میں تذکیر اور تانیث برابر ہیں اور الکلم ایسے ہی ہے۔

(۴) الکلمہ میں تاء کو کسی ہے؟

الکلمہ میں تاء برائے وحدت ہے برائے تانیث نہیں۔

اعتراض: آپ نے پہلے کہا کہ الکلمہ میں الف لام جنسی ہے اور یہاں تاء کو برائے وحدت قرار دیا حالانکہ جنس

اور وحدت میں تضاد ہے اسلئے کہ جنس کثرت اور عموم کو چاہتی ہے جب کہ وحدت خصوص کی مقتضی ہے۔

جواب: ۱ جنس اور وحدت میں تضاد نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے پر صادق آتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے
ہذا الواحد جنس و ذالک الجنس واحد

جواب: ۲ یہاں کوئی منافاة نہیں اس لئے کہ تاء کو وحدت کے معنی سے خالی کر لیا گیا ہے

جواب: ۳ وحدت کی تین قسمیں ہیں (۱) شخصی (۲) نوعی (۳) جنسی ان تینوں میں سے صرف وحدت شخصی عموم و کثرت کے منافی ہے باقی دونوں نہیں اور یہاں وحدت نوعی اور جنسی مراد ہیں۔

جب الکلمہ میں تاء کو وحدت کا مانا تو کلمہ لغوی اور کلمہ شہادت وغیرہا سے احتراز ہو جائے گا اور کلمہ نحو یہ متعین ہو جائے گا اور معنی یہ ہو گا کہ نحو یوں کے نزدیک کلمہ کی ماہیت یہ ہے لفظ وضع الخ۔

لَفْظ

لفظ کا لغوی معنی الرمی ہے بمعنی پھینکنا جیسے کہا جاتا ہے اکلتم التمرۃ و لفظت النواة میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی پھینک دی اور نحو یوں کی اصطلاح میں لفظ کی تعریف یوں ہے کہ ما یتلفظ بہ الانسان قلیدا او کثیرا ممملا کان او موضوعا حقیقۃ کان او حکما مفردا کان او مرکبا۔

اعتراض: ما یتلفظ بہ الانسان کی قید سے کلام اللہ کلام ملائکہ اور جنوں کا کلام خارج ہو جاتا ہے حالانکہ اسے بھی کلمہ و کلام کہتے ہیں جیسے قرآن پاک کلام اللہ ہے اور فرشتوں کا کلام جیسے شعر

ان فی الجنة نہرا من لبن لعلی وحسین وحسین

اور جنوں کا کلام جیسے شعر

قبر حرب بمکان قفر ولیس قرب قبر حرب قبر

جواب: ما یتلفظ بہ الانسان سے مراد عام ہے کہ تلفظ بالقوہ ہو یا بالفعل تو کلام اللہ اور کلام ملائکہ اور کلام جنات کا انسان بالقوہ تأویل کے اعتبار سے تلفظ کر سکتا ہے۔

وَضِيعٌ

وضع کا لغوی معنی رکھنا اور تعین کرنا ہے اصطلاح میں وضع کہتے ہیں تخصیص شئی، شئی حیث متی اطلاق واحس الشی الاول فہم منہ الشی الثانی یعنی ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ جب بھی شے اول کا اطلاق یا احساس ہو اس سے دوسری شے خود بخود سمجھ میں آجائے۔

لِمَعْنٰی

معنی یہ معنی لینی سے مشتق ہے بمعنی قصد کرنا اور اصطلاحی معنی مایقصد بشی یعنی جو کسی شئی سے مقصود ہو معنی یا تو اسم ظرف ہے بمعنی جائے قصد یا مصدر مبی ہے بمعنی مفعول کے اور یا یہ خود اسم مفعول کا صیغہ ہے اصل میں معنوی، تھا تعلیل کر کے معنی بنایا گیا ہے جیسے مریٰ۔

مُفْرَدٌ

مفرد لغت میں ایک فرد کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں مفرد کہتے ہیں مالا یذیل جزء لفظ علی جزء معنای، یعنی لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت نہ کرے۔

مفرد کے اعراب ثلاثہ کی وجوہ

اگر مفرد کو جر کے ساتھ پڑھیں تو یہ معنی کی صفت ہوگی اور معنی ہوگا کہ کلمہ ایسا لفظ ہے جو موضوع ہو ایسے معنی کے لئے کہ اس معنی کے لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت نہ کرے۔ اور اگر رفع کے ساتھ پڑھیں تو یہ صفت کی صفت ثانیہ ہوگی اور معنی یہ ہوگا کہ کلمہ وہ لفظ ہے جس کے لفظ کے جزء سے اس کے معنی کے جزء پر دلالت نہ ہو اور موضوع ہو کسی معنی کے لئے، اور اگر منصوب پڑھیں تو یہ حال ہوگا وضع کی ضمیر سے یا معنی سے جو کہ درحقیقت مفعول ہے حرف جر کے واسطے سے لیکن نصب، المذنب نہ یفید ہے اس لئے کہ رسم الخط اسکی موافقت نہیں کرتا کیونکہ نصب کی صورت میں الف لکھا جاتا ہے اور یہاں الف نہیں ہے۔

فوائد قیود: کلمہ کی تعریف میں لفظ بمنزلہ جلس کے ہے جو کہ مہملات، موضوعات، مفردات

و مرکبات وغیرہ سب کو شامل ہے اور وضع بمنزلہ فصل اول کے ہے اس قید سے مہملات جیسے جسن اور الفاظ جو بالطبع

دلالت کرتے ہیں جیسے اُح و غیرہ۔ مگر یہ ہونے اور لفظ معنی سمجھنے کے لئے اس قید سے حروف ہجاء باء تاء ثاء وغیرہ خارج ہو گئے اسلئے کہ حروف ہجاء معنی کے لئے موضوع نہیں ہیں بلکہ ان سے مقصود ترکیب کلمات ہے اور لفظ مفرد فصل ثالث ہے اس قید سے قائمہ بصریہ جیسے الفاظ خارج ہو گئے اس لئے کہ قائمہ میں لفظ قائم قیام کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور تاء تانیث پر دلالت کرتی ہے اسی طرح بصرہ سے ایک شہر اور یاء سے نسبت والا معنی سمجھ میں آتا ہے اور تاء تانیث پر دلالت کرتی ہے۔

وَهُمَى اسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ تَدُلَّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا أَوَّلًا
الثَّانِي الْحَرْفُ وَالْأَوَّلُ إِمَّا أَنْ يَقْتَرِنَ بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ أَوَّلًا الثَّانِي الْأِسْمُ
وَالْأَوَّلُ الْفِعْلُ وَقَدْ عَلِمَ بِذَلِكَ حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا

ترجمہ: اور وہ (کلمہ) اسم اور فعل اور حرف ہے اس لیے کہ یا تو معنی مستقل پر دلالت کریگا یا نہیں کرے گا دوسری قسم حرف ہے اور پہلی قسم تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہوگی یا نہیں دوسری قسم اسم ہے اور پہلی قسم فعل ہے اور تحقیق اس (وجہ حصر) سے ان تینوں میں سے ہر ایک کی تعریف معلوم ہو گئی۔
تجزیہ عبارت: وجہ حصر کی صورت میں کلمہ کی اقسام ثلاثہ کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

اسم: وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے بغیر اقتران بالزمان کے جیسے زید خالد عم وغیرہ۔

فعل: وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور مقترن بالزمان ہو جیسے ضرب یضرب یضرب وغیرہ۔

حرف: وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے بلکہ اپنے معنی کے سمجھے جانے میں غیر کا محتاج ہو جیسے من فی الی وغیرہ۔

تشریح: اعتراض ہی ضمیر مبتدا ہے اور اسم و فعل و حرف خبر ہے جب اسمائے اشارہ اور ضمیر مبتدا ان رہے ہوں تو تذکیر و تانیث میں خبر کے مطابق ہوتے ہیں نہ کہ مرجع اور مشار الیہ کے تو یہاں مبتدا اور خبر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت نہیں ہے۔

جواب: ہی ضمیر ہی خبر اسم فعل حرف نہیں بلکہ اس کی خبر مقسمہ ہے جو کہ محذوف ہے تو عبارت اس طرح ہوئی وہی مقسمہ الی هذه الاقسام الثلاثہ اور مصنف کا قول اسم و فعل و حرف یہ مبتدا محذوف کی خبر ہیں یعنی احدهما اسم و ثلثها فعل و ثلثها حرف۔

تقسیم کی اقسام | تقسیم کی دو قسمیں ہیں (۱) تقسیم کل الی الاجزاء (۲) تقسیم الکی الی الجزئیات

(۱) تقسیم کل الی الاجزاء: تقسیم کل الی الاجزاء اسے کہتے ہیں جو جمع اجزاء سے مل کر کل بننے کی ایک جز پر کل کا نام رکھنا صحیح نہ ہو، جیسے السکجین خل و عسل و ماء، یعنی سکجین سرکہ شہد اور پانی کے مجموعہ کا نام ہے کسی ایک جز کو سکجین نہیں کہہ سکتے۔

(۲) تقسیم الکی الی الجزئیات: تقسیم الکی الی الجزئیات اسے کہتے ہیں کہ جزئیات میں سے ہر ایک پر کل کا نام رکھنا صحیح ہوتا ہے جیسے الانسان زید و بکر و عمر و زید و بکر انسان کی جزئیات ہیں ان میں سے ہر ایک کو انسان کہنا صحیح ہے یہاں کلمہ کی تقسیم تقسیم الکی الی الجزئیات کی قبیل سے ہے کہ اسم فعل اور حرف میں سے ہر ایک کو کلمہ کہنا صحیح ہے۔

اسم کی وجہ تسمیہ میں بصریوں اور کو فیوں کا اختلاف

بصریوں کا مذہب: بصری کہتے ہیں کہ اسم سمو سے مشتق ہے جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں اسم کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ یہ بھی اپنے اخوین یعنی فعل و حرف پر بلند ہوتا ہے کہ یہ مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے جب کہ فعل صرف مسند ہوتا ہے اور حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ یہ معتل لام ہے آخر سے واو کو حذف کر دیا اور شروع میں ہمزہ وصلی زائد کر دیا اور میم کا سکون سین کو دے دیا تو اسم بن گیا۔

کو فیوں کا مذہب: کو فی کہتے ہیں کہ اسم وسم سے مشتق ہے جس کے معنی علامت کے ہیں چونکہ اسم بھی اپنے معنی پر علامت اور دال ہوتا ہے اس لئے اسے اسم کہتے ہیں لیکن یہ مذہب ضعیف ہے کیونکہ اس طرح تو فعل بھی اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے تو اس کو بھی اسم کہنا چاہیے وسم معتل فاء ہے شروع سے واو کو حذف کر کے ہمزہ وصلی لگا دیا کیونکہ ابتدا بالساکن محال ہے۔

فعل کی وجہ تسمیہ: فعل کو لغت میں حدث کے معنی سے تعبیر کرتے ہیں پھر اس کو فعل اصطلاحی کیلئے وضع کر دیا گیا ہے کیونکہ فعل اصطلاحی تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے معنی حدی اقران بالزمان استقلال بالمفہوم تو چونکہ معنی حدی فعل اصطلاحی کا ایک جزء ہے تو یہ تسمیہ الکل باسم الجزء کی قبیل سے ہو گیا۔

حرف کی وجہ تسمیہ: حرف لغت میں طرف کو کہتے ہیں اور چونکہ حرف اصطلاحی بھی کلام کی ایک طرف میں

ہوتا ہے یعنی مقصود نہیں ہو تا بلکہ محض ربط کا فائدہ دیتا ہے اس بنا پر اس کو حرف کہتے ہیں
حرف کبھی دو اسموں میں ربط کا فائدہ دیتا ہے جیسے زید فی الدار اور کبھی ایک اسم اور ایک فعل میں ربط کا فائدہ دیتا ہے
جیسے ضَرَبْتُ بِالْخَشَبَةِ اور کبھی دو فعلوں کے درمیان ربط کا فائدہ دیتا ہے جیسے أَرِيدُ أَنْ أَصْلَى -

قوله لِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ تَدُلَّ عَلَى

اعتراض: لانا میں لفظ اَنْ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اور ہا ضمیر اس کا اسم اور ان تدل اس کی خبر ہے جو
ان مصدریہ کی وجہ سے مصدر کی تاویل میں ہے اور مصدر و صف کی قبیل سے ہوتا ہے تو ہا ضمیر جو ذات ہے اس پر و صنف کا
حمل ہو رہا ہے جو کہ صحیح نہیں۔

جواب: لانا کی خبر ان تدل نہیں ہے بلکہ اس کی خبر محذوف ہے اور وہ من صفحا ہے تو عبارت اس طرح ہو گی لانا
من صفحا ان تدل تو من صفحا اپنے متعلق سے مل کر اَنْ کی خبر ہے نہ کہ ان تدل۔

قوله أَوَّلَا الثَّانِي الْحَرْفُ عَلَى

اعتراض: آپ نے حرف کی تعریف یہ کی ہے جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے یہاں حرف

سے دلالت کی نفی کی گئی ہے جو کہ وضع سے عام ہے اور عام کی نفی مقمّن ہے خاص کی نفی کو جب دلالت کی نفی ہو گئی تو نا
محالہ وضع کی بھی نفی ہو گئی جب کہ وضع کلمے کی تعریف میں شامل ہے تو جب وضع کی نفی ہو گئی تو کلمہ کی بھی نفی ہو گئی
تو یہ تقسیم کس کی ہو رہی ہے؟

جواب: دلالت کی دو قسمیں ہیں دلالت عام، دلالت خاص، یہاں دلالت خاص کی نفی ہے نہ کہ عام کی اور دلالت
خاص کی نفی سے دلالت عام کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ یہاں تو دلالت اخص ہے کیونکہ دلالت سے دلالت فی فصحہ امر او ہے اس
سے مطلق دلالت کی نفی نہیں ہو سکتی تو وضع کی بھی نفی نہ ہوئی لہذا کلمہ کی بھی نفی نہ ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ کلمہ ہی کی
تقسیم ہے۔

قوله الثَّانِي عَلَى

اعتراض: الثانی کلمہ کی صفت ہے تو یہاں الثانیہ کہنا چاہیے تھا تاکہ صفت موصوف کی تذکیر و تانیث میں مطابقت

ہو جاتی۔

جواب: الثانی کلمہ کی صفت نہیں ہے بلکہ یہ القسم محذوف کی صفت ہے یعنی القسم الثانی فلا اشکال۔

قوله وَالْأَوَّلُ الخ [قولہ الثانی کے تحت جو اعتراض و جواب ذکر کیا گیا ہے وہی یہاں بھی ہے۔

قوله إِمَّا أَنْ يَقْتَرِنَ الخ

اعتراض: آپ نے فعل کی تعریف مایقترن باحد الازمنۃ الثمۃ کے ساتھ کی ہے جب کہ ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں زمانہ پایا جاتا ہے مگر ان کو فعل نہیں کہا جاتا جیسے زیدن الضارب الان او عند او امس الضارب میں تینوں زمانے پائے جا رہے ہیں مگر اسے اسم کہتے ہیں۔

جواب: احد الازمنۃ الثمۃ پر دلالت سے مراد دلالت ذات کے اعتبار سے ہے نہ کہ خارج کے اعتبار سے اور مذکورہ مثال میں جو زمانہ پر دلالت سمجھ آ رہی ہے وہ باعتبار لفظ غد، امس وغیرہ کے ہے نہ الضارب کے اعتبار سے۔

قوله وَقَدْ عَلِمَ بِذَلِكَ الخ فائدہ: وقد علم میں واو اعتراضیہ ہے یا عاطفہ اگر واو اعتراضیہ ہو تو قد علم بذالک یہ جملہ مقررہ ہو گا اور اگر واو عاطفہ ہے تو جملہ معطوف ہو گا پھر سوال ہو گا کہ معطوف علیہ کہاں ہے تو جواب یہ ہے کہ معطوف علیہ قد تبین محذوف ہے۔

اعتراض: مصنف نے عرف کی بجائے علم کیوں ذکر کیا وجہ ترجیح کیا ہے۔

جواب: علم نام ہے کلیات کے اور اک کا اور معرفت جزئیات کے اور اک کو کہتے ہیں تو لفظ علم لا کر کتاب کی اہمیت افادیت کی طرف اشارہ کیا کہ اس کتاب میں نحو کے قوانین کلیہ ذکر کیے جائیں گے۔

اعتراض: ذالک اسم اشارہ ہے اور مشار الیہ محسوس مبصر ہوا کرتا ہے جب کہ اسم فعل حرف کی تعریفات عقلی ہیں ان کے لئے اسم اشارہ لانا صحیح نہ ہوا۔

جواب: محسوس کی دو قسمیں ہیں (۱) محسوس حقیقی (۲) محسوس ادعائی

محسوس حقیقی وہ ہے جو حقیقتاً محسوس و مبصر ہو جیسے زید جدار وغیرہ، محسوس ادعائی وہ ہے جو فی الحقیقت محسوس نہ ہو لیکن اس قدر واضح اور ظاہر ہو کہ اس پر محسوس ہونے کا دعویٰ کیا جاسکے تو مصنف نے اسم فعل حرف کی طرف اشارہ کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ ان کی تعریف اتنی واضح ہو گئی ہے گویا کہ یہ محسوس مبصر ہیں۔

اعتراض: مصنف نے ذالک اسم اشارہ بعید کا استعمال کیا ہے حالانکہ یہ تعریف ابھی گزری ہے اسم اشارہ قریب

لانا چاہیے تھا۔

جواب: اسم اشارہ بعید سے مقصود بعد مرتبہ کی خبر دینا ہے یعنی یہ تعریف مرتبہ کے لحاظ سے بہت بلند ہے تو بعد مرتبہ کو بعد مسافت کے قائم مقام قرار دیا ہے جیسے قرآن مجید میں ذالک الکتاب لاریب فیہ اس میں ذالک اسم اشارہ بعید سے بعد مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قوله حَدُّ كَيْلٍ وَاحِدٍ مِنْهَا الخ |

اعتراض: مصنفؒ نے اسم فعل وحرف کی تعریف پہلے وجہ حصر میں بیان کی ہے پھر قد علم سے اس کی طرف اشارہ کیا اور آگے اسم فعل حرف کی علیحدہ تعریف کی تو یہ تکرار ہے جو کہ فصاحت و بلاغت کے منافی ہے۔

جواب: ضبط و فہم کے اعتبار سے طلباء کے تین درجے ہیں ذکی، متوسط، غبی مصنفؒ نے تینوں درجوں کے طلباء کا لحاظ کیا ہے اذکیاء چونکہ اشارہ سے بات سمجھ جاتے ہیں اس لیے وجہ حصر میں ان کے لیے اسم فعل حرف کی تعریف کی طرف اشارہ کر دیا اور متوسط چونکہ تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے قد علم بذالک سے متوجہ کر دیا کہ ان کی تعریفات وجہ حصر میں غور کر کے معلوم کی جاسکتی ہیں اور غبی چونکہ سمجھنے کے لئے صراحت کے محتاج ہوتے ہیں اس لیے ان کے لئے اقسام ثلاثہ کی علیحدہ علیحدہ تعریف کر دی۔

الْكَلَامُ مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْإِسْنَادِ وَلَا يَتَأْتِي ذَالِكَ إِلَّا فِي إِسْمَيْنِ أَوْ إِسْمٍ وَفِعْلٍ

ترجمہ: کلام وہ (لفظ) ہے جو دو کلموں کو مشتمن ہو اسناد کے ساتھ اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں یا اسم اور فعل سے مل کر۔

تجزیہ عبارت: مصنفؒ کلام کی تعریف بیان فرما رہے ہیں تو کلام اس لفظ کو کہتے ہیں جو دو کلموں سے مل کر بنے اسناد کے اعتبار سے، اسناد کہتے ہیں ایک کلمے کی دوسرے کی طرف اس طرح نسبت کرنا کہ مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور کلام یا دو اسموں سے مل کر بنے گی جیسے زید عالم یا ایک اسم اور ایک فعل سے جیسے قام زید۔

تشریح: **اعتراض** مصنفؒ نے الکلام الخ سے عبارت کو جملہ مستأنفہ بنایا ہے الکلمہ پر عطف کیوں

نہیں کیا؟

جواب: عطف کی صورت میں اس کا مستقل کلام ہو یا واضح نہیں ہوتا کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے تو جملہ متانفہ لا کر اس طرف اشارہ کیا کہ جیسے کلمہ نحو کا موضوع ہے اسی طرح کلام بھی مستقل موضوع ہے۔

قوله مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ الْخ

اعترض: آپ نے کلام کی تعریف یہ کی ہے کہ جو دو کلموں سے مل کر بنے جب کہ ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں دو کلمے نہیں بلکہ چار کلمے ہیں لیکن پھر بھی اسے کلام کہتے ہیں تو تعریف جامع نہ ہوئی جیسے زید ابوہ قائم زید ابوہ وغیرہما **جواب:** گفتین سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً دو کلمے ہوں جیسے زید قائم یا حکمادو ہوں جیسے زید ابوہ قائم اس مثال میں زید مبتدا ایک کلمہ ہے اور ابوہ قائم ترکیب میں خبر ہو کر حکما ایک کلمہ ہے۔

اعترض: تعریف میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کلام دو کلموں سے مل کر بنتا ہے جب کہ بعض مرتبہ ایک کلمہ سے بھی کلام بن جاتا ہے جیسے اضرب تو یہ کلام ہے اور کلام کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔

جواب: کلمہ سے ہماری مراد عام ہے حقیقتہ کلمہ ہو یا حکما تو اضرب اصل میں دو کلمے ہیں ایک فعل جو کہ حقیقتہ کلمہ ہے اور ایک ضمیر مستتر جو حکما کلمہ ہے۔

اعترض: الکلام کے جائے الجملہ کو کیوں ذکر نہیں کیا حالانکہ جیسے کلام سے نحو میں بحث ہوتی ہے اسی طرح جملہ سے بھی بحث ہوتی ہے۔

جواب: مصنف نے صاحب مفصل اور صاحب لباب کے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ ان کے نزدیک کلام اور جملہ مترادف الفاظ ہیں چنانچہ صاحب مفصل فرماتے ہیں الکلام هو المركب من كلمتين اسندت احد هما الى الاخرى ويسمى جملة ايضا۔

فوائد قیود: ما تضمن الخ میں لفظ ما موصولہ عام ہے جس میں کلمات مفردہ مہملہ و مرکبات کلامیہ وغیرہ کلامیہ سب داخل ہو گئے اور جب تضمن کلمتین کہا تو اس سے الفاظ مہملہ نکل گئے جیسے جہنم اور کلمات مفردہ جیسے زید بحر وغیرہ بھی خارج ہو گئے اور جب بالاسناد کہا تو مرکبات غیر کلامیہ بھی خارج ہو گئے جیسے غلام زید اب کلام کی تعریف میں صرف مرکبات کلامیہ داخل رہ گئے خواہ وہ خبریہ ہوں جیسے زید قائم یا انشائیہ ہوں جیسے اضرب وانصر وغیرہما۔

قوله وَلَا يَتَأْتِي ذَالِكَ

اعتراض: یَتَأْتِي کی نسبت کلام کی طرف صحیح نہیں کیونکہ یہ اتیان سے مشتق ہے جو کہ ذی روح کی صفت

ہے اور کلام غیر ذی روح ہے۔

جواب: اتیان دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے (۱) مشی بالا قدام (۲) حصول، یہاں معنی ثانی مراد ہے یعنی کلام

حاصل نہیں ہوتا مگر دو اسموں کے ساتھ۔

قوله إِلَّا الْخ

اعتراض: مصنف نے کلمہ کی تقسیم میں حصر نہیں کیا اور کلام کی تقسیم میں حصر کیا ہے وجہ فرق کیا ہے؟

جواب: کلام میں احتمالات عقلیہ چھ ہو سکتے ہیں جن میں چار غلط اور دو صحیح ہیں اسلئے اس کی تقسیم میں حصر

کیا ہے جب کہ کلمہ میں کوئی عقلی احتمال نہیں تھا اس لیے حصر کی ضرورت نہیں تھی کلام میں چھ احتمالات یہ ہیں

(۱) کلام دو اسموں سے مل کر بنے گا (۲) دو فعلوں سے مل کر بنے گا (۳) دو حرفوں سے مل کر بنے گا (۴) ایک

اسم اور ایک فعل سے مل کر بنے گا (۵) ایک اسم اور ایک حرف سے مل کر بنے گا (۶) ایک فعل اور ایک حرف سے مل کر

بنے گا ان میں سے پہلا اور چوتھا احتمال صحیح ہے باقی چار غیر صحیح ہیں۔

قوله فِي اسْمَيْنِ

اعتراض: آپ نے کہا کلام وہ ہے جو دو اسموں سے مل کر بنے جب کہ بعض مثالیں ایسی ہیں جہاں دو اسم ہیں۔

مگر اسے کلام نہیں کہا جاتا ہے جیسے غلام زید غلام اور زید دونوں اسم ہیں مگر اسے کلام نہیں کہا جاتا۔

جواب: دو اسموں سے مراد یہ ہے کہ ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ بن رہا ہو جب کہ اس مثال میں ایک اسم

مضاف اور دوسرا مضاف الیہ بن رہا ہے۔

قوله أَوْ فِي اسْمٍ وَفِعْلٍ

اعتراض: اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام ایک اسم اور ایک فعل سے بھی بنتا ہے جب کہ بعض

مثالوں میں ایک اسم اور فعل سے مرکب کو کلام نہیں کہا جاتا جیسے ضرب ضرب فعل اور ک ضمیر اسم ہے مگر اسے کلام

نہیں کہا جاتا؟

جواب: اسم سے مراد خاص ہے یعنی جو مسند الیہ بن رہا ہو ضربک میں ک ضمیر مسند الیہ نہیں ہے بلکہ مفعول بہ ہے
اعتراض: آپ کا کلام کو دو قسموں میں محصور کرنا درست نہیں ہے کیونکہ بعض مثالوں میں ایک حرف اور ایک

اسم سے بھی کلام بن جاتا ہے جیسے یا زید یا حرف ندا ہے اور زید اسم ہے ان دونوں کے مجموعے سے کلام بن رہا ہے۔

جواب: یا حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے جو کہ فعل ہے کلام ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنا ہے۔

اعتراض: یا حرف ندا ادعو فعل کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ حرف غیر مستقل بالمفہوم ہوتا ہے

اور فعل مستقل بالمفہوم تو غیر مستقل کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: حرف ندا ادعو فعل کے قائم مقام ہونا سماع سے تعلق رکھتا ہے اور سماع میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔

الْإِسْمُ مَا دَلَّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهِ غَيْرَ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْأَرْبَعَةِ الثَّلَاثَةِ

ترجمہ: اسم وہ کلمہ ہے جو معنی پر خود بخود دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ

مقترب نہ ہو۔

تجزیہ عبارت: مصنف نے اس عبارت میں کلمہ کی پہلی قسم اسم کی تعریف ذکر فرمائی ہے۔

تشریح: قوله الْإِسْمُ مَا دَلَّ

اعتراض: اسم کی تعریف کو فعل کی تعریف پر مقدم کیوں کیا ہے۔

جواب: اس لئے کہ اسم فعل سے اعلیٰ ہے کیونکہ فعل صرف مسند بن سکتا ہے جب کہ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں بنتا ہے۔

قوله غَيْرَ مُقْتَرِنٍ

اعتراض: آپ نے اسم کی تعریف میں عدم اقتران بالزمان کی شرط لگائی ہے حالانکہ بعض مثالوں میں اقتران

بالزمان ہے پھر بھی ان کو اسم کہا جاتا ہے جیسے روید بمعنی چھوڑ، بھٹات بمعنی دور ہوا پہلے میں امر حاضر کا معنی پایا جا رہا ہے اور دوسرے میں ماضی کا۔

جواب: مقصود یہ ہے کہ عدم اقتران بالزمان اصل وضع کے اعتبار سے ہو اور ان مثالوں میں اصل وضع کے

اعتبار سے عدم اقتران بالزمان ہے اور اقتران صرف استعمال کے اعتبار سے ہے۔

فوائد قیود: اسم کی تعریف میں لفظ مامنز لہ جنس کے ہے جو اقسام ثلاثہ کو شامل ہے اور دل علی معنی فی نفسہ بمنزلہ فصل اول کے ہے اس سے حرف نکل گیا اور غیر مقترن بمنزلہ فصل ثانی کے ہے اس سے فعل نکل گیا۔

وَمِنْ خَوَاصِّهِ دُخُولُ اللَّامِ وَالْجَرِّ وَالتَّنْوِينِ وَالْإِضَافَةُ وَالْإِسْنَادُ إِلَيْهِ

ترجمہ: اور اس (اسم) کے خواص میں سے لام تعریف، جر اور تنوین کا داخل ہونا ہے اور اضافت اور مسند الیہ

ہوتا۔

تجزیہ عبارت: صاحب کافیہ اسم کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد خواص اسم بیان کرتے ہیں پہلا خاصہ لام کا داخل ہونا جیسے الحمد، دوسرا جر کا آنا جیسے بزید، تیسرا تنوین کا داخل ہونا جیسے رجل، چوتھا اضافت کا ہونا جیسے غلام زید، پانچواں خاصہ مسند الیہ ہونا جیسے زید عالم، یہ کل پانچ خواص ہوئے۔

تشریح: قوله وَمِنْ خَوَاصِّهِ الخ |

اعتراض: صاحب کتاب اختصار کے درپے ہیں تو اختصار کے پیش نظر ومن خواصہ کے بجائے وخواصہ

کہنا چاہیے تھا من کا اضافہ اختصار کے منافی ہے۔

جواب: یہاں پر من جمعیت ہے مقصد یہ ہے کہ اسم کے خواص کثیر ہیں یہاں بعض ذکر ہوں گے تو اضافہ برائے مقصود ہے بے فائدہ نہیں۔

اعتراض: خواص جمع کثرت ہے اس کے اقل افراد دس ہوتے ہیں جب کہ یہاں صرف پانچ ذکر کئے گئے ہیں تو

جمع قلت کا صیغہ لانا چاہیے تھا۔

جواب: جمع کثرت کے صیغے سے خواص اسم کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے حتیٰ کہ بعض نے تیس خاصے ذکر

کئے ہیں اور من جمعیت سے اس طرف اشارہ کیا کہ ہم یہاں اسم کے عمدہ اور کثیر الاستعمال خواص ذکر کریں گے۔

فائدہ: خواص خاصہ کی جمع ہے اور خاصہ الشیء کہتے ہیں ما يخص بہ ولا یوجد فی غیرہ یعنی جو ایک چیز کے ساتھ خاص

ہو اور دوسری میں نہ پایا جائے خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) شاملہ (۲) غیر شاملہ

خاصہ شاملہ: ایسا خاصہ ہے جو تمام افراد کو شامل ہو جیسے کتابت بالقوة انسان کیلئے خاص ہے اور تمام افراد انسانی کو شامل ہے

خاصہ غیر شاملہ: جو تمام افراد کو شامل نہ ہو بلکہ بعض کو شامل اور بعض کو نہ ہو جیسے کلمات بالفعل انسان کا خاصہ ہے مگر بعض کو شامل ہے اور بعض کو نہیں۔

قوله دُخُولُ اللَّامِ

اعتراض: لام تعریف کو آپ نے خواص اسم میں شمار کیا ہے حالانکہ مضمرات اور اسماء اشارات پر لام تعریف داخل نہیں ہوتا مگر انہیں اسم کہا جاتا ہے۔

جواب: خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) شاملہ (۲) غیر شاملہ لام تعریف اگرچہ اسم کا خاصہ ہے مگر خاصہ غیر شاملہ ہے کہ بعض افراد اسم کو شامل ہے اور بعض کو نہیں۔

اعتراض: لام سے آپ کی کیا مراد ہے مطلق لام یا لام تعریف اگر مطلق لام ہے تو لیضرب اور لیضربن وغیرہ مثالیں بھی اسم میں داخل ہو جائیں گی حالانکہ یہ فعل ہیں اور اگر لام تعریف مراد ہے تو پھر آپ کو صراحت کرنا چاہیے تھی یعنی دخول لام التعریف یا دخول حرف التعریف کہنا چاہیے تھا۔

جواب: لام سے مراد لام تعریف ہے مطلق لام نہیں ہے اور تصریح نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مصنف لام تعریف میں نحو یوں کے مذہب میں سے رائج مذہب کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ اصل حرف تعریف کیا ہے کہ الف یا لام یا الف لام دونوں اس میں نحو یوں کے تین مذہب ہیں۔ علامہ مبرد کا مذہب امام غلیل کا مذہب سیبویہ کا مذہب مذہب غلیل: ان کے نزدیک حرف تعریف الف لام دونوں ہیں یعنی ال حل کے وزن پر۔

مذہب مبرد: ان کے نزدیک حرف تعریف صرف حمزہ ہے اس پر لام کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا ہے تاکہ حمزہ تعریف اور حمزہ استفہام میں فرق ہو جائے۔

مذہب سیبویہ: ان کے نزدیک حرف تعریف صرف لام ہے اور ساکن سے ابتدا چونکہ محال ہے اسلئے حمزہ وصلی کا اضافہ کر دیا گیا مصنف کے نزدیک چونکہ سیبویہ کا مذہب رائج ہے اسلئے فرمایا دخول اللام۔

قوله وَالْجَرُّ فَاكِدْهُ: الجر کا عطف اللام پر ہے یعنی دخول جر بھی اسم کا خاصہ ہے۔

اور جر اسلئے اسم کا خاصہ ہے کہ یہ حرف جر کا اثر ہوتا ہے اور حرف جر اسم کے ساتھ مختص ہے تو لا محالہ جر بھی اسم کا خاصہ ہو گا ورنہ موثر کا اثر کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا یہ صحیح نہیں اور ضروری نہیں کہ حرف جر لفظوں میں ہی ہو بلکہ

زف جر تقدیری ہونے کی صورت میں بھی جر آسکتا ہے لفظی کی مثال جیسے مررت بزید اور تقدیری کی مثال جیسے غلام زید کہ اصل میں غلام لزید تھا۔

قوله والتَّنْوِينُ

اعتراض: آپ نے تنوین کو خواص اسم میں سے شمار کیا ہے حالانکہ بعض مثالوں میں تنوین فعل پر بھی داخل ہے جیسے شعر ہے

أَقْلَى اللَّوْمِ عَاذِلٌ وَالْعِتَابُ وَقَوْلِيْ إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنْ

اصابن فعل پر تنوین داخل ہے

جواب: تنوین کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) تنوین تمکین (۲) تنوین تنکیر (۳) تنوین عوض (۴) تنوین مقابلہ (۵) تنوین ترنم

ان میں سے پہلی چار قسمیں خواص اسم میں سے ہیں آخری نہیں، تو اگرچہ تنوین ترنم فعل میں پائی جاتی ہے مگر صاحب کافیہ نے ملائکہ حکم الکل کا اعتبار کرتے ہوئے مطلق تنوین کو اسم کا خاصہ قرار دیا ہے تنوین کی اقسام خمسہ کی تفصیل آخر کتاب میں ذکر ہوگی انشاء اللہ۔

قوله وَالْإِضَافَةُ

اعتراض: اضافت میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں شامل ہیں جب کہ بعض مثالوں میں مضاف الیہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے جیسے یوم یبغی الصادقین صدقہم یبغی فعل یوم کا مضاف الیہ ہے۔

جواب: مضاف الیہ کے خاصہ اسم ہونے کے بارے میں نحو یوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں صرف مضاف اسم کا خاصہ ہے مضاف الیہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مضاف الیہ اسم کا خاصہ ہے تو وہ یوم یبغی الصادقین جیسی مثال میں فعل کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں یعنی اصل میں یوم نفع الصادقین تھا۔

فائدہ: اضافت اسلئے اسم کا خاصہ ہے کہ اضافت کو تعریف تخصیص اور تخفیف لازم ہے اور یہ تینوں اسم کے ساتھ خاص ہیں اگر اضافت کو غیر اسم کا خاصہ قرار دیا جائے تو لازم اضافت یعنی تعریف تخصیص اور تخفیف کا غیر اضافت میں پایا جانا لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

قوله وَالْإِسْنَادُ إِلَيْهِ

اعتراض: لفظ اسناد اور مندا الیہ دونوں کو شامل ہے تو دونوں اسم کا خاصہ ہوئے حالانکہ حیات نامہ

میں فعل بھی مندا بتا ہے جیسے زیدٌ عَلِمَ اس لئے مصنف کو مندا الیہ کی تخصیص کرنی چاہیے تھی۔

جواب: اسناد سے صرف مندا الیہ مراد ہے مندا مراد نہیں ہے کیونکہ مندا کبھی کبھی فعل بھی ہو سکتا ہے۔

فائدہ: مندا الیہ اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ واضح نے فعل کو مندا کیلئے وضع کیا ہے اور فعل مندا الیہ بن جائے تو خلاف وضع لازم آئے گا اور حرف مندا الیہ ہے نہ مندا تو اسم کا مندا الیہ ہونا متعین ہو گیا۔

وَهُوَ مُعَرَّبٌ وَمَنْبِئِيّ فَالْمُعَرَّبُ الْمَرْكَبُ الَّذِي لَمْ يُشْبِهْ سَبَبِي الْأَصْلِ وَحُكْمُهُ أَنْ يَخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا الْإِعْرَابُ مَا اخْتَلَفَ آخِرُهُ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَعْنَى الْمُعْتَوَرَةِ عَلَيْهِ

ترجمہ: اور وہ (اسم) معرب اور منبی ہے معرب وہ اسم مرکب ہے جو منبی اصل کے مشابہ نہ ہو اور اس معرب

کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے لفظی طور پر یا تقدیری طور پر اعراب وہ ہے جس کے ساتھ معرب کا آخر بدلے تاکہ وہ ان معانی پر دلالت کرے جو یکے بعد دیگرے اس پر آتے ہیں۔

تجزیہ عبارت: اسم کی تعریف و خواص سے فارغ ہونے کے بعد مصنف اسم کی تقسیم شروع

کرتے ہیں اسم کی دو قسمیں ہیں معرب منبی معرب وہ مرکب اسم ہے جو منبی اصل کے مشابہ نہ ہو، منبی الاصل تین چیزیں ہیں (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) تمام حروف اور اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ عامل کے بدلنے سے اس کے آخر میں تبدیلی ہوتی ہو خواہ لفظاً ہو جیسے جاء فی زیداً رايت زیداً مررت بزیداً خواہ تقدیراً ہو جیسے جاء موسیٰ رايت موسیٰ مررت بموسى اور اسم میں یکے بعد دیگرے آنے والے معانی پر دلالت کرنے کے لئے اس کے آخر میں جو تبدیلی ہو اسے اعراب کہتے ہیں جیسے جاء فی زید میں رفع اعراب ہے جو فاعلیت پر دلالت ہے اور رايت زیداً میں نصب اعراب ہے جو مفعولیت پر دلالت ہے مررت بزید میں جر اعراب ہے جو اضافت پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح: قوله وَهُوَ مُعَرَّبٌ وَمَنْبِئِيّ الخ

فائدہ: معرب اسم ظرف کا صیغہ ہے یا اسم مفعول کا اگر اسم ظرف ہو تو اعراب بمعنی اظہار کے ہوگا مطلب یہ

ہوگا محل اظہار یعنی اسپر مختلف معانی فاعلیت و مفعولیت اور اضافت وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں اور اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اعراب بمعنی ازالۃ الفساد کے ہوگا یعنی فساد کو زائل کرنا، اور اسے معرب کہنے کی وجہ پھر یہ ہوگی کہ اسم معرب پر پے در پے آنے والے معانی کی وجہ سے فساد کا ازالہ ہو گیا یعنی ایک معنی دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوا اور مبنی بناء سے مشتق ہے جس کے معنی قرار اور عدم تغیر کے ہیں، اسم کو مبنی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عامل کے بدلنے کی وجہ سے اس کا اعراب بدلتا نہیں ہے جیسے شاعر کہتا ہے۔

مبنی آن باشد کہ ماندہ قرار ☆ معرب آن باشد کہ گرد دبار بار

اعتراض: معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی چار وجہیں ہیں (۱) معرب کی اقسام میں منصرف ہے اور اسم میں اصل منصرف ہوتا ہے اسلئے معرب کو مقدم کیا (۲) معرب کی اقسام اور افراد کثیر ہیں بحسب مبنی کے اس وجہ سے بھی معرب تقدیم کا حق رکھتا ہے (۳) معرب کا اعراب لفظی ہوتا ہے یا تقدیری اور مبنی کا اعراب حکمی ہوتا ہے جو کہ ادنیٰ ہے لفظی اور تقدیری سے اسوجہ سے معرب کو مقدم کیا (۴) جب آدمی زبان سے کوئی لفظ ادا کرتا ہے تو اس کے اعراب کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور اور یہ معرب میں پایا جاتا ہے مبنی میں نہیں اس لئے معرب کو مقدم کیا۔

فوائد قیود: لفظ المعرب بمنزلہ جنس کے ہے جو مرکب وغیر مرکب دونوں کو شامل ہے اور مرکب بمنزلہ فصل اول کے ہے اس سے غیر مرکب خارج ہو گیا جیسے اسمائے معدودہ الف باء تا زید عمرو وغیرہ الذی لم یشبہ مبنی الاصل بمنزلہ فصل ثانی کے ہے اس سے مبنی الاصل اور مشابہ مبنی الاصل دونوں خارج ہو گئے۔

قوله وَحُكْمُهُ النَحْوُ

اعتراض: حکمہ میں ضمیر معرب کی طرف راجع ہے اور جب اسم ظاہر کی اضافت ضمیر کی طرف ہو تو استغراق کا فائدہ دیتی ہے تو یہاں بھی استغراق ہوگا یعنی کہ معرب کے ہر فرد کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا ہے جب کہ بعض مثالوں میں ایسا نہیں ہے جیسے جاء موسى رایت موسیٰ وغیر ذالک عامل بدل رہا ہے مگر اعراب نہیں بدلا۔

جواب: من تبعیہ یہاں مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے من حمله احکام المعرب یعنی معرب کے جملہ احکام میں سے ایک حکم یہ ہے ان حکمت آخرہ النحویں تو یہاں اضافت استغراق کے لئے نہیں ہے بلکہ عمد کے لئے ہے۔

قوله أَنْ يَخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ الْعَوَائِلِ الخ |

اعترض: معرب کا جو حکم آپ نے بیان کیا ہے مندرجہ ذیل مثالوں میں صادق نہیں آتا کیونکہ عوامل کے

بدلنے سے اعراب میں تبدیلی نہیں ہو رہی جیسے ان زیداً لقاؤم، رایت زیداً لقاؤم، رایت زیداً لقاؤم، رایت زیداً لقاؤم

جواب: اختلاف عوامل سے مراد عامل رافع عامل ناصب اور عامل جار (جر دینے والا) کا مختلف ہونا ہے مذکورہ

مثالوں میں عامل صرف ایک ہے یعنی عامل ناصب۔

قوله الْعَوَائِلِ |

اعترض: عوامل عامل کی جمع ہے اور جمع کے اقل افراد تین ہوتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ اختلاف اعراب کیلئے

کم از کم تین عاملوں کا ہونا ضروری ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ایک سے بھی اعراب بدل جاتا ہے جیسے جاء زید، رایت زید،

مررت زید۔ ۹

جواب: العوامل کا لام جنسی ہے اور قاعدہ ہے کہ لام جنسی جب جمع پر داخل ہوتا ہے تو معنی جمعیت باطل ہو جاتا

ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ جنس عامل میں سے کسی ایک سے بھی اعراب مختلف ہو جاتا ہے۔

قوله لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا فَاكْدِه: لفظاً اور تقدیر میں نصب کی تین وجہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) منصوب ہے کان محذوف کی خبر ہو نیکی بنا پر تو عبارت یوں ہو گی کان الاختلاف لفظاً او تقدیراً۔

(۲) مفعول مطلق محذوف کا مضاف الیہ ہے تو عبارت یوں ہو گی مختلف اختلاف لفظاً او تقدیراً اختلاف مصدر

مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا اور مفعول مطلق کا اعراب مضاف الیہ کو دیا گیا ایسے

منصوب کو اصطلاح میں منصوب بزع الخافض کہتے ہیں۔

(۳) تمیز ہے اختلاف کی نسبت سے جو فاعل کی طرف ہے۔

قوله الْأَعْرَابِ |

اعترض: اعراب کی یہ تعریف عامل اور معنی مقتضی پر بھی صادق آتی ہے تو عامل اور معنی مقتضی کو بھی اعراب

کہنا چاہیے حالانکہ یہ دونوں اعراب نہیں ہیں ۹

جواب: اعراب سے حرفی اور حرکتی اعراب مراد ہے اور عامل اور معنی مقتضی اعراب کی تعریف سے اس لئے

خارج ہیں کہ یہ حروف اور حرکات کی قبیل سے نہیں ہیں جب کہ اعراب کے لئے حروف اور حرکت کی قبیل سے ہونا شرط ہے۔

قوله مَا اخْتَلَفَ آخِرُهُ الْخ

اعتراض: اعراب کا اسم کے آخر میں ہونا کیوں ضروری ہے شروع یا وسط میں کیوں نہیں آسکتا؟

جواب: اعراب اسم معرب کی صفت ہے اور صفت موصوف کے آخر میں ہی آتی ہے اس لئے اعراب آخر میں ہی ہوگا۔

جواب: ۲ اعراب اگر شروع یا وسط میں ہو تو اعراب کی غرض فوت ہو جائے گی یعنی فاعلیت و مفعولیت پر دلالت کرنا یہ غرض صرف آخر میں ذکر کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

قوله لِيَدُلَّ عَلَى الْمَعْنَى الْمُعْتَوَرَةِ عَلَيْهِ

اعتراض: اعراب کی تعریف میں عبارت مذکورہ خلاف اختصار ہے اس لئے کہ مقصود تو ماختلف آخرہ سے حاصل ہو جاتا ہے؟

جواب: ایدل علی الخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے کہ اعراب کی تعریف تو ہو گئی لیکن اعراب کا فائدہ کیا ہے تو ایدل علی الخ عبارت سے اعراب کا فائدہ ذکر کیا ہے۔

جواب: ۲ یہ عبارت اعراب کی تعریف میں شامل نہیں بلکہ بطور فائدہ کے ذکر کی گئی ہے اور کسی عبارت کو بطور فائدہ ذکر کرنا اختصار کے منافی نہیں۔

وَأَنوَأَعُهُ رَفَعٌ وَنَصَبٌ وَجَرٌّ فَالرَّفْعُ عِلْمُ الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصَبُ عِلْمُ الْمَفْعُولِيَّةِ وَالْجَرُّ عِلْمُ الْإِضَافَةِ وَالْعَامِلُ مَا بِهِ يَتَقَوَّمُ الْمَعْنَى الْمُقْتَضَى لِلْأَعْرَابِ۔

ترجمہ: اور اس کی (اعراب کی) قسمیں رفع نصب اور جر ہیں پس رفع فاعلیت کی علامت ہے اور نصب مفعولیت کی علامت ہے اور جر مضاف الیہ کی علامت ہے اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے ایسا معنی حاصل ہوتا ہے جو کہ اعراب کا مقتضی ہوتا ہے۔

تجزیہ عبارت: مصنف نے اعراب اسم کی تین اقسام رفع نصب جر بیان کی ہیں رفع اس کے فاعل

ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے جاتی زید میں زید کا مرفوع ہونا اس کی فاعلیت پر دلالت ہے اور نصب اسم کے مفعول ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے رایت زید میں زید کا نصب اس کی مفعولیت پر دلالت ہے اور جر مضاف الیہ ہونے کی علامت ہے جیسے غلام زید اور جس چیز کے سبب فاعلیت مفعولیت اور اضافت والا معنی حاصل ہو گا اسے عامل کہتے ہیں معنی مقتضی للاعراب سے مراد معنی فاعلیت مفعولیت و اضافت ہے تو گویا عامل وہ ہے جس کی وجہ سے اسم پر رفع نصب جر آتا ہے۔

تشریح: قوله وَأَنَوَاعُهُ

اعتراض: مصنفؒ نے انوائے کہا ہے اقسامہ یا اس جیسا کوئی لفظ کیوں استعمال نہیں کیا؟

جواب: انواع نوع کی جمع ہے نوع وہ کلی ہے جو کثیرین متفق الحقائق افراد پر بولی جائے تو لفظ انواع لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع نصب جر علیحدہ علیحدہ انواع ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے تحت کئی افراد ہیں مثلاً رفع اعراب کی ایک نوع ہے اس کے تحت الف، واو، ضمہ اور نصب کے تحت میا، الف، فتحة، کسرہ اور جر کے تحت یا، فتحة، کسرہ افراد پائے جاتے ہیں اور اگر کوئی اور لفظ استعمال کیا جاتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

فائدہ: رفع کی وجہ تسمیہ: رفع ارتقاء سے مشتق ہے بمعنی بلند ہونا رفع کو رفع اسلئے کہتے ہیں کہ رفع کی ادائیگی کی وقت اوپر والا ہونٹ بلند ہو جاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رفع مرتبے میں نصب اور جر سے بلند ہوتا ہے اسلئے کہ رفع فاعلیت کی علامت ہے اور نصب مفعولیت کی اور جر اضافت کی علامت ہے اور فاعل مفعول اور مضاف الیہ دونوں سے ارفع (اعلیٰ) ہے تو جو اس کی علامت ہوگی وہ بھی ارفع ہوگی۔

نصب کی وجہ تسمیہ:

نصب کا لغوی معنی ہے قائم کرنا اور گاڑنا تو نصب کی ادائیگی کے وقت چونکہ ہونٹ اپنی جگہ قائم رہتے ہیں اسلئے اسے نصب کہتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اس کلمہ کی علامت ہے جو کلام سے علیحدہ قائم ہو جائے یعنی مفعول تو کلام میں یہ فضلہ کے حکم میں ہوتا ہے اسلئے علیحدہ ہو سکتا ہے۔

جر کی وجہ تسمیہ: جر کا معنی ہے کھینچنا تو اسے ادا کرتے وقت نیچے والے ہونٹ کو کھینچا جاتا ہے اس لئے اس کو جر کہتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے ماقبل کو کھینچ کر اسم تک پہنچاتا ہے جیسے مررت زید میں باء حرف جار نے مرور کے معنی کو کھینچ کر زید تک پہنچا دیا ہے۔

اعترض: مصنف نے رفع نصب جر کو معرب کے ساتھ خاص کیوں کیا ہے ضمہ فتح کسرہ کے ساتھ خاص کیوں نہیں کیا۔

جواب: ضمہ فتح کسرہ کو معرب کا اعراب اسلئے نہیں کہا کہ یہ مبنی کے ساتھ خاص ہیں اور رفع نصب اور جر یہ معرب کے ساتھ خاص ہیں اس اعتبار سے ان کے درمیان نسبت بتائیں کی ہے، یا رفع نصب جر معرب و مبنی دونوں کیلئے عام ہیں اور ضمہ فتح کسرہ مبنی کے ساتھ خاص ہیں اس اعتبار سے پہلا عام مطلق ہو اور دوسرا خاص مطلق ہو ان میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوئی۔

قوله الرَّفْعُ عَلَّمَ الْفَاعِلِيَّةَ

فائدہ: رفع فاعل ہونے کی علامت ہے خواہ فاعل حقیقتاً ہو جیسے ضرب زید یا حکماً جیسے مبتدأ اور خبر اور کان وغیرہ کا اسم لائے نفی جنس کی خبر اور ماد لامشبہ بلیس کا اسم۔

اعترض: آپ نے کہا کہ رفع فاعل کی علامت ہے جب کہ بعض مثالوں میں اسم مرفوع ہے مگر فاعل نہیں جیسے زید قائم میں زید مرفوع ہے مگر فاعل نہیں۔

جواب: فاعل سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً زید قائم میں زید حکماً فاعل ہے۔

اعترض: رفع کو فاعل کے ساتھ اور نصب کو مفعول کے ساتھ اور جر کو مضاف الیہ کے ساتھ خاص کرنے کی کیا وجہ ہے اس کا عکس کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اعراب میں رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل ہے اسلئے ثقیل اعراب قلیل کو دیا گیا اور نصب خفیف

ہے اور مفاعیل کثیر ہیں یعنی پانچ ہیں تو کثیر کو خفیف حرکت دیدی اور مضاف الیہ کے لئے جر کے علاوہ کوئی علامت باقی نہ رہی تھی اسلئے جر کو مضاف الیہ کے ساتھ خاص کر دیا۔

قوله وَالنَّصْبُ عَلَّمَ الْخ

اعترض: آپ نے نصب کو علامت مفعولیت قرار دیا ہے حالانکہ بعض مثالوں میں نصب ہے مگر مفعول نہیں

جیسے حال تمیز مستثنیٰ وغیرہ۔

جواب: مفعول سے عام مراد ہے حقیقت ہو یا حکماً حال، تیز مستثنیٰ وغیرہ حکماً مفعول ہیں۔

اعترض: الفاعلیۃ اور المفعولیۃ میں جیسے یاء مصدر کی لگائی ہے اسی طرح الاضافۃ میں بھی یائے مصدر لگانی چاہیے تھی تاکہ مناسبت قائم ہو جاتی ؟

جواب: الفاعلیۃ اور المفعولیۃ میں یاء لفظِ فاعل اور مفعول کو مصدر بنانے کے لئے اور الاضافۃ پہلے سے مصدر ہے تو یاء مصدریہ داخل کرنا تحصیل حاصل ہے۔

قوله وَالْعَامِلِ

فائدہ: عامل سے مراد یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ایسے معنی حاصل ہوں جو مقتضی اعراب ہوں جیسے جاء زید میں جاء عامل ہے اس کی وجہ سے زید میں فاعلیت کا معنی حاصل ہوا اور فاعل مقتضی اعراب ہے یعنی زید پر رفع کا تقاضا کرتا ہے۔

قوله يَتَقَوَّمُ الْمَعْنَى

اعترض: لفظ یتقوم قیام سے مشتق ہے جو کہ ذی روح اور ذی اجساد کی صفت ہے جب کہ معنی غیر ذی روح اور اعراض میں سے ہے تو تقوم کی نسبت معنی کی طرف کرنا صحیح نہیں ؟

جواب: تقوم کے دو معنی ہیں (۱) قیام (۲) حصول جب تقوم ذی اجساد کی طرف منسوب ہو تو معنی قیام مراد ہوتا ہے اور جب اعراض اور معقول چیزوں کی طرف نسبت ہو تو تقوم بمعنی حصول مراد ہوتا ہے تو اس جگہ ثانی معنی مراد ہے۔

فَالْمَفْرَدُ الْمُنْصَرِفُ وَالْجَمْعُ الْمَكْسَرُ الْمُنْصَرِفُ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا وَالْفَتْحَةَ نَصْبًا وَ
الْكَسْرَةَ جَرًّا جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ التَّسْلِيمِ بِالضَّمَّةِ وَالْكَسْرَةِ وَغَيْرُ الْمُنْصَرِفِ بِالضَّمَّةِ
وَالْفَتْحَةِ أَبُوكَ وَأَخُوكَ وَحَمُوكَ وَهَنُوكَ وَفُوكَ وَذَوُ مَالٍ مُصَافَةً إِلَى غَيْرِ يَاءِ
الْمُتَكَلِّمِ بِالْوَاوِ وَالْأَلِفِ وَالْيَاءِ الْمُشْتَرِكِ وَكِلَا مُصَافًا إِلَى مُضْمَرٍ وَإِثْنَانِ وَإِثْنَانِ
بِالْأَلِفِ وَالْيَاءِ

ترجمہ: پس مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف (کا اعراب) حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصب میں فتوح کے ساتھ اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ (آتا ہے) جمع مؤنث سالم (کا اعراب) حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ اور

(حالت نصب و جر میں) کسرہ کے ساتھ آتا ہے اور غیر منصرف (کا اعراب حالت رفع میں) ضمہ کے ساتھ اور (حالت نصب و جر میں) فتح کے ساتھ آتا ہے اور (اسماء ستہ معبرہ) ابوک اخوک حموک ہنوک اور فوک اور ذوال جب کہ یہ مضاف ہوں یا متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف ان کا (اعراب حالت رفع میں) واو کے ساتھ اور (حالت نصب میں) الف کے ساتھ اور (حالت جر میں) یاء کے ساتھ آتا ہے اور ثنیہ اور کلا جب کہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثنان اثنان (کا اعراب حالت رفع میں) الف کے ساتھ (اور حالت نصب اور جر میں) یاء (ما قبل مفتوح) کے ساتھ آتا ہے۔

تجزیہ عبارت: اس عبارت میں مصنف نے اسم کی اعراب کے اعتبار سے نو قسموں میں سے پانچ قسمیں ذکر کی ہیں پہلی قسم: اسم مفرد منصرف صحیح جیسے زید اور اسم مفرد جاری مجری صحیح جیسے دلوٰ وظبی اور جمع مکسر منصرف جیسے رجال ان کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ آتا ہے جیسے جاءنی زید، هذا دلوٰ وظبی، جاءنی رجال اور حالت نصب میں فتح کے ساتھ جیسے رایت زید، رایت دلوٰ وظبی، و رایت رجال اور حالت جر میں کسرہ کے ساتھ جیسے مررت زید و مررت دلوٰ وظبی و مررت رجال۔

دوسری قسم: جمع مونث سالم ہے جیسے مسلمات، مومنات اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے هنّ مسلمات اور حالت نصب و جر میں کسرہ کے ساتھ آتا ہے جیسے رایت مسلمات مررت مسلمات۔

تیسری قسم: غیر منصرف ہے جیسے عمر، احمد اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے جاءنی احمد، و عمر اور حالت نصب و جر میں فتح کے ساتھ جیسے رایت احمد و عمر و مررت باحمد و عمر۔

چوتھی قسم: اسماء ستہ معبرہ موحده جو یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں جیسے ابوک اخوک وغیرہ ان کا اعراب حالت رفع میں واو کے ساتھ آتا ہے جیسے جاءنی ابوک اخوک اور حالت نصب میں الف کے ساتھ جیسے رایت لباک و اخاک اور حالت جر میں یاء کے ساتھ جیسے مررت بابیک و اخیک۔

پانچویں قسم: ثنیہ جیسے رجلان اور کلا و کلا جب کہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں اور اثنان و اثنان ان کا اعراب حالت رفع میں الف کے ساتھ جاءنی رجلان کلا و کلا و اثنان و اثنان اور حالت نصب و جر میں یاء ما قبل مفتوح کے ساتھ جیسے رایت رجلین و کلھما و اثنین اثنین اور مررت رجلین و کلھما و اثنین و اثنین۔

تشریح: فائدہ لفظ فالفرد میں فاء تفصیلیہ ہے پہلے صاحب کافہ نے معرب اور اس کے اعراب کو ذکر کیا

ہے اب اقسامِ معرب کو ذکر کر رہے ہیں۔

قوله فَالْمُفْرَدُ الخ | مفرد چار چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے (۱) تشنیہ اور جمع کے مقابلے میں (۲) مرکب کے مقابلے میں (۳) جملہ اور شبہ جملہ کے مقابلے میں (۴) مضاف اور شبہ مضاف کے مقابلے میں اس مقام میں مفرد سے مراد وہ ہے جو تشنیہ اور جمع کے مقابلے میں ہو۔

اعترض : دیگر مصنفین کی طرح صاحبِ کافیه نے مفرد منصرف کے ساتھ الصحیح کی قید کیوں نہ لگائی اس کی مخالفت کی کیا وجہ ہے۔

جواب : الصحیح کی قید اس لئے نہیں لگائی تاکہ جاری مجری صحیح بھی اس میں داخل ہو جائے اگر الصحیح کی قید لگاتے تو جاری مجری صحیح اس سے خارج ہو جاتا۔

فائدہ : اہل صرف کی اصطلاح میں صحیح وہ لفظ ہے جسکے حروفِ اصلی کی جگہ ہمزہ حرف علت اور دو حرف ایک جنس کے نہ ہوں اور اصطلاحِ نحاۃ میں صحیح اسے کہتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور جاری مجری صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں واو یا یا ماقبل ساکن ہو جیسے دلونظبی۔

فوائد قیود : لفظ المفرد سے تشنیہ جمع خارج ہو گئے اور المنصرف کی قید سے غیر منصرف نکل گیا

قوله الْجَمْعُ الْمَكْتَسَرُ الْمُنْصَرِفُ الخ
اعترض : لفظ المعمر آپ نے جمع کی صفت بنائی ہے حالانکہ جمع کی ہیئت نہیں ٹوٹتی بلکہ واحد کی ہیئت ٹوٹتی ہے جیسے رجل سے رجال۔

جواب : اس میں مکسر مفرد ہی کی صفت ہے لیکن جمع مفرد کے متعلق ہے اسلئے مکسر کو جمع کی صفت بنایا گیا۔

قوله بِالضَّمَّةِ رَفْعًا |

اعترض : بالضمة رفعا الخ کی بجائے اگر اس طرح کہتے بالضمة والفتحة والكسرة تو اس میں اختصار کے ساتھ مقصود پر دلالت ہو جاتی۔

جواب : ضمة کسرہ مبنی کے ساتھ خاص ہیں جب کہ یہاں معرب کی اقسام بیان ہو رہی ہیں اور معرب کا اعراب

رفع، نصب، جر آتا ہے رفعا نصبا جر کی قید اسلئے لگائی تاکہ التباس لازم نہ آئے۔

اعتراض: مفرد منصرف اور جمع مکسر کے لئے اعراب حرکتی کیوں خاص کیا اعراب حرفی کیوں نہ کیا۔

جواب: مفرد ثنیہ جمع میں مفرد اصل ہے اور ثنیہ و جمع فرع ہیں اور اعراب میں اعراب حرکتی اصل ہے اور اعراب حرفی فرع ہے تو اصل کو اصل اعراب دیا گیا اور جمع مکسر اگرچہ اصل نہیں لیکن چونکہ اس کے افراد کثرت سے مفرد کے ہم وزن ہیں جیسے رجال بروزن کلام اس مناسبت سے اسے بھی اصل اعراب دے دیا گیا۔

فوائد قیود: لفظ الجمع سے مفرد و ثنیہ نکل گئے اور مکسر کی قید سے جمع سالم سے احتراز ہو گیا اور منصرف کی قید سے غیر منصرف نکل گیا۔

قوله الْجَمْعُ الْمُؤَنَّثُ السَّلَامُ الخ |

اعتراض: حالت نصبی کو حالت جری کے تابع کرنے کی کیا وجہ ہے اس کے برعکس کیوں نہ کیا یا حالت رفعی کے تابع کر دیتے یا حالت نصب میں فتح لے آتے۔

جواب: جمع مونث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے جب اصل یعنی جمع مذکر سالم میں حالت نصبی کو جری کے تابع کیا تو فرع میں بھی ایسا کر دیا گیا تاکہ تابعیت باقی رہے۔

اعتراض: جب جمع مونث سالم فرع ہے تو اسے فرعی اعراب یعنی اعراب حرفی دینا چاہیے تھا۔

جواب: فرعی اعراب قبول کرنے کے لئے اسم کے آخر میں حرف علت ہونا ضروری ہے اور جمع مونث سالم میں چونکہ ایسا نہیں ہے اسلئے اعراب حرفی اس پر نہیں آسکتا۔

فوائد قیود: لفظ الجمع المؤنث سے مذکر نکل گیا اور جب سالم کہا تو جمع مکسر نکل گیا۔

قوله غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ |

اعتراض: غیر منصرف میں حالت جر کو حالت نصب کے تابع کیوں کیا اگر حالت جر کو حالت رفع کے تابع کر دیتے تو کیا خرابی لازم آتی یا حالت جری میں کسرہ دیتے۔

جواب: غیر منصرف میں حالت جری کو حالت نصبی کے تابع اس لئے کیا کہ غیر منصرف کی فعل کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت ہے اور فعل پر کسرہ اور تین نہیں آتا اس لئے ہم نے حالت جری کو حالت نصبی کے تابع کر دیا تاکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مطابقت ہو جائے۔

اعتراض: غیر منصرف کو حرکتی اعراب کیوں دیا گیا حرنی اعراب کیوں نہیں دیا حالانکہ یہ منصرف کی فرع ہے۔

جواب: احرنی اعراب کے لئے چونکہ آخر میں حرف علت کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور غیر منصرف کے آخر میں یہ نہیں ہوتا اسلئے اسے حرکتی اعراب دیا گیا۔

جواب: ۲ غیر منصرف کا یہ اعراب فرعی ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ تین حالتوں میں تینوں اعراب آئیں جیسا کہ منصرف میں ہے اور تین حالتوں میں دو اعراب آنا یہ فرع ہے۔

قوله أَبُوكَ وَأَخُوكَ الخ

فائدہ: یہ چھ اسم ہیں کہ اگر ان میں چار شرائط پائی جائیں تو ان کا اعراب واو الف یاء کے ساتھ آتا ہے شرائط مندرجہ ذیل ہیں (۱) واحد ہوں شنیہ جمع نہ ہوں وگرنہ اعراب شنیہ وجمع والا ہوگا (۲) مبحرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں وگرنہ اعراب بالحرکت ہوگا (۳) مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوں گے تو اعراب بالحرکت ہوگا (۴) یائے متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہوں اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو ان کا اعراب اسماء مضافہ الی یاء المتکلم جیسا ہوگا۔

اعتراض: اسماء ستہ مفرد منصرف ہیں ان کا اعراب بالحرکت ہونا چاہیے اعراب بالحرکت دینے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اگر تمام اسماء مفردہ منصرفہ کو حرکتی اعراب دیں تو ان کے اور شنیہ وجمع کے درمیان منافرت اور بعد شدید قائم ہو جائے گا حالانکہ نسبت اشتقاق کے اعتبار سے یہ ایک ہی ہیں تو اسلئے ان چھ اسماء کو اعراب حرنی دیدیا گیا تاکہ کچھ مناسبت باقی رہے اور صرف ان چھ اسماء کو اعراب حرنی کے ساتھ خاص کیا گیا کیونکہ شنیہ جمع ہر ایک کی تین حالتیں ہیں اعراب کے لحاظ سے اسلئے ہر حالت کے ساتھ ایک اسم خاص کر دیا گیا۔

قوله حَمُوكِ

اعتراض: جموک بجر الکاف کہنے کی کیا وجہ ہے باقی اسماء کی طرح اس کو بھی بیخ الکاف کہنا چاہیے تھا۔

جواب: جم عورت کے سسرالی رشتہ دار مثلاً دیور کو کہتے ہیں تو اس کی نسبت منوث ہی کی طرف ممکن ہے نہ کہ مذکر کی طرف۔

قوله فُوك |

فائدہ: اسکی اصل فوہ ہے اس لئے کہ اس کی جمع افواہ آتی ہے اور تصغیر اور جمع سے کسی بھی اسم کی اصل معلوم ہو جاتی ہے پس خلاف قیاس آخر سے حا کو حذف کر دیا گیا فو رہ گیا پھر اس کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کر دیا گیا تو فوک ہو گیا اور اگر کاف ضمیر کی طرف مضاف نہ ہو تو واؤ کو قرب مخرج کی وجہ سے میم میں بدل دیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں شفوٰی ہیں ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں تو فو، فم بن گیا۔

قوله ذُو مَالِ |

فائدہ: ذو اصل میں ذو تھا واو کو خلاف قیاس تخفیفاً حذف کر دیا گیا اور یہ لازم الاضافة ہے اور ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اس لئے مال کی طرف اضافت کر کے ذوال کہا ہے۔

اعترض: اسماء ستہ کا اعراب بعض مثالوں میں آپ کے بیان کردہ اعراب کے خلاف آتا ہے جیسے انہی اسماء کی اگر تصغیر ذکر کر دی جائے تو اعراب حرکتی ہو گا اور اسی طرح ثنیہ و جمع ہونے کی حالت میں بھی ان کا اعراب ثنیہ و جمع والا ہوتا ہے ؟

جواب: اسماء ستہ میں دو قیدیں ملحوظ ہیں (۱) مسمرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں (۲) مفردہ ہوں ثنیہ جمع نہ ہوں۔

اعترض: ان اسماء کے ساتھ ہی یہ اعراب کیوں خاص ہے اس سے کم یا زیادہ اسماء میں یہ اعراب کیوں جاری نہیں ہو سکتا۔؟

جواب: ثنیہ اور جمع میں اعراب بالحرف کی تین حالتیں ہوتی ہیں واو الف یاء اور ثنیہ و جمع میں اعرابی حالتیں کل چھ ہوتی ہیں اس لئے مفرد اسماء میں سے چھ کے ساتھ اعراب حرفی خاص کیا تاکہ ہر حالت کے مقابلہ میں ایک ایک مفرد آجائے۔

اعترض: مصنف نے اسماء مذکورہ کیلئے کوئی مخصوص نام ذکر کیوں نہیں کیا جیسے مفرد منصرف وغیرہ بلکہ صرف مثالوں پر اکتفاء کیا ہے ؟

جواب: مصنف در پے اختصار ہیں چونکہ دوسری کتب نحو میں ان کی تعریف بیان ہو چکی تھی اسلئے صرف ذکر ستہ پر ہی اکتفا فرمایا۔

قوله الْمُثْنَى وَكَلَا

اعتراض: آپ نے کلا کو ذکر کیا کلتا کو ذکر کیوں نہیں کیا حالانکہ کلتا کا بھی یہی اعراب ہے۔

جواب: کلا اصل ہے اور کلتا فرع ہے جب اصل کو ذکر کر دیا گیا تو فرع خود اس کے ضمن میں آگئی۔

قوله كَلَا مُضَافًا إِلَى الْمُضْمِرِ

اعتراض: کلا میں اضافۃ الی الضمیر کی قید لگانے کی کیا وجہ ہے اس کو مطلق کیوں نہ رکھا گیا پھر ثنی اور اثنان

میں بھی یہ قید ذکر کرتے تاکہ مطابقت ہو جاتی۔

جواب: کلا لفظ مفرد ہے اور معنی ثنیہ ہے لیکن ثنیہ والا معنی دینے کیلئے مضاف الی المضمر ہونا ضروری ہے اس لئے

کلا میں یہ شرط لگائی اور اثنان و اثنان اور ثنی میں یہ مسئلہ نہ تھا اس لئے قید بھی نہ لگائی۔

قوله اِثْنَانٍ وَ اِثْنَتَانِ

اعتراض: ثنی کے ضمن میں کلا کلتا اور اثنان و اثنان سب داخل ہو جاتے ہیں علیحدہ کیوں ذکر کیا حالانکہ

سب درپے اختصار ہیں۔

جواب: ثنیہ واحد سے بنتا ہے تو کسی چیز کا ثنیہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مفرد بھی ہو کلا کلتا اور اثنان

اثنان کا کوئی مفرد نہیں اسلئے الگ ذکر کرنا لغو نہیں ہے۔

اعتراض: جیسے کلا کے ضمن میں کلتا کا ذکر ہو گیا اس طرح اثنان کے ضمن میں اثنان بھی مذکور ہو گیا تو اثنان کو

علیحدہ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: کلا و کلتا میں کلتا کا تابع و ملحق ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا بلکہ ذکر

متبوع پر اکتفا کیا خلاف اثنان و اثنان کے کہ یہ دونوں مستقل وزن ہیں اس لئے ان کو علیحدہ ذکر

کرنا ضروری تھا۔

جَمْعُ الْمَذْكَرِ السَّلَامِ وَالْوَوَّاءُ عَشْرُونَ وَأَخَوَاتُهَا بِأَوَّاءٍ وَ الْيَاءُ التَّقْدِيرُ فِيمَا

تَعَدَّرَ كَعَصَا وَ غَلَامِي مُطْلَقًا أَوْ اسْتَقْبَلْ كَقَاضٍ رَفْعًا وَ جَزًّا وَ نَحْوُ مُسْلِمِي رَفْعًا

وَالْفُظَى فِيمَا عَدَّاهُ۔

ترجمہ: جمع مذکر سالم اور الو و عشرون اور اس کے ہم مثلوں (کا اعراب حالت رفعی میں) واو (ما قبل مضموم) کے ساتھ اور (حالت نصبی و جری میں) یاء (ما قبل مکسور) کے ساتھ آتا ہے تقدیری اعراب وہاں آتا ہے جہاں (لفظی) اعراب معذور ہو جیسے عصا اور غلامی میں مطلقاً (یعنی تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوگا) (یا جہاں لفظی اعراب ثقیل سمجھا گیا ہو جیسے قاض، رفعی و جری حالت میں (اعراب تقدیری ہوگا) اور مسلمی کی مثل میں رفعی حالت میں (اعراب تقدیری ہوتا ہے) اور لفظی اعراب اس کے علاوہ میں ہوتا ہے۔

تجزیہ عبارت: اعراب اسم کی نو قسموں میں سے بقیہ چار قسموں کا ذکر ہو رہا ہے۔

چھٹی قسم: جمع مذکر سالم جیسے مسلمون اور الو اور عشرون تا تسعون ان کا اعراب حالت رفعی میں واو (ما قبل مضموم) کے ساتھ آتا ہے، جیسے جاء مسلمون جاء الوالی و جاء عشرون رجلاً اور حالت نصبی و جری میں یاء (ما قبل مکسور) کے ساتھ، جیسے رایت مسلمین و رایت عشْرین رجلاً مررت بمسلمین و الی مال مررت بعشرین رجلاً۔

ساتویں قسم: اسم مقصور جیسے موسیٰ اور عصا، جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی دوسرا اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو، جیسے غلامی، ان کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا جیسے جاء موسیٰ، و عصا و غلامی مررت موسیٰ و عصا و غلامی۔

آٹھویں قسم: اسم منقوص جسکے آخر میں یا ہو اور ما قبل مکسور ہو جیسے قاضی اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ جیسے جاء فی قاض اور حالت نصبی میں فتح لفظی کے ساتھ جیسے رایت قاضی اور حالت جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ جیسے مررت بقاض۔

نویں قسم: جمع مذکر سالم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مسلمی اس کی حالت رفعی واو تقدیری کے ساتھ جیسے ہولاء مسلمی اور حالت نصب و جری یاء ما قبل مکسور کے ساتھ جیسے رایت مسلمی، مررت مسلمی۔

قوله وَالتَّفْظِي فِيْ مَا عَدَاهُ | اور تقدیری اعراب کے علاوہ باقی سب اعراب لفظی ہیں۔

تشریح: قوله جَمْعُ الْمَذَكَّرِ السَّالِمِ الخ |

اعتراض: جب جمع مذکر سالم کا ذکر کر دیا تو الو اور عشرون بھی اس میں آگئے اسے علیحدہ ذکر کرنے کی کیا

ضرورت ہے؟

جواب : جمع اے کہتے ہیں جو واحد سے بنائی گئی ہو اور اولو اور عشرون کا کوئی واحد نہیں جس سے یہ بنائے جائیں۔

اعتراض : یہ کیسے ممکن ہے کہ عشرون کا کوئی واحد نہ ہو حالانکہ ہر جمع کے لئے مفرد کا ہونا ضروری ہوتا ہے

لہذا ہو سکتا ہے کہ عشرون عشرۃ کی جمع ہو اسی طرح مئوں واربعمون وغیرہ کو سمجھنا چاہیے؟

جواب : عشرون کو عشرۃ کی جمع ماننا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جمع کے اقل افراد تین ہوتے ہیں اگر عشرون کو

عشرۃ کی جمع مانیں تو اس میں عشرۃ کے کم از کم تین افراد ہوں گے جو کہ تین ہو جائیں گے اس طرح عشرون اصل عدد سے بڑھ جائے گا اسی طرح مئوں کو مئۃ کی جمع مانیں تو اس کی اقل جمع تین افراد مئۃ ہوں گے جو کہ نو ہوتے ہیں تو اس طرح مئوں کا اطلاق نو پر درست ہونا چاہیے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

جواب : ۲ جمع میں تیسین نہیں ہوتی مثلاً مئسمون کا اطلاق تین پر بھی ہو سکتا ہے چار پر بھی دس پر بھی جب کہ

عشرون وغیرہ میں تیسین ہے مثلاً عشرون کا اطلاق بیس سے کم پر نہیں ہوتا اس لئے یہ جمع میں داخل نہیں۔

قوله التَّقْدِيرُ |

اعتراض : تقدیری اعراب کو اعراب لفظی پر مقدم کیوں کیا حالانکہ اعراب تقدیری اعراب لفظی کی فرع ہے تو

اصل کو مقدم کرنا چاہیے تھا؟

جواب : اس صورت سے تعبیر کرنے میں اختصار اور سہولت ہے کیونکہ اعراب تقدیری کے افراد قلیل

ہیں ان کو شمار کرنا آسان ہے، بخلاف لفظی کے کہ اس کے افراد کثیر ہیں تو تقدیری کے قلیل اعراب ذکر کر کے کہہ دیا کہ اس کے علاوہ سب اعراب لفظی ہیں۔

جواب : ۲ اعراب لفظی بمنزلہ کل کے ہے اور تقدیری بمنزلہ جزء کے ہے اور ہمیشہ جزء کل سے مقدم ہوتا

ہے اسلئے تقدیری اعراب کو لفظی پر مقدم کر دیا۔

قوله فِيمَا تَعَدَّرَ |

اعتراض : آپ نے لفظی اعراب کے معذور ہونے کو اعراب تقدیری آنے کا سبب قرار دیا ہے تو اسماء مبنیہ

فعل ماضی امر حاضر معروف اور حروف پر بھی لفظی اعراب آتا معذور ہے ان کا اعراب بھی تقدیری ہونا چاہیے جب کہ ایسا نہیں ہے؟

جواب: فیما تعذر میں موصولہ ہے یعنی اعراب تقدیری اس اسم معرب میں ہوتا ہے جس میں اعراب لفظی معذر ہو اس لئے کہ اعراب تقدیری صرف اسم معرب میں ہوتا ہے مبنی میں اعراب تقدیری نہیں بلکہ محلاً ہوتا ہے تو یہ صرف اسماء معربہ کو شامل ہے افعال اور اسماء مبدیہ اس میں داخل نہیں۔

اعترض: معذر کا معنی مشکل ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ مشکل تو ہے لیکن اگر کوشش کی جائے تو اعراب لفظی آسکتا ہے تو کوشش کر کے اعراب لفظی لانا چاہیے؟

جواب: تعذر کے دو معنی ہیں (۱) مشکل (۲) متمنع اس جگہ دوسرا معنی مراد ہے۔

اعترض: جب اعراب لفظی معذر ہے تو اس کو مبنی میں ذکر کرنا چاہیے معرب میں شمار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: ان اسماء پر اعراب آتا تو ہے اگرچہ تقدیراً ہو جب کہ مبنی پر نہ تقدیری اعراب آتا ہے نہ لفظی۔

قوله وَغَلَا مَنِي مُطْلَقًا

اعترض: آپ نے کہا غلامی پر تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری آتا ہے حالانکہ حالت جری میں تو اس پر کسرہ

لفظی آتا ہے جیسے مررت غلامی؟

جواب: غلامی پر حالت جری میں کسرہ عامل کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ اگر عامل جر کو ہٹا دیا جائے تو بھی

اس پر کسرہ رہتا ہے حالانکہ عامل کی شان ہے کہ جب وہ ہٹتا ہے تو اعراب بھی ہٹ جاتا ہے معلوم ہوا کہ کسرہ عامل جاری کی وجہ سے نہیں۔

قوله مُطْلَقًا

فائدہ: مطلقاً تو منصوب ہے مصدر بھی ہونے کی وجہ سے، اطلاق کے معنی میں ہے، تو یہ منقول مطلق ہے

اطلق فعل محذوف کا، یعنی اطلق اطلاقاً اور یا یہ منصوب ہے عصا و غلامی سے حال ہونے کی بنا پر۔

قوله وَاسْتَشْقِلَ كَقَاِضٍ

اعترض: اسم منقوص کا اعراب حالت نصبی میں لفظی کیوں ہے؟ تینوں حالتوں کا اعراب تقدیری کیوں نہیں آیا؟

جواب: حالت نصبی میں لفظی اعراب اس لئے آتا ہے کہ فتح اخف الحركات ہے یا پراسے پڑھنا مشکل نہیں ہے،

خلاف ضمہ کسرہ کے کہ ان کا یا پڑھنا ثقیل ہے اس لئے حالت نصبی میں اعراب لفظی دیا۔

قوله وَنَحْوُ مُسْلِمٍ |

اعترض: نحو مسلمی کہنے کی کیا ضرورت تھی صرف و مسلمی کہہ دینا کافی تھا جیسے غلامی کا عصا پر عطف واو کے ساتھ ہے ایسے یہاں بھی کافی تھا۔

جواب: اگر مسلمی کہتے تو اس سے وہم ہو سکتا تھا کہ جیسے قاض پر اعراب حرکتی ثقیل ہے اسی طرح مسلمی پر بھی حرکتی اعراب ثقیل ہے حالانکہ مسلمی پر اعراب حرنی ثقیل ہے اعراب حرکتی ثقیل نہیں اس فرق کے لئے نحو کو ذکر کیا گیا **فائدہ**: اللفظ نحو پر تین اعراب پڑھ سکتے ہیں اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو یہ مبتدا محذوف کی خبر ہو گا اور اگر اسے منصوب پڑھیں تو یہ مصدر محذوف کی صفت ہوگی اور مجرور پڑھیں تو اس کا عطف قاض پر ہوگا۔

فائدہ: ۲ لفظ نحو کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ صرف اسی مثال میں حالت رفعی میں اعراب تقدیری نہ ہو گا بلکہ ہر جمع مذکر سالم مضاف یائے متکلم کا اعراب حالت رفعی میں تقدیری ہوگا۔

فائدہ: ۳ مسلمی اصل میں مسلمون تھا جب اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوئی تو جمع کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا مسلموی رہ گیا اور واؤ اور یا جمع ہوئے ان میں سے پہلا ساکن ہے تو مری کے قاعدے سے واو کو یاء سے بدل کر یاء کایاء میں ادغام کر دیا مسلمی ہو گیا پھر یاء کی مناسبت سے ما قبل میم کو کسرہ دیا مسلمی ہو گیا۔

اعترض: مسلمی کا اعراب حالت نصبی و جری کی طرح حالت رفعی میں بھی لفظی کیوں نہیں آتا۔

جواب: حالت رفعی میں اعراب لفظی اسوجہ سے نہیں آتا کہ جب ایک حرف کو دوسرے حرف میں بدل دیا جائے تو اس حرف کی حقیقت ختم ہو جاتی ہے جیسے جاء مسلمی میں واو کو یاء سے بدل دیا گیا واو کی حقیقت ختم ہو گئی اسلئے حالت رفعی میں اعراب تقدیری آتا ہے لیکن ایک حرف کو دوسرے میں مدغم کر لینے سے اس کی حقیقت ختم نہیں ہوتی جیسے حالت نصبی و جری میں گویا یاء کو یاء میں ادغام کر لینے سے یاء کی حقیقت ختم نہیں ہوئی اس بنا پر اعراب لفظی آتا ہے۔

قوله فِيمَا عَدَاہُ |

اعترض: فیما عدہ میں ضمیر استغفل اور تعذر کی طرف راجع ہے اس اعتبار سے فیما عدہ اہما کہنا چاہیے تاکہ راجع اور مرجع

میں مطابقت ہو جاتی۔

جواب: تعذر اور استغفل مذکور کی تاویل میں ہو کر مفرد ہیں اس لئے مفرد کی ضمیر ان کی طرف لوٹنا بالکل درست ہے۔

غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ

غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ مَا فِيهِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسْعٍ أَوْ وَاحِدَةٍ مِنْهَا تَقُومُ مَقَامَهُمَا
وَهِيَ شَعْرٌ عَدَلٌ وَوَصْفٌ وَتَانِيثٌ وَمَعْرِفَةٌ - وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيبٌ
وَالْتَّوْنُ زَائِدَةٌ مِنْ قَبْلِهَا أَلِفٌ - وَوزنُ فِعْلٍ وَهَذَا الْقَوْلُ تَقْرِيبٌ - مِثْلُ عُمَرَ
وَاحْمَرَ وَطَلَحَةَ وَزَيْنَبَ وَإِبْرَاهِيمَ وَمَسَاجِدَ وَمَعْدِيكَرَبَ وَعِمْرَانَ وَاحْمَدَ
وَحُكْمُهُ أَنْ لَا كَسْرَةَ وَلَا تَنْوِينَ -

ترجمہ: غیر منصرف وہ (اسم) ہے جس میں نو اسباب میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک سبب پایا جائے جو
دوسروں کے قائم مقام ہو اور وہ (اسباب) یہ ہیں (جو مذکورہ بالا شعر میں بیان ہیں) عدل، وصف، تانیث اور معرفہ اور عجمہ
اور جمع پھر ترکیب پھر نون زائدہ جس سے پہلے الف ہو اور وزن فعل اور یہ قول حق کے زیادہ قریب ہے (ان کی
مثالیں) جیسے عمر، احمر، طلحہ، زینب، ابراہیم، مساجد، معدیکرب، عمران، احمد اور اس کا (غیر منصرف کا) حکم یہ ہے کہ
(اس پر) کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔

تجزیہ عبارت: اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) منصرف (۲) غیر منصرف

یہاں سے مصنف "غیر منصرف" کی تعریف کرتے ہیں۔ غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں
سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب ہو جو دوسروں کے قائم مقام ہو۔ اسباب منع صرف نو ہیں عدل، وصف، تانیث
معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نون زائدہ تان، وزن فعل ان کی مثالیں یہ ہیں،
عمر میں دو سبب عدل اور علم پائے جاتے ہیں۔ احمر میں وصف اور وزن فعل ہیں اور طلحہ میں تانیث لفظی اور علم پائے
جاتے ہیں اور زینب میں تانیث معنوی اور علم ہیں اور ابراہیم میں عجمہ اور علم پائے جاتے ہیں مساجد میں جمع مفتوح المجموع ہے
جو اکیلا دوسروں کے قائم مقام ہے اور معدیکرب میں ترکیب اور علم ہیں اور عمران میں الف نون زائدہ تان اور علم پائے
جاتے ہیں۔ احمد میں وزن فعل اور علم ہیں اور غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تنوین اور کسرہ نہیں آتا۔

تشریح: اعتراض منصرف اصل ہے اور غیر منصرف اس کی فرع ہے آپ نے غیر منصرف کو منصرف پر مقدم کیوں کیا حالانکہ اصل فرع پر مقدم ہوتی ہے؟

جواب: ۱۔ غیر منصرف کے افراد قلیل ہیں اور منصرف کے افراد کثیر ہیں تو اختصار اور سہولت اس میں ہے کہ غیر منصرف ذکر کر کے کہہ دیا جائے کہ باقی سب منصرف ہیں۔

جواب: ۲۔ غیر منصرف بمنزلہ جزء کے ہے اور منصرف بمنزلہ کل کے ہے اور جز کل پر طبعاً مقدم ہوتا ہے تو وضعا بھی مقدم کر دیا گیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

جواب: ۳۔ منصرف کا سمجھنا غیر منصرف کے سمجھنے پر موقوف ہے اور موقوف علیہ ہمیشہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے اس لئے غیر منصرف کو منصرف پر مقدم کیا۔

اعتراض: آپ نے کہا غیر منصرف وہ ہے جس میں اسباب منع صرف کے سیوں میں سے دو سبب پائے جائیں جب کہ بعض مثالوں میں دو سبب موجود ہیں مگر آپ انہیں غیر منصرف نہیں کہتے ہیں جیسے ضَرْبَتِ اس میں تانیث اور وصف دو سبب ہیں مگر اسے غیر منصرف نہیں کہا جاتا؟

جواب: نامے مراد اسم ہے کیونکہ غیر منصرف اور منصرف اسم کی قسمیں ہیں اور ضربت فعل کا صیغہ ہے۔

اعتراض: بعض مثالیں ایسی ہیں کہ اسم میں دو سبب پائے جارہے ہیں مگر اسے غیر منصرف نہیں کہا جاتا جیسے حضاری اور طماری ان میں علیت اور تانیث دو سبب ہیں پھر بھی یہ غیر منصرف نہیں؟

جواب: اسم سے اسم معرب مراد ہے کیونکہ منصرف و غیر منصرف اسم معرب کی قسمیں ہیں اور حضاری طماری معرب نہیں بلکہ مبنی ہیں اس بنا پر ہم نے ان کو غیر منصرف نہیں کہا۔

قوله فِيهِ عِلَّتَانِ

اعتراض: بعض مثالیں ایسی ہیں کہ اسم معرب بھی ہے اور دو سبب بھی پائے جاتے ہیں مگر غیر منصرف نہیں جیسے فَاثْمَةٌ میں وصف اور تانیث لفظی ہے اسی طرح نوح میں دو سبب علیت اور عجمہ پائے جاتے ہیں مگر غیر منصرف نہیں ہے؟

جواب: اسباب منع صرف سے ہماری مراد یہ ہے کہ دونوں سبب مؤثر بھی ہوں اور جبکہ فَاثْمَةٌ میں تانیث مؤثر نہیں

کیونکہ تانیث کے لئے علمیت کا ہونا شرط اسی طرح عجمہ اور علیت اس وقت مؤثر ہو کر سبب بن سکتے ہیں جب کہ دو میں سے ایک شرط پائی جائے (۱) اسم تین حروف سے زائد ہو جیسے ابراہیم اور نوح تین حروف سے زائد نہیں ہے (۲) اگر اسم تین حرفی ہو تو درمیان والا حرف متحرک ہو جیسے شتر اور نوح محترک الاوسط بھی نہیں لہذا منصرف ہوگا۔

قوله تَقْوُمُ مَقَامَهُمَا

اعتراض: قیام ذی روح اور ذی جسد کی صفت ہے جب کہ اسباب منع صرف اعراض ہیں تو قیام ان کی صفت کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب: قیام کے دو معنی ہیں (۱) قائم ہونا (۲) مؤثر ہونا جب ذی روح کی صفت ہو تو معنی اول یعنی قیام مراد ہوتا ہے اور جب معنوی اشیاء کی صفت ہو تو معنی ثانی یعنی مؤثر ہونا اور ثابت ہونا مراد ہوتا ہے تو یہاں معنی ثانی مراد ہے۔
فائدہ: ۱ یہ شعر ابو سعید انباری نحوی کوئی کے ہیں اور شعر میں اس لئے بیان کیا ہے کہ شعر کو یاد کرنا بہ نسبت نثر کے زیادہ آسان ہے۔

فائدہ: ۲ عدل وصف وغیرہ بذات خود اسباب منع صرف میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کا مصدری معنی یعنی عدل کا ہونا اور وصف کا ہونا یہ اسباب منع صرف میں سے ہیں۔

قوله وَهِيَ شَعْرًا

اعتراض: ہی مبتدا ہے اور عدل وصف الخ خبر ہے اور مبتدا خبر میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے جب کہ یہاں مبتدا مؤنث اور خبر مذکر ہے؟

جواب: مبتدا کی خبر شعر عدل و وصف الخ نہیں بلکہ اس کی خبر محذوف ہے اور وہ مجتمعۃ فی هذا الشعر ہے اس طرح مطابقت ہو گئی۔

قوله ثُمَّ جَمَعَ ثُمَّ تَرَكِيْبُ الخ

اعتراض: شعر میں بعض جگہ عطف واؤ کے ساتھ ہے اور کہیں ثم کے ساتھ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ضرورت شعری کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے تاکہ شعر کا وزن برقرار رہے۔

اعتراض: ثم تراخی کے لئے آتا ہے مطلب یہ ہوا کہ عدل وصف تانیث معرفہ عجمہ پہلے سبب بنتے ہیں اور جمع چھٹے نمبر پر اور ترکیب ساتویں نمبر پر سبب بنتے ہیں حالانکہ ہم مساجد اور معد یکرب میں دیکھتے ہیں جمع اور ترکیب پائی جا

رہی ہے لیکن اس میں عدل اور وصف نہیں پایا گیا۔

جواب: جس طرح واو مطلق عطف کیلئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح بعض مرتبہ ثم بھی مطلق عطف کیلئے آتا ہے تو یہاں ثم مطلق عطف کے لئے ہے تراخی کے لئے نہیں۔

قوله وَالتَّوْنُ زَائِدَةٌ اِلَى

فائدہ: زائدہ پر رفع اور نصب دونوں اعراب پڑھ سکتے ہیں اگر مرفوع پڑھیں تو یہ صفت ہوگی النون موصوف کی اور اگر منصوب پڑھیں تو یہ حال ہوگا النون نے جو کہ تمنع فعل مقدر کا فاعل ہے۔

اعترض: رفع کی صورت میں زائدہ کو النون کی صفت قرار دیا گیا ہے حالانکہ موصوف معرف باللام ہے اور صفت نکرہ ہے ؟

جواب: النون پر الف لام برائے تعریف نہیں بلکہ زائدہ ہے تو موصوف و صفت میں مطابقت پائی گئی۔

اعترض: نصب کی صورت میں زائدہ کو حال کہا گیا ہے حال یا تو فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے النون فاعل ہے نہ مفعول ہے ؟

جواب: النون سے پہلے تمنع فعل مقدر ہے اور النون اس کا فاعل ہے لہذا زائدہ کو النون سے حال بنانا صحیح ہے۔

قوله وَهَذَا الْقَوْلُ تَقْرِيْبٌ اِلَى

اعترض: هَذَا الْقَوْلُ مبتداً اور تقریب مصدر خبر ہے اور مصدر و صفت کی قبیل سے ہوتا ہے اور وصف ذات پر محمول نہیں ہو سکتا لہذا تقریب کا حمل و ہذا القول پر صحیح نہیں ہے ؟

جواب: تقریب اصل میں تقریبی تھا اسکے آخر سے بقاء نسبت کو حذف کر دیا گیا اصل وضع کے اعتبار سے یہ

ذات ہے اسلئے حمل صحیح ہے۔

فائدہ: تقریب میں تین قول ہیں۔

۱۔ ان اسباب کو نظم میں بیان کرنا حفظ کے زیادہ قریب ہے کیونکہ نظم کا یاد کرنا نسبت نثر کے زیادہ آسان ہوتا ہے

تو مطلب ہوگا ہذا القول تقریب الی الحفظ۔

۲۔ بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف گیارہ ہیں نو مذکورہ بالا دسواں تنکیر کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کرنا

گیارہواں ہر وہ الف جو الف تانیث کے مشابہ ہو جیسے اشیاء کا الف یہ حمراء کے الف کے مشابہ ہے اور ارمی کا الف حملی کے مشابہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف دو ہیں ۱- ترکیب ۲- حکایت،

یعنی فعل کو اسم کی طرف منتقل کرنا اور بعض کہتے ہیں کہ نو ہیں اگر دو سبب مانے جائیں تو یہ تقریب ہے اور گیارہ ماننا افراط ہے تو خیر الامور اوسطھا پر عمل کرتے ہوئے نو کا قول اختیار کرنا اقرب الی الصواب ہے۔

۳- نو اسباب میں سے ہر ایک کو سبب کہنا یہ قول مجازی ہے حقیقی نہیں ہے کیونکہ غیر منصرف بننے کے لئے دو سبب کا ہونا ضروری ہے تو فی الحقیقہ سبب دونوں کا مجموعہ ہوا ایک کو سبب کہنا تقریبی قول ہے یعنی مجازی

شعر عَدْلٌ وَوَصْفٌ وَتَانِيثٌ وَمَعْرِفَةٌ ☆ وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيبٌ

وَالنُّونُ زَائِدَةٌ مِنْ قَبْلِهَا اِلِفٌ ☆ وَوَزْنُ فِعْلٍ وَهَذَا لِقَوْلِ تَقْرِيبٌ

ترکیب: وَهِيَ شِعْرُ الْخ

واو استینافیہ یا اعتراضیہ ہی محلا مرفوع مبتدا راجع الی تسعہ عدل معطوف علیہ وصف تانیث معرف الخ معطوفات معطوف علیہ اپنے تمام معطوفات سے مل کر یہ خبر ہوئی مبتدا کی مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا یہ جملہ یا مستانفہ ہے یا معترضہ لا محلھا من الاعراب۔

والنون زائدة اس کی دو ترکیبیں ہیں (۱) فاضل ہندی نے کہا زائدة مرفوع ہو کر نون کی صفت ہے موصوف صفت سے مل کر معطوف ہو گا اس ترکیب پر شبہ یہ ہے کہ موصوف صفت میں تعریف و تنکیر کی مطابقت نہیں پائی جاتی اگرچہ اس کا جواب دیا گیا کہ النون پر الف لام عمد ذہنی کا ہے لیکن یہ تکلف ہے۔

(۲) زائدة منصوب ہو کر حال واقع ہو النون سے ذو الحال اپنے حال سے مل کر معطوف واقع ہو گا اس ترکیب پر شبہ ہے کہ حال تو فاعل یا مفعول سے واقع ہوتا ہے اور النون نہ فاعل ہے نہ مفعول اس کا جواب یہ ہے کہ النون فاعل ہے فعل محذوف کا اصل میں یوں تھا و جمع النون زائدة پھر اعتراض ہوتا ہے حال اور ذو الحال میں تذکیر و تانیث کی مطابقت کا ہونا ضروری ہے یہاں نہیں پائی جاتی۔

جواب: النون کلمۃ النون کی تاویل میں ہے لہذا تذکیر و تانیث میں مطابقت پائی گئی۔

من قبلھا الف اس کی تین ترکیبیں ہیں

- ۱- پہلی ترکیب: من قبلہ کا متعلق محذوف ہے اور الف اس متعلق محذوف کا فاعل ہے ای غبت من قبلہ الف۔
- ۲- دوسری ترکیب: الف مبتداء ہے اور من قبلہ خبر مقدم ای الف ثابت من قبلہ۔ پھر یہ جملہ سال مترادف ہے النون سے یا حال متداخلہ ہے زائدۃ کی ضمیر سے لیکن یہ دونوں ترکیبیں ضعیف ہیں ضعف کی وجہ یہ ہے کہ الف نون دونوں زائد ہوتے ہیں اس لئے ان کو الف و نون زائد تان کہا جاتا ہے مگر ان دونوں ترکیبوں میں نون کا زائد ہونا سمجھا جاتا ہے الف کا زائد ہونا سمجھ میں نہیں آتا ہے صرف اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ نون زائد ہو اور اس سے پہلے الف ہو۔
- ۳: تیسری ترکیب: صحیح ترکیب یہ ہے کہ الف زائدہ کا فاعل اور من قبلہ ظرف زائدۃ کے متعلق ہے تو معنی یہ ہو گا اور منع کرتا ہے نون انصراف کو دریاں حالانکہ اس سے پہلے الف زائدہ ہے۔

اس پر سوال ہوتا ہے کہ اس سے فقط الف کا زائد ہونا سمجھ میں آتا ہے نون کا زائد ہونا سمجھ میں نہیں آتا ؟

جواب: جواب سے قبل تمہید کے طور پر ایک مثال سمجھیں جیسے جب کہا جائے جاء فی زید را سبأ من قبل اخوہ آیا میرے پاس زید اس حال میں کہ وہ سوار تھا اس سے پہلے اس کا بھائی۔

اس سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں (۱) کہ زید اور اس کے بھائی کی وصف رکوب میں شرکت کہ دونوں سوار تھے (۲) بھائی کا تقدم و قبلیت وصف رکوب میں یعنی زید کا بھائی پہلے سوار ہوا اور زید بعد میں فرق یہ ہے کہ بھائی کا سوار ہونا راکب کی نسبت سے سمجھا جاتا ہے جو اخو کی طرف ہے اور زید کا سوار ہونا عرف سے سمجھا جاتا ہے اسی طرح والنون زائدۃ من قبلہ الف میں بھی الف اور نون دونوں وصف زائدہ میں شریک ہیں الف وصف زائدہ میں نون پر مقدم ہے چونکہ ترکیب میں الف پہلے ہوتا ہے تو پہلے یہ زائد ہو گا پھر نون لہذا اس سے نون اور الف دونوں کا زائد ہونا سمجھا جاتا ہے الف کا زائدہ کی نسبت سے اور نون کا عرف کے لحاظ سے۔

وَهَذَا الْقَوْلُ تَقْرِيبُ الْخ | واواستغنیہ یا اعتراضیہ ہذا میں ہا حرف تنبیہ ذال اسم اشارہ مرفوع المحل مبتدأ القول
ہذا کی صفت یابدل یا عطف بیان تقریب مبتدا کی خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ لا محل لها من الاعراب جملہ مستأنفہ یا معترضہ ہونے کی وجہ سے۔

اعتراض: حتمہ مبتداء اور ان لا کسرۃ ولا تنوین خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ جب خبر جملہ ہو تو اس میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو کہ مبتدا کی طرف لوٹتی ہو یہاں ان لا کسرۃ ولا تنوین میں کوئی ضمیر نہیں جو مبتدا کی طرف لوٹ

رہی ہو؟

جواب: ان لاکسرۃ و لاتونین میں ضمیر محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے ان لاکسرۃ و لاتونین فیہ تو خبر میں ضمیر محذوف ہے۔

قوله: حُكْمَةُ الْحِ

اعتراض: غیر منصرف پر کسرہ اور تونین نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: غیر منصرف پر کسرہ اور تونین اسلئے نہیں آتی کہ یہ فعل ماضی کے مشابہ ہے جیسے فعل ماضی پر کسرہ اور تونین نہیں آتی اسی طرح غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تونین نہیں آتے۔

اعتراض: غیر منصرف فعل ماضی کے مشابہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ فعل ماضی عامل بھی ہے اور مبنی بھی جب کہ غیر منصرف نہ عامل ہے نہ مبنی؟

جواب: مشابہت کی تین قسمیں ہیں (۱) اعلیٰ (۲) وسطیٰ (۳) ادنیٰ۔

مشابہت اعلیٰ یہ ہے کہ عامل بھی ہو اور مبنی بھی جیسے اسماء افعال روید اور صیغات وغیرہ یہ عامل بھی ہیں اور مبنی بھی۔

مشابہت وسطیٰ یہ ہے کہ عامل ہو لیکن مبنی نہ ہو جیسے اسم فاعل عامل ہے لیکن مبنی نہیں۔

مشابہت ادنیٰ یہ ہے کہ نہ عامل ہو نہ مبنی ہو جیسے غیر منصرف تو یہاں غیر منصرف اور فعل کے درمیان فرعی۔

اعتبار سے مشابہت ہے جیسے فعل دو چیزوں کی فرع ہے یعنی مشتق منہ اور فاعل کی کیونکہ فعل مشتق منہ اور فاعل کی طرف محتاج ہوتا ہے تو محتاج ہونا یہ فرع ہے اسلئے فعل ان دو چیزوں میں فرع ہوا اسی طرح غیر منصرف کا ہر سبب کسی نہ کسی کی فرع ہے مثلاً عدل معدول کی فرع ہے۔ وصف موصوف کی اور تانیث تذکیر کی فرع ہے اور معرفہ نکرہ کی فرع ہے اور ترکیب افراد کی فرع ہے عجم عربی کی فرع ہے اور جمع واحد کی اور الف فون زائد تان اس کی فرع ہے جس پر یہ زائد کئے گئے ہیں اور وزن فعل وزن اسم کی فرع ہے گویا کہ ہر سبب کسی نہ کسی کی فرع ہے تو جس اسم میں دو سبب پائے جائیں گے اس میں دو فرعیں پائی جائیں گی تو یہ فعل کے مشابہ ہو گیا۔

وَيَجُوزُ صَرْفُهُ لِلصَّرُورَةِ أَوْ لِلتَّنَاسُبِ مِثْلُ سَلَا سَيْلًا وَأَعْلًا لَا وَمَا يَقُومُ مَقَامَهُمَا الْجَمْعُ وَالْفَا التَّانِيثُ

ترجمہ: اور جائز ہے اس (غیر منصرف) کو منصرف بنانا ضرورت (شعری) کی وجہ سے یا مناسبت کی وجہ سے جیسے سلا سلا وغلا لا اور جو سبب دوسببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں وہ جمع منتہی المجموع اور تانیث کے دو الف ہیں۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ضرورت شعری یا مناسبت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا جائز ہے یعنی غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین لا سکتے ہیں جیسے سلا سلا کو اغلا لا کی مناسبت سے تنوین لا کر منصرف کے حکم میں کر دیا اور دما یقوم الخ سے یہ بتایا کہ اکیلا سبب جو دو کے قائم مقام ہو سکتا ہے ان میں سے ایک جمع منتہی المجموع ہے جیسے مساجد اور مصابیح اور دوسرا تانیث کے دونوں الف ممدودہ والف مقصورہ ہیں۔

تشریح: قوله یَجُوزُ الخ |

اعتراض: آپ نے کہا غیر منصرف کو منصرف بنانا مطلقاً جائز ہے جب کہ ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف منصرف بنانا واجب ہے اور تناسب کے لئے جائز ہے تو جواز کا قول ان دونوں کو کیسے شامل ہوگا۔

جواب: بجوز یہاں صحیح کے اور ممکن کے معنی میں ہے اور صحت و امکان وجوب اور جواز دونوں کو شامل ہے۔

قوله لِلضَّرُورَةِ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے غیر منصرف کا یہ حکم بیان کیا کہ اسپر کسرہ اور تنوین نہیں آتی جب کہ بعض مثالوں میں غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین آرہی ہے مثلاً حضرت فاطمہؓ کا شعر جو انہوں نے اپنے والد ماجد آنحضرت ﷺ کی وفات پر کہا تھا

صَبَّتْ عَلَى مَصَائِبٍ لَوْ أَنَّهَا صَبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَا لَيَالِيَا

یعنی آپؐ کی وفات کے بعد مجھ پر مصائب کے ایسے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اگر وہ دنوں پر گرتے تو دن تاریک راتیں بن جاتے

اس شعر میں مصائب غیر منصرف ہے جمع متہی المجموع کا وزن ہونے کے باوجود اس پر تنوین آرہی ہے۔

جواب: وزن شعر کو برقرار رکھنے کے لئے مصائب پر تنوین لے آئے اگر تنوین نہ لاتے تو شعر کا وزن برقرار نہ رہتا۔

اعتراض: بعض مثالوں میں ضرورت شعری بھی نہیں اسکے باوجود غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کیا گیا

ہے جیسے حضرت علیؓ کا شعر

حَبِيبِ إِلَهِ الْعَالَمِينَ مُحَمَّدٍ

عَطُوفٌ رَّؤُوفٌ مَنْ يُسَمَّى بِأَحْمَدٍ

سَلَامٌ عَلَى خَيْرِ الْأَنَامِ وَسَيِّدِ

بَشِيرٍ نَذِيرٍ هَا شَمِيٌّ مُكْرَمٍ

احمد غیر منصرف ہے اس میں وزن فعل اور علیت دو سبب ہیں مگر پھر بھی کسرہ آرہا ہے اور ضرورت شعری بھی نہیں کیونکہ وزن فتح کی صورت میں بھی سالم رہتا ہے۔

جواب: ضرورت شعری صرف سلامت وزن میں منحصر نہیں بلکہ سلامت قافیہ بھی ضرورت شعری میں داخل ہے اگر احمد کو مفتوح پڑھا جائے تو قافیہ سلامت نہیں رہتا کیونکہ پیچھے محمد پر کسرہ آرہا ہے۔

اعتراض: ہم ایسی مثال پیش کرتے ہیں کہ وہاں وزن شعری کی حفاظت کا مسئلہ ہے نہ قافیہ بدی کا مگر غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کیا جا رہا ہے جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں

أَعِذْ ذَكَرُ نَعْمَانٍ لَنَا إِنْ ذَكَرَهُ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

نعمان غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں علیت اور الف نون زائد تان پائے جاتے ہیں اور کسی قسم کی ضرورت شعری بھی نہیں ہے مگر کسرہ اور ثوین آرہے ہیں؟

جواب: اگر نعمان کو مفتوح بغیر ثوین کے پڑھیں تو اس میں زحاف واقع ہو جائے گا جس سے پچاسلامت شعر کے لئے ضروری ہے زحاف علم عروض کی ایک اصطلاح ہے۔

فائدہ: یہ جو کہا کہ مناسبت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف بنانا جائز ہے تو مناسبت کے اندر تعمیم ہے خواہ مناسبت لفظی ہو یا معنوی تو سلاسل کو جو اغلا لا کی مناسبت سے منصرف بنایا گیا ہے ان میں لفظی مناسبت تو یہ ہے کہ سلاسل اکثر اغلا لا کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جو کہ منصرف ہے اس وجہ سے سلاسل کو منصرف کر دیا گیا اور معنوی مناسبت یہ ہے کہ سلاسل کا معنی زنجیریں اور اغلا لا کا معنی طوق ہے دونوں ملے کے ہوتے ہیں اور دونوں سے مقصود سزا ہے فرق صرف یہ ہے کہ سلاسل پاؤں میں ڈالی جاتی ہیں اور اغلا لا گلے میں تو معنوی مناسبت کی وجہ سے سلاسل کو منصرف کر دیا گیا۔

قوله وَمَا يَقُومُ مَقَامَهُمَا الخ

فائدہ: ۱- فقہی المجموع اور تانیث بalf ممدودہ و مقصورہ ایک سبب دو کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ جمع فقہی المجموع تو اس لئے کہ اس میں جمع کا تکرار ہوتا ہے خواہ تکرار حقیقتاً ہو جیسے اکلب جمع ہے اکلب کی اور اکلب جمع ہے کلب کی اور جیسے اسرار جمع ہے اسرار کی اور جیسے انعام جمع ہے انعام کی انعام جمع ہے نعم کی تو ان کا مکرر ہونا دو سیوں

کے قائم مقام ہوا یا تکرار حکماً ہو یعنی فی الحقیقہ جمع کا تکرار نہ ہو لیکن فقہی المجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے جمع منتہی المجموع کہیں گے جیسے مساجد یہ اساور اور اکالب کے وزن پر ہے حالانکہ اسمیں جمع کا تکرار نہیں ہوا اسی طرح مضایع میں بھی جمع کا تکرار نہیں ہے لیکن یہ اتعیم کے وزن پر ہے اسلئے جمع فقہی المجموع کی قسم میں ہے۔

فائدہ: ۲: تانیث کے دونوں الف بھی دوسبوں کے قائم مقام ہیں الف مقصورہ کی مثال جیسے حبلی صغریٰ اور الف مدورہ کی مثال جیسے حمراء بیضاء یہ دونوں دوسبوں کے قائم مقام اس لئے ہوتے ہیں کہ ایک تو ان میں تانیث معنوی پائی جاتی ہے اور دوسرے الزوم تانیث حبلی کو جب اور حمرا کو حمز نہیں کہہ سکتے تو ان کا کلمہ کو لازم ہونا منجز تانیث مکرر کے ہو گیا ظلاف تانیث لفظی کے کہ وہ کلمہ کو لازم نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ حذف ہو جاتی ہے۔

فَالْعَدْلُ حُرُوجُهُ عَنِ صِغَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ تَحْقِيقًا ثَلَاثًا وَمِثْلًا وَآخَرَ وَجُمْعًا
أَوْ تَقْدِيرًا كَعُمَرَ وَبَابُ قَطَامٍ فِي تَمِيمٍ۔

ترجمہ: عدل یہ ہے کہ لفظ کا اصلی صیغہ سے نکالنا حقیقہ ہو جیسے ثلاث اور مثلث اور آخر اور جمع۔ یا تقدیراً ہو جیسے عُمَرَ اور قطام کا وزن ہو تمیم کی لغت میں۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافیہ اسباب منع صرف میں سے پہلے سبب عدل کو بیان کر رہے ہیں کہ عدل اس لفظ کو کہتے ہیں جسے اصلی صیغہ سے نکال کر دوسرے صیغہ میں داخل کر دیا گیا ہو اگر حقیقتاً ہو یعنی ایک اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے میں جانا حقیقتاً ہو تو اسے عدل تحقیقی کہتے ہیں جیسے ثلاث اور مثلث کہ یہ ثلاثہ و ثلاثہ سے بنایا گیا ہے اور آخر یا الاخر سے بنایا گیا ہے یا آخر من سے بنایا گیا ہے اور جمع یہ جماعی یا جمعاعات یا جمع سے بنایا گیا ہے اور اگر اصلی صیغہ سے نکالا تو نہ گیا ہو لیکن فرض کر لیا گیا ہو تو اسے عدل تقدیری کہتے ہیں جیسے عمر کہ اصل میں عامر فرض کر لی گئی ہے اور عمر کو اس سے معدول مان لیا گیا اور قطام قاطمہ سے معدول مان لیا گیا ہے، ہو تمیم کی لغت میں۔

تشریح: قوله فَاَلْعَدْلُ

اعتراض: ۱: عدل متکلم کی صفت ہے کہ اس نے اسم کو اصلی صیغہ سے نکالا ہو مگر اسے متکلم کی صفت بنانا

صحیح نہیں کیونکہ جتنے بھی اسباب منع صرف ہیں سب اسم کی صفت ہیں متکلم کی صفت نہیں جیسے معرفہ ہونا مؤنث وغیرہ۔

جواب: مصدر کبھی بنی للفاعل ہوتا ہے اور کبھی بنی للمفعول یہاں مصدر بنی للمفعول ہے یعنی کون الاسم معدولا اور معدول ہونا اسم کی صفت ہے۔

اعترض: ۲ فالعدل مبتدا ہے اور خروج مصدر خبر ہے تو مصدر کا حمل ذات پر ہو رہا ہے کیونکہ خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے جب کہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں ہے۔

جواب: خروج مخرج کے معنی میں ہے یعنی نکالا ہوا اور یہ ذات کی قبیل سے ہے تو حمل درست ہوا۔

قوله عَنْ صَنِيعَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ

اعترض: آپ نے عدل کی تعریف کی کہ عدل وہ اسم ہے جسے اصلی صیغہ سے نکال کر دوسرے صیغے میں منتقل کیا گیا ہو تو صیغے سے مراد صرف صورت ہے اور اسم مادہ و صورت دونوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں تو معنی یہ ہو گا کہ اسم (مادہ و صورت) وہ ہے جو کہ صیغہ یعنی صورت سے نکل جائے تو مادہ اور صورت دونوں کی صورت سے نکلنا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ صورت و مادہ یعنی اسم منفزلہ کل کے ہے اور صورت یعنی صیغہ بمنزلہ جز کے اور کل اپنے جز سے نہیں نکل سکتا؟

جواب: ہماری مراد اسم سے صرف صورت ہے مادہ اور صورت نہیں ہے۔

اعترض: بعض مثالوں میں عدل کی تعریف صادق آتی ہے مگر وہ عدل نہیں تو عدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہی جیسے اَنْيَبُ اور اَقْوَسُ اور قاعدہ یہ ہے کہ اسم اگر اجوف واوی یا یائی ہو تو اس کی جمع اَفْعَالُ کے وزن پر آتی ہے جیسے قول کی جمع اقوال اسی طرح ناب کی جمع اَنْيَابُ ہونی چاہیے اور قوس کی جمع اقواس ہونی چاہیے تھی تو معلوم ہوا کہ انیب انیاب سے معدول ہے اور اقوس اقواس سے تو عدل کی تعریف پائی گئی مگر آپ عدل نہیں مانتے؟

جواب: عدل کی تعریف میں یہ کہا گیا ہے کہ اسم اپنے صیغہ اصلی سے نکل کر دوسرے صیغہ میں ہیئتاً یا حملاً منقول ہو اَنْيَبُ اور اَقْوَسُ نہ تو حقیقی طور پر انیب اور اقواس سے معدول ہیں اور نہ ہی تقدیری طور پر بلکہ ابتداء ہی قوس اور ناب کی جمع اَقْوَسُ اور اَنْيَبُ بروزن اَفْعَلْ خلاف قیاس آتی ہے اسے جمع شاذ کہتے ہیں نہ یہ کہ اصل جمع اقواس اور انیاب ہو پھر معدول کر کے اقوس اور انیب بنالیا جائے۔

قوله تَحْقِيقًا الخ | فائدہ: تحقیقاً اور تقدیراً کے منصوب ہونے کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں

۱۔ مفعول مطلق ہو حَقَّقَ اور قَدَّرَ فعل مقدر سے یعنی حق العدل تحقیقاً اور قدر العدل تقدیراً۔

- ۲۔ یہ دونوں خروج کی ضمیر سے تمیز بن رہے ہیں کہ پہلے خروج کی عدل کی طرف نسبت میں ابہام تھا کہ وہ کس اعتبار سے ہے تو تحقیقاً اور تقدیراً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اصلی صیغہ سے خروج خواہ حقیقتاً ہو یا تقدیراً۔
- ۳۔ کان محذوف کی خبر ہونے کی بنا پر منصوب ہیں یعنی تحقیقاً کان الخروج او تقدیراً۔

قوله كَثُلَتْ وَمَثَلَتْ |

فائدہ : عدل کی پہلی قسم عدل تحقیقی کی مثال ذکر کی ہے ثلث و مثلث میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ ان دونوں کا معنی ہے تین تین تکرار معنی تکرار لفظ کا مقتضی ہوتا ہے جب کہ لفظ میں تکرار نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں کسی مکرر لفظ سے معدول ہیں یعنی مثلث و ثلثیہ سے۔

قوله آخَرًا |

فائدہ : یہ عدل تحقیقی کی دوسری مثال ہے آخر میں عدل اس طرح ہے کہ یہ آخری اسم تفصیل مؤنث کی جمع ہے اور آخری مؤنث ہے آخر اسم تفصیل کی اور اسم تفصیل کا استعمال مندرجہ ذیل تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے،

(۱) مِنْ کے ساتھ جیسے آخر مِنْ فُلَان (۲) اِضَافَت کے ساتھ جیسے آخر الْقَوْمِ

(۳) اَلْف لام کے ساتھ جیسے الآخر

آخر ان تینوں میں سے کسی ایک طریقے سے بھی مستعمل نہیں تو انہیں میں سے کسی سے معدول ہو گا اب کس سے معدول ہو گا اس سے تو ہو نہیں سکتا جو اِضَافَت کے ساتھ مستعمل ہوتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر مضاف الیہ کو حذف کیا تو اس کے عوض میں تنوین آتی ہے جیسے یَوْمَئِذٍ کہ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا مضاف الیہ کو حذف کر کے اسکے عوض میں تنوین لے آئے تو یَوْمَئِذٍ بن گیا یا مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو مبنی علی الضم کر دیتے ہیں جیسے قبل بعد کا مضاف الیہ حذف کر کے ان کو مبنی علی الضم کر دیا گیا یا کبھی مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو تکرار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں یا یم یم عدی۔ آخر میں یہ تینوں صورتیں نہیں کیونکہ نہ یہاں تنوین ہے نہ یہ مبنی علی الضم ہے اور نہ تکرار مضاف ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اسم تفصیل سے معدول نہیں جو اِضَافَت کے ساتھ استعمال ہو تو معلوم ہوا کہ یا تو یہ الآخر سے معدول ہے یا آخر مِنْ سے معدول ہے۔

قوله جُمَعَ | عدل تحقیقی کی تیسری مثال ہے اس میں بھی عدل تحقیقی ہے اور وہ اس طرح کہ جمع جمعاء کی جمع ہے اور جمعاء مؤنث ہے اجمع کی اور قاعدہ یہ ہے کہ فعلاً کا وزن اگر صفتی ہو تو اس کی جمع فعلٌ آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حمُرٌ اور اگر فعلاء اسی ہو تو اس کی جمع فعلاء یا فعلاوات آتی ہے جیسے صحری کی جمع صحاری یا صحراء آتی ہے تو جمعاء اگر صفت کا صیغہ ہو تو اس کی جمع جُمَعَ آتی چاہیے اور اگر جمعاء کو اسم کا صیغہ مانا جائے تو اس کی جمع جماعی یا جمعاعات آتی چاہیے تھی تو معلوم ہوا کہ مُجْعٌ یا تَجْمَعُ سے معدول ہے یا جماعی اور جمعاعات سے۔

قوله أَوْ تَقْدِيرًا كَعُمَرَ

فائدہ: عدل تقدیری کی مثال ذکر کی ہے یعنی معدول عنہ سے خروج موجود ہو اور محقق نہ ہو مگر فرض کر لیا جائے جیسے عمر کہ یہ کلام عرب میں غیر منصرف استعمال ہوتا ہے جب کہ اس میں صرف ایک سبب یعنی علم پایا جاتا ہے اور کوئی سبب نہیں ہے لیکن چونکہ یہ غیر منصرف استعمال ہوتا ہے اس بنا پر اس کی اصل عامر فرض کر لی گئی ہے تاکہ غیر منصرف ہونے کا دوسرا سبب پایا جائے تو عمر میں اس طرح دو سبب ہو گئے علیت اور عدل تقدیری۔

قوله وَبَابٌ قَطَامٍ

فائدہ: عدل تقدیری کی دوسری مثال ذکر کی ہے کہ قطام بنی تمیم کی لغت میں غیر منصرف استعمال ہوتا ہے اور اس میں صرف ایک سبب علیت ہے دوسرا سبب موجود نہیں اس میں دوسرا سبب فرض کرنے کے لئے اس کو قاطمہ سے معدول کر لیا گیا ہے اور اس میں دو سبب ہو گئے عدل تقدیری دوسرا علیت۔

اعتراض: صاحب کافیہ اختصار کے درپے ہیں تو اختصار اس میں تھا کہ قطام کا عطف عمر پر کر دیا جاتا جیسے ثلث ومثلث پر اخرو جمع کا عطف کیا گیا باب کے لفظ کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: لفظ باب کا اضافہ ایک فائدے کے پیش نظر کیا گیا ہے کہ عدل تقدیری کی مثال صرف قطام نہیں بلکہ ہر وہ مثال مراد ہے جو فعال کے وزن پر ہو اور مؤنث کا علم ہوا سکے آخر میں را نہ ہو اگر باب کا ذکر نہ کرتے تو عدل تقدیری کا صرف قطام میں بند ہونا لازم آتا۔

اعتراض: قطام میں اگر عدل نہ بھی فرض کریں تب بھی یہ غیر منصرف ہے کیونکہ علیت کے ساتھ تانیث معنوی پائی جاتی ہے تو عدل کے فرض کرنے کی ضرورت نہیں؟

جواب: ہو تخمیم نے قظام میں عدل تقدیری اس وجہ سے فرض کیا ہے تاکہ فعال کے وزن پر جو ذوات الراء مبنی ہیں ان پر غیر ذوات الراء جو محمول ہو سکیں کیونکہ بنو تخمیم نے فعال کے وزن پر جو ذوات الراء ہیں ان کو مبنی قرار دیا ہے جیسے حضار اور طمار جب کہ ان میں صرف دو سبب پائے جاتے ہیں تانیث اور علمیت اور یہ دو سبب معرب کو مبنی نہیں بنا سکتے تو حضار اور طمار کو مبنی بنانے کیلئے ان میں عدل فرض کرنا پڑا تاکہ فعال بمعنی امر کے ساتھ مشابہت ہو جائے کیونکہ اس میں بھی عدل ہے تو جب ذوات الراء میں عدل کا اعتبار کیا گیا تو غیر ذوات الراء میں بھی عدل کا اعتبار کیا گیا تاکہ یہ ذوات الراء پر محمول ہو سکیں۔

فائدہ: جب فعال کا وزن چاہے ذوات الراء ہو چاہے غیر ذوات الراء اہل جاز دونوں کو مبنی کہتے ہیں لیکن بنو تخمیم دونوں میں فرق کرتے ہیں کہ فعال کا وزن اگر ذوات الراء ہو جیسے حضار طمار تو یہ مبنی ہے اگر غیر ذوات الراء ہو تو یہ معرب غیر منصرف ہے جیسے قظام۔

اعترض: جب ذوات الراء میں عدل فرض کرنے سے وہ مبنی ہو گئے تو غیر ذوات الراء کو مبنی ہونا چاہیے کیونکہ ان میں بھی عدل فرض کیا گیا ہے۔

جواب: راء میں چونکہ تکرار ہے اسی لئے وہ ثقیل لفظ ہے اور ثقیل کے مناسب خفیف ہے اور مبنی کے اندر تخفیف ہے اس لئے ذوات الراء کو مبنی قرار دیا گیا خلاف غیر ذوات الراء کے کہ ان میں یہ بات نہیں۔

الْوَصْفُ شَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ فِي الْأَصْلِ فَلَا تَضُرُّهُ الْعَلَبَةُ فَلِلَّذَلِكَ صُرُوفُ أَرْبَعٍ فِي مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ وَامْتَنَعَ أَسْوَدُ وَأَرْقَمُ لِلْحَيَّةِ وَأَدْهَمُ لِلْقَيْدِ وَضَعُفٌ مَنَعُ أَفْعَى لِلْحَيَّةِ وَاجْدَلٌ لِلصَّفَرِ وَأَخِيلٌ لِلطَّائِرِ۔

ترجمہ: وصف اس کی شرط یہ ہے کہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو (اگرچہ اسم عارضی کا وصف پر غلبہ آجائے) پس اس (وصف اصلی کو) غلبہ کوئی نقصان نہیں دے گا اسی بناء پر اربع منصرف بتایا گیا ہے مررت بحسوة اربع کی مثال میں اور امتنع ہے (غیر منصرف) اسود اور ارقم سانپ (کا علم ہونے کی) وجہ سے اور ادھم (بھی غیر منصرف ہے) یزدا (کا علم ہونے کی) وجہ سے اور ضعف ہے غیر منصرف پڑھتا افعی کو سانپ (کا علم ہونے کی) وجہ سے اور اجل کو

شکرے (کا علم ہونے) کی وجہ سے اور اخیل کو ایک پرندے (کا علم ہونے کی وجہ سے)۔

تجزیہ عبارت: غیر منصرف کے دوسرے سبب وصف کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ وصف غیر منصرف

کا سبب اس وقت بنے گا جب اس میں یہ شرط پائی جائے گی کہ اصل وضع کے اعتبار سے وہ وصف ہو اگرچہ بعد میں اس پر علمیت غالب آجائے اگر اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہ ہو تو غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکے گا لہذا وصف اصلی کا اعتبار ہو گا جیسے مَرَرْتُ بِسُوءِ أَرْبَعٍ۔ اربع میں دو سبب پائے جاتے ہیں وزن فعل اور وصف مگر چونکہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہیں بلکہ بعد میں وصفی معنی میں لیا گیا ہے اس لیے اسے منصرف پڑھا جائے گا اربع کی اصل وضع عدد کے لئے ہے اور ادھم اور ارقم اور اسود یہ تینوں غیر منصرف اس لئے ہیں کہ ان میں دو سبب وزن فعل اور وصف اصلی پائے جاتے ہیں کیونکہ اسود اصل میں سیاہ چیز کو کہتے ہیں بعد میں کالے سانپ کا علم بن گیا اور ارقم اصل میں چتکبری چیز کو کہتے ہیں بعد میں چتکبرے سانپ کا علم بنادیا گیا اور ادھم کا معنی ہے سخت سیاہ چیز بعد میں بیڑی کا علم بنادیا گیا کیونکہ اس میں سیاہی بھی ہوتی ہے۔ افعی اجدل اور اخیل تینوں کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے کیونکہ ان میں وصفی معنی کا یقین نہیں ہے بلکہ احتمال ہے اگر ان میں وصفی معنی کا یقین ہو جائے تو ان کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف نہیں بلکہ ضروری ہو گا۔

تشریح: قوله الْوَصْفُ

اعتراض: آپ نے غیر منصرف کے اسباب بیان کرتے وقت وصف کو عدل کے بعد کیوں ذکر کیا وصف کو

عدل پر مقدم کیوں نہیں کیا؟

جواب: عدل کو اس لئے مقدم کیا کہ عدل میں غیر منصرف کا سبب بننے کی کوئی شرط نہیں اور وصف تانیث

معرفہ وغیرہ میں منع صرف کا سبب بننے کے لئے شرائط ہیں اور غیر مشروط کو مشروط پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

اعتراض: آپ نے عدل کی تعریف کی ہے وصف وغیرہ کی تعریف نہیں کی یا تو وصف وغیرہ کی بھی تعریف کر

دیتے تاکہ عدل کے ساتھ مطابقت ہو جاتی یا عدل کی بھی نہ کرتے؟

جواب: وصف وغیرہ کی تعریف اس لئے نہیں کی کہ ان کی تعریف مشہور تھی اور عرفی محاورات میں عام استعمال

ہوتی رہتی ہے عدل کی تعریف چونکہ مشہور نہیں تھی اس بناء پر اس کی تعریف کر دی۔

فائدہ: وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو اگرچہ

بعد میں اس میں اسمیت ماب آگئی ہو وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو غیر منصرف پڑھیں گے اگر کوئی اسم اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہ ہو لیکن بعد میں وصفیت کا معنی اس میں پایا جائے تو اسے منصرف ہی پڑھیں گے۔

قوله فَلِذَلِكَ

اعتراض: ذالک اسم اشارہ ہے اس کا مشار الیہ دو چیزیں ہیں (۱) ان کیوں فی الاصل (۲) فلا تقصرہ الغلبۃ تو ان کی طرف اشارہ ثنیہ کے صنف کے ساتھ ہونا چاہیے تھا تاکہ اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت ہو جاتی ہے؟
جواب: مشار الیہ اگرچہ ثنیہ ہے مگر مذکور کی تاویل میں ہو کر مفرد ہے لہذا مطابقت ہو گئی۔

قوله صُرِفَ اَرْبَعُ

اعتراض: اربع کو غیر منصرف پڑھنا چاہیے تھا کیونکہ وزن فعل اور وصف اسمیں پایا جاتا ہے؟
جواب: وصف کے غیر منصرف بننے کے لیے ہم نے شرط یہ لگائی ہے کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو اربع اصل وضع کے اعتبار سے وصف نہیں بلکہ اسم عدد ہے بعد میں اسے وصف بنایا گیا ہے اس لئے یہ منصرف ہے۔

قوله وَاَمْتَنَعَ اَسْوَدُ وَاَرْقَمُ لِلْحَيَّةِ وَاَدْهَمُ لِلْقَيْدِ

اعتراض: اسود، ارقم، ادہم کو غیر منصرف کیوں پڑھتے ہیں حالانکہ ان میں وزن فعل کے علاوہ کوئی سبب نہیں ہے؟
جواب: اسود ارقم اور ادہم میں وصف اصلی کا اعتبار کیا ہے کیونکہ اسود اصل وضع کے اعتبار سے ہر سیاہ چیز کو کہا جاتا ہے بعد میں کالے سانپ کا علم بن گیا اور ارقم اصل وضع کے اعتبار سے چتکبری چیز کو کہتے ہیں پھر چتکبرے سانپ کا علم بن گیا اور ادہم سخت سیاہ چیز کو کہتے ہیں پھر بڑی کا علم بن گیا تو وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے ہم نے اس کو غیر منصرف پڑھا ہے تو ان میں دو سبب پائے گئے ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل۔

قوله وَضَعَفَ مَنَعُ اَفْعَى النِّخِ

اعتراض: افعی، اجدل، اخیل کو غیر منصرف پڑھنا ضروری ہونا چاہیے کیونکہ ان میں دو سبب پائے جاتے ہیں وزن فعل اور وصف تو ان کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف کیوں ہوا؟

جواب: ان میں وصفی معنی کا احتمال ہے یقین نہیں اس لئے ان کو غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ افعی نفعۃ سے مشتق ہو بمعنی خبیث اسی طرح اجدل جدل سے مشتق ہو بمعنی قوۃ کے اسی طرح اخیل

خیلان سے مشتق ہو بمعنی تل کے ہے یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے مشتق نہ ہو۔

التَّانِيَةُ بِالنَّاءِ شَرْطُهُ الْعِلْمِيَّةُ وَالْمَعْنَوِيُّ كَذَلِكَ وَشَرْطُ تَحْتِمِ تَأْيِيدِهِ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ أَوْ تَحَرُّكُ الْأَوْسَطِ أَوِ الْعُجْمَةِ فَهَذَا يَجُوزُ صَرْفُهُ وَزَيْنَبُ وَسَقَرُ وَمَاهُ وَجُورٌ مُمْتَنِعٌ فَإِنْ سُمِّيَ بِهِ مُدَكَّرٌ فَشَرْطُهُ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَقَدْ مُمْصَرَفٌ وَعَقْرُبٌ مُمْتَنِعٌ -

ترجمہ: تانیث بالناء اسکے (غیر منصرف ہونے کے) لئے شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو اور معنوی بھی اسی طرح ہے اس (تانیث معنوی) کے مؤثر ہونے کی وجوہی شرط یہ ہے کہ وہ تین حرفوں سے زائد ہو یا متحرک الاوسط ہو یا عجمہ ہو پس ہند کو منصرف پڑھنا جائز ہے اور زینب اور سقر اور ماہ و جور کو غیر منصرف پڑھنا ضروری ہے اور اگر اس (تانیث معنوی) کے ساتھ کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس کے (غیر منصرف ہونے کے) لئے شرط یہ ہے کہ وہ تین حرفوں سے زائد ہو پس قَدَمٌ منصرف ہے اور عَقْرَبٌ کو منصرف پڑھنا ممتنع ہے۔

تجزیہ عبارت: غیر منصرف کا تیسرا سبب تانیث کا بیان ہے تانیث خواہ لفظی ہو جیسے طلحہ یا معنوی جیسے زینب ان کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ علم ہو اگر تانیث لفظی یا معنوی میں علمیت نہیں پائی جاتی تو وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گی لیکن تانیث لفظی و معنوی میں فرق یہ ہے کہ تانیث لفظی میں علمیت شرط ہے غیر منصرف کے وجوب کے لیے اور معنوی میں علمیت شرط ہے غیر منصرف کے جواز کے لئے اور تانیث معنوی کو غیر منصرف ضروری قرار دینے کیلئے تین شرطوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱- تین حرفی سے زائد ہو جیسے زینب۔

۲- متحرک الاوسط ہو جیسے سقر۔

۳- عجمہ ہو یعنی لغت عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں علم ہو جیسے ماہ اور جور وغیرہما۔

اور ہند کو منصرف و غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے منصرف اس وجہ سے پڑھ سکتے ہیں کہ اس میں مذکورہ تین شرائط میں سے کوئی شرط نہیں ہے اور غیر منصرف اس لئے پڑھ سکتے ہیں کہ اس میں دو سبب علمیت اور تانیث

معنوی پائے جاتے ہیں۔

تشریح: قوله التَّانِيثُ بِالتَّاءِ الح

فائدہ: تانیث کی باعتبار علامت کے دو قسمیں ہیں۔

۱۔ تانیث لفظی: جس کے لفظوں میں تانیث کی علامت موجود ہو جیسے طلحہ، عائشہ، فاطمہ اور الف مقصورہ جیسے

حلی صغریٰ کبریٰ اور الف مدودہ جیسے حمراء بیضاء۔

۲۔ تانیث معنوی: جس میں تانیث کی علامت لفظوں میں موجود نہ ہو جیسے ارض اور شمس۔

فائدہ: تانیث ذات کے اعتبار سے بھی دو قسم پر ہے۔

۱۔ مؤنث حقیقی ۲۔ مؤنث لفظی

مؤنث حقیقی: اسے کہتے ہیں کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو خواہ علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو یا نہ

ہو جیسے امرأۃ کر اس کے مقابلے میں رجل ہے اور اثنان کے مقابلے میں حمار ہے۔

مؤنث لفظی: وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے طلحہ وعین۔

قوله شَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ

اعتراض: تانیث لفظی کے لئے علیت کو کیوں شرط قرار دیا گیا؟ اگر علیت کو شرط قرار نہ دیتے تو کیا خرابی

لازم آتی؟

جواب: تانیث لفظی میں علیت کو شرط قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ تانیث لفظی کی تاء بدلتی رہتی ہے جب اس

میں علیت پائی جائے گی تو اسے وضع ثانی کی حیثیت حاصل ہو جائے گی تو یہ تاء بدلے گی نہیں بلکہ کلے کا جزء بن جائے گی۔

قوله وَالْمَعْنَوِي كَذَا لِكَ

اعتراض: آپ نے تانیث معنوی کو تانیث لفظی کے مشابہ قرار دیا ہے حالانکہ تانیث لفظی اور معنوی

میں زمین و آسمان کا فرق ہے مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت کا پایا جانا ضروری ہے ان میں مشابہت نہیں پائی جاتی؟

جواب: مشابہت کی دو قسمیں ہیں (۱) مشابہت من کل الوجوه (۲) مشابہت من بعض الوجوه تو ہم نے تانیث

معنوی کو جو تانیث لفظی کے ساتھ مشابہت دی ہے من کل الوجوه نہیں بلکہ من بعض الوجوه ہے کہ جس طرح تانیث

لفظی میں علمیت شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علمیت شرط ہے تو علمیت ہونے میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

اعتراض: جب آپ نے کہا کہ تانیث معنوی بھی اسی طرح ہے تو اس کو بھی تانیث لفظی کے ساتھ اکٹھا

بیان کرنا چاہیے تھا یوں کہنا چاہیے کہ التانیث بالتاء والمعنوی شرطہ العلمیہ آپ نے تانیث معنوی کو انفصال کے ساتھ کیوں بیان کیا؟

جواب: ہم نے انفصال کے ساتھ جو میان کیا ہے وہ ایک فائدے کے لئے ہے وہ فائدہ یہ ہے کہ تانیث لفظی

میں جب علم پایا جائے گا تو اس وقت اسے غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور تانیث معنوی میں جب علم پایا جائے تو اسے غیر منصرف پڑھنا جائز ہے واجب نہیں اگر اکثاذ کرتے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔ قولہ فان سمعی الخ اگر مؤنث معنوی کسی مذکر کا

الْمَعْرِفَةُ شَرْطُهَا أَنْ تَكُونَ عِلْمِيَّةٌ الْعَجْمَةُ شَرْطُهَا أَنْ تَكُونَ عِلْمِيَّةٌ فِي الْعُجْمَةِ
وَتَحْرُكُ الْأَوْسَطِ أَوْ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَنَوْحٌ مُنْصَرَفٌ وَالشَّرُّ وَإِبْرَاهِيمُ مُسْتَبْعٌ -

ترجمہ: معرفہ اس کی (غیر منصرف ہونے کے لئے) شرط یہ ہے کہ علم ہو اور عجمہ اس کی (غیر منصرف کا

سبب بننے کے لئے) شرط یہ ہے کہ عجی زبان میں علم ہو اور متحرک الاوسط ہو یا تین حرف سے زائد ہو پس نوح منصرف ہے شتر اور ابراہیم کو منصرف پڑھنا ممتنع ہے۔

تجزیہ عبارت: غیر منصرف کا چوتھا سبب معرفہ کو بیان کرتے ہیں کہ معرفہ غیر منصرف کا سبب

اس وقت نے گاجب کہ اسمیں علیت پائی جائے جیسے زینب اس میں دو سبب پائے جا رہے ہیں (۱) تانیث معنوی (۲) علیت اور اگر معرفہ میں علیت نہیں پائی جائے گی تو غیر منصرف کا سبب نہیں بنے گا اس کے بعد عجمہ کو بیان کرتے ہیں عجمہ غیر منصرف کا سبب اس وقت نے گاجب کہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں ۔

(۱) عجمی زبان میں علم ہو (۲) متحرک الاوسط ہو جیسے شتر اگر متحرک الاوسط نہ ہو تو تین حروف سے زائد ہو جیسے

ابراہیم پس نوح منصرف ہے کیونکہ یہ عجبی زبان میں علم تو ہے مگر ساکن الاوسط ہے اور شتر غیر منصرف ہے کیونکہ یہ محترک الاوسط ہے اور ابراہیم بھی غیر منصرف ہے کیونکہ یہ عجبی زبان میں علم ہے اور تین حروف سے زائد ہے

[illegible]

تشریح: قوله الْمَعْرِفَةُ الخ |

فائدہ: معرفہ اسے کہتے ہیں جو معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو خواہ وہ ذوی العقول میں سے ہو جیسے زید و عمرو یا غیر ذوی العقول جیسے الشاة۔

قوله نَشْرُطُهَا أَنْ تَكُونَ عِلْمِيَّةً الخ |

اعتراض: معرفہ کی اور بھی بہت ساری اقسام ہیں مثلاً مضمرات، اسمائے اشارات وغیرہ ان کو شرط کیونکر قرار دیا؟

جواب: مضمرات، اشارہ، اسماء موصولہ مبنيات میں سے ہیں جب کہ غیر منصرف معرب کی قسم ہے معرب کے لئے مبنی کو کیسے شرط قرار دیا جاسکتا ہے۔

اعتراض: تو پھر اس طرح کہنا چاہیے تھا کہ علمیت غیر منصرف کا سبب ہے اس کے برعکس عبارت میں اتنا طول دینے کی کیا ضرورت تھی کہ پہلے معرفہ ذکر کیا پھر یہ کہا کہ اس کی شرط یہ ہے کہ یہ علم ہو؟

جواب: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اسباب منع صرف میں سے ہر سبب کسی نہ کسی کی فرع ہے تو معرفہ بھی نکرہ کی فرع ہے اور علمیت بھی لیکن معرفہ کا نکرہ کی فرع ہونا زیادہ واضح ہے نسبت علمیت کے نکرہ کی فرع ہونے کے اس لئے عبارت میں طول دینا پڑا۔

فائدہ: معرفہ وصف کے علاوہ باقی اسباب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے کیونکہ وصف ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے جب کہ معرفہ ذات معین پر تو یہ دونوں آپس میں ضدین ہیں اور کوئی چیز اپنی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہے۔

قوله الْعُجْمَةُ نَشْرُطُهَا الخ |

فائدہ: عجمہ سے مراد وہ اسم ہے جو عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان کا علم ہو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

(۱) علم ہو (۲) متحرک الاوسط ہو جیسے شتر اور اگر متحرک الاوسط نہ ہو تو تین حرف سے زائد ہو جیسے ابراہیم تو نوح کو منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ یہ نہ متحرک الاوسط ہے نہ تین حرف سے زائد۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ عجمہ کے لئے عجمی زبان میں علم ہونا ضروری ہے جب کہ بعض مثالوں میں عجمی زبان

میں علم نہیں ہے بلکہ عربی میں علم ہے پھر بھی اسے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے جیسے قالون عجمی زبان میں ہر جید شی کو کہتے ہیں بعد میں عمدہ قرأت کی وجہ سے امام نافع کے ایک شاگرد کا نام ہو گیا یہ عربی زبان میں علم ہے عجمی میں نہیں ہے۔
جواب: ہم نے عجمی زبان میں علم ہونے کی جو شرط لگائی ہے اس میں عموم ہے، خواہ حقیقتاً علم ہو یا حکماً، حقیقتاً علم کی مثال جیسے ابراہیم و اسماعیل کہ یہ عجمی زبان میں علم تھے اور حکماً علم کی مثال جیسے قالون کہ یہ عجمی زبان میں عام وصف تھا مگر اسے عربی میں علم بنا دیا گیا۔

فائدہ ۱- حکما کی قید سے وہ اسماء بھی داخل ہو گئے جو پہلے عجمی زبان میں استعمال ہوتے تھے بعد میں حروف کی تبدیلی سے عربی میں منتقل ہو گئے جیسے جرجان، اصل میں گرگان تھا اور آذربائیجان اصل میں آذر بایرگان تھا حروف کی تبدیلی کر کے عربی میں استعمال کئے جانے لگے۔

فائدہ ۲: انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی میں سے چھ انبیاء علیہم السلام کے اسماء منصرف ہیں باقی تمام انبیاء کے اسماء غیر منصرف ہیں وہ چھ نام یہ ہیں صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ، لوط علیہ السلام، نوح علیہ السلام پہلے چار اس وجہ سے منصرف ہیں کہ ان میں صرف ایک سبب علیت پایا جاتا ہے دوسرا سبب موجود نہیں ہے اور آخری دو، یعنی نوح اور لوط میں اگرچہ دو سبب علیت اور عجمہ پائے جاتے ہیں مگر عجمہ کی شرط یعنی تحرک الاوسط یا زائد علی الثلاثہ نہیں پائی جارہی ہے۔ ہولت حفظ کے لئے کسی نے ان ناموں کو شعر میں بیان کیا ہے شعر:

گر خواہی کہ یابی نام ہر پنجمبرے
تا کدام است نزد نحوی منصرف ولا یصرف
صالح و ہود و محمد ﷺ با شعیب و نوح و لوط
این ہمہ ما دان منصرف دیگر ہمہ را لا یصرف

الْجَمْعُ شَرْطُهُ صِغَةُ مُنْتَهَى الْجُمُوعِ بِغَيْرِ هَاءٍ كَمَسَاجِدَ وَمَصَابِيحَ وَأَمَّا قَرَارَتُهُ
فَمَنْصَرِفٌ وَحَضْرًا جُرْ عَلَمًا لِلضَّبْعِ غَيْرُ مَنْصَرِفٍ لِأَنَّهُ سَقُولٌ عَنِ الْجَمْعِ وَسَرَاوِيلُ
إِذَا لَمْ يُصَرَفْ وَهُوَ الْأَكْثَرُ فَقَدْ قِيلَ أَعْجَمْتُ حِمْلًا عَلَى مُوَازِنِهِ وَقِيلَ عَرَبِيٌّ
جَمْعٌ سَرَوَالَةٍ تَقْدِيرًا وَإِذَا صُرِفَ فَلَا إِشْكَالَ وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفَعًا وَجَرَّ أَكْقَاضٍ۔

ترجمہ: جمع کی (غیر منصرف کا سبب بننے کی) شرط یہ ہے کہ فقہی الجموع کا صیغہ ہو بغیر ہاء کے جیسے مساجد اور مصانع اور بہر حال فرازنہ منصرف ہے اور حضاجر یہ جو کا علم ہے اور غیر منصرف ہے اسلئے کہ یہ جمع سے منقول ہے اور سراویل جب اسے منصرف نہ پڑھا جائے یعنی غیر منصرف ہو اور یہی اکثر استعمال ہوتا ہے پس کہا گیا ہے کہ یہ عجمی (لفظ) ہے اسے اپنے ہم وزنوں پر محمول کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ عربی ہے سر والہ کی جمع ہے تقدیر اور جب اسے منصرف پڑھا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں اور جوار کی مثل کا اعراب رفعی و جری حالت میں قاض کی طرح ہے۔

تجزیہ عبارت: صاحب کافیہ غیر منصرف کا چھٹا سبب بیان کرتے ہیں کہ جمع کا صیغہ غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور جمع فقہی الجموع اسے کہتے ہیں کہ جمع کی انتہا ہو گئی ہو اور آگے اسکی جمع نہ بن سکتی ہو فقہی الجموع کا وزن یہ ہے کہ پہلا حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو اور الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف ہو جو مشدد ہو جیسے دواب و الیہ کی جمع ہے یا الف جمع کے بعد تین حرف ہوں اور درمیان والا حرف ساکن ہو جیسے مصانع اور مذاہق مصباح اور مفتاح کی جمع ہیں۔ اسکے بعد صاحب کافیہ فقہی الجموع کی شرط ذکر کرتے ہیں کہ فقہی الجموع غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گا جب اس کے آخر میں تاء نہ ہو جو وقف کی حالت میں ہاء سے بدل جائے جیسے مساجد اور مصانع وغیرہ اور اگر اس کے آخر میں تاء ہو جو حالت وقف میں ہاء ہو جائے تو اسے منصرف پڑھا جائے گا جیسے فرازنہ، فرزون کی جمع ہے اگرچہ فقہی الجموع کا وزن ہے مگر اس کے آخر میں تاء ہے جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں حضاجر حضور کی جمع ہے پہلے یہ مطلق بڑے پیٹ والے کو کہتے تھے بعد میں جو کا علم بن گیا کیونکہ وہ قبریں کھود کر مردے نکالتا ہے اور اس کا پیٹ بڑا ہوتا ہے اس میں فقہی الجموع کا وزن پایا جاتا ہے اس بنا پر یہ غیر منصرف ہے اور سراویل میں اختلاف ہے بعض منصرف کہتے ہیں اور بعض غیر منصرف، منصرف کہنے والوں پر تو کوئی اشکال نہیں البتہ غیر منصرف کہنے والوں سے غیر منصرف کہنے کی وجہ پوچھی جائیگی تو بعض کہتے ہیں یہ عجمی زبان میں علم ہے اسے مصانع وغیرہ پر محمول کر کے غیر منصرف کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی میں علم ہے اور یہ سر والہ کی جمع ہے اس کے بعد فرمایا کہ جو فواعل کا وزن ہو خواہ وہ ناقص واوی ہو یا ناقص یائی اسکا اعراب رفعی اور جری حالت میں قاض کی طرح ہوگا۔

تشریح: قوله الْجَمْعُ الخ |

اعتراض: آپ نے جمع کو غیر منصرف کا سبب قرار دیا ہے جب کہ رجال مسلمون وغیرہ بھی توجع ہیں مگر غیر منصرف نہیں ہیں تو آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں۔

جواب: جمع سے مطلق جمع مراد نہیں ہے بلکہ وہ جمع مراد ہے جو مثنوی المجموع کے وزن پر ہو رجال، مسلمون مثنوی المجموع کے وزن پر نہیں۔

قوله بَعِيْرَهَاۗءِ |

اعتراض: آپ نے جمع مثنوی المجموع کے آخر میں ہاء نہ ہونے کی شرط لگائی ہے حالانکہ فوارہ کے آخر میں ہاء ہے مگر آپ اسے غیر منصرف کہتے ہیں۔

جواب: ہاء سے مراد وہ تاء ہے جو حالت وقف میں ہاء سے بدلے جیسے فرازنہ کی تاء حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے لیکن فوارہ کی ہاء تاء سے نہیں بدلتی بلکہ اصلی ہے۔

قوله حَضَاجِرٌ عَلَمًا لِلضُّعِ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: حضاجر کو منصرف پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں علیت کے علاوہ کوئی اور سبب موجود نہیں ہے اور دوسرا مثنوی المجموع قرار دینا بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ اسم جنس ہے ایک جو پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور دو یا دوسے زائد پر بھی۔

جواب: مثنوی المجموع میں عموم ہے خواہ اصل کے اعتبار سے جمع ہو یا فی الحال جمع ہو تو حضاجر اگرچہ بعد میں جو کا علم بنادیا گیا ہے عظیم البطن ہونے کی وجہ سے، لیکن اصل کے اعتبار سے یہ حضجر کی جمع ہے گویا ہر فرد اس کا عظیم البطن ہونے میں ایک جماعت کے برابر ہے۔

قوله سَرَ اَوِيْلُ الخ | جو لوگ اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں ان پر اعتراض ہوتا ہے۔

اعتراض: حضاجر میں تو ہم نے مان لیا کہ وہ حضجر کی جمع ہے اصل کے اعتبار سے جب کہ سر اویل نہ فی الحال جمع ہے نہ اصل کے اعتبار سے تو اسے غیر منصرف کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب: ا یہ عجمی لفظ ہے اسکے ہم وزن الفاظ انا عیم مصاص وغیرہ پر محمول کر کے اسے غیر منصرف کہا ہے ان کے نزدیک جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع مثنوی المجموع حقیقی (۲) حکمی، تو سر اویل جمع مثنوی المجموع حکمی ہے۔

جواب : ۲- مبرّد نے کہا ہے کہ یہ عربی لفظ ہے یہ لفظ چونکہ عربی میں غیر منصرف استعمال ہوتا تھا لیکن

اس میں غیر منصرف ہونیکا کوئی سبب نہ تھا اس وجہ سے اس کا مفرد سر والہ فرض کر لیا گیا ہے، ان کے نزدیک جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقہ (۲) تقدیراً تو سر اوایل سر والہ کی جمع تقدیراً ہے۔

قوله وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفْعًا وَجَرًّا الخ |

فائدہ : یہاں سے ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر وہ جمع ناقص جو فاعل کے وزن پر ہو خواہ ناقص واوی ہو

جیسے دواعی، یا ناقص یائی ہو جیسے جوار، اسکا اعراب حالت رفعی و جری میں قاض کی طرح ہے۔

اعتراض : جوار کی حالت رفعی و جری بیان کرنا انحراف عن المقصود ہے کیونکہ مقصود تو جوار کو منصرف یا غیر

منصرف قرار دینا ہے نہ کہ اس کا اعراب بیان کرنا۔

جواب : جوار کے منصرف غیر منصرف ہونے میں نحو یوں کا اختلاف ہے اسے بیان کرتے تو بات طویل ہو جاتی

اختصار کے پیش نظر اسکا اعراب بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا۔

فائدہ : بعض نحوی جوار کو منصرف کہتے ہیں اور بعض غیر منصرف کہتے ہیں البتہ حالت نصبی میں غیر منصرف

ہونے پر سب نحو یوں کا اتفاق ہے حالت رفعی اور جری میں منصرف غیر منصرف ہونے کے بارے میں تین مذاہب ہیں

۱- زجاج نحوی کہتے ہیں کہ جوار تعلیل سے قبل بھی منصرف ہے اور بعد میں بھی۔

۲- قبل از تعلیل و بعد از تعلیل دونوں صورتوں میں غیر منصرف ہے یہ کسی کا مذہب ہے۔

۳- تعلیل، سیبویہ اور مبرّد کا مذہب یہ ہے کہ تعلیل سے قبل منصرف اور تعلیل کے بعد غیر منصرف ہے۔

اعتراض : یہ قاعدہ ناقص واوی اور ناقص یائی دونوں کے لئے ہے جب کہ مصنف نے صرف ناقص یائی کی

مثال پر اکتفا کیا ہے۔

جواب : تعلیل کے بعد دونوں کا مال چونکہ ایک ہو جاتا ہے اسلئے ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جیسے جوار اصل میں

جوار، جوار تھا اور ناقص واوی کی مثال جیسے دواعی اصل دواعی تھا تعلیل کے بعد دواعی بن گیا جوار کی طرح۔

قوله كَقَاضٍ |

اعتراض : قاض میں کاف تشبیہ کیلئے ہے جب کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت ضروری ہے، اور یہاں مشابہت

نہیں ہے، اس لیے کہ قاضی مفرد ہے اور جوار جاریہ کی جمع ہے تو یہ تشبیہ دینا صحیح نہیں ہے۔

جواب: مشابہت من بعض الوجوہ ہے یعنی جوار کا اعراب حالت رفی و جری میں قاض کے اعراب کے مشابہ ہے، یہ مراد نہیں کہ صیغہ کے اعتبار سے جوار، قاض کے مشابہ ہے۔

الَّتَرْكِيبُ شَرْطُهُ الْعِلْمِيَّةُ وَأَنْ لَا يَكُونَ بِإِضَافَةٍ وَلَا أَسْنَادٍ مِثْلُ بَعْلَبِكَ الْآلِفُ
وَالْتَّوْنُ إِنْ كَانَتْ فِي إِسْمٍ فَشَرْطُهُ الْعِلْمِيَّةُ كَعِمْرَانَ أَوْ صِفَةٍ فَإِنْتِفَاءً فَعَلَانَةٍ
وَقِيلُ وَجُودُ فَعْلَى وَمِنْ ثَمَّ اخْتَلَفَ فِي رَحْمَنِ دُونَ سَكْرَانَ وَنَدْمَانَ۔

ترجمہ: ترکیب (کے غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط یہ ہے کہ علم ہو، اور اسمیں اضافت اور اسناد نہ ہو جیسے بعلبک اور الف نون زائد تان اگر یہ دونوں اسم میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو جیسے عمران، اگر صفت میں ہوں تو (اس کی شرط یہ ہے کہ) اس کی مؤنث فعلانہ کے وزن پر نہ آتی ہو اور کہا گیا ہے (کہ شرط یہ ہے) مؤنث فعلی کے وزن پر پائی جائے اسی بناء پر (نحویوں میں) لفظ رحمن میں اختلاف کیا گیا ہے نہ کہ سکران اور ندمان میں۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافہ غیر منصرف کا ساواں سبب بیان کر رہے کہ ترکیب غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گی جب کہ وہ اسم علم ہو اور اس میں اضافت اور اسناد نہ ہو جیسے بعلبک، اس کے بعد غیر منصرف کا آٹھواں سبب بیان کیا ہے یعنی الف نون زائد تان جب کہ اسم کے آخر میں ہوں، تو اس وقت یہ غیر منصرف بنے گا جب کہ یہ علم ہو جیسے عمران، عثمان، اور نعمان، اور اگر الف نون زائد تان اسم کی بجائے صفت کے آخر میں ہوں تو بعض نحوی کہتے ہیں کہ اس کی شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث فعلانہ کے وزن پر نہ آتی ہو اگر فعلانہ کے وزن پر ہوئی تو منصرف ہوگا جیسے ندمان کہ اس کی مؤنث ندمانہ ہے اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ الف نون زائد تان اگر صفت کے آخر میں ہو تو غیر منصرف بننے کیلئے فعلی کے وزن پر مؤنث کا آنا ضروری ہے جیسے سکران کی مؤنث سکرئی آتی ہے تو ان کے نزدیک یہ بھی غیر منصرف ہوگا اس کے بعد فرمایا کہ اسی اختلاف کی بناء پر لفظ رحمن میں نحویوں کا اختلاف پڑ گیا کہ منصرف ہے یا غیر منصرف۔

تشریح: فوہ التَّرْكِيبُ الخ

فائدہ: ترکیب دو اسموں کو ایک کرنے کو کہتے ہیں جیسے بعلبک اور معد یکرب، اور ترکیب کے غیر منصرف کا سبب

بننے کے لئے علیت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ نسبت اضافی اور اسنادی نہ ہو۔

اعتراض: ترکیب کیلئے علیت کی شرط لگانے کی کیا وجہ ہے وصف وغیرہ کی شرط بھی لگائی جاسکتی تھی۔

جواب: علیت کی شرط اس لیے لگائی تاکہ اس میں تغیر و تبدل نہ ہو کیونکہ اعلام بقدر الامکان تغیر سے محفوظ

ہوتے ہیں تو جب ترکیب میں علیت پائی جائے گی، اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔

اعتراض: ۲ آپ نے ترکیب کے سبب بننے کیلئے علیت کی شرط لگائی جب کہ انجم اور بھری جیسی

مثالوں میں ترکیب بھی ہے اور علیت بھی، مگر پھر بھی وہ منصرف ہیں تو آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے انجم یہ دو کلموں الف لام اور انجم سے مرکب ہے اور اس میں علیت بھی ہے کہ یہ ایک خاص ستارے کا نام ہے اور بھری دو کلموں بھرہ اور یاء نسبت سے مرکب ہے یہ بھی علم ہے۔

جواب: ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو اسموں کو ایک کیا جائے ان مثالوں میں دو اسموں کو ایک نہیں کیا گیا

بلکہ ایک اسم اور حرف کو ایک کیا گیا ہے لہذا یہ منصرف ہیں۔

قوله وَأَنْ لَا يَكُونَ بِإِضَافَةٍ وَلَا أَسْنَادٍ إلخ

فائدہ: ترکیب میں نسبت اضافی و اسنادی کی نفی اس لیے کی گئی ہے کہ ترکیب اضافی اسم مضاف کو منصرف بنادیتی

ہے یا منصرف کے حکم میں کر دیتی ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ترکیب اضافی مضاف کو تو منصرف بنادے اور مضاف الیہ میں عمل نہ کرے تو غیر منصرف کو منصرف ہونے سے چھانے کیلئے اضافت کی نفی کی اور نسبت اسنادی کی نفی اس لیے کی ہے کہ مرکب اسنادی جب کسی کا علم ہو تو وہ بنی ہو جائے گا اور غیر منصرف معرب کی قسم ہے اسلئے ضدین کے اجتماع سے بچنے کیلئے نسبت اسنادی کی نفی کی۔

قوله الْأَلِفُ وَالْتَّوْنُ إلخ

فائدہ: الف نون زائد تان اگر اسم کے آخر میں ہوں تو منع صرف کا سبب بننے کیلئے علیت شرط ہے جیسے عثمان اور عمران۔

قوله شَرْطُهُ

اعتراض: شرط کی ضمیر مفرد الف نون زائد تان کی طرف راجع ہے جو کہ تثنیہ ہے تو راجع اور مرجع

میں مطابقت نہیں کہ ضمیر مفرد ہے اور مرجع تثنیہ ہے۔

جواب: الالف والنون میں اول بمعنی مع کے ہے تو یہ دونوں مل کر ایک سبب بن گئے ہیں اس اعتبار سے ان کی طرف مفرد کی ضمیر راجع کرنا درست ہوا۔

قوله الْعَلَمِيَّةُ |

اعتراض: آپ نے اسم کے آخر میں الف نون زائد تان کا ہونا غیر منصرف کا سبب قرار دیا ہے حالانکہ سعد ان کے آخر میں بھی الف نون زائد تان ہیں مگر وہ غیر منصرف نہیں ہے؟

جواب: محض الف نون زائد تان کا اسم کے آخر میں ہونا سبب بننے کے لئے کافی نہیں بلکہ علیت کی شرط بھی ضروری ہے سعد ان علم نہیں بلکہ یہ جنگلی گھاس کو کہتے ہیں۔

قوله وَبَيْنَ ثَمَّ اخْتَلَفَ فَمِنْ رَحْمَانَ الْع

فائدہ: صفت کے آخر میں الف نون زائد تان ہو تو انشاء فعلانہ شرط ہے یا وجود فعلی، اس میں اختلاف ہے اسی اختلاف کی بنا پر نحو یوں کار حمن کے منصرف و غیر منصرف ہونے کے بارے میں اختلاف ہو گیا جو لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ جس صفت کے آخر میں الف نون زائد تان ہیں اسکی مؤنث فعلانہ نہ ہو، ان کے نزدیک لفظ ر حمن غیر منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ لفظ ر حمن کی مؤنث اصلاً ہے ہی نہیں چہ جائیکہ اس کی مؤنث رحمانہ آئے اور جنہوں نے اس کی مؤنث فعلی کے وزن پر آنا ضروری قرار دیا ہے ان کے نزدیک لفظ ر حمن منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ جب لفظ ر حمن کی مؤنث ہی نہیں تو فعلی کے وزن پر کیسے آئیگی لہذا لفظ ر حمن منصرف ہوگا اور سکران میں کوئی اختلاف نہیں یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث سکرای فعلی کے وزن پر آتی ہے تو جنہوں نے وجود فعلی کی شرط لگائی ہے ان کی شرط بھی پوری ہو گئی اور جنہوں نے انشاء فعلانہ بھی شرط لگائی ان کی شرط بھی پوری ہو گئی کیونکہ اس کی مؤنث فعلی ہے فعلانہ لہذا نہیں ہے اور ندمان میں تفصیل ہے اگر ندمان بمعنی ندیم کے ہو تو بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی مؤنث ندمانہ آتی ہے اور اگر بمعنی نادم ہو تو بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اسکی مؤنث اس صورت میں ندی فعلی کے وزن پر آتی ہے۔

وَزَنُ الْفِعْلِ شَرْطُهُ أَنْ يَخْتَصَّ بِهِ كَشَمَرٍ وَصُرْبٍ أَوْ يَكُونُ فِي أَوَّلِهِ زِيَادَةٌ كَزِيَادَتِهِ غَيْرَ قَابِلٍ لِلتَّاءِ وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ أَحْمَدُ وَانْصَرَفَ يَعْمَلُ وَمَا فِيهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثَّرَةٌ إِذَا نُكِرَ صُرِفَ لِمَا تَبَيَّنَ مِنْ أَنَّهَا لَا تُجَابِعُ مُؤَثَّرَةً إِلَّا مَا هِيَ شَرْطُ فِيهِ إِلَّا الْعَدْلَ وَوَزَنُ الْفِعْلِ وَهُمَا مُتَضَادَّانِ فَلَا يَكُونُ مَعَهَا إِلَّا أَحَدُهُمَا فَإِذَا نُكِرَ بَقِيَ بِلَا سَبَبٍ أَوْ عَلَى سَبَبٍ وَاحِدٍ

ترجمہ: وزن فعل کے (غیر منصرف کا سبب بننے) کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جیسے

شمر اور ضرب یا (اس) کے شروع میں (حروف اتین میں سے کسی حرف کی) زیادتی ہو جیسے اس (فعل) کے شروع میں زیادتی ہوتی ہے وہ (اسم) تاء کو قبول کرنے والا نہ ہو، اسی وجہ سے احرار کو منصرف پڑھنا ممنوع ہے اور یعمل منصرف ہے اور ہر وہ اسم (غیر منصرف) جس میں علیت مؤثر ہو جب اسے نکرہ بنایا جائے تو وہ منصرف بن جائے گا جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ علیت کسی چیز میں مؤثر ہو کر جمع نہیں ہوتی مگر جس میں علیت شرط ہو، مگر عدل اور وزن فعل میں (ان دونوں میں علیت بغیر شرط کے مؤثر ہے) اور وہ دونوں (عدل اور وزن فعل) متضاد ہیں پس علیت ان دونوں کے ساتھ نہیں آئے گی بلکہ ان دونوں میں کسی ایک کے ساتھ آئے گی (تو جس میں علیت شرط یا سبب ہے) جب اسے نکرہ بنایا جائے گا تو بغیر سبب کے باقی رہ جائے گا یا ایک سبب کے ساتھ باقی رہ جائے گا (اس لئے منصرف ہو جائے گا)۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافیہ غیر منصرف کا نواں سبب وزن فعل بیان کر رہے ہیں کہ جو

اسم فعل کے وزن پر ہو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جیسے شمر کہ باب تفعیل سے فعل ماضی کا وزن ہے لیکن اسے گھوڑے کا علم بنادیا گیا ہے۔

اور ضرب فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے کسی کا علم بنادیا جائے تو یہ غیر منصرف ہو جائیگا اور اگر وہ وزن فعل کے ساتھ مختص تو نہ ہو لیکن اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو جیسے فعل مضارع کے شروع میں اتین کے چار حروف میں سے کوئی ایک حرف ہوتا ہے تو بھی وہ غیر منصرف ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ اس وقت اسم کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جائے اسی بنا پر احرار یہ غیر منصرف ہے اور یعمل منصرف ہے کیونکہ اس کے آخر میں تاء آتی ہے جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے جیسے کہا جاتا ہے نَاقَةٌ یَعْمَلُہَا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جس اسم میں علیت شرط یا سبب ہو جب اسے نکرہ بنا دیا جائے تو وہ منصرف ہو جائے گا کیونکہ اسم بغیر سبب کے رہ جائیگا یا ایک سبب کے ساتھ رہ جائے گا کیونکہ یہ بات اسباب منع صرف اور اس کی شرائط میں بیان ہو چکی ہے کہ علیت مؤثر ہو کر صرف اسی وقت سبب بنتی ہے جب کہ یہ شرط ہو البتہ عدل اور وزن فعل کے ساتھ بغیر شرط کے بھی مؤثر ہو کر سبب بنتی ہے اور عدل اور وزن فعل چونکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے کہ دونوں کے اوزان مختلف ہیں اس لئے ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ایک اسم میں عدل اور وزن فعل اور علیت تینوں جمع ہو جائیں کہ علیت کے بعد

بھی دو سبب باقی رہیں اس لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پائی جائے گی تو جن اسباب کے ساتھ علمیت شرط ہے علمیت کے ختم ہونے سے وہ اسم بلا سبب کے باقی رہ جائے گا، اور جن میں محض سبب ہو کر مؤثر ہے وہ ایک سبب کے ساتھ باقی رہ جائیں گے چنانچہ منصرف ہوں گے۔

تشریح: قوله وَزَنَ الْفِعْلُ الْخ

فائدہ: وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے ضروری ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ محض ہو اور اسم میں فعل سے منقول ہو کر پایا جائے جیسے شمر یہ تشمیر سے ماضی معروف کا صیغہ ہے اب فعل سے منقول ہو کر گھوڑے کا علم ہو گیا اور مناسبت دونوں کے درمیان یہ ہے کہ تشمیر کا معنی ہے دامن سمیٹنا کوئی شخص تیز رفتاری کا ارادہ کرتا ہے تو دامن سمیٹ لیتا ہے اسی مناسبت سے تیز رفتار گھوڑے کا نام شمر رکھ دیا گیا اسی طرح بذر تہذیر سے مشتق ہے جس کا معنی اسراف اور فضول خرچی ہے پھر مکہ مکرمہ کے ایک کثیر الماء چشمے یعنی زمزم کا نام رکھ دیا گیا وجہ مناسبت ظاہر ہے کہ ہر شخص آب زمزم کو بلاروک لوک استعمال کرتا ہے، اسی طرح ضرب جب کسی شخص کا علم بنادیا جائے تو یہ بھی غیر منصرف بن جائے گا اگر وہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسم میں بھی استعمال ہوتا ہو اور فعل میں بھی تو پھر غیر منصرف بننے کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کے شروع میں علامت مضارع میں سے کوئی ایک حرف ہو، جیسے - شمر تغلب، نر جس، احمد، لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس اسم کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جائے وگرنہ منصرف ہو جائے گا جیسے لعل کہ اسکے آخر میں تاء آتی ہے اس لئے یہ منصرف ہے جیسے عربی محاورہ ہے ناؤۃ بعلملہ۔

قوله اَنْ يَخْتَصَّ بِهِ الْخ

اعتراض: لفظ مختص ذکر کرنا صحیح نہیں کیونکہ خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ ما يختص به ولا يوجد فی غیرہ تو شمر اور ضرب فعل کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اسم میں بھی مستعمل ہوتے ہیں۔

جواب: یہ اوزان ابتدائے فعل ہی کے ساتھ خاص ہیں اسم کے ساتھ خاص نہیں اگر اسم میں استعمال بھی ہوں تو فعل سے منقول ہو کر استعمال ہوتے ہیں تو اسم کے ساتھ خاص ہونا باعتبار نقل کے ہے۔

قوله ضُرِبَ الْخ

اعتراض: شمر فعل معروف کا صیغہ ہے اور ضرب مجہول کا اسے بھی معروف ذکر کرنا چاہیے تھا تاکہ

کے ساتھ مطابقت ہو جاتی۔

جواب: ضرب فعل مجہول کا صیغہ اسلئے لائے کہ یہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہے اور معروف کا صیغہ ضرب بر وزن فَعَّلَ یہ فعل کے ساتھ مختص نہیں اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے شَجَرَ حَجَرَ صَخَرَ۔

قوله وَإِنْصَرَفَ يَعْمَلُ الْخ

اعتراض: بعمل کے شروع میں حروف اتین میں سے یاء ہے اسے منصرف کیوں کہا غیر منصرف کہا جاسیے تھا۔

جواب: ہم نے اس میں یہ شرط بھی ذکر کی ہے کہ اسمیں ایسی تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جائے يَعْمَلُ کے آخر میں تاء آگئی ہے جیسے کہا جاتا ہے ناقصہ۔

قوله وَمَا فِيهِ عِلْمِيَّةُ الْخ

فائدہ: ان غیر منصرف کے بعض اسباب ایسے ہیں جن کے ساتھ علمیت شرط ہو کر بھی جمع ہوتی ہے اور سبب ہو کر بھی اور بعض اسباب ایسے ہیں جن کے ساتھ صرف بطور سبب کے جمع ہوتی ہے بطور شرط کے نہیں اور بعض اسباب ایسے ہیں جن کے ساتھ علمیت نہ بطور شرط مستعمل ہوتی ہے نہ بطور سبب کے۔

پہلی قسم میں معرفہ تانیث لفظی و معنوی عئمہ ترکیب الف نون زائد تان شامل ہیں کہ انکے ساتھ علمیت بطور شرط بھی اور بطور سبب بھی مستعمل ہوتی ہے اور دوسری قسم میں عدل اور وزن فعل ہیں کہ ان کے ساتھ علمیت صرف بطور سبب کے مستعمل ہوتی ہے ان کے لئے علمیت شرط نہیں اور تیسری قسم میں وصف ہے کہ وصف اور علمیت آپس میں متضاد ہیں کیونکہ علمیت خصوصیت کا تقاضا کرتی ہے اور وصفیت عمومیت کا۔

فائدہ: جن اسباب کے لئے علمیت شرط ہے جب وہ اسم نکرہ ہو جائے تو منصرف بن جائے گا کیونکہ علمیت بذات خود سبب بھی ہے اور دوسرے سبب کے لیے شرط بھی ہے تو جب علمیت ختم ہو گئی تو وہ سبب بھی مؤثر نہیں رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے اذا فات الشرط فانت المشرط تو اسم میں کوئی سبب بھی باقی نہ رہا لہذا اسم منصرف ہو جائے گا اور جن اسباب کے ساتھ علمیت صرف بطور سبب کے مستعمل ہے شرط نہیں جیسے عدل اور وزن فعل جب اسم کو نکرہ بنا دیا جائے تو وہ بھی منصرف ہو جائے گا کیونکہ نکرہ بننے کی وجہ سے علمیت ختم ہو جائے گی صرف ایک سبب عدل یا وزن فعل باقی رہ جائے گا اور ایک سے اسم غیر منصرف نہ نہیں بنتا۔

فائدہ: ۳ اسم نوکمرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ علم سے وصف مشہور مراد لیا جائے جیسے لکل فرعون سوئی فرعون سے مراد باطل پرست لیا جائے اور موسیٰ سے حق پرست یعنی ہر باطل پرست کے مقابلے میں حق پرست ضرور ہوتا ہے تو اس مثال میں دونوں علم سے وصف مشہور مراد لینے کے سبب یہ دونوں نکرہ بن گئے۔

۲۔ اس علم کی مسلمی جماعت میں سے ایک فرد مراد لیا جائے جیسے زید ایک جماعت کا نام ہو تو روایت زید اکٹھے والا اس جماعت میں سے ایک فرد غیر معین مراد لے تو یہ نکرہ بن جائے گا کیونکہ اس میں متعین نہیں کہ کونسا زید مراد ہے۔

قوله وَهُمَا مُتَضَادَّانِ الْغ

اعتراض: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے آپ نے کہا عدل اور وزن فعل کے ساتھ علیت صرف بطور سبب کے جمع ہوتی ہے بطور شرط کے نہیں تو ہو سکتا ہے کہ ایک اسم میں تین سبب پائے جائیں علیت عدل اور وزن فعل جب علیت ختم ہو گئی تو دو سبب یعنی عدل اور وزن فعل باقی ہیں اس لئے اسم غیر منصرف ہو سکتا ہے علیت کے نہ ہوتے ہوئے بھی جب کہ آپ نے کہا کہ اس صورت میں اسم میں صرف ایک سبب باقی رہ جائے گا اور منصرف بن جائے گا

جواب: وہاں متضاد ان کے سے اس اعتراض کا جواب دیا کہ عدل اور وزن فعل دونوں آپس میں متضاد ہیں ایک اسم میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ عدل کے اوزان فعل کے اوزان سے مختلف ہیں تو آپ کے مفروضے کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔

فائدہ: عدل کے اوزان مندرجہ ذیل ہیں ان میں سے کوئی وزن ایسا نہیں جو فعل کے اوزان معتبرہ میں سے ہو

۱۔ افعال جیسے ثلاث ۲۔ مفعول جیسے مَذَّاع ۳۔ فَعُل جیسے اُخْرُ ۴۔ فَعَلَ جیسے نَحْرُ ۵۔ فَعَلَ جیسے اُمَس۔

وَخَالَفَ، يَسْتَبَوِيهِ الْأَخْفَشُ فَمِنْ مِثْلِ أَحْمَرَ عَلَمًا إِذَا نَكَّرَ إِعْتِبَارًا لِلصِّفَةِ الْأَصْلِيَّةِ
بَعْدَ التَّنْكِيرِ وَلَا يَلْزَمُهُ بَابُ حَاتِمٍ لِمَا يَلْزَمُ مِنْ إِعْتِبَارِ الْمُتَضَادِّينِ فِي حُكْمٍ وَاحِدٍ
وَجَمِيعُ الْبَابِ بِاللَّامِ أَوْ بِالْأَضَافَةِ يَنْجَرُ بِالْكَسْرِ۔

فعل
اللام
فعل

ترجمہ: اور سیبویہ نے انھیں کی مخالفت کی ہے احمر کی مثل میں جب کہ علم ہو جب اسے نکرہ بتایا جائے گا (پھر بھی غیر منصرف رہے گا) تنکیر کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے اور سیبویہ پر لازم نہیں آتا حاتم کی مثل میں وصف کا اعتبار کرنا اس لئے کہ (حاتم میں وصف کا اعتبار کرنے سے) دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا لازم آئے گا ایک حکم میں اور غیر منصرف کے تمام باب میں جب الف لام داخل ہو یا اضافت ہو تو کسرہ کے ساتھ مجرور ہوگا۔

تجزیہ عبارت: یہاں سے صاحب کافیہ سیبویہ اور انھیں کی مخالفت بیان کرتے ہیں سیبویہ کہتے ہیں کہ احمر کی مثل میں اگر علیت کو ختم بھی کر دیا جائے تو بھی یہ غیر منصرف ہی رہتا ہے اس میں دو سبب موجود ہیں ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل لیکن انھیں کہتے ہیں کہ احمر کو جب نکرہ بتایا جائے تو اس میں علیت ختم ہو جائے گی اس میں صرف ایک سبب وزن فعل باقی رہ جائے گا اور علیت کی وجہ سے وصفیت زائل ہو چکی تھی وہ لوٹ کر واپس نہیں آئے گی چنانچہ یہ منصرف رہے گا۔

اس کے بعد صاحب کافیہ انھیں کی طرف سے سیبویہ پر ہونے والے اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ سیبویہ نے حاتم میں وصف اصلی کا اعتبار اس لئے نہیں کیا کہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے اسلئے کہ وصفیت اور علیت دونوں جمع نہیں ہو سکتیں اس کے بعد فرمایا کہ ہر اسم غیر منصرف جب اس پر الف لام داخل ہو یا کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو تو اس پر حالت جری میں کسرہ آئے گا۔

تشریح: قوله خَالَفَ سِبْيَوِيَّهَ الخ

اعتراض: خالف مخالفت سے مشتق ہے اور اس کا فاعل سیبویہ ہیں جو کہ انھیں کے استاذ ہیں جب کہ عربی محاورے میں مخالفت کی نسبت ادنیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور ادب کا تقاضا بھی یہی ہے اسلئے مخالفت کی نسبت انھیں کی طرف ہونی چاہیے تھی۔

جواب: ایہاں مفعول کو مقدم کیا گیا ہے اصل میں خالف کا فاعل انھیں ہی ہے لیکن یہ جواب ضعیف ہے اس لئے کہ اعتباراً للصفة الخ یہ مفعول لہ ہے خالف کا اور قاعدہ ہے کہ مفعول لہ اور فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ صفت اسلیہ کا اعتبار سیبویہ ہی کرتے ہیں اسلئے فعل معلل بہ کا فاعل بھی سیبویہ ہی ہونا چاہیے نہ کہ انھیں۔

جواب ۲: یہاں محاورے کا لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ موقف کی قوت و ضعف کا لحاظ کیا گیا ہے تو انھیں کا

موقف چونکہ قوی ہے جمہور نحاۃ کے مذہب کے موافق ہونے کی وجہ سے اسلئے وہ اعلیٰ ہوا حبست سیبویہ کے مذہب کے اس لئے مخالفت کی نسبت سیبویہ کی طرف کردی گئی۔

فائدہ : ۱۱ اخفش اور جمہور نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی وصف کو علم بنادیں اور اس کی وصفیت علمیت کی وجہ سے زائل ہو جائے تو جب اسے دوبارہ نکرہ بنایا جائے گا تو وہ منصرف ہی رہے گا زائل شدہ وصفیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا لیکن سیبویہ کہتے ہیں کہ وصفیت زائل نہیں ہوتی بلکہ ایک مانع کے سبب اس کا اعتبار شکل تھا یعنی علمیت جب وہ مانع ختم ہو گیا تو وصفیت واپس لوٹ آئیگی۔

فائدہ : ۱۲ اخفش تین ہیں ۱- سیبویہ کا استاذ ہے جس کی کنیت ابو الخطاب ہے ۲- سیبویہ کا شاگرد ہے اس کا نام ابو الحسن سعید بن سعد ہے ۳- سیبویہ کا ہم عصر ہے اس کا نام ابو الحسن علی بن سلیمان ہے یہاں سیبویہ کا شاگرد مراد ہے۔
قوله وَلَا يَلْزَمُهُ بَابُ حَاتِمٍ النِّع | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض : سیبویہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے احمر میں وصف اصلی کا اعتبار کر کے اسے غیر منصرف کہا ہے تو باب حاتم میں بھی وصف اصلی کا اعتبار کرنا چاہیے کیونکہ دو سبب موجود ہیں علمیت اور وصفیت حاتم حتم سے ماخوذ ہے جس کے معنی مضبوط اور استوار کرنے کے آتے ہیں اور باب حاتم سے مراد ہر وہ علم ہے جس میں اصل کے اعتبار سے وصفیت ہو اور علم اسمیں باقی ہو زائل نہ ہو یہاں بھی وصف اصلی کا اعتبار کر کے غیر منصرف پڑھنا چاہیے جب کہ یہ منصرف ہے۔

جواب : حاتم میں وصف اصلی کا اعتبار اس لئے نہیں کیا کہ دو متضاد چیزوں کا اجتماع لازم آتا ہے یعنی علمیت اور وصفیت کیونکہ علمیت خصوصیت کا تقاضا کرتی ہے اور وصفیت عموم کا اور احمر میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ وصف اور وزن فعل جمع ہو سکتے ہیں۔

قوله بَابُ حَاتِمٍ

اعتراض : لفظ باب کا اضافہ کرنے میں کیا مصلحت ہے محض حاتم پر اکتفا کیوں نہیں کیا ولا یلزمہ حاتم کہہ دیتے۔

جواب : باب کا اضافہ کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اعتراض وجواب صرف حاتم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس سے ہر وہ اسم مراد ہے جس میں علمیت پائی جائے اور اصل کے اعتبار سے وصف ہو۔

فائدہ : جس طرح احمر میں سیبویہ اور اخفش کا اختلاف ہے اسی طرح سکران میں بھی اختلاف ہے کہ سکران کو اگر علم بنادیا جائے اور اس وجہ سے اس کی وصفیت زائل ہو جائے تو بعد میں اسے نکرہ بنادینے سے وصفیت عود کر آئے گی یا نہیں سیبویہ کہنے ہیں کہ وصفیت واپس آجائے گی اور یہ غیر منصرف ہوگا اور اخفش کہتے ہیں الزائل لا یعود یعنی جب وصفیت زائل ہوگئی تو واپس نہیں آسکتی اس لئے یہ منصرف ہوگا۔

قوله وَجَمِيعُ النَّبَابِ بِاللَّامِ الخ |

فائدہ : اسم غیر منصرف پر کسرہ اور تونین نہیں آتا فعل کی مشابہت کی وجہ سے جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے لیکن اگر اسی اسم پر الف لام داخل کر دیا جائے یا اسے دوسرے اسم کی طرف مضاف کر دیا جائے تو حالت جری میں اس پر کسرہ آئیگا جیسے مررت بالا حمر اور اضافت کی مثال مررت با حمد کم کیونکہ اس صورت میں اس کی فعل کے ساتھ مشابہت کمزور ہو جاتی ہے کہ فعل پر نہ الف لام داخل ہوتا ہے نہ وہ مضاف ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم کے خواص ہیں اس ضعف مشابہت کی وجہ سے اس پر کسرہ آتا ہے۔

قوله يَنْجَرُ بِالْكَسْرِ الخ |

اعترض : صرف ینجر کہنے سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے بالکسر کے اضافہ کی حاجت نہ تھی۔

جواب : بالکسر کا اضافہ ایک فائدہ کے لئے ہے کہ جر کی دو حالتیں ہیں لفظی اور تقدیری شاید کوئی یہ سوچتا کہ حالت جری میں اس کا اعراب تقدیری ہوگا جیسے مررت ممویٰ تو اس بات کی صراحت ہوگئی کہ جری حالت میں اعراب لفظی ہوگا تقدیری نہیں۔

اعترض : اگر یہ فائدہ مقصود تھا تو پھر صرف ینجر کہہ دیتے ینجر بالکسر کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب : اگر صرف ینجر کہہ دیتے تو کوئی خیال کرتا کہ یہاں مبنی کا اعراب بتا رہے ہیں تو ینجر بالکسر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ معرب کا اعراب ہے۔

محمد بن عبد اللہ بن عوف عنہ
نسخ

جامعہ اسلامیہ عربیہ

المرفوعات

الْمَرْفُوعَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلَى عِلْمِ الْفَاعِلِيَّةِ فَمِنْهُ الْفَاعِلُ وَهُوَ مَا أُسْنِدَ إِلَيْهِ الْفِعْلُ أَوْ شَبَّهُهُ وَقَدْ دِمَ عَلَيْهِ عَلَى جِهَةِ قِيَامِهِ بِهِ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوهُ وَالْأَصْلُ أَنْ يَلِيَّ الْفِعْلَ فَلِذَلِكَ جَازَ ضَرْبُ غُلَامُهُ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرْبُ غُلَامِهِ زَيْدًا وَإِذَا انْتَفَى الْأَرْبَابُ فِيهِمَا لَفْظًا وَ الْقَرِينَةُ أَوْ كَانَ مُضْمَرًا مُتَّصِلًا أَوْ وَقَعَ مَفْعُولُهُ بَعْدَ إِلَّا أَوْ مَعْنَاهَا وَجَبَ تَقْدِيمُهُ وَإِذَا اتَّصَلَ بِهِ ضَمِيرُ مَفْعُولٍ أَوْ وَقَعَ بَعْدَ إِلَّا أَوْ مَعْنَاهَا أَوْ اتَّصَلَ بِهِ مَفْعُولُهُ وَهُوَ غَيْرُ مُتَّصِلٍ وَجَبَ تَأْخِيرُهُ۔

ترجمہ: یہ مرفوعات کی بحث ہے مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو اس میں (مرفوعات) سے ایک فاعل ہے فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد ہو اور وہ (فعل یا شبہ فعل) اس اسم پر مقدم کیا گیا ہو اس طرح سے کہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو جیسے قام زید اور زید قائم ابوہ اور اصل (اس میں) یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اسی لئے یہ مثال جائز ہے ضَرْبُ غُلَامِهِ زَيْدٌ اور یہ مثال ممتنع ہے ضَرْبُ غُلَامِهِ زَيْدًا اور جب ان دونوں میں (فاعل اور مفعول میں) لفظی اعراب اور قرینہ منتفی ہو یا فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو یا فاعل کا مفعول الا کے بعد واقع ہو یا معنی الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اور جب فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو یا فاعل الا کے بعد واقع ہو یا الا کے ہم معنی کے بعد واقع ہو یا مفعول کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو اور فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل نہ ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے۔

تشریح: قوله المرفوعات

فائدہ: لفظ المرفوعات کی ترکیب میں پانچ قول ہیں

۱- مرفوعات مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اس کی خبر ہذہ محذوف ہے تو یوں عبارت ہو جائے گی المرفوعات ہذہ۔

۲- یا مرفوع ہے خبر ہونے کی بنا پر تو مبتدا ہذہ محذوف ہوگا اسی ہذہ المرفوعات۔

۳- یا مبتدا ہے اور خبر آئندہ جملہ ہوا مشتمل علی الخ ہے۔

۴- یا منصوب ہے مفعولیت کی بنا پر ای خذ المرفوعات یا اشرع المرفوعات۔

۵- یا لفظ المرفوعات ساکن ہے اور محل فصل میں واقع ہے اور محل فصل میں واقع اسم کا کوئی اعراب نہیں ہوتا۔

اعتراض: مرفوعات کو منصوبات و مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: مرفوعات اصل ہیں اور منصوبات فرع، اور اصل فرع پر مقدم ہوتی ہے اسلئے مرفوعات کو مقدم کیا۔

اعتراض: المرفوعات کو جمع کے سینے سے ذکر کیا اس کے بعد ہوا مشتمل میں اس کو مفرد ذکر کیا اس فرق کی

وجہ کیا ہے

جواب: لفظ مرفوعات جمع اس لئے لائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مرفوعات آٹھ ہیں لفظ مرفوع میں غلط فہمی

کا احتمال تھا کہ کوئی سمجھتا مرفوع ایک ہی ہے اور چونکہ باعتبار رفع کے سب بمنزلہ ایک فرد کے ہیں اس لئے تعریف میں ضمیر مفرد ذکر کی۔

فائدہ: مرفوعات مرفوع کی جمع ہے مرفوعہ کی نہیں، کیونکہ مرفوع اسم کی صفت ہے اگر مرفوعہ کہیں تو یہ صحیح

نہیں کیونکہ اسم مذکر ہے تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں رہے گی۔

اعتراض: اگر مرفوع کی جمع ہے تو مرفوعون ہونا چاہیے تھا نہ کہ مرفوعات، کیونکہ مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہے۔

جواب: مرفوعات مرفوع ہی کی جمع ہے لیکن چونکہ مذکر لا یقتل ہے اور مذکر لا یقتل کی جمع الف تا کے ساتھ آتی

ہے اسلئے مرفوعات جمع ہوگی جیسے صافات صافن کی جمع ہے مذکر گھوڑوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اور سجلات سجل کی جمع ہے

یعنی موٹے اونٹ، اور خالیات خالی کی جمع ہے جیسے کہا جاتا ہے الايام الخالیات گذرے ہوئے دن۔

فائدہ: مرفوعات آٹھ ہیں (۱) فاعل (۲) مفعول مالم یسم فاعلہ (۳) مبتدا (۴) خبر (۵) ان وغیرہ کی خبر

(۶) کان وغیرہ کا اسم (۷) ما ولا مشبہتین بلیس کا اسم (۸) لائے نفی جنس کی خبر۔

قوله هُوَ مَا اشْتَمَلَ الْخ | مصنف مرفوعات کی تعریف کر رہے ہیں۔

مرفوع اسے کہتے ہیں جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو اور فاعلیت کی علامت ضمہ ہے جیسے ضرب زید اور واؤ ہے جیسے جاء مسلمون اور الف ہے جیسے ضرب رجلاں۔

قوله فَمِنْهُ الْفَاعِلُ الْخ | یہاں سے سب سے پہلے مرفوع یعنی فاعل کی تعریف کرتے ہیں فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد اس طرح ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم پر مقدم ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو جیسے قام زید اور زید قائم ابود۔

فائدہ : شبہ فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، اسم تفصیل، صفت مشبہ، مصدر، وغیرہ ہیں ان کو شبہ فعل، فعل کے ساتھ مادہ اور معنی کے اعتبار سے مشابہت ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے جیسے ضرب میں معنی ضرب اور مادہ ض رب موجود ہے اس طرح ضارب میں بھی معنی ضرب اور مادہ موجود ہیں۔

فائدہ : ۲ فاعل کی مشہور تعریف یہ ہے کہ اس کے ساتھ فعل قائم ہو خواہ فعل اس سے صادر ہو جیسے ضرب زید، اسمیں فعل ضرب فاعل سے صادر ہے، خواہ صادر نہ ہو جیسے مات زید، اس میں فعل، فاعل سے صادر نہیں، بلکہ اس کے ساتھ متصل ہے۔

اعتراض : فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کرنے کی وجہ کیا ہے۔

جواب : فاعل تمام مرفوعات میں اصل ہے اور فاعل جملہ فعلیہ کا جز ہوتا ہے جو کہ تمام جملوں سے اعلیٰ ہے اسلئے فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کیا۔

قوله وَالْأَصْلُ أَنْ يَكِلَى الْفِعْلُ الْخ |

فائدہ : یہاں سے صاحب کافیه ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ فاعل میں اصل اور مناسب یہ ہے کہ فعل کے ساتھ لفظاً متصل ہو بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو جیسے ضرب زید اور اگر فاعل کا فعل کے ساتھ اتصال لفظوں کے اعتبار سے نہ ہو تو بھی رتبہ کے اعتبار سے فاعل مفعول سے مقدم ہی ہوتا ہے اسی وجہ سے ضَرْبٌ غُلَامَةٌ زَيْدٌ اس میں زید فاعل ہے اگرچہ غلامہ سے لفظاً مؤخر ہے لیکن رتبہ مقدم ہے اسلئے اضمار قبل الذکر صرف لفظاً ہے رتبہ نہیں اور یہ قابل برداشت ہے اور اگر اضمار قبل الذکر لفظاً و رتبہ لازم آئے تو وہ مثال متمنع ہو جائے گی جیسے ضَرْبٌ غُلَامَةٌ زَيْدٌ غُلَامَةُ کی

ضمیر زید المفعول بہ کی طرف راجع ہے اور یہ ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہے جو ربط اور لفظاً ہر اعتبار سے مقدم ہے مفعول بہ سے اس لئے یہ مثال جائز نہیں۔

قوله وَإِذَا انْتَفَخِيَ الْأَعْرَابُ الْخ | تقدیم فاعل کے وجوبی مقامات

فائدہ: یہاں سے صاحب کافیہ چار مقامات بیان کرتے ہیں جن میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

۱۔ جب فاعل اور مفعول دونوں پر لفظی اعراب بھی نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی ایسا نہ ہو جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ فاعل کونسا ہے اور مفعول کونسا ہے تو فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ ایسی مثال میں سوائے اسکے کہ فاعل مقدم ہوتا ہے مفعول پر اور کوئی قرینہ نہیں جس سے فاعل اور مفعول میں امتیاز ہو سکے اسلئے فاعل کو مقدم کرنا ضروری ہے وگرنہ فاعل و مفعول میں التباس ہو جائے گا اور اگر کوئی قرینہ لفظی یا معنوی فاعل اور مفعول کے امتیاز پر پایا جائے تو مفعول کو مقدم کیا جاسکتا ہے لفظی قرینہ کی مثال جیسے ضربت موسیٰ حبلی، اس مثال میں صیغہ ضربت قرینہ ہے حبلی کے فاعل ہونے پر اسلئے موسیٰ مفعول کو مقدم کرنا جائز ہے اور قرینہ معنویہ کی مثال جیسے اکل الکمر علی یحییٰ اس میں معنوی قرینہ موجود ہے کہ فاعل حبلی ہے کمر علی نہیں کیونکہ اکل والا فعل کمر علی سے صادر نہیں ہو سکتا

۲۔ فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو تو بھی فاعل کو مقدم کرنا ضروری ہے تاکہ متصل کا منفصل ہونا لازم نہ آئے جیسے مَضْرُوبٌ زَيْدًا۔

۳۔ فاعل کا مفعول الا کے بعد واقع ہو جیسے ما ضرب زید الا عمرواً یہاں بھی فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ زید نے صرف عمروی کو مارا ہے کسی اور کو نہیں عمرو کو خواہ کسی اور نے مارا ہو یا نہ مارا ہو اور اگر مفعول کو مقدم کریں گے تو یہ حصر حاصل نہ ہوگا۔

۴۔ فاعل کا مفعول معنی الا کے بعد واقع ہو اسوقت بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے انما ضرب زید عمرواً اس میں بھی حصر مقصود ہے کہ زید صرف عمرو کا ضارب ہے عمرو خواہ کسی اور کا مضروب ہو اگر مفعول کو مقدم کریں گے تو حصر فوت ہو جائے گا۔

قوله وَإِذَا تَصَلَّ بِهِ ضَمِيرُ الْخ | تاخیر ذاعل کے وجوبی مقامات

یہاں سے صاحب کافہ ان مقامات کو بیان کرتے ہیں جہاں ذاعل کو مفعول سے مؤخر کرنا واجب ہے۔

۱۔ مفعول کی ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا ضروری ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدًا غَلَاثَةً اگر مفعول کو مؤخر کر دیا جائے تو اضار قبل الذکر افظا اور رتبہ لازم آئے گا جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۲۔ جب فاعل الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے مَا ضَرَبَ عَمْرُوًا إِلَّا زَيْدًا کیونکہ اس مثال میں یہ بتانا مقصود ہے کہ عمرو صرف زید کا مضروب ہے اسکو کسی اور نے نہیں مارا خواہ زید کسی اور کا مضارب ہو یا نہ ہو یعنی مضروبیت عمرو کا حصر مقصود ہے اگر برعکس کریں گے تو یہ مقصود حاصل نہ ہوگا۔

۳۔ فاعل معنی الا کے بعد واقع ہو تو بھی فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے انما ضرب عمروًا زیدًا اگر برعکس کریں گے تو مقصود حاصل نہ ہوگا کما مر۔

۴۔ مفعول کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو اور فاعل کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل نہ ہو تو فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے جیسے ضَرَبَكَ زَيْدٌ اگر مؤخر نہ کریں گے تو متصل کا منفصل ہونا لازم آئے گا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعَالُ لِقِيَامِ قَرِينَةٍ جَوَازًا فِي يَسْئَلِ زَيْدٌ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ وَسِعْمٌ
لِيَبْكُ يَزِيدُ ضَارِعٌ لِحُصُونَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطْبَعُ الطَّوَائِحُ وَوُجُوًا فِي يَسْئَلِ
وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ وَقَدْ يُحْذَفَانِ مَعَا فِي يَسْئَلِ نَعَمْ لِمَنْ
قَالَ أَقَامَ زَيْدٌ۔

ترجمہ: اور کبھی فعل کو حذف کیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے زید اس شخص کے جواب میں کہا جائے جو کہے من قام (دوسری مثال شعر میں) چاہیے کہ یزید کو روایا جائے (اور وہ روئے) جو عاجز اور ذلیل ہو چکا ہے دشمنوں سے انتقام لینے سے اور (یزید کو وہ شخص روئے) جو بغیر وسیلہ کے سوال کرتا ہو کہ مہلکات زمانہ نے (اس کے مال اور تحصیل مال کے ذرائع کو) ہلاک کر دیا ہو اور فعل کو حذف کرنا واجب ہے وان احد من المشركين استجارك کی مثل میں اور کبھی فعل فاعل اکٹھے حذف ہوتے ہیں جیسے نعم اس شخص کے جواب میں کہا جائے جو یہ سوال کرے اقام زید

تشریح: قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حذف فعل کے جوازی مقامات بیان کرتے ہیں کہ جب قرینہ پایا جائے تو فعل کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ قرینہ بتلا رہا ہے کہ یہاں فعل محذوف ہے جیسے کوئی سوال کرے من قام اس کے جواب میں صرف زید کہہ دیا جائے کیونکہ سوال کا قرینہ بتلا رہا ہے کہ یہاں فعل محذوف ہے اصل میں تھا قام زید یہ مثال اس جواب کی ہے جو سوال محقق کے جواب میں ہو اور کبھی فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ وہ سوال مقدر کا جواب بن رہا ہو جیسے لیک یزید الخ محل استشاد اس شعر میں ضارع لخصومة ہے کہ اس سے قبل یکسہ فعل محذوف ہے کیونکہ یہ سوال مقدر کا جواب بن رہا ہے کیونکہ جب شاعر نے کہا لیک یزید یعنی یزید کو رو یا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے من یحیہ تو اس کا جواب دیا یکسہ ضارع لخصومة۔

اعتراض: ہم لیک فعل کو معروف پڑھتے ہیں اس صورت میں یزید مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہو گا اور ضارع فاعل ہو گا تو آپ کیلئے اس سے استشاد صحیح نہیں۔

جواب: اس شعر میں لیک اور ضارع کے بارے میں چھ احتمالات ہیں ایک وہ جو آپ نے مراد لیا ہے اور ایک وہ جو ہم نے مراد لیا اس کے علاوہ چار اور بھی ہیں لیکن متعین کوئی بھی نہیں اسلئے ایک احتمال کو لے کر دوسرے احتمال پر اعتراض صحیح نہیں۔

لِيُبَكَّ يَزِيدُ ضَارِعٌ لِيَخْصُومَهُ ————— وَمُخْتَبِطٌ مَتَمًا تُطْبِخُ الطَّوَائِحُ

ترکیب: لیک فعل اسر غائب مجہول مجزوم محذوف الیاء من الآخر اور یزید نائب فاعل ضارع فاعل فعل مقدر کا ای یکسہ قرینہ سوال مقدر گویا کہ سوال کیا گیا من یکسہ جواب دیا گیا یکسہ ضارع یہ جملہ فعلیہ متانقہ ہو گا لخصومة یہ متعلق ہے ضارع کے ظرف لغو مخطب اس کا عطف ہے ضارع پر مہما میں من تعلیلیہ ظرف لغو متعلق مخطب کے مامصدر یہ تطبخ مضارع باب افعال سے الطوائح فاعل ہے اور اس کا مفعول بہ محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ 'جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور من حرف جار کا جار مجرور مل کر متعلق ہوئے مخطب کے مخطب اسم فاعل اپنے فاعل ہو ضمیر اور متعلق سے مل کر معطوف ضارع کا معطوف علیہ اور معطوف مل کر نائب فاعل یکسہ کا متعلق فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ متانقہ ہوا۔

قوله وَوُجُوبًا فِي مِثْلِ الْخ | وجوب کا عطف جواز پر ہے، یعنی بعض دفعہ کسی قرینہ کی وجہ سے فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے اور مثل وان احداًخ سے مراد وہ مقام ہے جس میں فعل کو حذف کر کے بعد میں اس کی تفسیر کی گئی ہے اور حذف فعل سے جو ابہام پیدا ہوتا ہے وہ ابہام دور ہو جائے تو وہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے وگرنہ اجتماع مضر اور مضر لازم آئے گا یہاں عبارت اس طرح ہوگی وان استجارک احد من المشرکین استجارک تو چونکہ دوسرا استجارک پہلے کیلئے مضر ہے اسلئے پہلے استجارک کو حذف کرنا ضروری ہے اور قرینہ اس حذف فعل کی مثال میں یہ ہے کہ ان شرطیہ کے بعد ہمیشہ فعل ہوتا ہے۔

قوله وَقَدْ يُحذفَانِ مَعَا الْخ | اور کبھی فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر دیتے ہیں جب کہ کوئی قرینہ پایا جائے جیسے کوئی سوال کرے اقام زید تو اس کے جواب میں نعم کہا جائے فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر کے نعم کو اس کے قائم مقام کیا کیونکہ قرینہ پایا جا رہا ہے کہ جو سوال زید کے کھڑے ہونے کے بارے میں ہے اسی کے جواب میں نعم کہا گیا ہے ای نعم قائم زید۔

تنازع فعلین

وَإِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ ظَاهِرًا بَعْدَهُمَا فَقَدْ يَكُونُ فِي الْفَاعِلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبَنِیْ
وَآكْرَمَنِیْ زَيْدٌ وَفِي الْمَفْعُولِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبْتُ وَآكْرَمْتُ زَيْدًا وَفِي الْفَاعِلِيَّةِ وَ
الْمَفْعُولِيَّةِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَخْتَارُ الْبَصْرِيُّونَ اِعْمَالَ الثَّانِي وَالْكُوفِيُّونَ الْاَوَّلَ۔

ترجمہ: اور جو دو فعل کسی ایسے اسم ظاہر میں جھگڑا کریں جو دو فعلوں کے بعد واقع ہو پس کبھی (جھگڑا ہوگا) فاعلیت میں جیسے ضربنی و آکر منی زید اور کبھی مفعولیت میں جیسے ضربت و آکرمت زید اور کبھی فاعلیت اور مفعولیت میں (جھگڑا ہوگا) اس حال میں کہ دونوں فعل مختلف ہوں (اقتضاء میں) پس بصری فعل ثانی کو عمل دینا مختار سمجھتے ہیں اور کوفی فعل اول کو (عمل دینا مختار کہتے ہیں)۔

تشریح: قوله وَإِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ الْخ | تنازع فعلین ایک مشہور معرکہ الآراء مسئلہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ دو فعل ذکر کیے جائیں اور ان کے بعد ایک اسم ذکر ہو تو پہلا فعل یہ چاہتا ہے کہ یہ میرا معمول ہو اور دوسرا

چاہتا ہے کہ میرا ہودو نون فعلوں کے اقتضاء کے اعتبار سے تنازع فعلین کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) دونوں فعل فاعلیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ یہ میرا فاعل بنے جیسے
ضر بنی واکر منی زید، ضر بنی واکر منی دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ زید میرا فاعل بنے۔

(۲) دونوں فعل مفعولیت میں تنازع کریں یعنی دونوں فعلوں میں سے ہر ایک اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے
جیسے ضربت واکر مت زید اس مثال میں ضربت واکر مت دونوں اسم ظاہر یعنی زید میں تنازع کر رہے ہیں ہر ایک اسے اپنا
مفعول بنانا چاہتا ہے۔

(۳) پہلے فعل کا تقاضا اسم ظاہر کو فاعل بنانے کا ہے اور دوسرے فعل کا تقاضا مفعول بنانے کا ہے جیسے ضر بنی
واکر مت زید اس ضرب بنی زید کو فاعل بنانا چاہتا ہے اور اکر مت مفعول بنانا چاہتا ہے۔

(۴) چوتھی صورت تیسری کے برعکس ہے یعنی پہلا مفعولیت کا اور دوسرا فاعلیت کا تقاضا کرتا ہے جیسے ضربت واکر منی زید۔
قوله فِيخْتَارُ الْبَصْرِيُّونَ الْخ | ان تمام صورتوں میں اسم ظاہر کو پہلے کا معمول بنانا بھی جائز ہے اور دوسرے
فعل کا بھی، البتہ اولویت میں بھریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے، بھری دوسرے فعل کا معمول بنانا رائج کہتے ہیں اور کوفی
پہلے فعل کا، بھری یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اسم ظاہر دوسرے فعل کے زیادہ قریب ہے بحسب فعل اول کے، اور الحق
لجوار تو دوسرے کا معمول بنانا رائج ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر پہلا فعل اس اسم ظاہر میں عامل ہو تو عامل اور معمول
میں اجنبی یعنی فعل ثانی کا فاصلہ لازم آئے گا اس لئے دوسرے کا معمول بنانا مختار ہے۔

قوله وَالْكُوفِيُّونَ الْأَوَّلُ الْخ | کوئی اسم ظاہر کو فاعل اول کا معمول بنانا منکر کہتے ہیں اس لئے کہ فعل اول مقدم
ہے اور مقدم کا حق مؤخر سے زیادہ ہے اس لئے اسم ظاہر کو پہلے فعل کا معمول بنانا اولیٰ ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر
اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بناؤ گے تو پہلے فعل میں فاعل یا مفعول کی ضمیر ماضی نہ آئے گی تواضار قبل الذکر لازم
آئے گا اس لئے پہلے فعل کا معمول بنانا اولیٰ ہے۔

قوله تَنَازَعُ الْفُعْلَانِ |

اعترض: تنازع الفعلین کو ذکر کرنا خروج عن المحث ہے کیونکہ بات فاعل کی چل رہی ہے۔

جواب: تنازع الفعلین کو بیان کرنا خروج عن المحث نہیں کیونکہ پہلے فاعل کے اتفاقی احوال کو بیان کر رہے تھے اب

مختلف فی احوال کو بیان کرتے ہیں۔

اعتراض: تنازع تو ذی روح اور ذی جسد کی صفت ہے فعلان کیسے تنازع کر سکتے ہیں؟

جواب: یہاں تنازع کا حقیقی معنی یعنی جھگڑنا مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی متوجہ ہونا، تو مطلب یہ تنازع کا یہ ہوا کہ دو فعل اسم ظاہر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قوله اَلْفُعْلَانِ الخ

اعتراض: تنازع کو فعلین میں محصور کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسمین بھی تنازع کرتے ہیں، جیسے زید ضارب و مکرم عمرو اس مثال میں ضارب اور مکرم دونوں اسم عمرو میں تنازع کر رہے ہیں اسی طرح بحر کریم و شریف ابوہ میں شریف کریم دونوں اسم ابوہ میں تنازع کرتے ہیں؟

جواب: افعّل عمل میں اصل ہے اور اسم فرع ہے جب اصل کا ذکر کر دیا تو فرع خود ضمن میں آگئی۔

جواب: ۲ فعلان سے مراد عاملان ہیں خواہ وہ دونوں فعل ہوں یا اسم، یعنی اسم فاعل و اسم مفعول وغیرہ۔

اعتراض: دو فعلوں میں تنازع کو محصور کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ بعض مثالوں میں پانچ فعل تنازع کر رہے ہیں جیسے کما صلیت و سلمت و باریک و رحمت و ترحمت علی ابراہیم اس مثال میں لفظ ابراہیم میں پانچ فعل تنازع کر رہے ہیں تو دو فعلوں کی تخصیص صحیح نہ ہوئی؟

جواب: اس سے مقصود اقل عدد کو بیان کرنا ہے جو صالح للتنازع ہو اور صالح للتنازع فعلین ہیں اس سے زیادتی کی نفی مراد نہیں۔

قوله فی الفَاعِلِیَّةِ وَالْمَفْعُولِیَّةِ الخ

اعتراض: پہلی اور دوسری صورت کی مثال مصنف نے میان کی تیسری اور چوتھی صورت کی مثال کیوں ذکر نہیں کی؟

جواب: مصنف درپے اختصار ہیں اس لیے پہلی دو صورتوں کی مثالوں پر اکتفاء کیا اور ذہین طلباء ان سے آخری دو صورتوں کی مثالیں اخذ کر سکتے ہیں۔

فَإِنْ أَعْمَلْتَ التَّانِيَّ أَصْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْأَوَّلِ عَلَى وَفْقِ الظَّاهِرِ دُونَ الْحَذَفِ خِلَافًا
لِلْكَسَائِي رَجَا خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ وَحَذَفْتَ الْمَفْعُولَ إِنْ اسْتَعْنَى عَنْهُ وَإِلَّا أَظْهَرْتَ وَإِنْ
أَعْمَلْتَ الْأَوَّلَ أَصْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الثَّانِي وَالْمَفْعُولَ عَلَى الْمُخْتَارِ إِلَّا أَنْ يَمْنَعَ مَانِعٌ فَتُطْهِرُ
وَقَوْلُ إِمْرَأَ الْقَيْسِ عَ كَفَّانِي وَلَمْ أَطْلُبْ قَلِيلٌ مِّنَ الْمَالِ لَيْسَ مِنْهُ لِفَسَادِ الْمَعْنَى

ترجمہ: پس اگر تو دوسرے فعل کو عمل دے (بصریوں کے مذہب کے مطابق) تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مان لے اسم ظاہر کے موافق (اسم ظاہر کو) محذوف نہ مان یہ بات امام کسائی کے خلاف ہے اور جائز ہے جمہور کے نزدیک چاہے پہلے فعل کا معمول بنالو چاہے دوسرے فعل کا، اور یہ بات فراء کے خلاف ہے، اور تو مفعول کو محذوف مان لے اگر مانا جاسکے، وگرنہ تو مفعول کو ظاہر کر دے، اور اگر تو پہلے کو عامل بنا لے تو دوسرے میں فاعل کی ضمیر مان لے، اور مفعول کی بھی مختار قول پر، مگر یہ کہ کوئی مانع ہو ضمیر ماننے سے تو پھر ظاہر کر دے، اور امرء القیس کا قول کفانی ولم اطلب قلیل من المال، تنازع فعلین سے نہیں ہے معنی کے فاسد ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: قوله وَإِنْ أَعْمَلْتَ الثَّانِي أَخ

فائدہ: ۱: پہلے بصریوں اور کو فیوں کا مذہب بیان کیا تھا اب دونوں کے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو اگر بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو اسم ظاہر میں عامل بنائیں تو اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانیں گے اسم ظاہر کے موافق، اگر اسم ظاہر مفرد ہے تو پہلے فعل میں فاعل مفرد کی ضمیر مانیں گے، جیسے ضربنی واکر منی زید، اور اگر اسم ظاہر ثنیہ ہے تو پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر بھی ثنیہ مانیں گے جیسے ضربانی واکر منی الزیدان، اور اگر اسم ظاہر جمع ہو تو پہلے فعل میں بھی فاعل کی ضمیر جمع ہوگی جیسے ضربونی واکر منی الزیدون۔

فائدہ: ۲: جمہور محققین کے نزدیک بصریوں کے مذہب کے مطابق اگر اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنایا جائے تو اس تنازع کو ختم کرنے کے لئے پہلے فعل میں تین صورتیں بنتی ہیں ان میں سے دو باطل اور ایک صحیح ہے

۱: پہلی صورت یہ ہے کہ جب اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنایا جائے تو پہلے فعل کے بعد ایک اور اسم ظاہر لایا جائے اس طرح تنازع ختم ہو جائے گا جیسے ضربنی واکر منی زید میں اس طرح کہ میں ضربنی زید واکر منی زید مگر یہ صورت فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں تکرار فاعل لازم آئے گا۔

(۲) دوسری صورت اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنایا جائے اور پہلے فعل میں فاعل کو محذوف مانا جائے تو تنازع ختم ہو جائے گا یہ بھی باطل ہے کیونکہ فاعل کلام میں عمدہ اور اصل ہے اور عمدہ اور اصل کا حذف جائز نہیں ہے۔

(۳) تیسری صورت جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے کہ پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے تو اس صورت میں تنازع ختم ہو جائے گا یہ صورت صحیح ہے کیونکہ نہ عمدہ کا حذف لازم آتا ہے نہ تکرار فاعل۔

قوله خِلَافًا لِّلْكَسَائِي | امام کسائی فرماتے ہیں کہ پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر ماننا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے لہذا پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر ماننا جائز نہیں اسی طرح اگر پہلے فعل میں فاعل کا ذکر کرو گے تو تکرار فاعل لازم آئے گا اور یہ بھی باطل ہے لہذا پہلے فعل میں فاعل کو محذوف مان لو تاکہ نہ تکرار لازم آئے اور نہ اضمار قبل الذکر۔

جمہور کی طرف سے امام کسائی کو جواب دیا جاتا ہے کہ اضمار قبل الذکر مطلقاً جائز نہیں ہے اگر اس کی تفسیر ہو رہی ہو تو جائز ہوتا ہے جیسے قل هو اللہ احد میں ہو ضمیر کی تفسیر ہو رہی ہے ایسا اضمار قبل الذکر صحیح ہے ایسے ہی تنازع فعلین میں اگرچہ اضمار قبل الذکر ہے مگر اس کی تفسیر بعد میں ہو رہی ہے اس لیے یہ جائز ہے۔

قوله دُونَ الْحَذْفِ الخ

اعترض : یہ بات تو پہلے جملے سے مفہوم ہو رہی ہے کہ جب پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانیں گے تو حذف کا سوال ہی نہیں تو یہ دون الحذف کہنا بے فائدہ ہوا۔

جواب : اس سے امام کسائی کا رد مقصود ہے کیونکہ وہ پہلے فعل میں حذف فاعل کے قائل ہیں تو ان پر رد کر دیا کہ حذف صحیح نہیں کیونکہ فاعل کلام میں اصل اور عمدہ ہے۔

قوله وَجَارَ خِلَافًا لِّتَلَفَرَاءِ الخ | بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف اولی غیر اولی ہونے میں تھا اب جمہور اور فراء کا اختلاف ذکر کرتے ہیں جو جواز اور عدم جواز میں ہے

جمہور کا مذہب : جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کہ چاروں صورتوں میں چاہے اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بناؤ اور پہلے میں ضمیر مان لو اور نواہ اس کے برعکس کرو سب صورتیں جائز ہیں

فراء کا مذہب : پہلی اور تیسری صورت میں اختلاف کرتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اسم ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنانا صحیح نہیں کیونکہ اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں (۱) اگر دوسرے فعل کا معمول بناؤ گے تو پہلے میں اضمار قبل الذکر لفظ اور ربط لازم آئے گا (۲) اور یا پھر پہلے فعل میں حذف فاعل لازم آئے گا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ فاعل اصل ہے لیکن جمہور کا مذہب رائج ہے اور فراء کے استدلال کا جواب پہلے ہو چکا ہے قدر۔

قوله وَحَذَفْتُ الْمَفْعُولَ إِنْ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ الْخ

فائدہ: یہ ساری بات اس وقت تھی جب کہ پہلا فعل فاعل کا مقتضی ہو اور اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے تو پہلے فعل میں مفعول کو محذوف مان لیا جائیگا اور مفعول کو محذوف ماننے میں کوئی عرج نہیں کیونکہ مفعول ایک فاضل چیز ہے اس کے حذف میں کوئی خرابی نہیں بشرطیکہ مفعول کو محذوف ماننے سے کوئی مانع نہ ہو یعنی وہ فعل افعال قلوب میں سے نہ ہو کیونکہ اگر وہ فعل جو مفعول کا تقاضا کر رہا ہے افعال قلوب میں سے ہو تو مفعول کو محذوف ماننا جائز نہ ہو گا بلکہ مفعول کو ذکر کرنا ضروری ہو گا جیسے حسبنی مطلقاً و حسبت زیداً مطلقاً اصل میں یوں تھا حسبنی و حسبت زیداً مطلقاً حسبنی میں ضمیر مفعول اول ہے اور حسبت کیلئے زید مفعول اول ہے اب یہ دونوں فعل مطلقاً میں تنازع کرتے ہیں ہر ایک اسے مفعول ثانی ماننا چاہتا ہے "چنانچہ ہماریوں کے مذہب کے مطابق مطلقاً کو دوسرے فعل کا مفعول ثانی بنادیا، اور پہلے فعل میں مفعول کو محذوف ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ افعال قلوب میں سے ہے اسلئے پہلے فعل میں بھی مفعول ثانی کو ظاہر کر دیں گے عبارت یوں ہو جائیگی حسبنی مطلقاً و حسبت زیداً مطلقاً -

قوله وَإِنْ أَعْمَلْتَ الْأَوَّلَ الْخ | یہاں سے مصنف کو فیوں کا مذہب بیان کرتے ہیں کو فیوں کے مذہب کے مطابق اسم ظاہر کو پہلے فعل کا مفعول بنایا جائے گا اور دوسرا فعل اگر فاعل کا تقاضا کرے تو دوسرے فعل میں فاعل کی ضمیر مان لی جائے گی جیسے ضربنی واکر منی زید میں زید کو ضربنی کا فاعل اور اکر منی میں ضمیر فاعل مان لیں گے، اور اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے تو دوسرے فعل میں مفعول کی ضمیر مان لیں گے جیسے ضربنی واکر مت زید لیکن شرط یہ ہے کہ مفعول کی ضمیر ماننے سے کوئی مانع نہ ہو۔

قوله إِلَّا أَنْ يَمْنَعَ مَانِعٌ الْخ | ابھی گزر چکا ہے کہ دوسرا فعل اگر مفعول کا تقاضا کرے تو اس میں مفعول کی ضمیر ماننے سے اگر کوئی مانع نہ ہو تو مفعول کی ضمیر مانیں گے لیکن اگر دوسرا فعل افعال قلوب میں سے ہو تو مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہو گا جیسے حسبنی و حسبتھما الزید ان مطلقاً اس مثال میں دونوں فعل مطلقاً میں جھڑا کر رہے ہیں کو فیوں کے مذہب کے مطابق مطلقاً کو فعل اول کا مفعول ثانی بنایا گیا تو دوسرے فعل کیلئے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ افعال قلوب میں سے ہے تو یوں عبارت بن جائے گی حسبنی و حسبتھما مطلقین الزید ان مطلقاً۔

قوله وَقَوْلُ امْرِءٍ الْقَيْسِ كَفَانِي الخ مصنف کو فیوں کا شعر سے استدلال بیان کر کے اسے رد کرتے ہیں پورا شعر یوں ہے

وَلَوْ اَنْمَا اَسْعَى لِاَذْنِي مَعِيشَةٍ كَفَانِي وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيلَ مِّنَ الْمَالِ

اس شعر میں محل استشاد کفانی والم اطلب قلیل من المال ہے، کوئی استدلال اس طرح کرتے ہیں کہ کفانی اور لم اطلب دونوں فعل قلیل من المال میں جھگڑا کر رہے ہیں، کفانی، قلیل کو فاعل بنانا چاہتا ہے اور لم اطلب مفعول بنانا چاہتا ہے تو شاعر نے قلیل کو پہلے فعل یعنی کفانی کا فاعل بنایا ہے اسی لیے اسکو مرفوع پڑھا ہے اگر لم اطلب کا معمول ہوتا تو منصوب ہوتا، معلوم ہوا کہ پہلے فعل کا معمول بنانا زیادہ اولیٰ ہے۔

بصریوں کی طرف سے جواب

یہ شعر استدلال کے قابل نہیں ہے کیونکہ اس میں تنازع فعلین ہے ہی نہیں، وگرنہ شعر کے معنی فاسد ہو جاتے ہیں، اسلئے کہ لو انما اسعی الخ میں لو حرف شرط ہے اور حرف لو کا خاصہ یہ ہے کہ جب وہ شرط اور جزاء پر داخل ہوتا ہے تو شرط اور جزاء میں مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت کے حکم میں کر دیتا ہے اور جو شرط و جزاء پر معطوف ہوا اسے بھی معطوف علیہ کے حکم میں کیا جاتا ہے پس اس شعر میں انما اسعی الخ جملہ فعلیہ شرطیہ ہے اور کفانی اس کی جزاء ہے اور یہ دونوں مثبت ہیں، چنانچہ منفی کے معنی میں ہو جائیں گے اور اسکا معنی ہوگا کہ میں نہ تو ادنیٰ معیشت کے لئے کوشش کرتا ہوں اور نہ یہ مجھے کافی ہے اور لم اطلب چونکہ منفی ہے لو کے تحت داخل ہو کر مثبت کے معنی میں ہو جائے گا اور معنی ہوگا کہ میں قلیل مال کی تلاش کرتا ہوں اور یہ صراحۃً مناقض ہے پہلی کلام کے اس میں کہا تھا کہ میں قلیل مال کو طلب نہیں کرتا اب کہا میں قلیل مال کو طلب کرتا ہوں یہ باطل ہے تو معلوم ہوا کہ تنازع فعلین سچے ہی نہیں بلکہ لم اطلب کا مفعول، العز والمجد، محذوف ہے اس پر دوسرا شعر دلالت کرتا ہے۔

وَلَكِنَّمَا اَسْعَى لِمَجْدٍ مُّؤْتَلٍ وَقَدْ يَذْرُكُ الْمَجْدَ الْمُؤْتَلَّ اسْتَأْنِي

اس وقت شعر کے معنی صحیح ہو جائیں گے کہ نہ میں ادنیٰ معیشت کیلئے کوشش کرتا ہوں اور نہ ہی قلیل مال مجھے کافی ہے بلکہ میں تو پائیدار رہنے والی عزت اور بزرگی کا طالب ہوں۔

ترکیب : ولو انما سعی لادنی معیشتہ کفانی ولم اطلب قليل من المال
 واواستینافیہ یا اعتراضیہ لو حرف شرط ان حرف مشبہ بالفعل ملغی عن العمل اور ما کافہ سعی فعل مضارع معروف اور انا ضمیر
 مستتر اسکا فاعل لام حرف جر ادنی مضاف معیشتہ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق
 سعی کا سعی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہو ان کا ان اپنے صلہ سے مل کر محلا مرفوع
 فاعل ہے فعل محذوف ثبت کا فعل محذوف اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ لا محل لہا من الاعراب شرط (نوٹ ثبت
 فعل واجب الحذف ہے کیونکہ اس کا مفسر ان موجود ہے یہ ماضی ماضی عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی قبیل سے ہے) کفانی فعل
 ماضی نون وقایہ یا ضمیر متکلم منصوب محلا مفعول بہ قلیل موصوف من المال جار مجرور ظرف مستقر متعلق ہوئے ثابت
 کے ثابت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت موصوف کی قلیل موصوف اپنے صفت سے مل کر فاعل کفانی کا
 کفانی فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ لا محل لہا من الاعراب معطوف علیہ ولم اطلب فعل انا ضمیر درو مستتر
 فاعل اور مفعول العزو المجد محذوف ہے لم اطلب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ محذوف سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
 معطوف علیہ اور معطوف مل کر جزاء ہوئی شرط کی لو حرف شرط اپنی شرط و جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

مَفْعُولُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ كُلُّ مَفْعُولٍ حَذَفَ فَاعِلُهُ وَاقِيمٌ هُوَ مَقَامُهُ
 وَشَرْطُهُ اَنْ تُغَيَّرَ صِيغَةُ الْفِعْلِ اِلَى فِعْلٍ اَوْ يُفْعَلَ وَلَا يَقَعُ الْمَفْعُولُ الثَّانِي
 مِنْ بَابٍ عَلِمْتُ وَالثَّالِثُ مِنْ بَابٍ اَعْلَمْتُ وَالْمَفْعُولُ لَهُ وَالْمَفْعُولُ مَعَهُ
 كَذَلِكَ وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُولُ بِهِ تَعَيَّنَ لَهُ تَقْوُلُ ضَرْبِ زَيْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ
 الْاَمِيرِ ضَرْبًا شَدِيدًا فِي دَارِهِ فَتَعَيَّنَ زَيْدٌ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْجَمِيعُ سَوَاءً وَ
 الْاَوَّلُ مِنْ بَابٍ اَعْطَيْتُ اَوَّلِي مِنَ الثَّانِي۔

ترجمہ : مفعول مالم یسم فاعلہ وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس مفعول کو فاعل کا قائم مقام
 کر دیا گیا ہو اور اس (مفعول مالم یسم فاعل) کی شرط یہ ہے کہ (جب اس کا فاعل فعل ہو) فعل کا مینہ فعل یا یفعل کی
 طرف بدل جائے اور مفعول مالم یسم فاعلہ واقع نہیں ہو سکتا باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث
 اور مفعول لہ (بغیر لام کے) اور مفعول معہ اسی طرح (یعنی نائب فاعل نہیں بن سکتے) اور جب کلام میں مفعول بہ

پایا جائے تو مفعول بہ اس (نائب فاعل) کیلئے متعین ہوگا جیسے تو کہے ضرب زید یوم الجمعہ امام الامیر ضربا شدیدانی دارہ پس زید متعین ہو گیا (نائب فاعل بنے کیلئے) اور اگر کلام میں (مفعول بہ) نہ ہو تو تمام مفعول نائب فاعل بنے میں برابر ہیں اور باب اعطیت کا مفعول اول نائب فاعل بنے کیلئے زیادہ اولیٰ ہے بحسب دوسرے مفعول کے۔

تشریح: قوله مَفْعُولُ مَا لَمْ يَسْمَ فَاعِلُهُ الخ صاحب کافیہ مرفوعات میں سے دوسرے مرفوع مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان کر رہے ہیں مفعول مالم یسم فاعلہ سے وہ مفعول مراد ہے جس کا فاعل حذف کر کے اسے فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو اور فاعل کا اعراب مفعول کو دے دیا جائے جیسے ضرب زید عمروا میں فاعل کو حذف کر کے مفعول کو اسکے قائم مقام کر دیا جائے اور فعل کو مجہول بنا دیا جائے تو اس طرح ہو جائے گا ضرب عمرو۔

قوله وَشَرْطُهُ الخ مفعول مالم یسم فاعلہ الخ کی شرط یہ ہے کہ اگر ماضی متصرف کا صیغہ ہو تو اسے فعل مجہول بنا دیا جائیگا جیسے ضرب زید عمروا میں زید کو مفعول مالم یسم فاعلہ بنانا چاہیں تو فعل کو مجہول بنانا پڑے گا اور اگر فعل مضارع معروف ہو تو اسے بھی مجہول بنانا ہوگا جیسے یضرب زید خالد اسے یضرب خالد۔

اعترض: جیسے دوسرے مرفوعات کو منھا المتبداء ومنھا الخبر وغیر ذلک کہہ کر علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے اسے بھی یوں کہنا چاہیے منھا مفعول مالم یسم فاعلہ۔

جواب: مفعول مالم یسم فاعلہ کو علیحدہ اس لیے ذکر نہیں کیا کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کا فاعل کے ساتھ شدید اتصال ملو گرا تعلق ہے یہاں تک کہ بعض بصریوں اور مصنف کافیہ اور شیخ عبدالقاہر نے اسے فاعل ہی میں شمار کیا ہے

قوله وَلَا يَقَعُ الْمَفْعُولُ الثَّانِي الخ یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ باب علمت کا مفعول ثانی نائب فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ اگر نائب فاعل بنائیں گے تو مسند کا مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جیسے علمت زیداً قائماً میں زید مفعول اول ہے اور مسند الیہ ہے اور قائماً مفعول ثانی ہے اور مسند ہے اگر قائماً مفعول ثانی کو نائب فاعل بنائیں گے تو مسند کا مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جو کہ خلاف قاعدہ ہے۔

قوله وَالثَّالِثُ مِنْ بَابِ أَعْلَمْتُ الخ یہاں سے مصنف رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ باب علمت کا مفعول ثالث بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا جیسے علمت زیداً اعمراً فاضلاً اگر فاضلاً کو نائب فاعل بناؤ گے تو ایک ہی چیز کا مسند اور مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جیسے کہ اوپر گذرا۔

قوله وَالْمَفْعُولُ لَهُ الْح | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح باب علت کا مفعول ثانی اور باب علت کا مفعول ثالث نائب فاعل نہیں بن سکتا اسی طرح مفعول لہ بغیر لام کے بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ اگر مفعول لہ کو نائب فاعل بنائیں گے تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا کیونکہ مفعول لہ کا مقصد فعل کی علت بیان کرنا ہے اور اس کی علت پر اس کا منصوب ہونا دلالت کرتا ہے اگر اسے نائب فاعل بنادیا جائیگا تو یہ مرفوع ہو جائیگا اور اسکے علت ہونے کی علامت ختم ہو جائیگی اسی لیے اسے نائب فاعل بنانا جائز نہیں اور مفعول لہ کو مقید بغیر لام کے اس لئے کہا ہے کہ اگر مع اللام ہو تو اسے نائب فاعل بنانا جائز ہے جیسے ضرب للنادیب۔

قوله وَالْمَفْعُولُ مَعَهُ كَذَلِكَ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مفعول معہ بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ مفعول معہ واؤ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے جاء البرد والجمبات اگر مفعول معہ کو نائب فاعل بنایا جائیگا تو واؤ کے ساتھ استعمال ہو گا یا بغیر واؤ کے اگر واؤ کے بغیر استعمال ہو تو وہ مفعول معہ نہیں رہے گا اور اگر واؤ کے ساتھ استعمال ہو تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ فاعل فعل کا جزو ہوتا ہے اور نائب فاعل ممزول فاعل کے ہوتا ہے لہذا نائب فاعل بھی فعل کا جزو ہوا اور جزا اتصال کا تقاضا کرتا ہے جب واؤ کے ساتھ استعمال ہو گا تو اتصال نہ رہے گا کیونکہ واو انفصال کو چاہتی ہے اس لیے مفعول معہ بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا۔

قوله وَإِذَا وَجِدَ الْمَفْعُولُ بِهِ الْح | یہاں سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ایک کلام میں کئی مفعول پائے جائیں یعنی مفعول بہ اور مفعول مطلق اور مفعول فیہ تو ان میں سے مفعول بہ کو نائب فاعل بنایا جائے گا جیسے ضرب زید یوم الجمعة امام الامیر ضربا شدیدانی دارہ اس مثال میں فاعل کو حذف کر کے زید مفعول بہ کو نائب فاعل بنادیا گیا ہے جب کہ دیگر مفاعیل بھی پائے جاتے ہیں مفعول بہ کو نائب فاعل بنانا اس لئے اولیٰ ہے کہ اس کی مشابہت فعل کے ساتھ بہت زیادہ ہے کہ جیسے فعل کا تصور بغیر فاعل کے نہیں ہوتا اسی طرح بعض دفعہ بغیر مفعول بہ کے بھی نہیں ہوتا جیسے ضرب کا تصور ضارب کے بغیر نہیں ہو سکتا ایسے ہی بغیر مضروب کے بھی محال ہے خلاف ظرف مکان اور زمان کے کہ فعل کا وجود ان کے بغیر اگرچہ نہیں ہوتا لیکن فعل کا تصور البتہ ہو جاتا ہے اس لئے ان کی طرف حاجت اس قدر نہیں جس قدر مفعول بہ کی طرف ہے۔

قوله وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْجَمِيعُ سَوَاءٌ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کلام میں مفعول نہیں لیکن مفعول مطلق اور مفعول فیہ وغیرہ ہیں تو ان میں سے جسے چاہیں نائب فاعل بنادیں سب نائب فاعل بننے میں برابر ہیں لیکن باب اعطیت کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا زیادہ اولیٰ ہے بحسبت دوسرے مفعول کے مفعول اول کو نائب فاعل بنانا اولیٰ اس لیے ہے کہ مفعول اول میں فاعلیت کا معنی پایا جاتا ہے جیسے اعطیت زید اور ہما کہ میں نے زید کو درہم دیا اس لیے کہ زید درہم لینے والا ہے تو اس میں فاعلیت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے اسے نائب فاعل بنایا جائیگا یوں کہا جائے گا اعطی زید۔

فائدہ : باب اعطیت میں صاحب کافیہ نے باب کا اضافہ اس لئے کیا کہ صرف یہی مثال مراد نہیں بلکہ ہر وہ فعل جو دو مفعولوں کا تقاضا کرے اور پہلا مفعول دوسرے مفعول کے مغایر ہو تو پہلے کو نائب فاعل بنانا زیادہ اولیٰ ہے اگرچہ دوسرے کو بھی بنا سکتے ہیں جیسے کسوت زید اجبہ میں کہا جائے کسی زید۔

وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ فَالْمُبْتَدَأُ هُوَ الْإِسْمُ الْمُجَرَّدُ عَنِ الْعَوَائِلِ اللَّفْظِيَّةِ مُسْنَدًا إِلَيْهِ أَوْ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ أَوْ أَلِفِ الْإِسْتِفْهَامِ رَافِعَةً لِّظَاهِرٍ مِّثْلُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَمَا قَائِمُ الزَّيْدَانِ وَأَقَائِمُ الزَّيْدَانِ فَإِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا جَازَ الْأَمْرَانِ وَالْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ الْمُسْنَدُ بِهِ الْمُغَايِرُ لِلصِّفَةِ الْمَذْكُورَةِ۔

ترجمہ: ان (مرفوعات) میں سے مبتدأ اور خبر ہیں مبتدأ وہ اسم ہے جو عوائل لفظی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو یا (مبتدأ وہ ہے) جو صیغہ صفت ہو اور حرف نفی یا حمزہ استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے زید قائم وما قائم الزیدان اور اقام الزیدان پس اگر صیغہ صفت مطابق ہو اسم مفرد کے تو دونوں امر جائز ہیں (یعنی صیغہ صفت کو مبتدأ بنانا بھی جائز ہے اور خبر بھی) اور خبر وہ (اسم) ہے جو (عوائل لفظی سے) خالی ہو اور مسند ہو اور اس صفت کے مغایر ہو جس کا ذکر (مبتدأ کی تعریف میں) گذرا۔

تشریح: صاحب کافیہ یہاں سے تیسرے اور چوتھے مرفوع کا ذکر کرتے ہیں یعنی مبتدأ اور خبر مبتدأ کی پہلی قسم یہ ہے کہ وہ ایسا اسم ہے جو عوائل لفظیہ قیاسیہ اور سماعیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو اور اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے زید قائم اور مبتدأ کی دوسری قسم یہ ہے کہ مبتدأ صیغہ صفت ہو اور وہ صیغہ صفت حرف نفی کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دینے

والا ہو جیسے ماقام الزید الن یا مبتدا صیغہ صفت ہو اور حمزہ استنہام کے بعد واقع ہو اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو جیسے اقام الزید الن
 قوله مِنْهَا الْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ | اسکی دو ترکیبیں ہیں پہلی ترکیب یہ ہے کہ منھا خبر مقدم اور المبتدا معطوف
 علیہ اور الخبر معطوف معطوف علیہ سے مل کر مبتدا مؤخر خبر مقدم مبتدا مؤخر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو اور
 بعض نسخوں میں صرف اتنی عبارت ہے المبتدا والخبر المبتدا معطوف علیہ اور الخبر معطوف معطوف علیہ سے مل کر
 مبتدا اور منھا محذوف اس کی خبر ہوگی مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فوائد قیود: جب کہا کہ مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو تو اس سے وہ اسماء نکل گئے جن میں
 عوامل لفظیہ ہیں جیسے کان وغیرہ کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر اور ماؤلا کا اسم اور ان وغیرہ کی خبر اور جب کہا کہ وہ مسند الیہ ہو
 تو اس سے وہ اسماء نکل گئے جو مسند ہوتے ہیں جیسے خبر وغیرہ اور مبتدا کی قسم ثانی بھی نکل گئی کیونکہ یہ مسند الیہ نہیں ہوتی
اعتراض: دیگر مرفوعات کی طرح مبتدا اور خبر کو بھی الگ الگ کیوں بیان نہیں کیا ان کو اکٹھا کر گھمنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: ان دونوں میں تلازم ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں مبتدا کو خبر لازم ہے اور خبر کو
 مبتدا لازم ہے کیونکہ کلام ایک کے ساتھ مکمل نہیں جب تک کہ دوسرا نہ پایا جائے۔

جواب: ۲ دونوں کا عامل معنوی ہوتا ہے تو اشتراک فی العامل کی وجہ سے انکو اکٹھا کر کیا۔

اعتراض: مبتدا کی تعریف میں آپ نے کہا ہو الا اسم الجرد، مجرد تجرید سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز
 کو کسی چیز سے خالی کرنا تو عوامل لفظیہ سے تجرید کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے عامل لفظی موجود تھا پھر اس سے مبتدا کو خالی
 کر لیا گیا حالانکہ مبتدا پر تو سرے سے کوئی عامل نہیں ہوتا اس لئے لفظ الجرد کا استعمال صحیح نہیں۔

جواب: کبھی امکان وجود کو وجود کیساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے ضیق فَمَ الْبِئْرُ کہ کنویں کا منہ تنگ کر دو
 اس کا مطلب یہ نہیں کہ کنویں کا منہ پہلے کشادہ ہے لہذا اب تنگ کر دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ کنواں بناتے وقت منہ کے کشادہ
 ہونے کا احتمال ہے لہذا اسے ابتدا ہی سے تنگ رکھو چنانچہ یہاں عوامل لفظیہ کا احتمال تھا اس کو ختم کرنے کیلئے الجرد کہا۔

قوله الْعَوَامِلُ |

اعتراض: العوامل جمع ہے عامل کی اور جمع کے اقل افراد تین ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ مبتدا کم از کم تین عوامل لفظیہ
 سے خالی ہو تو ایک یا دو عامل لفظی جس اسم میں ہوں اس کا مبتدا بننا صحیح ہو حالانکہ یہ بالکل غلط اور غیر مراد ہے۔

جواب: اس کا جواب گذر چکا ہے کہ جمع پر الف لام داخل ہو جائے تو معنی جمعیت باطل ہو جاتا ہے اور استغراق مراد ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مبتدا وہ اسم ہے جس پر ایک بھی عامل لفظی نہ ہو ہر قسم کے عوامل لفظیہ سے خالی ہو۔
فائدہ: مبتدا اور خبر میں عامل معنوی ہوتا ہے اس میں تین اقوال ہیں۔

- (۱) نحاۃ البصرہ کا قول ہے کہ مبتدا اور خبر میں عامل معنوی ابتدا ہے اور ابتدا سے مراد اسم کا عامل لفظی سے خالی ہونا ہے جب یہ دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہو گئے تو ان دونوں سے ابتدا اور ست ہو گئی یہی وجہ ہے کہ خبر کبھی مقدم بھی ہوتی ہے
- (۲) دوسرا قول علامہ زنجیری کا ہے مبتدا کے اندر عامل ابتدا ہے اور خبر میں عامل مبتداء ہے۔
- (۳) تیسرا قول امام کسائی، فراء اور شیخ رضی کا ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں ایک دوسرے میں عامل ہیں معنوی طور پر کہ مبتدا خبر کو رفع دے رہا ہے اور خبر مبتدا کو لیکن آخری دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ ان دونوں قولوں کے مطابق مبتدا اور خبر عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہوں گے۔

قوله اَوِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ الخ

فائدہ: لفظ الصفة عام ہے اس میں اسم فاعل، اسم مفعول صفت مشبہ وغیرہ سب داخل ہیں اور جب کہا کہ حرف نفی کے بعد واقع ہو اس میں بھی عموم ہے چاہے حرف نفی ماہو یا ان نافیہ ہو یا لا ہو جب کہما ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو تو اس میں بھی عموم ہے خواہ ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو یا ہمزہ استفہام کے مثل کے بعد واقع ہو جیسے چل وغیرہ۔

قوله رَافِعَةً لِظَاهِرِ الخ

اعتراض: آپ نے کہا کہ مبتدا کی قسم ثانی یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت ہو اور وہ حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ صفت اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہی بلکہ ضمیر کو رفع دے رہی ہے جیسے ارغبت انت ارغب صیغہ صفت ہے اور ہمزہ استفہام کے بعد بھی واقع ہے تو یہ اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا بلکہ انت ضمیر کو رفع دے رہا ہے۔

جواب: ہم نے جو کہا کہ اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو اس سے عام مراد ہے چاہے حقیقتہً اسم ظاہر ہو یا حکماً اور ضمیر مرفوع منفصل حکماً اسم ظاہر میں داخل ہے۔

قوله فَإِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًا الخ | یہاں سے صاحب کافہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر صیغہ صفت بھی مفرد ہو اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو تو دونوں امر جائز ہیں چاہے صفت کو مبتد اور اسم ظاہر اس کا فاعل قائم مقام خبر کے بنالیں یا صفت کو خبر مقدم اور اسم ظاہر کو مبتد امؤخر اس وقت صفت میں ایک ضمیر ہوگی جو اسم ظاہر کی طرف راجع ہوگی جیسے ما قائم زید اس مثال میں قائم کو مبتد اور زید کو فاعل قائم مقام خبر کے بنالیں گے یا زید کو مبتد امؤخر اور قائم کو خبر مقدم بنالیں گے۔

قوله الْخَبَرُ هُوَ الْمُجَرَّدُ الخ | یہاں سے صاحب کافہ خبر کی تعریف کر رہے ہیں کہ خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مند ہو اور وہ خبر ایسی صفت نہ ہو جو حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے رہی ہو۔

فوائد قیود : جب کہا خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو تو اس سے کان واں وغیرہا کی خبر نکل گئی کیونکہ ان کی خبر پر عامل لفظی داخل ہوتا ہے اور جبکہ مند ہو تو اس سے مبتد کی قسم اول نکل گئی کیونکہ وہ مند الیہ ہوتا ہے مند نہیں اور جب کہا صفت مذکورہ کے مغایر ہو تو اسے مبتد کی قسم ثانی بھی نکل گئی۔

قوله الْمُجَرَّدُ الخ |

اعتراف : خبر کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ فعل مضارع جیسے یضرب زید پر یہ تعریف صادق آرہی ہے کیونکہ یہ عوامل لفظیہ سے خالی بھی ہے اور مند بھی ہے اور صفت مذکورہ کے مغایر بھی اس کے باوجود یہ خبر نہیں **جواب :** مجرد سے مراد اسم مجرد ہے، مطلق مجرد نہیں کیونکہ بات مرفوعات میں ہو رہی ہے اور یضرب فعل ہے اسم نہیں لہذا یہ خبر کی تعریف میں داخل نہیں تو تعریف بالکل مانع ہے۔

وَأَصْلُ الْمُبْتَدَأِ التَّقْدِيمُ وَمِنْ ثَمَّ جَاَزَ فَنِي دَارِهِ زَيْدٌ وَامْتَنَعَ صَاحِبُهَا فِي الدَّارِ وَقَدْ يَكُونُ الْمُبْتَدَأُ نَكْرَةً إِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهِ مَّا مِثْلُ وَلَعَبْتُ تَوْبَسُّ خَيْرٌ مِنْ شُفْرِكِ وَارْجُلٌ فِي الدَّارِ أَمِ امْرَأَةٌ وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ وَشَرٌّ أَهَرُ ذَا نَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ -

ترجمہ: اور مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو اسی وجہ سے یہ مثال جائز ہے فی دارہ زید اور (یہ مثال) منفع ہے صاحبہا فی الدار اور مبتدا (میں اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو اور) کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے جب کہ اس میں کسی طرح تخصیص پائی جائے جیسے ولعبد مومن خیر من مشرک اور ار جل فی الدار ام امراتہ اور ما احد خیر منك اور شر اھر ذانا پ اور فی الدار رجل اور سلام علیک (ان مثالوں میں مبتدا میں نکرہ ہونے کے ساتھ تخصیص بھی ہے) -

تشریح: قوله وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ الخ | مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو خبر سے کیونکہ مبتدا ذات پر دلالت کرتا ہے اور خبر احوال ذات پر اور ذات مقدم ہے احوال ذات سے تو چونکہ مبتدا میں اصل تقدیم ہے اسی وجہ سے ایسی مثالیں جائز ہوں گی جن کے اندر خبر میں مبتدا کی ضمیر پائی جا رہی ہو اور مبتدا موخر ہو جیسے فی دار زید زید مبتدا موخر ہے اور فی دارہ خبر مقدم ہے اگرچہ یہ اضمار قبل الذکر ہے مگر صرف لفظاً ہے رتبہ نہیں اس لئے کہ مبتدا رتبہ مقدم ہے لہذا یہ مثال جائز ہے اور صاحبہا فی الدار یہ مثال منفع ہو گی یعنی جس میں مبتدا مقدم ہو اور اس میں خبر کی جانب ضمیر راجع ہو کیونکہ اسمیں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبہ لازم آ رہا ہے جو ناجائز ہے -

قوله وَقَدْ يَكُونُ الْمُبْتَدَأُ نَكْرَةً الخ | مبتدا میں اصل معرفہ ہوتا ہے جیسے کہ خود مصنف کا انداز بتلا رہا ہے کہ قد کا لفظ استعمال کیا جو تقلیل کیلئے ہے یعنی کبھی مبتدا نکرہ ہوتا ہے اور اکثر معرفہ بھی ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے اور حکم معروف پر ہی لگایا جاسکتا ہے نکرہ پر نہیں کیونکہ نکرہ افراد کثیرہ کو شامل ہوتا ہے ہاں اگر نکرہ میں کسی قسم کی تخصیص ہو جائے تو چونکہ افراد کم ہو جائیں گے اس لیے نکرہ پر حکم لگانا ٹھیک ہو گا نکرہ میں تخصیص کی مصنف نے چھ صورتیں بیان کی ہیں مثالوں کی شکل میں

تخصیص کی صورتیں: پہلی صورت تخصیص باعتبار صفت کے ہو جیسے ولعبد مومن خیر من مشرک اس مثال میں عبد نکرہ مبتدا ہے اس میں تخصیص صفت کے اعتبار سے ہوئی یعنی عبد کی صفت مومن ذکر کر دی جس سے غیر مومن کے اعتبار سے تخصیص ہو گئی

دوسری صورت: تخصیص باعتبار علم متکلم ہو جیسے ار جل فی الدار ام امراتہ اسمیں رجل اور امراتہ دونوں نکرہ مبتدا ہیں ان میں تخصیص اس اعتبار سے ہوتی ہے کہ متکلم اس بات کو تو جانتا ہے کہ گھر میں مرد یا عورت میں سے کوئی یقیناً موجود

ہے لیکن وہ مخاطب سے ان دونوں میں سے کسی کی تعیین کے متعلق سوال کرتا ہے تو گویا اس نے کہا کہ دو معلوم امروں میں سے کونسا امر ہے، مرد کا گھر میں ہونا یا عورت کا، اس مثال میں علم باحد ہما کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی تیسری صورت: تخصیص باعتبار عموم، جیسے ما احد خیر منك، اس میں احد نکرہ مبتدا ہے اسمیں تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ احد نکرہ ہے اور تحت الٹی واقع ہے تو یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے لہذا تمام افراد سے خیریت کی نفی ہوگی کہ تجھ سے کوئی بھی بہتر نہیں، تو فرد واحد یعنی مخاطب کیلئے بہتر ہونا ثابت ہو گیا لہذا اس میں تخصیص آگئی۔

چوتھی صورت: تخصیص باعتبار صفت مقدرہ یا تخصیص باعتبار تخصیص فاعل ہو، جیسے شر اہر ذائب، اس مثال میں شر نکرہ مبتدا ہے اس میں تخصیص کی دو صورتیں ہیں (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ شر کی تنوین، تعظیم کیلئے ہے تو اصل عبارت یوں ہو جائیگی شر عظیم اہر ذائب تو عظیم صفت کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی (۲) تخصیص کی دوسری صورت یہ ہے کہ شر اہر ذائب میں تخصیص اس طرح ہوئی جیسے کہ فاعل میں ہوتی ہے اور فاعل میں تخصیص ذکر فعل سے ہوتی ہے مثلاً جب کسی نے قائم کہا تو اس سے یہ بات واضح طور پر مفہوم ہوتی ہے کہ اس کے بعد جو اسم ذکر کیا جائے گا اس پر قیام کا حکم لگایا جاسکتا ہے تو جب ر جل کہا تو معلوم ہو گیا کہ یہی محکوم علیہ ہے اس میں تخصیص اس اعتبار سے ہوئی تو شر میں بھی تخصیص اسی طرح ہے جس طرح فاعل میں کیونکہ شر اہر ذائب، ما اہر ذائب الا شر کے معنی میں ہے کیونکہ یہاں شر فاعل سے بدل ہے جو کہ فاعل اہر کی ضمیر ہے اور بدل حکماً فاعل ہے باقی رہی یہ بات کہ شر اہر ذائب، ما اہر ذائب الا شر کے معنی میں کس طرح ہے حالانکہ ما اہر ذائب الخ میں تو ما اور الا کیساتھ حصر ہے جو کہ شر اہر ذائب میں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شر اہر ذائب اصل میں اہر شر ذائب تھا تو اس میں شر فاعل اہر کی ضمیر سے بدل ہے اور بدل فاعل حکمی ہے تو جیسے فاعل کا درجہ فعل سے مؤخر ہوتا ہے اس کا درجہ بھی فعل سے مؤخر ہے جب اس کو مقدم کیا تو حصر پیدا ہو گیا کیونکہ تقدیم ماحقہ التاخیر مفید حصر ہوتی ہے تو جیسے ما اہر ذائب الا شر میں شر فاعل سے بدل ہے اور اس میں حصر ہے اسی طرح شر اہر ذائب میں بھی شر فاعل سے بدل ہے اور اسمیں حصر بھی ہے۔

اعتراض: تخصیص قلت اشتراک کو کہتے ہیں یہاں کوئی چیز ہے جس سے قلت اشتراک اور تخصیص پائی گئی۔

جواب: قلت اشتراک اس طرح ہے کہ کتے کا بھونکنا کبھی معقاد ہوتا ہے اور کبھی غیر معقاد، اگر معقاد ہو تو کبھی خیر کا ہوتا ہے جیسے گھر والے کے دوست کی آمد پر اور کبھی شر کا ہوتا ہے جیسے صاحب خانہ کے دشمن کی آمد پر، اگر کتے

کا بھونکنا معتاد ہو تو حصر نسبت خیر کے مقابلہ حاصل ہوگا ای شر لا خیر اھر ذائب اگر کتے کا بھونکنا غیر معتاد ہو تو اسوقت بھونکنا محض شر ہی شر ہوگا اسوقت تخصیص صفت مقدرہ کے اعتبار سے ہوگی تو یوں عبارت ہوگی شر عظیم لا خیر اھر ذائب۔

پانچویں صورت: تخصیص باعتبار تقدیم خبر یا تخصیص صفت جیسے فی الدار رجل، اسمیں رجل نکرہ کو مبتدا بنانا اس لئے صحیح ہے کہ اسمیں تخصیص پائی گئی ہے اور وہ اس طرح کہ خبر کو مقدم کیا گیا ہے اور تقدیم ماحقہ التاخر یعنیہ الجھر والتخصیص تو خبر کی تقدیم سے مبتدا میں تخصیص پائی گئی اور دوسری صورت تخصیص کی یہ ہے کہ جب فی الدار کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ فی الدار کے بعد جو واقع ہوگا وہ صفت استقرار کے ساتھ موصوف ہوگا تو تقدیم خبر بمنزلہ تخصیص صفت کے ہو گئی اسلئے نکرہ کو مبتدا بنانا صحیح ہوا۔

چھٹی صورت: تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس کی نسبت متکلم کی جانب ہوتی ہے جیسے سلام علیک اس میں سلام نکرہ کو مبتدا بنایا گیا ہے اس میں تخصیص اس طرح سے ہے کہ اسکی نسبت متکلم کی طرف کی گئی ہے اصل عبارت یہ ہے کہ سلمت سلاما علیک یا سلام من قبل علیک مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا گیا تو متکلم کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص ہے۔

اعتراض: جب مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا گیا تو سلاما علیک کہنا چاہیے تھا سلام کس بنا پر کہا اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ متکلم کی طرف نسبت ہے ہی نہیں۔

جواب: سلاما علیک جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے جب کہ سلام علیک جملہ اسمیہ دعائیہ ہے جو استقرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے جو کہ دعا میں مقصود ہے لہذا نصب کو رفع سے تبدیل کر دیا اور فعلیہ سے اسمیہ بنادیا۔

وَالْخَبَرُ قَدْ يَكُونُ جُمْلَةً مِّثْلُ زَيْدٌ أَبُوهُ قَائِمٌ وَزَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ فَلَا بُدَّ مِنْ عَائِدٍ
وَقَدْ يُحذفُ وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا فَلَا كَثْرَ عَلَى أَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِجُمْلَةٍ وَإِذَا كَانَ الْمُبْتَدَأُ
مُسْتَمِلًا عَلَى مَالِهِ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ مَنْ أَبُوكَ أَوْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ أَوْ
مُسَاوِيَيْنِ نَحْوُ أَفْضَلُ مِنْكَ أَفْضَلُ مِنِّي أَوْ كَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا لَهُ مِثْلُ زَيْدٌ
قَامَ وَجَبَ تَقْدِيمُهُ۔

ترجمہ: اور خبر کبھی جملہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم اور زید قائم ابوہ (خبر جب جملہ ہو) تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے (جو مبتدا کی طرف لوٹے) اور کبھی ضمیر کو حذف کر دیا جاتا ہے اور خبر جب ظرف واقع ہو تو اکثر نحوی اسے جملے کے متعلق کرتے ہیں اور جب کہ مبتدا مشتمل ہو اس پر جو صدارت کلام کو چاہتا ہو جیسے من ابوہ یا مبتدا اور خبر دونوں معروف ہوں یا دونوں تخصیص میں برابر ہوں جیسے افضل منک افضل منی یا خبر مبتدا کا فعل ہو جیسے زید قائم، تو مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔

تشریح: قوله وَالْخَبَرُ قَدْ يَكُونُ الْخ اور خبر کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے زید ابوہ قائم، لیکن جب خبر جملہ ہو تو اس میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف راجع ہو جیسے زید ابوہ قائم میں قَدْ يَكُونُ الْخ خبر ہے اور اس میں ضمیر مبتدا کی طرف راجع ہے اور کبھی خبر جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے زید قائم ابوہ اس مثال میں قائم ابوہ خبر ہے اور اس میں ضمیر مبتدا کی طرف راجع ہے۔

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ خبر جب جملہ ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے لیکن ضمیر کو کسی قرینہ کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے البر الکرہ مستین در ہما اصل میں اس طرح تھا البر الکرہ مستین در ہما منہ ضمیر کو حذف کر دیا قرینہ کی وجہ سے 'قرینہ یہ ہے کہ بالغ گندم ہی کی قیمت بیان کرتا ہے کسی دوسری چیز کی نہیں' اور دوسری مثال السمن منوان بدر ہم اصل میں یوں تھا کہ السمن منوان منہ بدر ہم خبر سے منہ ضمیر کو حذف کر دیا اور قرینہ یہ ہے کہ سمن ہی کی بات ہو رہی ہے کسی اور چیز کی نہیں۔

قوله وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا فَلَا كَثْرُ الْخ یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ خبر جب ظرف واقع ہو خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان، تو بصری اسے جملے کے متعلق کرتے ہیں جو مقدر ہوتا ہے اسلئے کہ ظرف عامل کا تقاضا کرتا ہے جسکے متعلق ہو سکے جیسے زید فی الدار کی مثال میں زید مبتدا ہے اور فی الدار جار مجرور استقر کے متعلق ہے جو مقدر ہے تو مطلب ہو گا زید فی الدار ای استقر فی الدار یہاں فعل مقدر ہو گا اور خبر جملہ ہو گی، اور بعض نحوی مفرد مقدر نکالتے ہیں اس لئے کہ خبر میں اصل افراد ہے اس وقت یہ ظرف اسم فاعل مستقر کے متعلق ہو گا ای زید مستقر فی الدار۔

قوله وَإِذَا كَانَ الْمُبْتَدَأُ الخ | یہاں سے صاحب کافہ چار جگہیں بیان کرتے ہیں کہ ان جگہوں میں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے ۔

تقدیم مبتدا کی جگہیں

پہلی جگہ : جب مبتدا ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کو چاہتا ہے جیسے ادوات استفہام و قسم اور تمنیٰ اور ترجیٰ اور ضمیر شان اور لام ابتدا اور شرط اور تعجب تو مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے اگر مبتدا کو مقدم نہ کریں گے تو انکی صدارت کلام فوت ہو جائیگی جیسے من ابوک یہ استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے اگر ابوک من کہیں گے تو صدارت کلام فوت ہو جائیگی شرط کی مثال من یکر منیٰ فانا کرہ اور ضمیر شان کی مثال هو زید مطلق، لام ابتدا کی مثال لزید مطلق، تعجب کی مثال ما احسن زید، قسم کی مثال 'واللہ زید قائم' تمنیٰ کی مثال لیت زید حاضر اور ترجیٰ کی مثال لعل عمر و اغائب ۔

دوسری جگہ : جب مبتدا اور خبر دونوں معروف ہوں تو مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے اگر مبتدا خبر پر مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا خبر کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے تمنیکہ لمنطلق تو اس میں مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے ۔

تیسری جگہ : جب مبتدا اور خبر تخصیص میں دونوں برابر ہوں تو اس وقت مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے اگر مبتدا کو خبر پر مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا خبر کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے افضل منک افضل منیٰ تو اس میں مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے ۔

چوتھی جگہ : جب خبر، مبتدا کا فعل ہو تو اس وقت بھی مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے اگر مبتدا کو مقدم نہیں کریں گے تو مبتدا کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے زید قام اگر اس میں خبر کو مقدم کریں گے اور قام زید کہیں گے تو گمان ہو گا کہ زید فاعل ہے اور یہ جملہ فعلیہ ہے حالانکہ یہ جملہ اسمیہ ہے تو خلاف مقصود لازم آئے گا اس لئے مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے ۔

وَإِذَا تَصَمَّنَ الْخَبْرُ الْمُفْرَدُ مَالَهُ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ أَيْنَ زَيْدٌ أَوْ كَانَ
مُصَحَّحًا لَمْ يَمْثَلْ فِي الدَّارِ رَجُلٌ أَوْ لِمَتَعَلَّقِهِ ضَمِيرٌ فِي الْمُبْتَدَأِ مِثْلُ عَلَى
الْتِمَرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا أَوْ كَانَ خَبْرًا عَنْ أَنَّ مِثْلُ عِنْدِي أَنَّكَ قَائِمٌ وَجَبَ
تَقْدِيمُهُ وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبْرُ مِثْلُ زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ وَقَدْ يَتَصَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى
الشَّرْطِ فَيَصِحُّ دُخُولُ الْفَاءِ فِي الْخَبْرِ وَذَلِكَ الْأَسْمُ الْمَوْصُولُ بِفِعْلِ
أَوْظَرَفٍ أَوْ التَّنْكِرَةِ الْمَوْصُوفَةِ بِهِمَا مِثْلُ الَّذِي يَأْتِينِي أَوْ فِي الدَّارِ فَلَهُ
دِرْهَمٌ وَكُلُّ رَجُلٍ يَأْتِينِي أَوْ فِي الدَّارِ فَلَهُ دِرْهَمٌ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مَا نَعَانِ
بِالِاتِّفَاقِ وَالْحَقُّ بَعْضُهُمْ إِنَّ بِهِمَا

ترجمہ: جب خبر مفرد، ایسے کلمہ کو متضمن ہو جو صدارت کلام چاہتا ہو جیسے این زید یا خبر مبتدا کو صحیح بنانے والی ہو جیسے فی الدار رجل یا خبر کے متعلق کے لئے ضمیر ہو مبتدا میں جیسے علی التمرۃ تمکھا زید یا وہ خبر ہو ان کی جیسے عندی انک قائم تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے اور کبھی خبر متعدد ہوتی ہے جیسے زید عالم عاقل اور کبھی مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے پس فاء کو خبر میں داخل کرنا صحیح ہے (اور وہ مبتدا جو معنی شرط کو متضمن ہوتا ہے) یا وہ ایسا اسم موصول ہو گا جس کا صلہ فعل یا ظرف آتا ہے یا ایسا اسم نکرہ ہو جو موصوف ہو ان دونوں (فعل اور ظرف) کے ساتھ جیسے الذی یاتیننی او فی الدار فلہ درہم اور کل رجل یاتیننی او فی الدار فلہ درہم اور لیت اور لعل خبر پر دخول فاء سے بالاتفاق مانع ہیں اور بعض نے ان کو بھی ان دونوں کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

تشریح: قوله وَإِذَا تَصَمَّنَ الْخَبْرُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ وہ چار جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے۔

تقدیم خبر کی جگہیں

پہلی جگہ: جب خبر کسی ایسے کلمہ پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کو چاہتا ہو تو خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے اگر خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو صدارت کلام فوت ہو جائیگی، جیسے این زید میں این خبر ہے اور زید مبتدا ہے اور این کلمہ استفہام ہے اور استفہام صدارت کلام کو چاہتا ہے اس بنا پر خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے۔

دوسری جگہ: جب کہ مبتدا کا صحیح ہونا خبر کی تقدیم پر موقوف ہو یعنی خبر کی تقدیم کی وجہ سے مبتدا مبتدا بن رہا ہو تو خبر کو مقدم کرنا ضروری ہے جیسے فی الدار رجل اس میں رجل نکرہ مبتدا ہے، اس کا مبتدا ہونا تخصیص پر موقوف ہے اور وہ تقدیم خبر ہے اس کے بغیر اس کا مبتدا ہونا صحیح نہیں ہوگا۔

تیسری جگہ: جب کہ مبتدا میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف لوٹ رہی ہو تو اس وقت خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے، اگر خبر کو مقدم نہیں کریں گے تو اضمار قبل الذکر لفظ اور متبہ لازم آئے گا اور یہ باطل ہے جیسے علی التمرۃ مثکھا زید اس مثال میں علی التمرۃ خبر ہے اور مثکھا مبتدا ہے اور اسمیں ہا ضمیر متعلق خبر یعنی التمرہ کی طرف راجع ہے تو خبر کو مقدم کرنا ضروری ہے تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے۔

چوتھی جگہ: خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جب کہ وہ اُن کی خبر بن رہی ہو ورنہ اُن کا اُن کے ساتھ التباس لازم آئے گا، جیسے عِنْدِي اَنَّكَ قَائِمٌ، اس مثال میں عندی خبر ہے اگر اسے مؤخر کریں گے تو اُن شروع کلام میں آجائے گا جب کہ شروع کلام میں اُن آتا ہے تو التباس لازم آئے گا اسلئے تقدیم خبر ضروری ہے۔

قوله وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ الْح | اور کبھی ایک مبتدا کی کئی خبریں ہوتی ہیں جیسے زید حافظ عالم عاقل، جب مبتدا کا معنی ایک خبر کے ساتھ صحیح بن رہا ہو تو ایک خبر ذکر کرنا بھی صحیح ہے اور متعدد خبریں بھی، جیسے اس مثال میں زید حافظ پر اکتفاء بھی صحیح ہے اور حافظ کے ساتھ عالم، عاقل کا اضافہ بھی صحیح ہے، اور اگر مبتدا کا معنی تعدد خبر کے بغیر صحیح نہ بن رہا ہو تو متعدد خبروں کا ذکر کرنا واجب ہے جیسے کسی چیز کے بارے میں کھٹی میٹھی ہونے کی خبر دینا مقصود ہو تو صرف ہذا حلو کہنا صحیح نہ ہوگا بلکہ ہذا حلو ماضی کہنا ضروری ہے تاکہ معنی صحیح طریقے سے ادا ہو سکے۔

قوله وَقَدْ يَتَصَمَّنُ الْمُبْدَأُ الْحِجَابُ یہاں سے صاحب کافیہ ان چار جگہوں کو بیان کر رہے ہیں جہاں مبتدا کی خبر پر فاء داخل کرنا صحیح ہے جب مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو تو فاء کا خبر پر داخل کرنا اسلئے صحیح ہے کہ مبتدا بمنزلہ شرط کے ہو جائیگا اور خبر بمنزلہ جزاء کے واجب مبتدا اسم موصول بن رہا ہو اور اس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو تو اس کی خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے الذی یاتیننی فله درہم الذی اسم موصول مبتدا بن رہا ہے اس کا صلہ جملہ فعلیہ ہے لہ درہم اس کی خبر ہے اس پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے واجب اسم موصول مبتدا بن رہا ہو جملہ ظرفیہ کیساتھ مل کر تو اس کی خبر پر فاء کا داخل کرنا جائز ہے جیسے الذی فی الدار فله درہم مبتدا انکرہ ہو اور اس کی صفت جملہ فعلیہ ہو اس کی خبر پر فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے کل رجل یاتیننی فله درہم ۔

۳۔ مبتدا انکرہ ہو اور اس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو اس کی خبر پر بھی فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے کل رجل فی الدار فله درہم ۔

قوله فَيَصِحُّ الْحِجَابُ

اعتراض : صاحب کافیہ فصیح کما درست نہیں کیونکہ بعض جگہوں میں فاء کا داخل کرنا واجب ہوتا ہے اور بعض جگہ جائز اور بعض جگہ ممتنع، توضیح کما درست نہ ہوا ۔

جواب : فاء کے داخل کرنے کی تین صورتیں ہیں (۱) جب کہ مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو اور پہلا دوسرے کیلئے سبب بن رہا ہو اس کی دلالت مقصود بھی ہو تو اس وقت فاء کا داخل کرنا واجب ہے (۲) جب پہلا دوسرے کیلئے سبب نہ بن رہا ہو تو اس وقت فاء کا داخل کرنا ممتنع ہے (۳) جب مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو اس وقت فاء کا داخل کرنا صحیح ہے مصنف نے پہلی صورتوں کو چھوڑ کر تیسری صورت مراد لی ہے ۔

قوله وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مَا نَعَانِ بِالْإِتِّفَاقِ | پہلے مصنف نے وہ چار جگہیں بیان کی ہیں جہاں خبر پر فاء کو داخل

کرنا صحیح ہے یہاں سے وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں اگر لیت و لعل کو داخل کر دیا جائے تو بالاتفاق خبر پر فاء کا داخل کرنا جائز نہیں اسلئے کہ لیت و لعل جملہ انشائیہ میں سے ہیں اور خبر پر دخول فاء اسلئے جائز تھا کہ خبر کو قائم مقام جزاء کے بنایا تھا لیت اور لعل کی وجہ سے مبتدا اور خبر خبریت سے نکل کر انشاء میں داخل ہو گئے ہیں تو انکی مشابہت شرط اور جزاء سے زائل ہو گئی ہے اس لئے کہ شرط اور جزاء اخبار کی قبیل سے ہے انشاء کے قبیل سے نہیں اس لئے لعل الذی یاتیننی فله درہم اور لیت الذی یاتیننی فله درہم کما جائز نہیں ہے ۔

قوله وَالْحَقُّ بَعْضُهُمْ اہل یہاں سے صاحب کافہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ بعض نحویوں نے اِن مَکسورہ کو بھی ان دونوں کے ساتھ شامل کیا ہے، یعنی جس طرح لیت اور لعل خبر پر دخول فاء سے مانع ہیں اسی طرح ان مَکسورہ بھی دخول فاء سے مانع ہے کیونکہ اِن یقین کیلئے آتا ہے اور شرط اور جزا تردد کیلئے اور یقین و تردد متضاد ہیں یہ سیبویہ کا مذہب ہے اخفش کا مذہب یہ ہے کہ اِن کے داخل ہونے کے بعد بھی خبر پر فاء کو داخل کرنا صحیح ہے کیونکہ ان کے داخل ہونے کے بعد بھی مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے اِن کے آنے کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اعتراض: جس طرح اِن مَکسورہ خبر پر دخول فاء سے مانع ہے بعض کے نزدیک اسی طرح اِن مفتوحہ اور لکن بھی دخول فاء سے مانع ہیں تو صاحب کافہ نے ان کو بیان کیوں نہیں کیا ؟

جواب: اِن مَکسورہ کو لیت و لعل کے ساتھ لاحق کرنا سیبویہ کا مذہب ہے، سیبویہ مستند نحوی ہیں اور امام ہیں اس لئے ان کا قول قابل ذکر ہے لیکن ان کو لاحق کر نیوالوں کا قول لائق التفات نہ تھا اس لئے اس کو ذکر ہی نہیں کیا اگرچہ سیبویہ اور بعض دونوں کا قول قرآن اور فصیح عربی کے خلاف ہے اِن کے داخل ہونے کے بعد خبر پر فاء ممتنع نہیں ہے جیسے قرآن پاک میں ہے ان الذین کفروا واما تو اودھم کفار فلن یقبل الخ اسی طرح لکن اور اِن مفتوحہ بھی دخول فاء سے مانع نہیں اِن مفتوحہ کی مثال واعلموا انما غنمتم من شی فان لله اور لکن کی مثال جیسے شعر

فَوَاللّٰهُ مَا فَارَقْتُكُمْ قَالِيَا لَكُمْ ☆ وَلٰكِنْ مَا يُقْضٰی فَسَوْفَ يَكُوْنُ

وَقَدْ يُحْدَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِ الْمُسْتَهْلِ الْهَلَالُ وَاللّٰهُ
وَالْخَبَرُ جَوَازًا مِثْلُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبْعُ وَوَجُوبًا فِي مَا التَزِمَ فِي مَوْضِعِهِ
غَيْرُهُ مِثْلُ لَوْلَا زَيْدٌ لَّكَانَ كَذَا وَمِثْلُ ضَرَبَنِي زَيْدًا قَائِمًا وَكُلُّ رَجُلٍ وَضِيعَتُهُ
وَلَعَمْرُكَ لَا فَعَلَنَّ كَذَا۔

ترجمہ: اور کبھی مبتدا کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے چاند دیکھنے والے کا قول الھلال واللہ اور کبھی خبر کو بھی جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے خرجت فاذا السبع اور کبھی خبر کو جونی طور پر

حذف کر دیا جاتا ہے اس ترکیب میں جس میں خبر کی جگہ غیر خبر کو لازم کر دیا گیا ہو جیسے لولا زید لکان کذا اور ضربی زیدا قائما اور کل رجل وضیعتہ اور لعمرك لا فعلین ہذا کی مثالوں میں ۔

تشریح : قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ | کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے جیسے چاند دیکھنے والے کا قول الهلال واللہ اصل میں یوں تھا کہ ہذا الهلال واللہ یہاں پر قرینہ حالیہ کی وجہ سے مبتدا کو حذف کر دیا گیا ۔

اعتراض : ہم یہاں حذف مبتدا کو تسلیم نہیں کرتے، ہو سکتا ہے کہ یہاں خبر محذوف ہو، جیسے الهلال ہذا ۔

جواب : یہاں خبر محذوف ماننا جائز نہیں اس لئے کہ چاند دیکھنے والے کا مقصود ایک شے کو دیکھ کر اس پر ہدایت کا حکم لگانا تھا تاکہ دوسرے چاند دیکھنے والے بھی دیکھ لیں، جیسے کہ اسنے دیکھا ہے، اور یہ معنی مبتدا کے حذف ہونے کی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے حذف خبر کی صورت میں نہیں، اسلئے کہ حذف خبر کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ چاند کا وجود پہلے سے ثابت ہے اور یہ متعین نہیں کہ یہ چاند ہے یا وہ چاند ہے تو چاند دیکھنے والے نے الهلال ہذا سے اسے متعین کر دیا حالانکہ یہ معنی خلاف مقصود ہے اسلئے یہاں خبر کو محذوف نہیں مان سکتے ۔

قوله وَالْحَبْرُ جَوَازًا | اور کبھی قیام قرینہ کی وجہ سے خبر کو بھی حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے خرجت فاذا السبع اصل میں فاذا السبع موجود تھا، اور یہاں قرینہ یہ ہے کہ کہ اذا یہ ظرف زمان میں سے ہے اور افعال عامہ پر دلالت کرتا ہے افعال عامہ چار ہیں کون، وجود، ثبوت، حصول ۔

وَوُجُوبًا فَنِي مَا التَّزِمَ | یہاں سے صاحب کافیہ چار جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں مبتدا کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے جب خبر کے قائم مقام کو ذکر کر دیا گیا ہو تو اسوقت خبر کو حذف کرنا واجب ہے ورنہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آئے گا مثل لولا زید لکان کذا اصل میں یوں ہے لولا زید موجود لکان کذا یہاں موجود خبر کو حذف کر دیا گیا ہے لکان کذا کو خبر کے قائم مقام کر دیا اگر اس میں خبر کو حذف نہ کریں تو اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آتا ہے ۔

قوله مثل

اعتراض: لفظ مثل کا اضافہ کس غرض کے لئے کیا گیا ہے؟

جواب: لفظ مثل کا اضافہ اس غرض سے کیا کہ صرف یہی مثال مراد نہیں ہے بلکہ ہر وہ مبتدا جو لولا کے بعد ہو اور اس کی خبر انفعال عامہ سے ہو تو اس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ لولا انقضاء ثانی کے لئے آتا ہے پہلے کے وجود کی وجہ سے 'جیسے لولا علی'، لہلک عمر' اصل میں یوں تھا لولا علی موجود لہلک عمر۔

قوله ومثل ضربی زیداً قائماً

حذف خبر کی دوسری مثال ہے اصل میں یوں تھا ضربی زیداً حاصل اذاکان قائماً یہاں حاصل خبر کو حذف کر دیا پھر اس کے بعد اذکو بھی اپنی شرط (یعنی کان کے ساتھ جو کہ حال میں عامل ہے) کو حذف کر دیا اور حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا اور ظرف کو خبر کے قائم مقام 'نتیجہ یہ نکلا کہ حال خبر کے قائم مقام ہوا' لہذا حال ظرف کے قائم مقام ہوا اور مثل سے مراد ہر وہ کلام ہے جس میں مصدر 'مبتدا بن رہا ہے اور اس کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف ہو رہی ہو اور اسم فاعل اور اسم مفعول کے بعد ایک اسم واقع ہو جو اسم فاعل اور اسم مفعول سے حال بن رہا ہو اس وقت خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

قوله کُلُّ رَجُلٍ وَضِيعَتُهُ | حذف خبر کی تیسری صورت بیان کر رہے ہیں اصل میں یوں تھا کہ کل رجل مقرون مع ضيعته، مقرون خبر کو حذف کر دیا اس سے مراد ہر وہ مثال ہے جس کی خبر مقارنہ کے معنی میں ہو اور او بمعنی مع اس خبر مقرون پر دلالت کرتی ہو اور مبتدا پر اس واؤ کے ذریعہ کسی اسم کا عطف کیا گیا ہو تو حذف خبر ضروری ہے ورنہ اجتماع بدلیں لازم آئیگا یعنی خبر اور قائم مقام خبر کا موجود ہونا۔

قوله لَعَمْرُكَ لَا فَعَلَنَّ كَذَا | حذف خبر کی چوتھی صورت بیان کر رہے ہیں اس سے مراد ہر وہ مثال ہے کہ مبتدا مقسم بہ ہو اور اس کی خبر لفظ قسم ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے لعمرک لا فعلن کذا اصل میں عبارت یوں تھی کہ لعمرک قسمی لا فعلن کذا قسمی خبر کو حذف کر دیا اور جواب قسم لا فعلن کذا کو اس کے قائم مقام کر دیا تاکہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم نہ آئے۔

خَبَرٌ إِنَّ وَآخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِ هَذِهِ الْحُرُوفِ مِثْلُ إِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ
وَأَنَّهُ كَأَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ الْآرَفِي تَقْدِيمِهِ إِلَّا إِذَا كَانَ ظَرْفًا، خَبَرٌ لَا الَّتِي لِنَفْيِ
الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا مِثْلُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِيهَا وَيُحَدَفُ
كَثِيرًا وَبَنُو تَمِيمٍ لَا يُشَبُّونَهُ - اِسْمٌ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بَلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ
بَعْدَ دُخُولِهَا مِثْلُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ أَفْضَلُ مِنْكَ وَهُوَ فِي لَأَشَادُ -

ترجمہ: اِن وغیرہ کی خبر یہ مسند ہوتی ہے ان حروف کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِن زَيْدًا قَائِمٌ اور اِن وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے مگر ان کی خبر کے مقدم کرنے میں (کہ ان کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں اور مبتدا کی خبر کو اس پر مقدم کر سکتے ہیں) مگر جب کہ وہ (خبر) ظرف ہو (تو مقدم کر سکتے ہیں) اور لائے نفی جنس کی خبر یہ مسند ہوتی ہے لاکے داخل ہونے کے بعد جیسے لا غلام رَجُلٍ ظَرِيفٌ فیہا اور لائے نفی جنس کی خبر کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے اور ہو تمیم اس کی خبر کو ثابت نہیں مانتے اور ما ولا مشابہ بلیس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے ما ولا کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما اور لا رَجُلٍ اَفْضَلُ مِنْكَ اور لیس کا عمل لامیں شاذ ہے۔

تشریح: قوله خَبَرٌ إِنَّ وَآخَوَاتِهَا الخ | مرفوعات کی پانچویں قسم اِن وَاخواتِہا کی خبر کا بیان ہے اِن وغیرہ کے داخل ہونے کے بعد جو مسند ہو وہ اس کی خبر ہوتی ہے جیسے اِن زَيْدًا قَائِمٌ اور اخوات اِن سے مراد اَن كَانَ لَکِنَ لَیْتَ اور لَعَلَّ ہے ان حروف کو حروف مشبہ بالفعل کہتے ہیں انکی فعل کے ساتھ مشابہت تین طرح سے ہے (۱) جس طرح فعل ثلاثی رباعی اور خماسی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ثلاثی رباعی اور خماسی ہوتے ہیں ان ان اور لیت ثلاثی ہیں اور کان اور لعل رباعی ہیں اور لکن خماسی ہے۔ (۲) جس طرح فعل متعدی کو دو اسم لازم ہیں ایک فاعل اور دوسرا مفعول اسی طرح ان حروف کے لئے بھی دو اسم ضروری ہیں ایک اسم اور دوسرا خبر۔

(۳) ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے اِن اور اَن تھکتے کے معنی میں ہیں اور کَانَ تھکتے کے معنی میں اور لَیْتَ اور لَیْتَ تہنیت کے معنی

میں اور لعل ترجیت کے معنی میں ہیں اور لکن استدرکت کے معنی میں ہے۔

اعترض: یہ حروف فعل کے مشابہ کیسے ہو سکتے ہیں فعل دو اسموں پر داخل ہو کر پہلے کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے جیسے ضرب زید عمر واجب کہ یہ حروف پہلے اسم کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں جیسے إِنَّ زَيْدًا قَاتِلٌ ان میں تو تضاد ہے نہ کہ مشابہت، اسی طرح فعل مستقل معنی پر دلالت کرتا ہے یہ حروف مستقل بالمعنی نہیں۔

جواب: مشابہت سے مشابہت قاصرہ مراد ہے یعنی من بعض الوجوہ یہ حروف من بعض الوجوہ فعل کے مشابہ ہیں اس لئے ان کو معبہ بالفعل کہنا صحیح ہے۔

قوله وَأَمْرُهُ كَأَمْرِ خَيْرِ الْمُبْتَدَاءِ | إِنَّ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے یعنی جیسے مبتدا کی خبر مفرد جمع معرفہ و مکرر ذکر کرتے ہیں اسی طرح إِنَّ وغیرہ کی خبر بھی ذکر کر سکتے ہیں مگر إِنَّ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم نہیں کیا جاسکتا جیسے مبتدا پر خبر کو مقدم کیا جاتا ہے کیونکہ إِنَّ عامل ضعیف ہے اگر خبر کو اسم پر مقدم کر دیا جائے تو إِنَّ عمل نہیں کر سکے گا ہاں اگر ان کی خبر ظرف ہو تو اسے اسم پر مقدم کیا جاسکتا ہے کیونکہ الظرف مما يتوسع فيه مالا يتوسع في غیرہ چنانچہ إِنَّ فِي الدَّارِ زَيْدًا کہہ سکتے ہیں۔

قوله خَيْرٌ لَا الَّتِي لِنَفْسِي الْجَنَسِ | یہاں سے مرفوعات کی چھٹی قسم لائے نفی جنس کی خبر کا بیان ہے کہ لائے نفی جنس کی خبر مند اور مرفوع ہوتی ہے لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا غلام ر جل ظریف فہما

فائدہ: صاحب کافیہ نے مشہور مثال لا غلام ر جل ظریف کو چھوڑ کر یہ مثال اس لئے ذکر کی ہے تاکہ کذب لازم نہ آئے مشہور مثال کا معنی یہ بتانا ہے کہ کسی آدمی کا غلام خوش طبع نہیں حالانکہ ایسی بات نہیں بہت سے لوگوں کے غلام خوش طبع ہوتے ہیں تو فیہا مکے اضافے سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ گھر میں خوش طبع غلام نہیں باہر ہو گا دوسری وجہ یہ ہے کہ مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کی خبر ظرف بھی آسکتی ہے اور غیر ظرف بھی۔

قوله وَيُحَذَفُ كَثِيرًا | اور لائے جنس کی خبر اکثر حذف ہو جاتی ہے جب کہ خبر افعال عامہ میں سے ہو جیسے لا الہ الا اللہ ای لا الہ موجود الا اللہ اس مثال میں لائے نفی جنس کا اسم ہے اور موجود محذوف خبر ہے اسی طرح لافتی الاعلیٰ ای لافتی موجود الاعلیٰ اسی طرح لا سیف الاذو الفقار ای لا سیف موجود الاذو الفقار اور وجہ حذف یہ ہے کہ اکثر نفی اس پر دلالت کر رہی ہوتی ہے۔

قوله وَبَنُو تَمِيمٍ لَا يُشْبِهُنَّ | بنو تميم لائے نفی جنس کی خبر کو ثابت نہیں کرتے ثابت نہ کرنے کے دو مطلب ہیں۔

۱- وہ لائے نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے اس لیے ان کے نزدیک حذف خبر واجب ہے۔

۲- دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ لائے نفی جنس کی خبر کو سرے سے مانتے ہی نہیں نہ لفظاً نہ تقدیراً۔

قوله اسْمُ مَا وَلَا إِلَهَ إِلَّا سَاتُوں مرفوع اسم ماولا بیان کرتے ہیں ماولا کے داخل ہونے کے بعد اس کا اسم مسند الیہ ہوتا ہے جیسے مازید قائم اور لار جل افضل منک۔

قوله الْمَشْتَبَهَاتِ بَلِيسٍ | اما ولا کی لیس کے ساتھ دو طرح مشابہت ہے پہلی مشابہت یہ ہے کہ جیسے لیس نفی کیلئے آتا ہے ماولا بھی نفی کے لئے آتا ہے دوسری یہ ہے کہ جیسے لیس مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کے عمل کو منسوخ کر دیتا ہے اسی طرح ماولا بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کے عمل کو منسوخ کر دیتے ہیں اسی وجہ سے لیس کی طرح یہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

ماولا میں فرق: ماکا اسم معرفہ بھی ہو سکتا ہے اور نکرہ بھی لیکن لا کا اسم ہمیشہ نکرہ ہی ہوتا ہے اور یہ معرفہ میں عمل نہیں کرتا۔

فائدہ: مانا بظلام للعبید اس مثال میں ماشہ بلیس کا اسم انا ضمیر ہے جو ملام مرفوع ہے اور ظلام اسکی خبر ہے اور اس پر باے زائدہ ہے اور للعبید یہ ظلام کا متعلق ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ماشہ بلیس کی خبر پر باے زائدہ بشارت آتی ہے اور یا باء زائدہ تحسین کلام اور نفی کی تاکید اور قوت پیدا کرنے کے لئے آتی ہے۔
تو مانا ظلام کا معنی یہ ہے کہ میں ظالم نہیں اور باء زائدہ کے ساتھ معنی ہو گا میں بالکل ظالم نہیں۔

اعتراض: اکثر نحوی مرفوعات کی آٹھ قسمیں بیان کرتے ہیں جب کہ آپ نے سات میان کی ہیں فرق کیا کیا یعنی کان وغیرہ کے اسم کو کس وجہ سے چھوڑ دیا؟

جواب: صاحب کافیہ اختصار کے درپے ہیں اس لیے کان وغیرہ ماولا ماشہ بلیس کے ضمن میں آگئے کیونکہ لیس افعال

ناقصہ میں سے ہے اور کان بھی توکان وغیرہ بھی ماوا لامشبہ لیس کے ضمن میں آگئے کیونکہ انکا عمل بھی ماوا کی طرح ہے
 قوله وَهُوَ فَعْلٌ لَا شَاذٌ الْخ | لیس والا عمل لا میں شاذ اور قلیل ہے وجہ یہ ہے کہ ماکی مشابہت لیس کے ساتھ
 قوی ہے کہ جس طرح لیس حال کی نفی کرتا ہے ما بھی حال کی نفی کرتا ہے لیکن لا کی مشابہت لیس کے ساتھ ضعیف
 ہے اس لئے کہ لیس حال کی نفی کے لئے ہے اور لا مطلقاً نفی کے لئے۔

الْمَنْصُوبَاتُ

الْمَنْصُوبَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلَى عِلْمِ الْمَفْعُولِيَّةِ فَمِنْهُ الْمَفْعُولُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ اسْمٌ مَا
 فَعَلَهُ فَاعِلٌ فِعْلٌ مَذْكُورٌ بِمَعْنَاهُ وَقَدْ يَكُونُ لِلتَّكْيِيدِ وَالتَّنَوُّعِ وَالْعَدَدِ نَحْوُ جَلَسْتُ
 جُلُوسًا وَجَلَسَةً وَجَلَسَةً فَلَاوَلَّ لَا يُشْنَى وَلَا يَجْمَعُ بِخِلَافِ أَخَوِيهِ وَقَدْ يَكُونُ بِغَيْرِ
 لَفْظِهِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوسًا وَقَدْ يُحذفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِينَةٍ جَوَارًا كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدَّمَ
 خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوَجُوبًا سِمَاعًا مِثْلُ سَقِيًّا وَرَعِيًّا وَخَبِيَّةً وَجَدْعًا وَحَمْدًا وَشُكْرًا وَعَجَبًا۔

ترجمہ: منصوب وہ ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو اور منصوبات میں سے ایک مفعول مطلق ہے مفعول
 مطلق وہ نام ہے اس فعل کا جسے ایسے فعل مذکورہ کے فاعل نے کیا ہو جو اس فعل کے ہم معنی ہو اور مفعول مطلق کبھی تاکید
 کے لئے آتا ہے اور کبھی نوع اور عدد کیلئے آتا ہے جیسے جلست جلوسا و جلست و جلست پس پسلا (جو تاکید کے لئے آتا ہے) نہ شنیہ
 بنایا جاتا ہے نہ جمع بخلاف اس کے ہم مثلوں کے اور کبھی مفعول مطلق من غیر لفظ ہوتا ہے جیسے قعدت جلوسا اور کبھی
 مفعول مطلق کے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے تیرا قول اس شخص کے
 لئے جو سفر سے آیا ہو خیر مقدم اور کبھی وجوباً حذف کیا جاتا ہے سماعی طور پر جیسے (ان مثالوں میں) سقیاور عیالی آخرہ۔

تشریح: قوله المَنْصُوبَاتُ

فائدہ: جب صاحب کافیہ مرفوعات سے فارغ ہوئے تو یہاں سے منصوبات کو شروع کرتے ہیں اور منصوبات کو بحرورات سے اس لئے مقدم کیا کہ منصوبات کثیر ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نصب بمقابلہ جر کے خفیف ہے۔

منصوبات منصوب کی جمع ہے اسکی ترکیب میں وہی پانچ اقوال ہیں جو مرفوعات کی ترکیب میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
قوله هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلَى عِلْمِ الْمَفْعُولِيَّةِ الخ

کہتے ہیں جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو خواہ وہ مفعول حقیقہ ہو یا حکما مفعول کی چار علامتیں ہیں

(۱) فیتہ ہو جیسے رایت زید (۲) کسرہ ہو جیسے رایت مسلمات (۳) الف ہو جیسے رایت لباک (۴) یاء ہو جیسے رایت مسلمین

فائدہ: المصوبات مبتدا ہے اور ہوا مشتمل الخ یہ جملہ خبر ہے یا یہ عبارت ہوا مشتمل الخ جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے کہ جب مصنف نے المصوبات کہا تو سامع کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ منصوبات کیا ہیں تو سوال مقدر کا جواب دیا کہ ہوا مشتمل الخ

منصوبات بارہ ہیں۔ (۱) مفعول مطلق (۲) مفعول بہ (۳) مفعول فیہ (۴) مفعول لہ (۵) مفعول معہ (۶) حال (۷) تیز (۸) مستغنی (۹) کان وغیرہ کی خبر (۱۰) اِنَّ وَغیرہ کا اسم (۱۱) لائے نفی جنس کا اسم (۱۲) ما ولا مشکتین بلیس کی خبر۔

قوله فَمِنْهُ الْمَفْعُولُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَا الخ

یہاں سے صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تعریف کرتے ہیں کہ مفعول مطلق وہ اسم ہے جسے فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو اور وہ اسم فعل مذکور کے ہم معنی ہو جیسے ضربا اور جلست جلسا ان مثالوں میں ضربا اور جلسا مفعول مطلق ہیں اور فعل کے ہم معنی ہیں اور فعل مذکور کے فاعل نے ان کو کیا ہے۔ عام کتابوں میں اس کی تعریف یہ ہے کہ مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل کے بعد واقع ہو اور وہ مصدر اسی فعل کا ہو جیسے ضربت ضربا۔

اعترض: مفاعیل میں سے خاص مفعول مطلق کو باقی مفاعیل پر مقدم کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: المفعول مطلق کو اس لئے مقدم کیا کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے باقی منصوبات میں کوئی نہ کوئی قید ہے کسی

میں بہ کی اور کسی میں نہ اور معہ اور کسی میں فیہ کی اور مطلق مقید سے طبعاً مقدم ہوتا ہے تو مصنف نے وضعاً بھی مقدم کر دیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔

جواب: ۴ مفعول مطلق کی فاعل کے ساتھ مشابہت ہے جس طرح فاعل فعل کا جز ہوتا ہے اسی طرح مفعول مطلق بھی فعل کا جز اور ہم معنی ہوتا ہے اور فاعل مقدم ہوتا ہے تو مصنف نے مشابہ فاعل کو بھی باقی منصوبات پر مقدم کیا **اعتراض:** آپ نے مفعول مطلق کی تعریف کی ہو مفعولہ انہم آپ کو تین مثالیں دکھاتے ہیں جن میں مفعول مطلق فعل مذکور کے فاعل کا فعل نہیں ہے جیسے مات زید موتا، موتا مفعول مفعول مطلق ہے اسے فعل مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ اس کے فاعل اللہ تعالیٰ ہیں اسی طرح جسم جسامۃ اور شرف زید شرافۃ میں جسامۃ اور شرافۃ اللہ کا فعل ہے فعل مذکور کے فاعل کا نہیں ہے لیکن آپ انہیں مفعول مطلق کہتے ہیں۔

جواب: مقصود یہ ہے کہ مفعول مطلق کا قیام فاعل کے ساتھ اس طرح ہو کہ اس کی نسبت فاعل کی طرف درست ہو سکے ان مثالوں میں فاعل کے ساتھ ان کا قیام ہو سکتا ہے کہ موت شرافت اور جسامت کا قیام زید کے ساتھ صحیح ہے **قوله وَقَدْ يَكُونُ لِلتَّكْوِينِ** مفعول مطلق کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد مصنف اس کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

مفعول مطلق کی اقسام

پہلی قسم: کبھی مفعول مطلق تاکید کے لیے ہوتا ہے یعنی جو معنی فعل سے حاصل ہو رہا ہے اس سے زائد معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ مفعول مطلق اسی معنی کو بتائے جو فعل سے حاصل ہوتا ہے جیسے جلست جلوسا یہاں مفعول مطلق صرف تاکید کے لئے ہے۔

دوسری قسم: کبھی مفعول مطلق نوع کے لئے آتا ہے یعنی جو معنی فعل سے حاصل ہو رہا ہے اسے بتلانے کے ساتھ ساتھ کسی نوع پر دلالت کرے جیسے جلست جلستہ میں بیٹھا ایک قسم کا بیٹھنا جیسے جلست جلستہ القاری یہاں مفعول مطلق نوع بیان کرنے کیلئے ہے۔

تیسری قسم: کبھی مفعول مطلق عدویان کرنے کیلئے آتا ہے یعنی فعل سے حاصل شدہ معنی پر دلالت کے ساتھ عدد پر بھی دال ہو جیسے جلست جلست یا جلستین یا جلستات -

قوله فَأَلَاوَلْ لَا يُثْنَى وَلَا يُجْمَعُ الخ جو مفعول مطلق تاکید کے لیے آتا ہے وہ تثنیہ و جمع واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ المصدر لا یثنی ولا یتجمع یا اس لئے کہ وہ مفعول مطلق ماہیت پر دلالت کرتا ہے اور ماہیت میں تعدد نہیں ہو تا اس لیے مفعول مطلق جو تاکید کے لئے ہو وہ تثنیہ اور جمع نہیں ہو سکتا خلاف اس مفعول مطلق کے جو نوع یا عدد کیلئے ہو وہ تثنیہ اور جمع واقع ہو سکتا ہے جب نوع واحد یا عدد واحد مراد ہو تو مفعول مطلق مفرد لایا جائے گا جیسے جلست جلست و جلستہ اور نوع و عدد میں نوعین یا عددین کا ارادہ ہو تو مفعول مطلق تثنیہ لایا جائے گا جیسے جلست جلستین و جلستین اور جب انواع اعداد مراد ہوں تو مفعول مطلق جمع لایا جائے گا جیسے جلست جلستات و جلستات -

قوله وَقَدْ يَكُونُ بِغَيْرِ لَفْظِهِ الخ مصنف ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ عام طور پر مفعول مطلق من لفظ ہوتا ہے اور کبھی مفعول مطلق من غیر لفظ ہوتا ہے پھر اس کی تین صورتیں ہیں -

۱- فعل اور مصدر دونوں کا مادہ مختلف ہو لیکن معنی ایک ہو جیسے قعدت جلوسا -

۲- کبھی مغایرت صرف باب کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے ابنت اللہ نباتا اس میں ابنت باب افعال سے اور بنت باب نصر سے - مادہ اور معنی ایک ہے -

۳- کبھی مغایرت باب اور مادہ دونوں اعتبار سے ہوتی ہے جیسے فاو جس فی نفسہ خیفۃ میں او جس اور خیفۃ کا مادہ لا از باب مختلف ہے معنی ایک ہے -

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ان مقامات کو بیان کرتے ہیں جہاں قرینہ کی وجہ سے مفعول مطلق فعل کو جواز حذف کیا جاتا ہے جیسے سفر سے آنے والے کو کہا جائے خیر مقدم اصل میں تھا قدمت قدوما خیر مقدم قرینہ حال کی وجہ سے قدمت فعل کو حذف کر دیا گیا -

اعتراض: آپ نے تعریف میں مفعول مطلق کی تعریف مصدر سے کی ہے جب کہ یہاں خیر مقدم مصدر نہیں ہے

بلکہ اسم تفہیل ہے خیر اصل میں اخیر ہے؟

کثرت استعمال کی وجہ سے خلاف قیاس ہمزہ کو حذف کر دیا جاتا ہے تو خیر مصدر نہیں ہے۔

جواب: اخیر مقدم کا موصوف محذوف ہے یعنی قدوما موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا تو اس کی مصدریت باعتبار موصوف محذوف کے ہے۔

جواب: ۲ اس کا مصدر ہونا باعتبار مضاف الیہ کے ہے خیر اسم تفصیل مقدم مصدر نیکی کی طرف مضاف ہے اور جب اسم تفصیل کسی اسم کی طرف مضاف ہو تو وہ مضاف الیہ کا حصہ اور جز بن جاتا ہے اسی طرح اسم تفصیل مقدم مصدر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے مصدر کے حکم میں ہو گیا۔

قوله وَوَجُوبًا بِسَمَاعًا الخ | سات مقامات ایسے ہیں جہاں سماعا مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے سماع کا مطلب یہ ہے کہ یہاں حذف فعل کا کوئی قاعدہ ضابطہ نہیں بلکہ محض عربوں سے سنا گیا ہے لہذا ان مثالوں کے ساتھ خاص ہوگا (۱) سقیا اصل میں سقاک اللہ سقیا تھا (۲) رعیا اصل میں رعاک اللہ رعیا تھا (۳) غیبہ اصل میں خاب غیبہ تھا (۴) جدعا اصل میں جدع جدعا تھا (۵) حمدا اصل میں حمدت حمدا تھا (۶) شکرا اصل میں شکرت شکرا تھا (۷) عجا اصل میں عجت عجا تھا ان تمام مثالوں میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

وَقِيَاسًا فِي مَوَاضِعَ مِنْهَا مَا وَقَعَ مُشْتَبَاً بَعْدَ نَفْيٍ أَوْ مَعْنَى نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلَى
إِسْمٍ لَا يَكُونُ خَبَرًا عَنْهُ أَوْ وَقَعَ مُكَرَّرًا نَحْوُ مَا أَنْتَ إِلَّا سَنِيْرًا وَمَا أَنْتَ إِلَّا
سَنِيْرَ الْبَرِيْدِ وَإِنَّمَا أَنْتَ سَنِيْرًا وَزَيْدٌ سَنِيْرًا وَمِنْهَا مَا وَقَعَ تَفْصِيْلًا لِأَثَرِ
مَضْمُونٍ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ مِثْلُ فَشَدُّوا الْوَتَاقَ فَمَا مَتْنَا بَعْدُ وَإِنَّمَا فِدَاءٌ وَمِنْهَا مَا
وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ عِلَاقًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلَى إِسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهِ نَحْوُ
مَرَرْتُ بِهِ فَإِذَا لَهُ صَوْتُ حِمَارٍ وَصَرَاحٌ صَرَاحُ الثَّكْلَى وَمِنْهَا مَا وَقَعَ
مَضْمُونٍ جُمْلَةٍ لَا مُحْتَمَلٍ لَهَا غَيْرُهُ نَحْوُ لَهُ عَلَى الْفِ دِرْهِمٍ إِعْتِرَافًا وَيُسَمَّى
تَاكِيدًا لِنَفْسِهِ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُونٍ جُمْلَةٍ لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهُ نَحْوُ زَيْدٌ فَإِنَّمَا
حَقًّا وَيُسَمَّى تَاكِيدًا لِغَيْرِهِ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُشْتَبَاً مِثْلُ لَتَيْتَكَ وَسَعْدَيْتَكَ۔

ترجمہ: اور (مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا) قیاساً واجب ہے چند جگہوں میں 'ان' میں سے پہلی جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق مثبت ہو جو نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہو (نفی یا معنی نفی) ایسے اسم ظاہر پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اسکی خبر نہ بن سکے، یا مفعول مطلق مکرر واقع ہو (پھر بھی فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے مانت الایسیر اور مانت الایسیر البرید اور انما انت سیرا اور زید سیرا سیرا اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق تفصیل بن رہا ہو جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کے لئے جیسے فہم والوثاق فاما منا بعد واما فداء اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو اور مفعول مطلق افعال جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرنے والا ہو اور ایسے جملہ کے بعد واقع ہو جو مشتمل ہو ایسے اسم پر جو مفعول مطلق کے ہم معنی ہو یا اس کے صاحب کے جیسے مررت بہ فاذا صوت صوت ہمار اور صراخ صراخ الشقی، اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق جملہ کا مضمون اور خلاصہ واقع ہو کہ وہ جملہ مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو جیسے لہ علی الف درہم اعترافاً اسکا نام تاکید لنفسہ رکھا جاتا ہے اور ان جگہوں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق خلاصہ اور مضمون ہو ایسے جملہ کا جو اس سے پہلے واقع ہو اور وہ جملہ مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو جیسے زید قائم حقاً اس کا نام رکھا جاتا ہے تاکید لغیرہ، اور ان جگہوں میں سے ایک یہ ہے کہ مفعول تکرار اور کثرت کے لئے واقع ہو جیسے لبیک وسعدیک۔

تشریح: قوله وَقِيَّاسًا فِي مَوَاضِعَ الْخ

یہاں سے صاحب کافیہ وہ چھ جگہیں بیان کرتے ہیں کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاساً حذف کرنا واجب ہے۔ قیاس کا مطلب یہ ہے کہ عربوں کے قاعدے کے مطابق فعل کو حذف کیا جائے اور جہاں یہ قاعدہ پایا جائے وہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

قوله مِنْهُمَا وَقَعَ مُشَبَّاتَا الْخ پہلی جگہ یہ ہے کہ مفعول مطلق مثبت ہو نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہو اور نفی اور معنی نفی ایسے اسم ظاہر پر داخل ہو رہے ہوں کہ مفعول مطلق اس اسم کی خبر نہ بن سکے جیسے مانت الایسیر اصل میں تھا مانت الایسیر سیرا اس مثال میں سیرا مفعول مطلق ہے اور حرف نفی کے بعد واقع ہے اور حرف نفی ایسے اسم ظاہر پر داخل ہو رہا ہے کہ سیرا اسکی خبر نہیں بن سکتا، خبر اس بنا پر نہیں بن سکتا کہ اسم ذات پر دلالت کرتا ہے اور مصدر صفت پر اور صفت ذات کی خبر نہیں بن سکتی اور فعل کو حذف کرنا اس میں اس لئے واجب ہے تاکہ حصر پیدا ہو جائے دوسری

مثال مانت الایسر البرید اصل میں تھا کہ مانت الایسر سیر البرید اس میں بھی وہی قاعدہ ہے جو پہلی مثال میں تھا فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی مثال نکرہ تھی اور دوسری مثال معرفہ کی ہے، تیسری مثال انما مانت سیرا اصل میں تھا انما مانت تیسر سیرا اس مثال میں سیرا مفعول مطلق ہے اور معنی نفی کے بعد واقع ہے اور معنی نفی ایسے اسم ظاہر پر داخل ہے، کہ منقول مطلق اس کی خبر نہیں بن سکتا یہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔

اعترض: مفعول مطلق نفی کے بعد ہو اس کی دو مثالیں ذکر کریں مثال مثل لہ کی وضاحت کیلئے پڑھتی ہے، وضاحت کیلئے تو ایک ہی مثال کافی تھی۔

جواب: اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف نکرہ میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے دوسری مثال سے بتا دیا کہ معرفہ میں بھی حذف ہوتا ہے۔

جواب: ۲ اس طرف اشارہ بھی مقصود ہے کہ اس ضابطے میں مفعول مطلق کو مکرر بلا اضافت بھی لا سکتے ہیں جیسے مانت الایسر میں اور بلا اضافت بھی لا سکتے ہیں جیسے مانت الایسر البرید میں۔

جواب: ۳ مثال اول میں ذات مبتدا یعنی مخاطب کے فعل کو بیان کیا گیا ہے اور سیرا مفعول مطلق تاکید کیلئے ہے مثال ثانی میں اس چیز کو بیان کیا گیا ہے جسکے ساتھ فعل مبتدا کو تشبیہ دی گئی ہے یعنی مبتدا کو بمنزلہ مشبہ قرار دے کر اسکے لئے مشبہ کو ثابت کیا گیا ہے کہ مخاطب کے لئے سیرا کا ذکر ہے مگر مطلق چنانہ مراد نہیں بلکہ قاصد کا سا چلنا مراد ہے۔

قوله أَوْ وَقَعَ مُكَرَّرًا الخ | جب مفعول مطلق کو مکرر ذکر کیا جائے تو وہاں بھی اس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید سیرا یہاں فعل کو حذف کرنا اسلئے واجب ہے کہ مفعول مطلق کا تکرار فعل کے قائم مقام ہے۔

اعترض: صاحب کافہ نے ان دو ضابطوں کو اکٹھا بیان کیا جب کہ دیگر ضابطوں کو منھا کے عنوان سے علیحدہ ذکر کیا وجہ فرق کیا ہے۔

جواب: ادو ضابطے چونکہ ایک ہی ہیں نیز دونوں قاعدوں میں مفعول مطلق کا خبر بتنا صحیح نہیں اس لئے اکٹھے بیان کر دیئے۔

جواب: ۲ حذف فعل کا سبب چونکہ دونوں جگہوں میں ایک ہی ہے یعنی دوام اور استمرار اس لیے اکٹھے ذکر کرنا مناسب ہے۔

قوله وَمِنْهَا مَا وَقَعَ تَفْصِيلاً الخ | یہاں سے صاحب کافیہ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے کہ مفعول مطلق پہلے جملہ کی غرض اور فائدہ بیان کرنے کیلئے ہو تو اس وقت مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اگر فعل کو حذف نہیں کریں گے تو اس کا ذکر کرنا فضول ہو گا جیسے فشد والو وثاق فاما منابعد واما فداء اس مثال میں مناور فداء مفعول مطلق ہیں فاما منابعد یہ پورا جملہ فشد والو وثاق کی غرض اور تفسیر بیان کر رہا ہے تو یہاں تمون اور تفدون فعل کو حذف کر دیا اصل عبارت یوں تھی فشد والو وثاق فاما فاما تمون منابعد شد الوثاق واما تفدون فداء فعل کو اس لئے حذف کر دیا کہ مفعول مطلق کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے اگر فعل کو بھی ذکر کریں تو اصل اور قائم مقام کا اجتماع لازم آئے گا۔

قوله وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيهِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تیسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جب مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو اور مفعول مطلق کسی ایسے فعل پر دلالت کرے جو افعال جوارح میں سے ہو افعال قلوب سے نہ ہو اور مفعول مطلق ایسے جملے کے بعد واقع ہو جو اسکے ہم معنی اسم اور صاحب اسم پر مشتمل ہو تو اس وقت فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے مررت بہ فافا لصوت صوت حمار میں گذرا ایک آدمی کے پاس سے کہ اسکی آواز حمار جیسی تھی تو یہاں صوت حمار مفعول مطلق ہے اور تشبیہ کیلئے ہے افعال جوارح میں سے ہے اور جملہ کے بعد واقع ہے اور جملہ ایک ایسے اسم پر مشتمل ہے یعنی صوت پر جو مفعول مطلق کے ہم معنی ہے اور صاحب اسم یعنی ضمیر مجرور پر مشتمل ہے تو یہاں فعل بصوت کو حذف کرنا واجب ہے۔

فوائد القيود: جب کا مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو تو تشبیہ کی قید سے لزید صوت صوت حسن نکل گیا کیونکہ اس جگہ تشبیہ کیلئے نہیں اور جب کا مفعول مطلق افعال جوارح پر دلالت کرے تو اس سے یہ مثال نکل گئی لزید زبد

زہد الصلحاء، کیونکہ زہد افعال جوارح میں سے نہیں بلکہ افعال قلب میں سے ہے جب کہا کہ جملہ کے بعد واقع ہو تو اس سے یہ مثال نکل گئی صوت زید صوت حمار کہ صوت جملہ کے بعد نہیں بلکہ مفرد کے بعد ہے اور دوسری مثال مررت بہ فاذا لہ صراخ صراخ انگلی اس مثال میں صراخ انگلی، مفعول مطلق ہے اور تشبیہ کیلئے بھی ہے اور افعال جوارح میں سے بھی ہے یہاں یصرخ فعل کو حذف کر دیا گیا اصل میں یوں عبارت تھی مررت بہ فاذا لہ صراخ یصرخ صراخ انگلی یعنی میں ایسے شخص کے پاس سے گذرا جس کے رونے کی آواز اس عورت کے رونے کی سی ہے جس کا چہرہ مر گیا ہو۔

اعتراض: مثال تو صرف وضاحت کیلئے ہوتی ہے اسلئے ایک مثال کافی تھی دو کا ذکر کرنا بے فائدہ ہے۔

جواب: اذو مثالیں اس مقصد کے لئے ذکر کیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مفعول مطلق خواہ معرفہ ہو یا نکرہ، ہر حال میں فعل کو حذف کرنا واجب ہے پہلی مثال نکرہ کی ہے اور دوسری مثال معرفہ کی۔

جواب: پہلی مثال میں مصدر تاویل ہے کہ صوت حقیقۃ مصدر نہیں بلکہ تصویتا کے معنی میں ہو کر مصدر ہے اور دوسری مثال میں صراخ مصدر حقیقۃ ہے دو مثالیں اس لیے ذکر کی ہیں تاکہ مصدر تاویل اور مصدر حقیقی دونوں کو شامل ہو جائے۔

قوله وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُونٌ جُمْلَةً الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ چوتھی جگہ بیان کر رہے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے کہ مفعول مطلق پہلے جملے کا خلاصہ اور حاصل ہو اور وہ جملہ مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو تو وہاں بھی مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے لہ علی الف درہم اعترافا اس مثال میں اعترافا مفعول مطلق ہے اور پہلے جملہ کا خلاصہ اور حاصل ہے جملہ مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور کا احتمال نہیں رکھتا اسلئے اگر کوئی قاضی کی عدالت میں لہ علی الف درہم کہے تو ہزار درہم لازم ہو جائیں گے اگرچہ اعترافانہ بھی کہے اور اگر اعترافا کہے تو بھی ہزار درہم واجب ہوں گے کیونکہ اعترافا کا معنی بھی وہی ہے جو لہ علی الف درہم کا ہے تو اعترافا کے فعل کو حذف کر دیا اس کا نام تاکید لفظ ہے اس لئے کہ وہ اپنے نفس ذات کی ہی تاکید کرتا ہے کسی اور کی نہیں۔

وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُونٌ جُمْلَةً لَهَا مُحْتَمَلٌ غَيْرُهُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ پانچویں جگہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے کہ جب مفعول مطلق پہلے جملے کا خلاصہ اور حاصل ہو اور وہ

جملہ مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ اور معنی کا احتمال بھی رکھتا ہو تو وہاں سے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید قائم تھا اس مثال میں تھا یہ مفعول مطلق ہے اور پہلے جملے کا خلاصہ ہے اور یہ جملہ مفعول مطلق کے علاوہ اور معنی کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ زید قائم جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھتا ہے اصل میں یوں تھا کہ زید قائم تھا، حق، حق فعل کو حذف کر دیا اسکا نام تاکید لغیرہ ہے۔

قوله وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُشْتَبًى لِّتَبَيُّكَ وَ سَمْعُكَ اَنْع | یہاں سے صاحب کافیہ چھٹی جگہ بیان کرتے ہیں جہاں مفعول مطلق ثنیہ کی صورت میں ہو لیکن ثنیہ مراد نہ ہو بلکہ مفعول مطلق تکثیر اور تکریر کے لئے ہو جیسے لبیک وسعدیک اصل میں الب لک البابین تھا یعنی میں آپ کی خدمت اور اتثال امر کے لیے بار بار حاضر ہوتا ہوں تو یہاں فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا پھر البابین ثلاثی مزید کو ثلاثی مجرد کا مصدر بنادیا اور زوائد کو حذف کر دیا اس کے بعد لک میں لام جر کو حذف کر کے مصدر کو کاف ضمیر کی طرف مضاف کر دیا اسی طرح سعدیک اصل میں تھا اسعدک، اسعادیں یہاں پر فعل اسعدک کو حذف کر دیا پھر اسعاد ثلاثی مزید فیہ کو مصدر ثلاثی مجرد کا مصدر بنادیا اور کاف ضمیر کی طرف اضافت کر دی تو سعدیک بن گیا۔

اعتراض : آپ نے کہا مفعول مطلق ثنیہ کی صورت میں ہو تو فعل کو حذف کرنا واجب ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں مفعول مطلق ثنیہ بھی ہے اور تکرار کے لئے بھی، مگر فعل کو حذف نہیں کیا گیا جیسے ثم ارجع البصر کرتین اس مثال میں مفعول مطلق ثنیہ اور تکرار کیلئے بھی ہے مگر اس کے باوجود ارجع فعل کو حذف نہیں کیا گیا بلکہ ذکر کیا گیا ہے۔

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ مفعول مطلق بصورت ثنیہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو جیسے البابین میں مفعول کی طرف اضافت تھی اور کرتین اگرچہ ثنیہ و تکرار کے لئے ہے مگر فاعل یا مفعول کی طرف اس کی اضافت نہیں ہو رہی اسلئے ارجع فعل کو حذف نہیں کیا گیا۔

الْمَفْعُولُ بِهِ هُوَ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ
 عَلَى الْفِعْلِ نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُ وَقَدْ يُحذفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِينَةِ جَوَازًا
 كَقَوْلِكَ زَيْدًا لِمَنْ قَالَ مَنْ أَضْرِبُ وَوُجُوبًا فِي أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ الْأَوَّلُ
 سَمَاعِيٌّ نَحْوُ إِمْرَأَ وَنَفْسُهُ وَانْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ وَ أَهْلًا وَسَهْلًا وَ الثَّانِي
 الْمُنَادَى وَهُوَ الْمَطْلُوبُ إِقْبَالُهُ بِحَرْفِ نَائِبٍ مَنَابٍ أَدْعُو لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا وَ
 يُبْنَى عَلَى مَا يُرْفَعُ بِهِ إِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَعْرِفَةً نَحْوُ مَا زَيْدٌ وَيَا رَجُلَ وَيَا زَيْدَانَ
 وَيَا زَيْدُونَ وَيُخَفَضُ بِلَامِ الْإِسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا لَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ لِلْحَقِّ الْفِيهَا وَلَا
 لَامَ فِيهِ نَحْوُ يَا زَيْدَاهُ وَيَنْصَبُ مَا سِوَاهُمَا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللَّهِ يَا طَالِعًا جَبَلًا وَيَا
 رَجُلًا لِغَيْرِ مَعْنَيْنِ۔

ترجمہ : مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربت زید اور کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم بھی
 ہوتا ہے جیسے زید اضرمت اور کبھی مفعول بہ کا فعل قرینہ کی وجہ سے حذف بھی کر دیتے ہیں جوازی طور پر جیسے تیرا قول زید
 اس آدمی کے جواب میں جو کہے من اضرِب اور مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے چار جگہوں میں پہلی جگہ
 سماعی ہے جیسے إِمْرَأَ وَنَفْسَهُ اور انتہوا خیرا لکم اور اھذا وسہلا اور دوسری جگہ منادی ہے (منادی وہ ہے) کہ جس کی توجہ
 مطلوب ہو ایسے حرف کے ذریعے جوادعو کے قائم مقام ہو لفظ یا تقدیر اور (منادی) علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے اگر مفرد
 معرفہ ہو جیسے یازید یا راجل یا زیدان یا زیدون اور (منادی کو) جردیا جاتا ہے لام استغاثہ کی وجہ سے جیسے یا زید اور (منادی کو)
 فتح دیا جاتا ہے الف استغاثہ کے الحاق کے وقت اور اس میں لام نہ ہوگی جیسے یا زید اھ اور ان دونوں صورتوں کے علاوہ
 منادی کو نصب دیا جائے گا جیسے یا عبد اللہ یا طالعاجبلا اور یا رجلا غیر معین کیلئے۔

تشریح: قوله الْمَنْعُولُ بِهِ | یہاں سے صاحب کافیہ منصوبات میں سے دوسری قسم مفعول بہ کو بیان کرتے ہیں مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربت زید اور ضرب زید عمرو پہلی مثال میں زید مفعول بہ ہے اور دوسری مثال میں عمرو، کیونکہ اس پر فاعل کا فعل واقع ہے۔

اعتراض: آپ نے مفعول بہ کی تعریف کی ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں جس پر فعل واقع ہو رہا ہے اس کے باوجود آپ اسے مفعول بہ نہیں کہتے جیسے مات زید اس میں موت زید پر واقع ہو رہی ہے مگر اسے مفعول بہ نہیں کہا جاتا۔

جواب: ما وقع علیہ فعل الفاعل سے مراد یہ ہے کہ فعل فاعل سے صادر ہو کر مفعول بہ پر واقع ہو اور یہاں موت فاعل سے صادر ہو کر زید پر واقع نہیں ہوئی بلکہ وہ تو زید کی روح پرواز کرنے سے متحقق ہوئی ہے۔

فوائد قیود: جب ما وقع علیہ فعل الفاعل کہا تو اس سے مفعول فیہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ نکل گئے اس لئے کہ ان میں سے کوئی مفعول ایسا نہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اور ما وقع علیہ فعل الفاعل کی قید سے مفعول مطلق بھی نکل گیا کیونکہ مفعول مطلق عین فعل فاعل ہوتا ہے اس پر واقع نہیں ہوتا ہے۔

قوله وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفِعْلِ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اصل ترتیب تو یہ ہے کہ پہلے فعل ہوتا ہے پھر فاعل اس کے بعد مفعول ہوتا ہے اور کبھی مفعول کو فعل پر مقدم کر دیتے ہیں کیونکہ مفعول بہ کا عامل قوی ہوتا ہے مفعول بہ کے مقدم ہونے کے باوجود بھی عمل کرتا ہے جیسے زید اضرمت اللہ اعبد وجہ الحبيب اتمنی ان تبنوں مثالوں میں مفعول بہ کو فعل پر مقدم کیا گیا ہے۔

قوله قَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک اور فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب کہ کوئی قرینہ پایا جائے قرینہ خواہ حالیہ ہو خواہ مقالیہ، قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے اگر کوئی شخص یہ کہے مَن اضرِبْ اس کے جواب میں کہا جائے گا زید! یہاں پر قرینہ مقالیہ کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا قرینہ حالیہ کی مثال جیسے ایک شخص مکہ کی طرف جا رہا ہے آپ اس سے سوال کریں اَيْنَ تُرِيدُ، تو وہ جواب میں کہے مکہ اصل میں تھا اُرِيدُ مَكَّةَ یہاں قرینہ حالیہ کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا۔

قوله وَوَجُوبًا فَنِي أَرْبَعَةً مَوَاضِعَ الْخ: | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ چار جگہ مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے، 'ان میں سے پہلی جگہ سماعی اور تین قیاسی ہیں، سماعی کا مطلب یہ ہے کہ عربوں سے سنا گیا ہو کہ وہ ان مثالوں میں فعل کو حذف کرتے ہیں، اور یہ حذف صرف انہی مثالوں میں ہوگا کسی اور مثال کو ان پر قیاس نہیں کیا جائے گا، پہلی مثال اَمْرٌ أَوْ نَفْسٌ، اصل میں تھا اَثْرُكِ اِمْرٌ أَوْ نَفْسٌ، تو یہاں اترک فعل کو حذف کر دیا گیا دوسری مثال وَانْتَهَوْا خَيْرَ النِّعَمِ اصل میں تھا وَانْتَهَوْا عَنِ التَّلْبِيثِ وَاقْصِدُوا خَيْرًا لَّكُمْ یہاں پر اقصدا فعل کو حذف کر دیا گیا، تیسری مثال اَهْلًا وَصَحْلًا اصل میں تھا اَمْنِيَّتْ اَهْلًا وَوَطْنِيَّتْ سَهْلًا تو یہاں اتیت اور و طیت فعل کو حذف کر دیا گیا۔

اعتراض: حذف فعل کی وجوہی صورتیں تو چار سے زائد ہیں مصنف کا چار میں حصر ٹھیک نہیں ہے۔

جواب: صرف چار میں ذکر کرنا حصر کے لئے نہیں بلکہ ان چار جگہوں میں چونکہ مباحث کثرت سے ہیں اسلئے ان کے ذکر پر اکتفاء، کیلئے باقی صورتوں میں مباحث اس قدر نہیں اسلئے ان کو چھوڑ دیا۔

اعتراض: صاحب کافیہ نے سماعی صورت کو قیاسی صورتوں پر مقدم کیوں کیا برعکس کیوں نہ کیا۔

جواب: اسماعی قلیل ہیں اور قیاسی کثیر، مصنف نے قلیل کو پہلے ذکر کر دیا تاکہ اقرب الی الملاحظہ ہو، اس کے بعد کثیر کو ذکر کر دیا۔

جواب: ۲ سماعی قواعد، قواعد قیاسیہ کی نسبت زیادہ قوی ہوتے ہیں کیونکہ شروع سے عربوں سے اسی طرح سنتے آ رہے ہیں اس لئے سماعی کو مقدم کیا۔

قوله الثَّانِي الْمُنَادَى الْخ: | یہاں سے صاحب کافیہ وجوہی حذف فعل کی چار جگہوں میں سے دوسری جگہ یعنی منادی کو بیان کرتے ہیں، منادی کی تعریف یہ ہے کہ جس کے متوجہ ہونے کو طلب کیا جائے ایسے حرف کے ذریعے جو ادعو کے قائم مقام ہو چاہے وہ حرف لفظانہ کو رہا یا تقدیراً، جیسے یا زید، اصل میں کو غوزید تھا ادعو فعل کو حذف کر دیا اور یا حرف نداء کو ادعو کے قائم مقام کر دیا تو یہاں فعل کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ اصل اور قائم مقام کا اجتماع مازم نہ آئے، بعض نحوی منادی کی تعریف یوں کرتے ہیں، منادی وہ اسم ہے جس کو حرف نداء کے ذریعے بلایا گیا ہو، ادواء حرف نداء لفظانہ کو رہا جیسے یا زید یا تقدیراً جیسے یوسف اغرض عن هذا اصل میں تھا یا یوسف اغرض عن هذا

حرف نہ مبعوث ہو گیا، ایسا ہی ’ہمزہ مفتوحہ‘ ان میں فرق یہ ہے کہ ای اور حمزہ مفتوحہ قریب کیلئے آتے ہیں اور ایسا اور ہیا بعید کیلئے آتے ہیں۔

قوله وَيُنْصِبُ عَلٰی مَا يُرْفَعُ بِهِ الْح | یہاں صاحب کا فیہ منادی کا اعراب بیان کرتے ہیں جب منادی مفرد معروف ہو تو علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے، یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جو مضاف یا شبہ مضاف کے مقابلے میں ہو وہ مفرد نہیں جو نثیہ اور جمع کے مقابلے میں ہو، جیسے یَا زَيْدُ یَا زَيْدُ اِنْ اور یَا زَيْدُ اِنْ اور یَا زَيْدُ اِنْ اس مثال میں رجل یا حرف نداء لانے کے بعد معروف نہ گیا۔

قوله وَيُخَفِّضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ الْح | اگر منادی پر لام استغاثہ داخل ہو تو مجرور پڑھا جائے گا جیسے یَا زَيْدُ استغاثہ کا معنی فریاد کرنا کے ہیں اور مستغاث کہتے ہیں جس سے فریاد کی جائے یعنی فریاد رس اور مستغاث لہ جس کے لئے فریاد کی جائے اور لام استغاثہ مستغاث پر اس وجہ سے داخل ہوتا ہے کہ اسے مد کیلئے خاص طور پر بلایا جاتا ہے اور لام استغاثہ در حقیقت لام جر ہی ہوتا ہے جو اختصاص کے لئے آتا ہے جیسے یَا زَيْدُ کئی مثال میں منادی کو خاص طور سے مدد کے لئے بلایا گیا ہے۔

اعتراض: جب لام استغاثہ حرف جر ہو تو اسے مکسور ہونا چاہیے نہ کہ مفتوح جبکہ یہاں مفتوح ہے۔

جواب: اگر لام استغاثہ کو مکسور پڑھا جائے گا تو اس کا التباس لام مستغاث لہ کے ساتھ ہو گا جب کہ مستغاث کو حذف کر کے صرف مستغاث لہ کو باقی رکھا جائے جیسے یَا لَمُظْلُومُ، اصل میں تھا یَا لَمُظْلُومُ، اور لام مستغاث لہ مکسور ہوتا ہے تو اگر لام مستغاث بھی مکسور ہو تو پتہ نہ چلے گا کہ مظلوم مستغاث ہے یا مستغاث لہ۔

قوله وَيُفْتَحُ لِالْحَقِّ اَلْفِهَا | اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ لاحق ہو تو منادی مفتوح ہوتا ہے، جیسے یَا زَيْدُ اِنْ اس صورت میں لام استغاثہ منادی کے شروع میں نہ آئے گا کیونکہ لام استغاثہ اسم کے مجرور ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور الف استغاثہ قبل مفتوح کا، اس لئے اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ ہو تو لام شروع میں نہ آئے گا۔

قوله وَيُنْصِبُ مَا يَسُوَاهُمَا الْح | یعنی اگر منادی مفرد معروف بھی نہ ہو اور منادی مستغاث لام اور الف کے ساتھ بھی نہ ہو تو منادی منصوب ہو گا، جیسے یَا عَبْدَ اللّٰہِ، اس مثال میں منادی مضاف ہے اس لئے منصوب ہے یا مشابہ

مضاف ہو تو بھی منصوب ہوگا، جیسے یا طالعابلا، مشابہ مضاف اس اسم کو کہتے ہیں کہ اس کے معنی دوسرے اسم کے ملائے بغیر سمجھ نہیں آتے جیسے مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے ملائے کے سمجھ نہیں آتے، اس مثال میں صرف یا طالع سے بات مکمل نہیں ہوتی جب تک جبلا کو ساتھ نہ ملایا جائے اور بب منادی نکرہ غیر معینہ ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے کوئی تائینا کے یَا رَجُلًا خَذْبِیدِی -

وَتَوَاعِی الْمُنَادِی الْمُبْنِی الْمُرْدَةِ مِنَ التَّكْنِیدِ وَالصَّفَةِ وَعَطْفِ الْبَیَانِ وَالْمَعْطُوفِ
بِحَرْفِ الْمُتَمَتِّعِ دُخُولُ یَا عَلَیْهِ تَرْفَعُ عَلَی لَفْظِهِ وَتَنْصُبُ عَلَی مَحَلِّهِ مِثْلُ یَا زَیْدُ
الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلُ وَالْخَلِیلُ فِی الْمَعْطُوفِ یَخْتَارُ الرَّفْعُ وَابُو عَمْرٍو النَّصْبُ وَابُو
الْعَبَّاسِ اِنْ كَانَ کَانَ لِحَسَنِ فَکَا لَخَلِیلٍ وَاِلَّا فَکَا بِنِی عَمْرٍو۔

ترجمہ: منادی مبنی کا وہ تابع جو مفرد ہو، یعنی تاکید اور صفت اور عطف بیان اور وہ معطوف بالحرف جس پر یا کا داخل ہونا ممتنع ہو تو اسے مرفوع پڑھا جائے گا لفظوں پر محمول کرتے ہوئے، اور منصوب پڑھا جائے گا منادی کے محل پر محمول کرتے ہوئے، جیسے یازیدن العاقل والعاقل، اور خلیل نحوی معطوف میں رفع کو پسند کرتے ہیں، اور ابو عمرو نصب کو، ابو العباس مبرد اگر وہ معطوف مذکور الحسن کی طرح ہو تو ان کا مذہب خلیل کی طرح ہے ورنہ ابو عمرو کی طرح ہے۔

تشریح: قوله وَتَوَاعِی الْمُنَادِی الخ | پہلے صاحب کافیہ نے منادی کی تعریف اور اس کا اعراب بتلایا اب یہاں سے توابع منادی کا اعراب ذکر کرتے ہیں منادی مبنی کے تابع بھی عام توابع کی طرح پانچ ہیں ۱- صفت ۲- تاکید ۳- معطوف بالحرف ۴- بدل ۵- عطف بیان سب سے پہلے صفت، تاکید اور عطف بیان اور معطوف بالحرف معرف باللام کا اعراب بیان کرتے ہیں کہ اگر منادی مبنی کے یہ تابع مفرد ہوں یعنی مضاف، شبہ مضاف نہ ہوں تو یہ لفظ مرفوع ہوں گے اور محلاً منصوب مصنف کے قول والمعطوف بحرف المتع الخ سے مراد معطوف بالحرف معرف باللام ہے کیونکہ معرف باللام پر ہی حرف یاء کا داخل کرنا ممتنع ہوتا ہے کہ اس صورت میں دو آلہ تعریف کا جمع کرنا لازم آتا ہے حرف نداء اور الف لام، لفظوں پر محمول کرنا مطلب یہ ہے کہ منادی متبوع چونکہ لفظ مرفوع ہے اسلئے یہ بھی مرفوع ہوں گے اور محل پر محمول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ منادی چونکہ حقیقت میں مفعول بہ ہے اس لئے وہ محلاً منصوب ہے اس لئے

ان تواج کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور منادی چونکہ مبنی بر رفع ہے اس لیے منصوب نہیں پڑھ سکتے اور تابع مبنی کا مبنی ہونا ضروری نہیں اس لئے اس کا حق یہ ہے کہ وہ محل کا بھی تابع ہو اور لفظ کا بھی، تاکید کی مثال جیسے یَا تِیْمَ اَجْمَعُوْنَ وَاَجْمَعِیْنَ اور صفت کی مثال جیسے یَا زَیْدُ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلُ اور معطوف بالحرف معرف باللام کی مثال جیسے یَا زَیْدُ الْحَارِثُ وَالْحَارِثُ اور عطف میان کی مثال جیسے یَا غُلَامُ یَسْتُرُ وَیَسْتُرًا۔

قوله وَالْمَعْطُوفُ بِحَرْفِ الخ

اعتراض: اگر مصنفؒ کے قول المعطوف الخ کا مطلب معطوف بحرف معرف باللام ہی ہے تو اس طرح کہہ دیتے المعطوف بالحرف المعرف باللام عبارت کو اتنا طویل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: اس عبارت سے یا اللہ جیسی مثال کو خارج کرنا بھی مقصود ہے، کیونکہ لفظ یا اللہ اگرچہ معرف باللام ہے مگر دخول یاء اس پر ممتنع نہیں، تو اگر صرف معرف باللام کہتے تو یہ مثال اس حکم سے خارج نہ ہو سکتی اور اس کا بھی وہی حکم ہوتا جو یازید الحارث والحارث جیسی مثالوں کا ہے حالانکہ لفظ یا اللہ پر صرف رفع متعین ہے۔

قوله یَا زَیْدُ الْعَاقِلُ

اعتراض: مصنفؒ نے صرف ایک قسم یعنی صفت کی مثال دی باقی تواج جن کا حکم بیان کیا ہے ان کی مثال نہیں ذکر کی وجہ فرق کیا ہے؟

جواب: صفت کا استعمال کلام عرب میں بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس کا فائدہ بھی کثیر ہے، خلاف باقی کے کہ وہ کثیر الاستعمال کثیر الفائدہ نہیں ہیں اس لئے صرف صفت کے ذکر پر اکتفاء کیا۔

قوله الْخَلِيلُ فِي الْمَعْطُوفِ الخ

معطوف بالحرف معرف باللام کے اعراب میں ائمہ نحو کا اختلاف ہے امام غلیلؒ کہتے ہیں کہ رفع پڑھنا مختار ہے، کیونکہ معطوف بالحرف بھی ایک قسم کا منادی ثانی ہے، وجہ یہ ہے کہ واو حرف عطف معطوف اور معطوف علیہ کے مابین اشتراک کا نقضا کرتا ہے تو جیسے معطوف علیہ کو یا کے ساتھ متوجہ کرنا مطلوب ہے اسی طرح گویا کہ معطوف بھی مطلوب ہے تو یا حرف نداء کی وجہ سے جواثر معطوف پر ہو وہی معطوف پر ہونا چاہیے یعنی رفع، اگرچہ یہ مبنی نہیں ہے کیونکہ صراحت دخول یا، لام کی وجہ سے اس پر ممتنع ہے اور ابو عمروؒ نصب کو مختار سمجھتے ہیں

کیونکہ جب معطوف معرف باللام پر بالفعل حرف یاد اخل نہیں ہو سکتا تو یا کا اثر، یعنی رفع بھی نہیں دینا چاہیے بلکہ ادعو کا اثر اس میں ہونا چاہیے اور ادعو کا اثر نصب ہے لہذا یہ منصوب ہوگا کیونکہ یہ اس وقت منادی مبنی کا تابع نہیں بلکہ صرف منادی کا تابع ہے اور منادی مفعلاً منصوب ہوتا ہے لہذا اسے بھی منصوب ہونا چاہیے ابو العباس البردسکتے ہیں کہ اگر معطوف معرف باللام الحسن کی طرح ہے تو پھر رفع یعنی خلیل کا مذہب بہتر ہے الحسن سے مراد ہر وہ اسم ہے جس پر الف لام کا دخول وعدم دخول دونوں جائز ہوں اور اگر اس پر الف لام کا دخول ضروری ہے جیسے انجم اور الصقن، تو یو عمرو کا مذہب بہتر ہے یعنی نصب کا مختار ہونا اور وجہ یہ ہے کہ جب الف لام کا اسم سے جدا ہونا ممکن ہو تو اس میں حرف ندا کو مقدر ماننا ممکن ہے تو یا کا اثر یعنی رفع اس کو دینا زیادہ بہتر ہوگا اور جب الف لام کا اسم سے جدا ہونا ممکن نہیں تو حرف ندا کو مقدر ماننا ہی ناممکن ہے اس لئے یا کا اثر بھی اسے نہ دینا چاہیے۔

وَالْمُضَافَةُ تُنْصَبُ وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوفُ غَيْرَ مَا ذَكَرَ حُكْمُهُ حُكْمُ الْمُسْتَقِلِّ مُطْلَقًا وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوفُ بِإِنِّ أَوْ ابْنَةٍ مُضَافًا إِلَى عَلِيمٍ آخَرَ يُخْتَارُ فَتَحُهُ وَإِذَا نُودِيَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ قِيلَ يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا هَذَا الرَّجُلُ وَيَا أَيُّهَا الرَّجُلُ وَالتَّزْمُورُ رَفَعَ الرَّجُلُ لِأَنَّهُ الْمَقْصُودُ بِالْبَدَاءِ وَتَوَابِعِهِ لِأَنَّهَا تَوَابِعٌ مُعَرَّبٌ وَقَالُوا يَا اللَّهُ خَاصَّةً وَلَكَ فِي مِثْلِ يَا تَيْمٌ تَيْمٌ عِدَّتِي الْضَّمُّ وَالنَّصَبُ وَوَالْمُضَافُ إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ يَجُوزُ فِيهِ يَا غُلَامِي وَيَا غُلَامِي وَيَا غُلَامًا وَيَا غُلَامًا وَبِالْهَاءِ وَقَفًا وَقَالُوا يَا أَبْنِي وَيَا أُمِّي وَيَا أَبَتِ وَيَا أُمَّتِ فَتَحًا وَكَسْرًا وَيَا أَلِفِ دُونَ الْيَاءِ وَيَا ابْنَ أُمٍّ وَيَا ابْنَ عَمٍّ خَاصَّةً مِثْلُ بَابِ يَا غُلَامِي وَقَالُوا يَا ابْنَ أُمٍّ وَيَا ابْنَ عَمٍّ

ترجمہ: اور (منادی مبنی کا تابع) مضاف ہو تو منصوب ہوگا اور بدل اور مذکورہ معطوف بحرف کے علاوہ

معطوف بالحرف ان کا حکم مستقل منادی کی طرح ہے اور (منادی) علم جو موصوف ہو ان یا ابنت کے ساتھ اس حال میں کہ وہ (ابن یا ابنت) مضاف ہوں دوسرے علم کی طرف، تو اس وقت منادی پر فتح مختار ہے اور جب معرف باللام کو منادی جائے تو یوں کہا جائے گا یا ایہا الرجل اور یا ہذا الرجل اور التزام کیا ہے نحو یوں نے الرجل کو رفع دینے کا کیونکہ یہ مقصود بالنداء ہے اور اس الرجل کے توابع (کو بھی رفع دینے) کا کیونکہ معرب کے توابع ہیں اور نحو یوں نے لفظ یا اللہ خاص کیا ہے (پہلے قاعدے سے) اور تیرے لئے اختیار ہے یا تیم تیم عدی کی مثل میں ضمہ اور نصب کا اور وہ اسم جو مضاف ہو یاے متکلم کی طرف اسمیں جائز ہے یا غلامی اور غلامی اور یا غلام اور یا غلاما پڑھنا اور وقف کی حالت

میں ہاء کے ساتھ پڑھنا بھی اور عرب کہتے ہیں یَا اَبِیْ اور یَا اُمِّ اور یَا اَبَتِ اور یَا اُمّتِ فتح اور کسرہ دونوں طرح اور الف کے ساتھ بھی نہ کہ یاء کے ساتھ، اور صرف یَا اِنّ اُمّ اور عَمّ خاص طور سے یا غلامی کے باب کی طرح ہیں اور انہوں نے یَا اِنّ اُمّ اور اِنّ عَمّ بھی کہا ہے۔

تشریح: قوله وَ الْمُضَافَةُ تُنْصَبُ الخ | منادی امّنی کے جن توالیع کا پیچھے ذکر ہوا ہے یعنی تاکید صفت، عطف بیان اور معطوف بحرف معرف باللام، یہ اگر مضاف ہوئے کسی دوسرے اسم کی طرف تو منصوب ہوں گے کیونکہ جب منادی خود مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے، تو توالیع مضاف ہونے کی صورت میں بطریق اولیٰ منصوب ہوں گے۔

قوله وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوفُ الخ | توالیع منادی مبنی میں سے جو دورہ گئے تھے ان کا بیان ہے یعنی بدل اور معطوف بالحرف غیر معرف باللام، کیونکہ غیر ماذکر معطوف غیر معرف باللام ہی ہے معرف کا ذکر ہو چکا ہے انکا حکم مستقل منادی کی طرح ہے خواہ مفرد ہوں خواہ مضاف ہوں، یا شبہ مضاف ہوں، معرفہ ہوں یا نکرہ یعنی جو حکم ان حالات میں منادی کا ہو گا وہی ان کا ہو گا معطوف کی مثال جیسے یَا زَيْدُ وَعَمْرُو یَا زَيْدُ وَاخَا بَكْرٍ عمرو معطوف چونکہ مفرد معرفہ تھا لہذا مبنی بر ضم ہے اور اخا بکر معطوف چونکہ مضاف ہے اس لئے منصوب ہے اور بدل کی مثال جیسے یَا عَبْدَ اللّٰهِ عَمْرُو اور یَا عَبْدَ اللّٰهِ اَخَا بَكْرٍ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ معطوف اور بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتے ہیں گویا کہ حرف نداء مستقل ان پر داخل ہوا ہے تو حرف نداء کے دخول کے وقت منادی کی جو حالت ہو گی وہی ان کی بھی ہو گی۔

قوله وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوفُ الخ | یعنی منادی جب علم ہو اور ان یا ابنہ کے ساتھ موصوف ہو اور وہ ان یا ابنہ بھی آگے کسی اور علم کی طرف مضاف ہوں تو مختاریہ ہے کہ منادی مفتوح ہو جیسے یَا زَيْدُ بَنِیْ عَمْرُو اور یَا هِنْدُ بِنْتُ بَكْرٍ اور اس وقت ان اور ابنہ کو بھی حذف کرنا بہتر ہے قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ منادی مبنی بر رفع ہو لیکن چونکہ منادی اس طرح کثیر الاستعمال ہے اور کثرت تخفیف کی مقتضی ہے اور فتح تخفیف کے مناسب ہے کہ اخف الحركات ہے اسلئے مفتوح پڑھنا اولیٰ ہے۔

فوائد قیود: فرمایا مصنف نے منادی علم ہو تو اس سے غیر علم سے احتراز ہو گیا جیسے یَا رَجُلُ بَنِیْ زَيْدٍ رَجُلٌ علم نہیں اور جب کہا موصوف ہو ان یا ابنہ کے ساتھ تو احتراز ہو گیا یا زید الظریف ان عمرو سے کیونکہ اس میں ان براہ راست صفت نہیں بن رہا ہے زید کی بلکہ واسطہ سے بن رہا ہے اور جب یہ کہا کہ ان اور ابنہ بھی دوسرے علم کی طرف

مضاف ہوں تو احتراز ہو گیا یا زید بن اخیان سے کیونکہ ان علم کی طرف مضاف نہیں۔

قوله وَإِذَا نُودِيَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ الخ | یعنی منادی معرف باللام ہوا تو جرف بذا انہام منادی کے درمیان فاصلہ ضروری ہے اور یہ فاصلہ آئی اور ہائے تنبیہ سے بھی ہو سکتا ہے جیسے یا الہا الرجل اور ہذا کے ساتھ بھی جیسے یا ہذا الرجل ای اور ہذا کے ساتھ بھی جیسے یا الہذا الرجل اور وجہ یہ ہے تاکہ بغیر فاصلہ کے دو آلہ تعریف کا اجتماع نہ ہو جائے۔

قوله وَالتَّزْمُومُ أَرْفَعَ الرَّجُلِ الخ | یا الہا الرجل اور یا الہذا الرجل اور یا الہذا الرجل میں الرجل صفت ہے ہذا کی یا اہاء تنبیہ کی تو اس میں رفع اور نصب دونوں جائز ہونے چاہیں لیکن علماء نحو نے الرجل میں رفع ہی کو لازم قرار دیا ہے اس لئے الرجل اگرچہ صفت ہے مگر مقصود بالنداء بھی الرجل ہی ہے الہا اور ہذا انہیں تو رفع کو لازمی قرار دیا تاکہ یہ اس کے مقصود بالنداء ہونے پر دلالت کرے اگر نصب بھی جائز قرار دیں تو یہ مقصود فوت ہو جائے گا اور الرجل کے جتنے بھی توابع ہیں وہ سب مرفوع ہوں گے کیونکہ وہ منادی معرب کے توابع ہیں نہ کہ مبنی کے اور وجہیں کا جائز ہونا منادی مبنی کے توابع کے ساتھ خاص ہے۔

قوله وَقَالُوا يَا اللَّهُ خَاصَّةً

اعتراض: آپ نے کہا کہ معرف باللام منادی کے لئے حرف نداء اور منادی کے درمیان الہا وغیرہ سے فصل کرنا ضروری ہے جب کہ یا اللہ اس مثال میں فاصلہ نہیں حالانکہ لفظ اللہ معرف باللام ہے اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب: فاصلہ وہاں ضروری ہے جہاں الف لام تعریف کی غرض سے زائد کیا گیا ہو تاکہ دو آلہ تعریف کا اجتماع لازم نہ آئے اور یہاں لفظ اللہ کے شروع میں الف لام عوض کیلئے ہے یعنی اصل میں الہ تھا حمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض میں الف لام آگیا لام کو لام میں ادغام کیا لفظ اللہ بن گیا تو یہ ممزولہ جزء کلمہ ہے تعریف کی غرض سے نہیں لہذا فاصلہ نہیں کیا جائے گا۔

وقوله وَلَكَ فِي مِثْلٍ يَا تَيْمُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب منادی مفرد معرفہ کو صورتاً مکرر ذکر کیا جائے اور اس کے بعد مضاف الیہ مذکور ہو تو منادی پر ضمہ اور نصب دونوں پڑھنا جائز ہیں جیسے یا تیم تیم عدی اس مثال میں پہلا تیم مضموم بھی پڑھا جاسکتا ہے اور منصوب بھی، مضموم اس لئے کہ یہ منادی مفرد

معرفہ ہے لہذا مبنی بر رفع ہوگا اور دوسرا تیم مضاف ہوگا عدی کی طرف اور نصب اس وجہ سے کہ یہ مضاف ہے عدی کی طرف اور دوسرا تیم اس کی تاکید لفظی ہوگا بہر حال پہلے تیم پر دونوں اعراب آسکتے ہیں جب کہ دوسرے پر صرف فتح ہوگا اسلئے کہ یا تو وہ منادی مضاف کا تابع ہے یا خود منادی مضاف ہے۔

فائدہ: عمر تیمی نے جب جریر شاعر کی بھوکا راہہ کیا تو جریر شاعر نے ہو تیم کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا

يَا تَيْمِمْ تَيْمِمْ عَدِيَّ لَا اَبَا لَكُمْ ☆ لَا يُلْقِيَنَّكُمْ فِيْ سُوْءٍ عَمْرُ

اس میں لا ابا لکم جملہ بطور مدح بھی ہو سکتا ہے بطور رزم بھی اور اگر مدح مراد لیں تو مطلب ہوگا کہ اے تیم عدی تمہارے فضائل اس قدر ہیں کہ تم آسمانی مخلوق معلوم ہوتے ہو تمہارا باپ کوئی نہیں معلوم ہوتا، تم مافوق البشر چیز ہو اس لئے عمر تمہارا مرتبہ کم نہ کر دے اور اگر رزم مراد لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اے تیم عدی تمہارا کوئی باپ نہیں یعنی تم حرامی ہو کہیں تمہارا شاعر عمر میری بھوکہ کر کے تم کو برائی میں نہ ڈال دے کہ تم سب ایک کے بدلے میں خواہ مخواہ رسوا اور ذلیل ہو گے

يَا تَيْمِمْ تَيْمِمْ عَدِيَّ لَا اَبَا لَكُمْ ☆ لَا يُلْقِيَنَّكُمْ فِيْ سُوْءٍ عَمْرُ

ترکیب: مراد لفظ ہو تو مجرور تقدیر اثنال کا مضاف الیہ اور جب معنی مراد ہو تو یا حرف ندا مبنی علی السکون اور تیم منادی مفرد معرفہ محلا منصوب مؤکد۔ تیم ثانی مضاف منصوب تیم اول کی تاکید لفظی محلا علی محلہ 'عدی مضاف الیہ' مضاف 'مضاف الیہ' مل کر تاکید 'تیم اول کی'۔ مؤکد اور تاکید مل کر مفعول بہ او عو مقدر کا 'او عو فعل' نا ضمیر درو مستتر فاعل فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ندائیہ انشائیہ لا محل لھامن الاعراب نوٹ: تیم عدی یہاں تیم اول کو مرفوع پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ منادی مفرد معرفہ ہے جبکہ تیم عدی کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے تیم اول پر نصب پڑھنا بھی جائز ہے۔ تو یہ مفعول بہ ہوگا او عو مقدر کا اور مضاف ہوگا عدی کی جانب اور تیم ثانی منصوب ہوگا تیم اول کی تاکید لفظی ہونے کی بنا پر اور یہ تاکید فاصل ہے مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان جس طرح اول سے تنوین حذف کی گئی بوجہ اضافت اسی طرح دوسرے سے بھی تنوین کو حذف کر دیا گیا اگرچہ وہ مضاف نہیں ہے، اس لئے تاکید لفظی کا حکم اکثر حکم اول ہوا کرتا ہے کافی الرضیٰ ہذا مذہب سیبویہ۔ لا ابا لکم لہا رائے نفی جنس اباسم لکم ظرف مستقر متعلق موجود، موجود صفت اپنے نائب فاعل ہو ضمیر اور متعلق سے مل کر خبر 'لہا رائے نفی جنس' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ معترضہ دعائیہ انشائیہ ہوا۔

نوٹ: ناقبل جملہ یا تیم عدی نہ انتھی جواب ندا محذوف ہے لا تترکو عمر آن یتھجونی۔ لا یقیم فعل نہی مؤکد بانون تاکید ثقیلہ کم ضمیر منصوب متصل مفعول بہ فی سوء جار مجرور ظرف نفو، متعلق لا یقیم کے عمر فاعل لا یقیم فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ، لا محل لھامن الاعراب۔

قوله وَالْمُضَافُ إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ الْح | جب منادی یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کو چار طرح پڑھ سکتے ہیں (۱) یا کے سکون کے ساتھ جیسے یا غلامی (۲) یا کے فتح کے ساتھ جیسے یا غلامی (۳) یا کو حذف کر کے کسرہ پر اکتفاء کر کے جیسے یا غلام (۴) یاء کو الف سے بدلنے کے ساتھ جیسے یا غلاما لیکن اس منادی پر وقف کی حالت میں ہاء داخل ہو جاتی ہے جیسے یا غلامیہ یا غلامیۃ یا غلاماۃ -

قوله وَقَالُوا يَا اِبْنِي وَيَا اُسْتٰی الْح | یہاں سے یہ ذکر کر رہے ہیں کہ یا ائی اور یا امی میں بھی چار صورتیں ہیں اور ان میں ایک صورت اور بھی ہے کہ یاء کو تاء کے ساتھ بدل دیا جائے پھر اس پر فتح بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسرہ بھی، کسرہ یا کی مناسبت کی وجہ سے اور فتح ما قبل حرکت کی وجہ سے، جیسے یا ائمت اور یا امت اور اس کے آخر میں الف بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یا ائمتا و یا امتا لیکن اسکے آخر میں یاء نہیں لگا سکتے وگرنہ عوض اور عوض عنہ کا اجتماع لازم آئے گا۔

قوله يَا اِبْنَ اُمِّ وَيَا اِبْنَ عَمِّ خَاصَّةً | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یا ابن عم اور یا ابن ام میں بھی یا غلامی کی طرح چاروں طریقوں سے پڑھنا جائز ہے اور یہ چار وجوہ ام اور عم کے اعتبار سے خاص ہیں ابن کے اعتبار سے نہیں اور چار وجوہوں کے علاوہ اسمیں ایک پانچویں وجہ بھی جائز ہے کہ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو چونکہ الف یا سے بدلایا ہوا تھا اسے حذف کر دیا جائے اور میم کے فتح پر اکتفاء کیا جائے اور یوں پڑھا جائے گا یا ابن ام یا ابن عم۔

وَتَرْخِيمُ الْمَنَادِي جَائِزٌ فِي غَيْرِهِ ضَرْوَةٌ وَهُوَ حَذْفُ فِي آخِرِهِ تَخْفِيفًا
وَشَرْطُهُ أَنْ لَا يَكُونَ مُضَافًا وَلَا مُسْتَعَانًا وَلَا جُمْلَةً وَيَكُونُ أَمَّا عَلَمًا زَائِدًا
عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرَفٍ وَإِمَّا بَتَاءِ التَّانِيثِ فَإِنْ كَانَ فِي آخِرِهِ زِيَادَتَانِ فِي حُكْمِ
الْوَاحِدَةِ كَأَسْمَاءَ وَمَرْوَانَ أَوْ حَرْفٍ صَحِيحٍ قَبْلَهُ مَدَّةٌ وَهُوَ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعَةِ
أَحْرَفٍ حَذَفْنَا وَإِنْ كَانَ مُرَكَّبًا حُذِفَ الْإِسْمُ الْأَخِيرُ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ
فَحَرْفٌ وَاحِدٌ وَهُوَ فِي حُكْمِ الثَّابِتِ عَلَى الْأَكْثَرِ فَيُقَالُ يَا حَارِ وَيَا ثَمُورَ يَا
كَرُورَ قَدْ يُجْعَلُ اسْمًا بِرَأْسِهِ فَيُقَالُ يَا حَارُ وَيَا ثَمِي وَيَا كَرَا -

ترجمہ: اور منادی میں ترخیم بھی جائز ہے (بغیر ضرورت شعری کے) اور غیر منادی میں ضرورت شعری کی وجہ سے (ترخیم جائز ہے) اور وہ (ترخیم) منادی کے آخر میں تخفیف کی غرض سے حذف کرنے کو کہتے ہیں اور اسکی شرط یہ ہے کہ وہ (منادی) مضاف نہ ہو اور نہ مستغاث ہو نہ جملہ ہو یا تو وہ (منادی) علم ہو اور تین حرفوں سے زائد ہو یا پھر تائے تانیث کے ساتھ ہو اگر اس (منادی) کے آخر میں دو زیادتیاں ایسی ہوں جو ایک کے حکم میں ہوتی ہیں جیسے اسماء اور مروان یا (منادی کے آخر میں) حرف صحیح ہو اس سے پہلے مدہ ہو اور وہ (اسم) چار حرفوں سے زائد ہو تو دونوں حرف اکٹھے حذف ہوں گے اور اگر وہ مرکب ہو تو صرف آخری اسم حذف کر دیا جائیگا اگر ان (مذکورہ تین قسموں) کے علاوہ ہو تو صرف ایک حرف حذف ہوگا اور وہ (محذوف) اکثر استعمال کی بنا پر موجود کے حکم میں ہوتا ہے پس کہا جائے گا یا حار، یا ثمو، یا کرو، کبھی اسے مستقل اسم بنا دیا جاتا ہے پس کہا جائے گا یا حار، یا ثمی، یا کر۔

تشریح: قوله وَتَرْخِيمُ الْمُنَادَى الخ | پہلے صاحب کافیہ نے منادی کی تعریف اور اسکے قواعد ذکر کئے اب یہاں سے ترخیم منادی کو بیان کرتے ہیں منادی میں ترخیم جائز ہے ضرورت شعری کے بغیر بھی اور کہیں اگر ضرورت شعری پیش آجائے تو بطریق اولیٰ جائز ہوگی ہاں البتہ غیر منادی میں ترخیم ضرورت شعری کے بغیر جائز نہیں ترخیم کہتے ہیں کہ منادی کے آخر میں بغرض تخفیف کوئی حرف حذف کر دیا جائے۔

قوله وَشَرْطُهُ الخ | ہاں سے صاحب کافیہ ترخیم منادی کی پانچ شرطیں بیان کرتے ہیں تین عدی ہیں اور دو وجودی پہلی شرط یہ ہے کہ منادی مضاف نہ ہو اگر منادی مضاف ہوگا تو اسکی دو حیثیتیں ہوں گی (۱) اضافت لفظی (۲) اضافت معنوی اضافت معنوی کی حیثیت سے کلمہ واحد کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جس طرح کلمہ واحد کا معنی بغیر اس کے تمام اجزاء کے ملائے پورا نہیں ہوتا اسی طرح مضاف کا معنی بغیر مضاف الیہ کے پورا نہیں ہوتا پس معنی کے اعتبار سے یہ دونوں ایک کلمہ ہیں لیکن اضافت لفظیہ کے اعتبار سے دو کلمے ہیں اور ترخیم ہمیشہ آخر کلمہ میں ہوتی ہے اب یہاں اضافت معنوی کے اعتبار سے مضاف کے آخر سے حذف ممکن نہیں اس لئے کہ یہ منادی کا آخر نہیں ہے اور لفظی اعتبار سے اس بات کا مقتضی ہے کہ مضاف الیہ کے آخر سے حذف کریں لیکن مضاف الیہ منادی کا آخری جزء نہیں بلکہ مضاف ہے لہذا مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ترخیم کرنے سے تعارض لازم آتا ہے اور قاعدہ ہے اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا لہذا ترخیم نہ مضاف سے ہوگی نہ مضاف الیہ سے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ منادی مستغاث نہ ہو اس لئے کہ مستغاث سے مقصود آواز کو لمبا کرنا ہوتا ہے جیسے یازید اہ، اگر حذف کریں گے تو یہ مقصود کے خلاف ہو گا اور منادی مستغاث ہی نہ رہیگا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ منادی جملہ بھی نہ ہو اسلئے کہ جملہ علم ہو کر مبنی ہو جائیگا اور اپنی حکایت حال پر دلالت کرے گا اور جب جملہ مبنی ہو جائے گا تو اسکے آخر میں ترخیم نہیں کر سکیں گے کیونکہ مبنی کے آخر میں حذف نہیں کیا جاسکتا مثلاً اگر کسی جملہ کے ساتھ کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے جیسے تابا شرا تو یہ جملہ مبنی ہو جائے گا اور اس پر حالت مبنی میں اعراب آئے گا چنانچہ ترخیم نہ کر سکیں گے وگرنہ قصہ غریبہ پر دلالت نہ رہے گی۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ منادی علم ہو اور تین حرف سے زائد ہو کیونکہ علم ہونے کی صورت میں ترخیم کے بعد بھی محذوف پر دلالت باقی رہے گی اور تین حرف سے زائد ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ تاکہ ترخیم کے بعد معرب کا قفل وزن تین حرف باقی رہے اگر تین حرف سے زائد نہ ہو گا تو اس میں ترخیم کے بعد معرب کا قفل وزن تین حرف ہی باقی نہ رہے گا۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ منادی علم ہو تو اس کے آخر میں تاء تانیث ہو اگرچہ تائے تانیث کے حذف کے بعد دو ہی حرف باقی رہ جائیں اسلئے کہ تائے تانیث دوسرا کلمہ ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اسلئے اس کا اعتبار نہ ہو گا جیسے یاشبہ میں یاشبہ اور یاشاۃ میں یاشا۔

قوله وَإِنْ كَانَ فِي آخِرِهِ زِيَادَتَانِ الْخ طاحب کافہ نے پہلے ترخیم منادی کی پانچ شرطیں بیان کی ہیں اب یہاں بیان کرتے ہیں کہ ترخیم کے وقت کتنے حرف حذف کرنا جائز ہیں تو مناوی کے آخر میں اگر دو حرف اکٹھے زائد ہوں اور وہ دو حرف بمنزلہ ایک حرف کے ہوں تو ترخیم کے وقت دونوں حرفوں کو اکٹھے ہی حذف کریں گے جیسے اسماء میں دو حرف اکٹھے زائد ہوتے ہیں یعنی حمزہ اور الف تو ترخیم کے بعد یا اسم کہیں اسی طرح مروان میں الف اور نون دونوں اکٹھے زائد ہوتے ہیں تو ترخیم کے بعد یا مرو کہیں گے۔

قوله أَوْ حَرْفٌ صَحِيحٌ الْخ اگر کسی اسم کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے مدہ ہو اور حرف مدہ کہتے ہیں واو ساکن ماقبل مضموم اور الف ساکن ماقبل مفتوح اور یا ساکن ماقبل مکسور کو اور وہ اسم چار حرف سے زائد ہو جب اس میں ترخیم کی جائیگی تو بھی دونوں حرف اکٹھے حذف کئے جائیں گے جیسے یا منصور سے یا منض اس میں حرف صحیح بھی ہے اور مدہ بھی اور یا عمار سے یا عم اور یا ریس سے یا اور ہو جائے گا۔

قوله وَإِنْ كَانَ مُرَكَّبًا الْخ | اور اگر منادی مرکب یعنی مرکب اسنادی و اضافی کے علاوہ ہو تو ترخیم کی وقت آخری اسم کو حذف کر دیا جائیگا جیسے بعلبک یہ مرکب منع صرف ہے جب اس میں ترخیم کریں گے تو یا بعل کہیں گے۔

قوله وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ الْخ | اور اگر مذکورہ قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو تو پھر ترخیم کے وقت صرف ایک حرف کو حذف کیا جائے گا جیسے یا حارث میں یا حار اور یا ثمود سے یا ثمو۔

وَهُوَ فِي حُكْمِ الثَّابِتِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ منادی میں ترخیم کے بعد اس پر کونسا اعراب پڑھا جائیگا تو جمہور کے نزدیک منادی مرخم محذوف حرف ثبات کے حکم میں ہے گویا کہ محذوف حرف اس اسم کے آخر میں ہے تو محذوف سے پہلے حرف کا اعراب جس حالت میں تھا اسی حالت میں رہے گا جیسے یا حارث میں یا حار اور یا ثمود میں یا ثمو اور یا کروان میں یا کرو اور بعض کہتے ہیں کہ جب منادی میں ترخیم کی جائے گی تو باقی رہنے والا کلمہ مستقل اسم ہے تو جیسے ترخیم سے قبل مرفوع تھا بعد ترخیم بھی مرفوع رہیگا کیونکہ یہ منادی مفرد معرفہ ہے تو یا ثمود میں یا ثمی کہیں گے اصل میں یا ثمو تھا و او طرف میں بعد ضمہ واقع ہوئی بقاعدہ صرفی واو کو یاء سے بدل دیا اور یاء کی مناسبت سے ما قبل ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا یا ثمی ہو گیا اور یا کروان سے یا کرا کہیں گے اصل میں یا کرو تھا و او متحرک ما قبل مفتوح واو کو الف سے بدل دیا یا کرا ہو گیا۔

وَقَدْ اسْتَعْمَلُوا صِنْعَةَ النَّدَاءِ فِي الْمَنْدُوبِ وَهُوَ الْمُتَفَجِّعُ عَلَيْهِ بِنَاؤُ
 'وَا' وَاخْتَصَّ بِوَاحِكُمُ فِي الْأَعْرَابِ وَالْبِنَاءُ حُكْمُ الْمُنَادَى وَلَكَ زِيَادَةُ
 الْأَلِفِ فِي آخِرِهِ فَإِنْ خَفَتِ اللَّبْسُ قُلْتَ وَاعْلَامِكُنِي وَاعْلَامَكُمُوهُ وَلَكَ
 الْهَاءُ فِي الْوَقْفِ وَلَا يُنْدَبُ إِلَّا الْمَعْرُوفُ فَلَا يُقَالُ وَارْجُلَاهُ وَامْتَنَعَ
 وَازِيدَ الطَّوِيلَ إِلَّا قَالُوا لِيُؤْسَ وَيَجُوزُ حَذْفُ حَرْفِ النَّدَاءِ إِلَّا مَعَ اسْمِ
 الْجِنْسِ وَالْإِشَارَةِ وَالْمُسْتَعَارِ وَالْمَنْدُوبِ نَحْوُ يُوسُفَ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا
 وَآيَهَا الرَّجُلُ وَشَدَّ أَصْبَحَ لَيْلُ وَافْتَدَى مَخْنُوقُ وَاطْرُقْ كَرًا وَقَدْ يُحْذَفُ
 الْمُنَادَى لِقِيَامِ قَرِينَةٍ جَوَازًا مِثْلُ أَلَا يَلْسُجُدُوا-

ترجمہ: اور عربوں نے نداء کے صیغہ کو مندوب میں بھی استعمال کیا ہے اور مندوب وہ ہے جس پر درد مندی کا اظہار کیا جائے یا یاد کے ذریعے اور خاص کیا گیا (مندوب کو) وا کے ساتھ اور اس (مندوب) کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے اور تیرے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اسکے آخر میں الف کو زیادہ کر دے (اور اگر الف کے اضافے سے) کسی لفظ کے ساتھ التباس کا تجھے خوف ہو تو (پھر الف کا اضافہ نہ کرو) اور تو یوں کہے **وَاعْلَمَ مَكْنُوهُ** اور تیرے لئے جائز ہے وقف کی حالت میں ہا کا لانا اور ندبہ نہیں کیا جاتا مگر اسم معروف کے ساتھ پس نہیں کہا جائیگا وار جلاہ اور ممتنع ہے وازید الطویلاہ (یہ بات) یونس نحوی کے خلاف ہے اور جائز ہے حرف ندا کو حذف کرنا مگر اسم جنس اور اسم اشارہ اور مستغاث اور مندوب سے جیسے **يُؤَسِّفُ اَعْرَضُ عَنْ هَذَا** اور **اَيُّهَا الرَّجُلُ** اور شاذ ہے (حرف ندا کو حذف کرنا) اصح لیل، اند محقوق اور اطرقت کراکی مثالوں سے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے منادی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے **الایا اسجدوا**۔

تشریح قوله وَقَدْ اسْتَعْمَلُوا النح | عرب کبھی نداء کے صیغے یعنی حرف نداء کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں مندوب لغت میں اس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی شخص نوحہ کرے اور اسکے محاسن کو شمار کرے تاکہ دیکھنے والے اس کو معذور سمجھیں اور مندوب اصطلاح میں کہتے ہیں جس پر واویلا اور گریہ و زاری کی جائے اور غم کی وجہ سے ہمدردی کا اظہار کیا جائے اور مندوب کیلئے والوریا، یادوں استعمال ہوتے ہیں لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ واو مندوب کے ساتھ خاص ہے اور یا مندوب اور منادی دونوں کیلئے استعمال ہوتی ہے اور مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے یعنی مندوب مفرد معرفہ علامت رفع پر مبنی ہوگا اور اگر مندوب مضاف ہو یا مشابہ مضاف ہو تو منصوب ہوگا۔

قوله وَحُكْمُهُ فِي الْاِعْرَابِ وَ النِّبَاءِ النح

اعتراض: آپ نے جو کہا کہ مندوب کا حکم اعراب و نباء میں منادی کی طرح ہے اس سے متبادر ایہ مفہوم ہوتا ہے کہ منادی کی تمام اقسام مندوب میں پائی جاتی ہیں حالانکہ مندوب نکرہ نہیں ہو تا بسہ معرفہ ہوتا ہے۔

جواب: یہ تشبیہ من بعض الوجوہ ضروری نہیں کہ مندوب تمام صورتوں میں منادی کے مشابہ ہی ہو۔

اعتراض : جب ۱۰۰ نام ایک ہے تو مندوب کو علیحدہ کیوں ذکر کیا اکتھا ذکر کرتے۔

جواب : سنادی کے کلمات اور ہیں مندوب کے اور اس وجہ سے علیحدہ ذکر کیا دوسری وجہ یہ ہے کہ منادی کبھی نکرہ غیر معینہ بھی ہوتا ہے جب کہ مندوب میں ایسا نہیں اس لئے الگ الگ ذکر کیا۔

قوله وَلَئِكَ زِيَادَةُ الْأَلْفِ الْح یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مندوب کے آخر میں آواز کو دراز کرنے کیلئے الف کو زیادہ کرنا بھی جائز ہے اس لئے کہ ندبہ کے اندر آواز بڑھانا ہی مقصود ہوتا ہے اور الف کے بڑھانے سے یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو وازید میں وازیدہ کہتے ہیں لیکن اگر الف کا اضافہ کرنے سے کسی دوسرے صیغہ کے ساتھ التباس لازم آتا ہو تو پھر الف کا اضافہ نہیں کریں گے جیسے واحد مونث حاضر کے غلام پر ندبہ کرنا ہو تو واغلامک کاف کے کسرہ سے کہیں گے لیکن اگر الف کو زیادہ کریں گے تو واغلامکاء ہو جائے گا اس وقت یہ واحد مذکر حاضر سے ملتبس ہو جائیگا اسلئے الف کو یاء سے بدل دیں گے یوں کہیں گے واغلامکیہ اسی طرح جمع مذکر حاضر میں تشبیہ مذکر حاضر کے ساتھ التباس کا خطرہ ہو تو بھی الف کو واو سے بدل دیں گے جیسے واغلامکم میں واغلامکماہ کی جائے واغلامکموہ کہیں گے ان صورتوں میں وقف کی حالت میں ہاء ساکنہ کا اضافہ بھی جائز ہے تاکہ حرف مدہ اچھی طرح واضح ہو سکے۔

قوله وَلَا يُنْدَبُ إِلَّا الْمَعْرُوفُ الْح یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صرف معروف شخص کا ندبہ کیا جائیگا تاکہ سامعین ندبہ کرنے والے کو مندوب کی شہرت کی وجہ سے معذور سمجھیں اور غیر معروف کا ندبہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ غیر معروف کا ندبہ کر نیوالے کو معذور نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ایک مذاق بن جائے گا اس لئے وار جلاہ نہیں کہا جاسکتا۔

قوله وَامْتَنَعَ وَازَيْدُ الطَّوِيلِ الْح یہاں سے مصنف جمہور اور یونس نحوی کے درمیان اختلاف بیان کرتے ہیں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مندوب کا الف صفت کے آخر میں لاحق نہیں ہو تا بلکہ موصوف کے آخر میں لاحق ہوتا ہے چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا وازید الطویلاہ بلکہ وازید الطویل کہا جائے گا، لیکن یونس نحوی کے ہاں صفت کے آخر میں بھی الف مندوب زیادہ کر سکتے ہیں اسلئے کہ جب مضاف الیہ کے آخر میں الف مندوب داخل ہو سکتا ہے تو صفت کے آخر میں بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ مضاف مضاف الیہ مغایر ہوتے ہیں اور صفت عین موصوف ہوتا ہے تو جب مغائرین میں جائز ہے متساویین میں بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے اور دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ ایک اعرابی کے دریا لے گم ہو گئے تھے تو اس نے ان الفاظ میں اپنے پیالوں پر ندبہ کیا وَاجْمَعْتَنِي الشَّامِيَتَيْنَاہ اس سے معلوم ہوا کہ

صفت کے آخر میں بھی الف ندبہ کا داخل کرنا جائز ہے لیکن جمہور کی طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کے معنی کو مکمل کرنے کے لئے آتا ہے اس لئے مضاف الیہ مضاف کے لئے بمنزلہ جزء کے ہے مختلف صفت کے کہ وہ موصوف کے مکمل ہونے کے بعد بطور وضاحت لائی جاتی ہے تو صفت کا اتصال موصوف کے ساتھ ایسا نہیں ہے جیسے مضاف کا مضاف کے ساتھ ہوتا ہے تو دونوں مستقل کلمے ہیں اس لئے صفت کا مضاف الیہ پر قیاسی کرنا صحیح نہیں اور اعرابی کے قول سے استشاد صحیح نہیں کیونکہ یہ قول شاذ اور غیر صحیح ہے لہذا بالکل قابل استدلال نہیں ہوگا۔

قوله وَيَجُوزُ حَذْفُ حَرْفِ النَّدَاءِ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ قیام

قرینہ کے وقت منادی سے حرف نداء کا حذف جائز ہے جیسے يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا اصل میں تھایا یُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا اور قرینہ حذف پر یہ ہے کہ لفظ یوسف سے قبل اگر حرف نداء مقدر نہ مانیں گے تو یوسف مبتدا اور اعراض الخ خبر ہوگی حالانکہ جملہ انشائیہ خبر نہیں ہو سکتی اسلئے ماننا پڑے گا کہ یوسف سے قبل یا حرف نداء ہے اور آیہا الرَّجُلُ اصل میں یا آیہا الرَّجُلُ تھا اور قرینہ حذف یہ ہے کہ ابھا کو اس منادی پر لائے ہیں جو معرف باللام ہوتا کہ دو آلہ تعریف کا اجتماع نہ ہو سکے ورنہ ابھا کے ذکر کی ضرورت نہ تھی تو معلوم ہوا کہ اس سے قبل یا حرف نداء محذوف ہے۔

قوله إِلَّا مَعَ اسْمِ الْيَحْنُسِ | پہلے قاعدہ بیان کیا کہ قرینہ کے پائے جانے کے وقت حرف ندا

کو حذف کرنا جائز ہے یہاں سے چند جگہوں کا استثناء کر رہے ہیں کہ اگر منادی اسم جنس یا اسم اشارہ یا مستغاث یا مندوب ہو تو ان سے حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں اسم جنس سے مراد یہ ہے کہ ندا سے قبل نکرہ ہو بعد میں معرفہ بنایا گیا ہو جیسے یا رجل یا بعد نداء بھی نکرہ رہے جیسے یا رجلاء جب کہ نکرہ غیر معینہ ہو اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا اسلئے جائز نہیں کہ اسم جنس کا منادئی ہونا کثیر الاستعمال نہیں جیسے علم کا منادی ہونا کثیر الاستعمال ہے تو اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنے کے بعد پتہ نہ چلے گا کہ منادی ہے یا نکرہ اسلئے حرف ندا کو ذکر کرنا ضروری ہے اور منادی جب اسم اشارہ ہو تو اس سے بھی حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں اسلئے کہ اسم اشارہ بھی ابہام میں اسم جنس کی طرح ہے اور یہ بھی بہت کم منادئی استعمال ہوتا ہے تو حذف حرف ندا کے بعد اس کا منادی ہونا معلوم نہ ہو سکے گا اگر کسی شخص کو اشارہ کیساتھ ندا دینا ہو تو یوں کہا جائیگا یا بعد اور ہذا نہیں کہا جائے گا اور منادئی جب مستغاث ہو تو حرف ندا کو حذف کرنا اسلئے وجہ سے جائز نہیں کہ مستغاث میں دراوی صوت مقصود ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے منادی مندوب سے اسلئے حذف کرنا جائز

نہیں کہ یہاں بھی درازی ہے۔ سود ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے۔

قوله وَشُدَّ أَصْبَحَ لَيْلٍ الْخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ منادی اسم جنس سے حرف ندا کا حذف جائز نہیں جب کہ ان تین مثالوں

أَصْبَحَ لَيْلٍ أَفْتَدَ مَخْنُوقٌ أَطْرُقَ كَرًا میں حرف ندا محذوف ہے حالانکہ منادی یعنی لیل اور مخنوق اور کر اسم جنس ہے

جواب: ان مثالوں میں حرف نداء کا حذف کرنا شاذ ہے اور شاذ کا معدوم ہوتا ہے اسلئے ان پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

فائدہ: ان تینوں مثالوں کی وضاحت ذکر کی جاتی ہے۔

اصح لیل اس جملہ کا شان و رود یہ ہے کہ امرء القیس کی بیوی ام جندب کو جب امرء القیس نے طلاق دی تو اس نے کہا تھا صبح لیل یعنی اے رات تو جلدی صبح کر کیونکہ جب کسی پر پریشانی و غم آجائے تو اسے رات بہت لمبی معلوم ہوتی ہے تو اسے پریشانی کی حالت میں کہا أَصْبَحَ لَيْلٍ

افتد مَخْنُوق: اس کا شان و رود یہ ہے کہ ایک شخص سلیک بن سلمہ چت لیٹا ہوا سو رہا تھا کہ ایک چور نے آکر اس کا گلا گھونٹ دیا اور کہنے لگا افتد مخنوق، یعنی اے گلا گھونٹنے ہوئے اپنی جان کا فدیہ دے تاکہ میں تجھے چھوڑ دوں تو یہ ضرب المثل بن گئی اس قسم کے موقع پر یہ مثال استعمال کی جاتی ہے۔

أَطْرُقَ كَرًا: جاہلیت میں ایک منتر تھا خیال کیا جاتا تھا کہ اس منتر کو پڑھ کر کروان پرندے کو شکار کیا جا سکتا ہے پورا منتر یوں ہے أَطْرُقَ كَرًا أَطْرُقَ كَرًا إِنَّ النُّعَامَةَ فِي الْقُرَى یعنی اے کروان پرندے تو اپنا سر جھکا دے اس لئے کہ تجھ سے بڑا شتر مرغ شکار کر لیا گیا ہے اور گاؤں میں پہنچا دیا گیا ہے تو کیسے چھوٹ سکتا ہے اس منتر کو پڑھے جانے کے بعد کروان خود بخود شکار ہو جاتا ہے۔

وقوله وَقَدْ يُحْدَفُ الْمُنَادَى الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ قیام قرینہ کی

وجہ سے منادی کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے لَا يَأْسُجُدُوا اَصْل میں لَا يَأْسُجُدُوا قَوْمٌ اسْجُدُوا تھا اور قرینہ اس میں یہ ہے کہ حرف ندا یہاں فعل پر داخل ہے حالانکہ وہ اسم پر داخل ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اس سے قبل منادی محذوف ہے۔

وَالثَّالِثُ مَا أَضْمَرَ عَامِلُهُ عَلَى شَرْيْطَةِ التَّفْسِيرِ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ بَعْدَهُ فِعْلٌ أَوْ شَيْئُهُ مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِّهِ أَوْ مُتَعَلِّقٌ لَوْسُلْطَ عَلَيْهِ هُوَ أَوْ مُنَاسِبُهُ لِنَصْبِهِ مِثْلُ زَيْدًا ضَرَبْتُهُ وَزَيْدًا مَرَرْتُ بِهِ وَزَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهُ وَزَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ يُنْصَبُ بِفِعْلِ مُضْمَرٍ يُفَسِّرُهُ مَا بَعْدَهُ أَيْ ضَرَبْتُ وَجَاوَزْتُ وَأَهْنَيْتُ وَلَا بَسْتُ وَيُخْتَارُ الرَّفْعُ بِالْإِبْتِدَاءِ عِنْدَ عَدَمِ قَرِينَةٍ خِلَافَهُ وَعِنْدَ جُودِ اقْوَى مِنْهَا كَمَا مَاتَ غَيْرِ الطَّلَبِ وَإِذَا لِلْمُفَاجَاةِ-

ترجمہ: اور تیسری جگہ (جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے) وہ ہے کہ اس کا عامل مقدر مانا گیا ہو تفسیر کی شرط کی بنا پر، اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے بعد ایک فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ (فعل یا شبہ فعل) اعراض کر نیوالا ہو اس (اسم میں عمل کرنے) سے بوجہ عمل کرنے اس کے اس اسم کی ضمیر میں یا اس کے متعلق میں، اگر مسلط کر دیا جائے خود فعل یا شبہ فعل کو یا اس کے مناسب کو اس اسم پر تو وہ اسم کو نصب دے۔ جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُهُ اور زَيْدًا مَرَرْتُ بِهِ اور زَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهُ اور زَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ (زید کو ان مثالوں میں) نصب دیا جائے گا فعل مضمر کے سبب، کہ اس کا بعد اس کی تفسیر کر رہا ہے یعنی ضربت اور جاوزت اور اہنت اور لا بست اور اسم (مذکور) پر رفع پڑھنا مختار ہے ابتداء کی وجہ سے اس رفع کے خلاف قرینہ کے نہ پائے جانے کے وقت، یا رفع کا قرینہ زیادہ قوی پائے جانے کے وقت اس (نصب) کے قرینے سے جیسے کہ لا (جو اسم مذکور پر داخل ہو) اور غیر طلب کے ساتھ مقارن ہو اور اذا جب مفاجاة کیلئے واقع ہو۔

تشریح: قوله وَالثَّالِثُ مَا أَضْمَرَ الخ یہاں سے حذف فعل کی تیسری جگہ مَا أَضْمَرَ عَامِلُهُ عَلَى شَرْيْطَةِ التَّفْسِيرِ کو بیان کر رہے ہیں یعنی مفعول بہ کے عامل کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ اس کی تفسیر آگے آرہی ہے اور ما ضمرا الخ سے ہر وہ اسم مراد ہے کہ جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم میں عمل نہ کر رہا ہو اور عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس مذکورہ اسم کی ضمیر یا اس اسم کے متعلق میں عمل کر رہا ہے لیکن اگر اسی فعل یا شبہ فعل یا اس کے کسی مناسب کو اس اسم مذکورہ پر داخل کر دیا جائے تو وہ اسے

نصب دے سکتا ہے جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُهُ اس مثال میں ضربت فعل سے قبل جو اسم ہے ضربت اسمیں عمل نہیں کر رہا کیونکہ وہ ضمیر میں عمل کر رہا ہے جو کہ زید کی طرف راجع ہے لیکن اگر اسی فعل کو زید پر داخل کر دیا جائے تو یہ زید کو نصب دے سکتا ہے توہم یوں کہیں گے زَيْدًا ضَرَبْتُهُ اصل میں ضَرَبْتُ زَيْدًا ضَرَبْتُهُ تھا تو چونکہ دوسرا ضربت اسکی تفسیر کر رہا ہے اور اس کے قائم مقام بننے کی یعنی زید کو نصب دینے کی صلاحیت رکھتا ہے اسلئے پہلے ضربت کو حذف کر دیا تاکہ مُفَسِّر اور مُفَسَّر کا اجتماع لازم نہ آئے یہ تو مثال اس کی ہوئی کہ فعل اسم کی ضمیر میں عمل کر رہا ہے۔

قوله زَيْدًا مَرَرْتُ بِهِ | یہ مثال ہے اس فعل کی جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم میں عمل نہیں کرتا اور جب اس اسم پر فعل مذکور کے مناسب مرادف کو مسلط کریں تو اس کو نصب دے گا جیسے جاوزت زید اسلئے کہ مررت با کے ساتھ متعدی کیا جائے تو یہ جاوزت کے معنی میں ہو جائے گا اور جاوزت کو زید پر مسلط کیا جائے تو یہ اسکو نصب دے گا۔

قوله وَزَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامًا | یہ مثال اس فعل کی ہے کہ جو متعلق اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم میں عمل نہیں کر رہا اور جب فعل مذکور کے مناسب لازم کو اس پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے گا جیسے اس مثال زید اضرمت غلامہ میں ضربت زید کے متعلق یعنی غلامہ میں عمل کی وجہ سے زید پر عمل نہیں کر رہا ہے اور غلام زید کا متعلق ہے باعتبار ملکیت کے تو چونکہ غلام کا مارنا یہ آقا کی اہانت کو مستلزم ہے اس لئے ضربت کا مناسب لازم اہنت ہو اور اگر اہنت فعل کو زید پر مسلط کیا جائے تو وہ اسکو نصب دے گا اور خود ضربت کو زید پر مقدم نہیں کر سکتے کیونکہ معنی فاسد ہو جائیں گے اسلئے کہ مضروب غلام زید ہے نہ کہ زید۔

قوله وَزَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ | یہ اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہیں کر رہا ہے اور جب اسم مذکور پر فعل کے مناسب لازم کو مسلط کر دیا جائے تو اس کو نصب دیگا اور اس کا مناسب لازم لاہت ہے کیونکہ زید پر محبوس ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ زید کو ملاہس بھی ہے اسلئے لاہت زید کو نصب دے گا یہاں پر عین فعل کو مسلط کرنے سے نصب نہیں آسکتا اس لئے کہ اگر اس کو علی کے ساتھ مقدم کریں گے تو وہ اسم مجرور ہو گا اور اگر بغیر علی کے مقدم کریں گے تو مفعول نہ ہو گا لہذا مناسب لازم کو مقدم کیا جائے گا۔

قوله وَيَنْصَبُ بِفَعْلٍ مُّضْمَرٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ جو مثالیں دی ہیں ان میں کونسا فعل محذوف ہے پہلی مثال میں ضربت فعل محذوف ہے اور دوسرا ضربت اس کی تفسیر کر رہا ہے اس کو حذف کرنا اسلئے ضروری ہے تاکہ مفسر اور مفسر کا اجتماع لازم نہ آئے اور جاوزت دوسری مثال کا فعل ہے اصل میں جاوزت زید امررت بہ تھا جاوزت کو حذف کر دیا کیونکہ مررت فعل اس کی تفسیر کر رہا ہے اور اھنت تیسری مثال کا فعل ہے اصل میں یوں تھا اھنت زید اضرمت غلامہ تو یہاں اھنت فعل کو حذف کر دیا گیا کیونکہ ضربت اس کی تفسیر کر رہا ہے اور لابت چوتھی مثال کا فعل ہے اصل میں یوں تھا لابت زید اھمت علیہ لابت فعل کو حذف کر دیا کیونکہ اھمت اس کی تفسیر کر رہا ہے۔

قوله وَيُحْتَازُ الرَّفْعُ بِالْإِبْتِدَاءِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ جس جگہ رفع کے قرینہ کے خلاف کوئی اور قرینہ نہ پایا جائے تو وہاں رفع پڑھنا مختار ہے اگرچہ نصب بھی جائز ہے جیسے زید اضرمت میں نصب اور رفع دونوں جائز ہیں مگر رفع پڑھنا مختار ہے کیونکہ نصب حذف فعل کا تقاضا کرتا ہے اور رفع میں حذف نہیں ماننا پڑتا اسلئے رفع مختار ہے۔

قوله أَوْ عِنْدَ وُجُودِ أَقْوَى الخ | یہاں سے صاحب کافیہ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں رفع پڑھنا مختار ہے جبکہ نصب اور رفع دونوں کے قرینے ہیں مگر رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہے جیسے اَمَّا کہ اسم مذکور پر داخل ہو اور وہ اسم ایسے فعل کے ساتھ مقارن ہو کہ اس میں طلب کے معنی نہ پائے جاتے ہوں یعنی اَمَّا کے بعد جملہ انشائیہ نہ ہو بلکہ خبریہ ہو جیسے لَقِيتُ الْقَوْمَ وَأَمَّا زَيْدٌ فَأَكْرَمْتُهُ اس مثال میں رفع اور نصب دونوں کا قرینہ ہے مگر رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہے اس لئے رفع مختار ہے اور نصب کا قرینہ یہ ہے کہ اگر نصب پڑھیں گے تو زید اسے قبل فعل محذوف ہوگا زید اکرمتہ جملہ فعلیہ بنے گا اس طرح جملہ فعلیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف ہو جائیگا اور عطف میں مطابقت مطلوب شئی ہے اسلئے نصب پڑھنا مختار ہے کہ نصب اور رفع دونوں کے قرینے ہیں اور رفع کا ایک قرینہ یہ ہے کہ اَمَّا کے بعد اکثر مبتدا آتا ہے اور دوسرا یہ کہ اس صورت میں حذف سے بھی سلامتی ہے اس لیے رفع مختار ہے تو رفع کا قرینہ زیادہ قوی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

قوله وَإِذَا لَمْ تُفَاجَأْ اَلْعَیْرُ اَلْاِسْمُ مَذْكُورٌ پُر دَاخِلٌ ہُوَ تَوَوَّهَالِ نَصْبٌ اَوْر رَفْعٌ دَوْنُوں پڑھ سکتے ہیں جیسے خَرَجْتُ فَإِذَا زَيْدٌ يَضْرِبُهُ عَمْرُوٌ

اذا مفا جاتیہ اس اسم مذکور پر داخل ہو تو وہاں نصب اور رفع دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسے خَرَجْتُ فَإِذَا زَيْدٌ يَضْرِبُهُ عَمْرُوٌ یہاں زید پر نصب پڑھ سکتے ہیں کہ فعل محذوف مانا جائے لیکن رفع مختار ہے کیونکہ اذا مفا جاتیہ کے بعد اکثر جملہ اسمیہ ہی آیا کرتا ہے اور رفع کی صورت میں سلامت عن الحذف بھی ہے جب کہ نصب کی صورت میں فعل محذوف مانا پڑتا ہے اور عدم حذف اولیٰ ہے حذف سے۔

وَيُخْتَارُ النَّصْبُ بِالْعَظْفِ عَلَى جُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ لِلتَّانُسِبِ وَبَعْدَ حَرْفِ النُّفْيِ وَالِاسْتِثْنَاءِ
وَإِذَا الشَّرْطِيَّةُ وَحَيْثُ وَفِي الْأَمْرِ وَالتَّهْيِ إِذْ هِيَ مَوَاقِعُ الْفِعْلِ وَعِنْدَ خَوْفٍ
لَيْسَ الْمُفْتَسِرِ بِالصِّفَةِ بِمِثْلِ إِنْ كَلَّ شَيْءٌ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ وَيَسْتَوِي الْأَمْرَانِ فِي
مِثْلِ زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرُوٌ أَكْرَمْتُهُ وَيَجِبُ النَّصْبُ بَعْدَ حَرْفِ الشَّرْطِ وَحَرْفِ
التَّحْضِيضِ مِثْلُ إِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَهُ ضَرَبَكَ وَالْأَزِيدًا ضَرَبْتَهُ وَلَيْسَ أَرِيدُ
ذُهِبَ بِهِ مِنْهُ فَالرَّفْعُ وَكَذَلِكَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبْرِ وَنَحْوِ الزَّائِنَةِ
وَالزَّائِنِ فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ أَلْفَاءُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ
الْمُبَرَّدِ وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سَيَبَوِيهِ وَالْأَفَالْمُخْتَارُ النَّصْبُ۔

ترجمہ : اور (اسم مذکور) پر نصب مختار ہے جملہ فعلیہ پر عطف کرنے کی وجہ سے مناسبت کے لئے اور (نصب مختار ہے)

حرف نفی واستثناء اور اذا شرطیہ اور حیث کے بعد اور امر و نہی میں اس لئے کہ یہ فعل کی جگہیں ہیں اور (نصب مختار ہے)

جب کہ مفسر کا صفت کے ساتھ التباس کا خوف ہو جیسے انا کل شیء خلقناه بقدر اور ہر امر یعنی رفع اور نصب

زید قام اور عمرو اکرمته کی مثل میں اور (اسم مذکور پر) نصب واجب ہے جب حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد واقع

ہو جیسے إِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَهُ ضَرَبَكَ اور أَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ اور أَرِيدُ ذُهِبَ بِهِ کی مثل اس (ماضی امر الخ) سے نہیں پس

(زید پر) رفع واجب ہے اور اسی طرح کل شیء فعلوہ فی الزُّبْرِ بھی (ماضی امر عاملہ سے نہیں) اور الزَّائِنَةُ وَالزَّائِنِ فَاجْلِدُوا

كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةٌ جَلْدَةٍ کی مثل فابمعنی شرط کے ہے مبرد کے ہاں اور یہ آیت دو مستقل جملے میں سیبویہ کے ہاں وگرنہ پس نصب مختار ہے۔

تشریح: قوله وَيُخْتَارُ النَّصْبُ | یہاں سے صاحب کافیہ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں نصب مختار ہے
اعتراض: مختار رفع کو مختار نصب پر مقدم کیوں کیا حالانکہ نصب اخف الحركات ہے مختار نصب کو مقدم کرنا چاہیے تھا
جواب: ۱ مختار رفع کے مواقع قلیل ہیں یعنی صرف تین ہیں اور مختار نصب کے مواقع تقریباً چھ ہیں قلیل کو سہولت
حفظ کی خاطر مقدم کیا ہے۔

جواب: ۲ رفع میں سلامت عن الخف ہے اسی وجہ سے وہ تقدیم کا استحقاق رکھتا ہے خلاف نصب کے کہ اس میں حذف ہے
قوله بِالْعَطْفِ عَلَى جُمْلَةٍ | اختیار نصب کا پہلا یہ مقام ہے کہ اسم مذکور کا عطف جملہ فعلیہ پر ہو رہا ہو تو اسم مذکور
پر نصب مختار ہے تاکہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں جملہ فعلیہ ہونے میں موافق ہو جائیں جیسے خَرَجْتُ فَرَزِيدًا لَقِيْنَتُهُ اس
مثال میں زید کا عطف جملہ فعلیہ خرجت پر ہو رہا ہے اسلئے زید پر بھی نصب مختار ہے تاکہ جملتین فعلیہ ہونے میں موافق ہو
جائیں اگرچہ رفع بھی جائز ہے۔

قوله بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ | یہاں سے صاحب کافیہ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں جہاں نصب مختار ہے کہ جب حرف
نفی کے بعد اسم مذکور واقع ہو تو نصب مختار ہے کیونکہ حرف نفی اکثر فعل پر داخل ہوتا ہے جیسے مَا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ اس میں
نصب پڑھنا مختار ہے اگرچہ رفع بھی جائز ہے اور حرف نفی یہ ہیں مَا لَا لَيْسَ اِنْ لَوْ لَمَّا لَنْ لَمْ -
قوله وَالْاِسْتِفْهَامُ | اختیار نصب کی تیسری جگہ بیان کرتے ہیں یعنی جب اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو
تو نصب مختار ہے کیونکہ حرف استفہام فعل پر داخل ہوتا ہے جیسے زَيْدًا ضَرَبْتَهُ اگرچہ رفع بھی جائز ہے ابتدا کی وجہ سے۔

قوله واذا الشرطية | یعنی جب اسم مذکور اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو تو بھی نصب مختار ہے کیونکہ اذا شرطیہ اکثر فعل پر
داخل ہوتا ہے جیسے اِذَا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ اَضْرَبَكَ

قوله وَحَيْثُ | جب اسم مذکور حیث کے بعد واقع ہو تو بھی نصب مختار ہے کیونکہ حیث کے بعد بھی اکثر جملہ فعلیہ آتا
ہے جیسے حَيْثُ زَيْدًا اَكْرَمْتَهُ اَكْرَمَكَ

قوله وَفِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ | یعنی جب اسم مذکور امر و نہی سے پہلے ہو تو بھی نصب مختار ہے جیسے زَيْدًا اَضْرَبْهُ
وَعَمْرُوًّا لَا تَضْرِبْهُ اگر رفع پڑھیں گے تو زید اور عمرو کو مبتدا بنانا پڑے گا اور اضرب اور لا تضرب کو خبر بنانا پڑے گا
اور جملہ انشائیہ خبر نہیں بنا کرتا اس میں تاویل کرنی پڑے گی یعنی زَيْدًا مَقُولٌ فِي حَقِّهِ اَضْرِبْ وَعَمْرُوًّا مَقُولٌ فِي حَقِّهِ
لَا تَضْرِبْ جب کہ نصب کی صورت میں تاویل نہیں کرنی پڑے گی اس لیے نصب پڑھنا مختار ہے۔

قَوْلُهُ عِنْدَ خَوْفِ الْ یعنی اگر رفع کی وجہ سے مفسر کا صفت سے التباس لازم آ رہا ہو تو بھی نصب پڑھنا مختار ہے جیسے قول باری تعالیٰ ہے اِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان کی ہیں۔
(۱) تمام اشیاء کے خالق اللہ ہیں (۲) تمام چیزیں اس نے اندازے سے پیدا کی ہیں۔

تو اگر کُلُّ شَيْءٍ میں نصب پڑھیں گے تو بِقَدَرٍ میں جار مجرور خَلَقْنَاهُ فعل کے متعلق ہوگا اور دونوں مقصود حاصل ہوں گے اور اگر کُلُّ شَيْءٍ کو مرفوع پڑھیں گے تو اس کو موصوف بنائیں گے اور خَلَقْنَاهُ کو اس کی صفت بنائیں گے تو یہ موصوف صفت مل کر مبتدا بنے گا اور بِقَدَرٍ کی خبر بنے گی تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے جو چیز بنائی ہے اندازے کے ساتھ ہے تو ایک مقصود یعنی اندازے سے ہونا حاصل ہو گیا جب کہ دوسرا مقصود نہیں حاصل ہوا کیونکہ آیت سے یہ وہم پیدا ہو رہا ہے کہ بعض چیزوں کے خالق اللہ نہیں ہیں اس صورت میں معتزلہ اپنے مذہب پر استدلال کر سکتے ہیں کہ افعال عباد کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ بندہ ہے یہ باطل عقیدہ ہے تو یہ خرافی التباس مفسر بالصفة کی وجہ سے ہوئی اس لئے نصب پڑھنا مختار ہے۔

قَوْلُهُ وَيَسْتَوِي الْأَمْرَانِ یعنی اسم مذکور جس جملہ میں ہے اس کا عطف ایسے جملہ اسمیہ پر ہو رہا ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو تو اس میں دونوں امر یعنی رفع اور نصب برابر ہیں یعنی اگر مرفوع پڑھیں ابتدا کی وجہ سے تو اس کا عطف جملہ کبریٰ یعنی معطوف علیہ جملہ اسمیہ پر ہوگا کیونکہ اس صورت میں معطوف بھی اسمیہ ہوگا جیسے زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرُوًا أَكْرَمْتَهُ میں جب عمرو مرفوع ہو اور اگر منصوب پڑھیں تو اس کا عطف جملہ صغریٰ یعنی فعلیہ پر ہوگا جو کہ خبر ہے تو دونوں میں کسی نہ کسی جملہ سے جو سبب ہے اس لئے وہ دونوں امر برابر ہیں۔

قَوْلُهُ وَيَجِبُ النَّصْبُ یہاں سے ان مقامات کا ذکر کر رہے ہیں جہاں اسم مذکور کو منصوب پڑھنا واجب ہے جب اسم کے حرف شرط کے بعد ہو جیسے ان زَيْدًا ضَرْبَتْهُ ضَرْبَكَ یہاں زید کو منصوب پڑھنا واجب ہے کیونکہ شرط ہمیشہ فعل پر داخل ہوتی ہے کیونکہ شرط کا دخول وہ چیزیں ہوتی ہیں جن میں تردد ہوتا ہے اور تردد افعال میں ہی ہوتا ہے اس لئے شرط کا دخول افعال ہی ہوں گے اور اسکی صورت یہ ہے کہ زید منصوب ہو۔ خواہ حرف شرط صراحۃً ہو مثلاً اِنْ اور لَوْ وغیرہما یا تضمناً ہو جیسے حیثاً اور انما ومتی وغیرہ لیکن راسخ فی الشرط ہو بخلاف اذاکے کہ یہ ظرف کیلئے بھی آتا ہے۔

اور حرف تحذیض کے بعد اگر مذکورہ اسم ہو تو بھی نصب واجب ہے جیسے اَلَا زَيْدًا ضَرْبَتْهُ میں زید پر نصب واجب ہے کیونکہ حرف تحذیض فعل کے ساتھ محقق ہیں اس لیے اگر تو یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو مقصود ترک فعل پر ملامت ہے اور اگر فعل مضارع پر ہوں تو مقصود ترغیب علی الفعل ہے اس لئے ان حروف کے بعد جو اسم ہوگا اس سے قبل فعل مقدر ماننا ضروری ہے تاکہ اس کا اختصاص بالفعل ختم نہ ہو جائے۔

قَوْلُهُ وَلَيْسَ أَرْيَدُ ذَهَبًا یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعترض: آپ نے کہا کہ اگر اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو نصب مختار ہے جب کہ ازید ذہبہ میں سرے سے نصب ہی جائز نہیں تو آپ کا قاعدہ ٹوٹ گیا۔

جواب: یہ مثال ماضیہ عاملہ الخ سے ہے ہی نہیں کیونکہ اس میں شرط یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کو مسلط کیا جائے تو وہ نصب دے سکے جب کہ اس مثال میں اگر ذہب کو باء کے ساتھ اس پر داخل کریں تو زید مجرور ہوگا اسکی صورت اس طرح ہے اذہب زید اور اگر بغیر باء کے داخل کریں تو بھی نصب نہیں دے سکتا کیونکہ یہ فعل لازم ہے جو سرے سے مفعول کا تقاضا ہی نہیں کرتا اور اگر اذہب فعل متعدی عوض میں لائیں تو بھی نصب نہیں آئے گا کیونکہ زید فعل مجہول کا نائب فاعل بن جائے گا اور مرفوع ہوگا۔

قوله وكذلك كل شئ الخ | اس مثال سے مراد وہ اسم ہے جو ماضیہ عاملہ کی صورت میں ہو لیکن اس اسم کا جو فعل ہے اسے اس پر داخل کرنے سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں تو یہ ماضیہ عاملہ الخ کے قبیل سے نہ ہوگا جیسے اس کی مثال کل شئ فعلوہ فی الزبر میں اگر کل شئ مرفوع ہو تو معنی صحیح پڑتے ہیں یعنی ہر وہ کام جسے بندوں نے کیا وہ نامہ اعمال میں درج ہے یعنی کل شئ مضاف اور مضاف الیہ مل کر موصوف اور فعلیہ صفت، موصوف اور صفت سے مل کر مبتدائی الزبر جار مجرور متعلق ثبات محذوف کے ہو کر خبر اس ترکیب کی صورت میں معنی صحیح پڑتے ہیں لیکن اگر اس کو ماضیہ عاملہ کے قبیل سے بنائیں تو کل شئ فعلوہ کا مفعول بہ ہو جائیگا فی الزبر میں دو احتمال ہیں یا تو فعلوہ کا متعلق ہوگا یاشی کی صفت ہوگی پہلی صورت میں معنی یوں ہوگا کہ بندوں نے ہر چیز کو نامہ اعمال میں کیا ہے حالانکہ نامہ اعمال افعال عباد کا محل نہیں لہذا یہ معنی فاسد ہوئے اور اگر شئ کی صفت بنائیں تو اگرچہ معنی فاسد نہیں ہوگا لیکن خلاف مقصود لازم آتا ہے اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ جو کام بندے کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں درج ہیں جب کہ اس صورت میں معنی یہ پڑتے ہیں کہ جو شئ بھی صحیفوں میں ہے اسے بندوں نے کیا ہے یہ معنی اگرچہ صحیح ہے مگر خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے باطل ہے اس لئے یہ مثال ماضیہ عاملہ کی قبیل سے نہیں۔

قوله وَنَحْوُ الزَّانِيَةِ الخ | واو عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف وکل شئ فعلوہ الخ مثال پر ہے یعنی جس طرح وکل شئ الخ ماضیہ عاملہ الخ کے قبیل سے نہیں ہے یہ مثال بھی نہیں کیونکہ قراء سبعہ کا لفظ الزانیۃ والزانی کے رفع پر اتفاق ہے اگر ماضیہ عاملہ الخ کے قبیل سے مان کر منصوب پڑھیں تو ان کا اتفاق غلط ثبات ہوگا حالانکہ قراء سبعہ جس چیز پر متفق ہوں وہ قرآن ہے اور قرآن میں غلطی کا شائبہ بھی نہیں الزانیۃ والزانی مرفوع کیسے ہیں اس میں مبرہ دو سیبہ کا اختلاف ہے۔

قوله الفاء بمعنی الشرط الخ | مبرہ کے نزدیک فاجلدوا میں فاء بمعنی شرط ہے یعنی فاء جزائیہ ہے خود شرط پر دال ہے اور الزانیۃ اور الزانی میں الف لام موصول ہے اور اسم فاعل صلہ ہے موصول صلہ سے مل کر مبتدأ شرط کے معنی کہ متضمن ہے اور فاجلدوا خبر بمنزلہ جزاء کے ہے اور فاء جزائیہ ہے جو مابعد کو ماقبل میں عمل سے روکتی ہے اس لئے الزانیۃ

اور الزانی میں فاجلدوا عمل نہیں کر سکتا یہ ماضی الخ کے قبیل سے نہیں۔

قوله وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سَيِّئِيهِ الخ | سیبویہ کہتے ہیں کہ دو نون مستقل جملے ہیں الزانیہ والزانی معطوف معطوف علیہ ہے ان کا مضاف محذوف ہے اسی حکم الزانیہ والزانی یہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اس کی خبر فیما تیلی علیکم محذوف ہے پس تقدیری عبارت یوں ہوگی حکم الزانیہ والزانی فیما تیلی علیکم یہ ایک جملہ ہوا اور جملہ ثانیہ کی تقدیری عبارت اس طرح ہے ان ثبت زناهما فاجلدوا کل الخ توفاء سببیت کے لئے ہے تو یہ ماضی الخ کے قبیل سے نہیں کیونکہ یہ دو جملے ہیں اور ایک جملہ دوسرے میں عمل نہیں کرتا۔ تو قراء کا اتفاق علی الرفع بھی صحیح ہو گیا اور ماضی عاملہ والا قاعدہ بھی منتقض نہیں ہوا۔

قوله وَاللَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصْبُ الخ | یعنی سیبویہ اور مبرد دونوں میں سے کسی کی رائے بھی قبول نہیں کریں گے تو اس میں پھر نصب ہی مختار ہو گا اور یہ ماضی عاملہ الخ کے قبیل سے ہو جائیگا اس صورت میں قراء سببہ کا اتفاق علی الباطل لازم آئے گا یہ باطل ہے اس لئے دونوں میں سے کسی ایک کی رائے ماننا ضروری ہے۔

الرَّابِعُ التَّحْذِيرُ وَهُوَ مَعْمُولٌ بِتَقْدِيرٍ اتَّقِ تَحْذِيرًا مِمَّا بَعْدَهُ أَوْ ذِكْرَ الْمُحْذَرِ مِنْهُ مُكَرَّرًا مِثْلُ إِيَّاكَ وَالْأَسَدَ وَإِيَّاكَ وَأَنْ تَحْذِفَ وَالطَّرِيقَ وَالطَّرِيقَ وَقُولُ إِيَّاكَ مِنَ الْأَسَدِ وَمِنْ أَنْ تَحْذِفَ وَإِيَّاكَ أَنْ تَحْذِفَ بِتَقْدِيرٍ مِنْ وَلَا تَقُولُ إِيَّاكَ الْأَسَدَ لَا مَمْنَعَ تَقْدِيرٍ مِنْ -

ترجمہ: (ان چار جگہوں میں سے) چوتھی جگہ تحذیر ہے اور (تحذیر) وہ معمول ہے جو اتق کی تقدیر کے ساتھ مابعد سے ڈرانے کیلئے آتا ہے یا محذر منہ کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے ایک والاسد وایاک ان تحذف اور الطريق الطريق اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے ایک من الاسد اور ایک من ان تحذف اور (یوں بھی کہہ سکتا ہے) ایک ان تحذف من کو مقدار ماننے کے ساتھ اور ایک الاسد نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہاں من کا مقدار ماننا ممتنع ہے۔

تشریح: صاحب کافیہ مفعول بہ کے حذف فعل کی وجوہی جگہیں بیان کر رہے تھے یہاں سے چوتھی جگہ بیان کر رہے ہیں جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے اور وہ تحذیر ہے تحذیر کا لغوی معنی ڈرانے کے ہیں اور جسے ڈرایا جا رہا ہے اسے محذر اور جس سے ڈرایا جا رہا ہے محذر منہ کہتے ہیں اور نحو یوں کی اصطلاح میں تحذیر اس اسم کو کہتے ہیں جو مفعولیت کی بنا پر اتق یا بعد کا معمول ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ اسم جو اتق مقدار کی وجہ سے منصوب ہو اور اس کو مابعد سے ڈرایا جائے اور دوسری قسم جو اتق مقدار کا معمول ہو لیکن محذر منہ کو مکرر ذکر کیا گیا ہو اس میں فعل کو حذف کرنا وقت کی قلت اور قلت فرصت کی وجہ سے ہے کہ فعل کے ذکر کا موقع ہی نہیں کیونکہ ایک والاسد کی مثال میں اگر فعل کو ذکر کیا جائے تو ممکن ہے جس شخص کو شیر سے ڈرایا جا رہا ہے وہ شیر کا شکار بن جائے۔

قوله مِثْلُ إِيَّاكَ وَالْأَسَدُ | تحذیر کی نوع اول کی مثال ایاک والاسد اور ایاک ان تحذف ہے ایاک والاسد اصل میں اِتَّقَکَ وَالْأَسَدَ ہے اس لئے کہ جب ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول سے مراد شئی واحد ہو تو دوسری ضمیر کو افعال قلوب کے علاوہ میں نفس سے بدلنا واجب ہے تو یوں عبارت بن جائے گی اتق فک والاسد جب تنگی مقام کی وجہ سے اتق کو حذف کیا نفس کو بھی حذف کر دیا گیا اسکی بھی ضرورت نہ رہی تو ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا ایاک والاسد بن گیا۔

قوله وَإِيَّاكَ وَأَنْ تَحْذِفَ | اسکی اصل تھی اتق فک عن حذف الارب، یعنی اپنے نفس کو خرگوش کو لانگھی سے مارنے سے چاہد میں ایاک وان تحذف بن گیا ایاک والاسد کی طرح

قوله الطَّرِيقُ الطَّرِيقُ | تحذیر کی نوع ثانی کی مثال ہے یعنی محذر منہ کو مکرر لایا جائے الطريق الطريق اصل میں تھا اتق الطريق الطريق تنگی مقام اور قلت فرصت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا۔

قوله وَتَقُولُ إِيَّاكَ مِنَ الْأَسَدِ | محذر منہ کے استعمال کی عقلی طور پر آٹھ صورتیں بنتی ہیں اسلئے محذر منہ یا تو اسم تحقیقی ہوگا جیسے الاسد وغیرہ یا اسم تاویلی جیسے ان تحذف وغیرہ اور ان دونوں اسموں کا استعمال یا من کے ساتھ ہوگا یا بغیر من کے اس طرح یہ کل چار صورتیں بن جاتی ہیں یعنی محذر منہ اسم تحقیقی ہو من کے ساتھ یا بغیر من کے اس طرح محذر منہ اسم تاویلی من کے ساتھ یا بغیر من کے پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں اسلئے کہ واو اور من دو حال سے خالی نہیں مذکور ہوں گے یا نہیں اس طرح کل آٹھ صورتیں بن جاتی ہیں ایک تا چار محذر منہ اسم تحقیقی ہو من یا واو کے ساتھ استعمال ہو اور واو یا من مذکور ہوگا یا نہیں پانچ تا آٹھ محذر منہ اسم تاویلی ہو من کے ساتھ استعمال ہوگا یا واو کے ساتھ اور واو یا من مذکور ہوں گے یا نہیں ان میں سے تین صورتیں ناممکن الوجود ہیں اس لئے کہ خواہ اسم تحقیقی ہو یا اسم تاویلی واو کو کسی حالت میں بھی محذر منہ سے جدا نہیں کر سکتے اسی طرح من کو اسم تحقیقی سے جدا نہیں کر سکتے ہاں اسم تاویلی سے من کو جدا کر سکتے ہیں۔ و تقول ایاک من الاسد الخ سے مصنف تفصیل بتانا چاہتے ہیں یعنی جیسے تحذیر کی نوع اول کی دونوں مثالوں میں محذر منہ کو واو مذکور کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح من مذکور کے ساتھ استعمال بھی جائز ہے۔

قوله وَإِيَّاكَ أَنْ تَحْذِفَ | یعنی نوع کی دوسری مثال ایاک وان تحذف کو من کے حذف کے ساتھ بھی استعمال کرنا جائز ہے ولایک ان تحذف اصل میں ایاک من ان تحذف تھا من حرف کو تخفیفاً حذف کر دیا کیونکہ ان اور ان میں حرف من کو اکثر حذف کر دیتے ہیں۔

قوله وَلَا تَقُولُ إِيَّاكَ الْأَسَدُ | یعنی تحذیر کی نوع اول کی پہلی مثال میں من کو مقدر ماننا جائز نہیں اس لئے کہ من کا حذف اسم صریح سے جائز نہیں ہوتا۔

اعتراض: یہاں پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ تم یہاں واو عاطفہ مقدر مان لو اور یوں کہہ دو کہ ایاک والاسد

جواب : واو عاطفہ کو مقدر ماننا من کو مقدر ماننے سے بھی زیادہ قبیح ہے کیونکہ واو کا حذف بالکل ثابت نہیں من کا حذف اگرچہ شاذ ہے لیکن ثابت ہے۔

الْمَفْعُولُ فِيهِ هُوَ مَا فُعِلَ فِيهِ فِعْلٌ مَذْكُورٌ مِنْ زَمَانٍ أَوْ مَكَانٍ وَشَرَطُ نَصْبِهِ تَقْدِيرُ فِي وَظُرُوفِ الزَّمَانِ كُلُّهَا تَقَبُّلُ ذَلِكَ وَظُرُوفِ الْمَكَانِ إِنْ كَانَ مِنْهُمَا قَبْلُ ذَلِكَ وَالْأَفْلَا وَفُسْرَ الْمُنْهَم بِالْجِهَاتِ السَّتِّ وَحُمِلَ عَلَيْهِ عِنْدَ وَلَدَى وَشَبَّهَهُمَا لِأَنَّهُمَا مَهْمَا وَلَفْظُ مَكَانٍ لِكَثْرَتِهِ وَمَا بَعْدَ دَخَلَتْ عَلَى النَّاصِحِ وَيَنْصَبُ بِغَايِلٍ مُضْمَرٍ وَعَلَى شَرْيْطَةِ التَّفْسِيرِ

ترجمہ : مفعول فیہ وہ (اسم) ہے جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو زمان یا مکان میں سے اور اس (مفعول فیہ) کے منصوب ہونے کی شرط فی کا مقدر ہونا ہے اور ظروف زمان سب کے سب اس کو (تقدیری کو) قبول کرتے ہیں اور ظروف مکان اگر مبہم ہو تو تقدیری کو قبول کرتا ہے ورنہ نہیں اور مبہم کی تفسیر کی گئی ہے چھ جہات کے ساتھ اور محمول کیا گیا ہے اس پر عند اور لدی اور ان دونوں کے مشابہ کو ان دونوں میں ابہام کی وجہ سے اور لفظ مکان کو بھی اسکے کثرت (استعمال) کی وجہ سے اور اسی طرح دخلت کے مابعد کو بھی صحیح قول پر اور نصب دیا جاتا ہے مفعول فیہ کو عامل کے مقدر ہونے کی وجہ سے اور شریطۃ التفسیر کی بنا پر

تشریح : قوله المفعول فيه الخ یہاں منصوبات میں سے تیسرے منصوب یعنی مفعول فیہ کو بیان کر رہے ہیں مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور واقع ہو جیسے صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ صُمْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہیں ظرف کی دو قسمیں ہیں ظرف زمان اور ظرف مکان

ظرف زمان : جس زمانے میں فعل کیا گیا ہو اسے ظرف زمان کہتے ہیں جیسے سافَرْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ظرف مکان : جس مکان میں فعل کیا جائے اسے ظرف مکان کہتے ہیں جیسے صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ

پھر ظرف زمان اور ظرف مکان کی دو دو قسمیں ہیں (۱) مبہم (۲) محدود

ظرف زمان اور مکان مبہم : مبہم اسے کہتے ہیں جس کی حد متعین نہ ہو خواہ وہ زمان ہو جیسے دھر، حین یا مکان ہو جیسے

خلف اور امام کیونکہ دھر، حین اور اسی طرح خلف امام کی کوئی حد نہیں ہو سکتی

ظرف زمان و مکان محدود : محدود اسے کہتے ہیں جس کی حد متعین ہو خواہ زمان ہو جیسے یوم ولیل شر و سہ یا مکان ہو جیسے مسجد، دار

قوله وَشَرَطُ نَصْبِهِ الخ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس میں فی مقدر ہو جیسے صمت شہر

اسمیں فی مقدر ہے اور اگر مفعول فیہ میں فی لفظوں میں مذکور ہو تو اس وقت مجرور ہوگا جیسے جلست فی الدار اور صلیت فی المسجد

قوله وظروف الزمان الخ ظرف زمان خواہ مبہم ہو جیسے دھر، حین یا مجرور جیسے یوم شہر تو اس میں فی مقدر

ہوتا ہے جیسے صُنْتُ دَهْرًا وَ شَهْرًا اَوْ سَمَا قَرْتُ شَهْرًا اِي فِي الدَّهْرِ وَ فِي الشَّهْرِ -

قوله وَ طُرُوفُ الْمَكَانِ الخ | ظرف مکان اگر مبہم ہو تو اس میں فی مقدر ہوتا ہے جیسے قُمْتُ خَلْفَكَ میں فی مقدر ہے اور اگر مکان محدود ہو تو اس میں فی لفظوں میں مذکور ہوتا ہے جیسے جلست فی المسجد مکان مبہم کی تفسیر جہات سے کی جاتی ہیں اور جہات ستہ یہ ہیں: (۱) قدام (۲) خلف (۳) یمن (۴) شمال (۵) فوق (۶) تحت اور عند اور لدی اور ان دونوں کے مشابہ یعنی دون اور سوی کو بھی مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے اسلئے کہ ان میں ایک قسم کا ایہام ہوتا ہے۔

قوله وَ لَفْظُ مَكَانٍ لِكَثْرَتِهِ الخ | لفظ مکان بھی مکان مبہم پر محمول ہے اور وجہ کثرت استعمال ہے نہ کہ ابہام کیونکہ کثرت استعمال تخفیف کی مقتضی ہے اور تخفیف تقدیر فی اور منصوب ہونے کی حالت میں ہے۔

قوله وَمَا بَعْدَ دَخَلْتُ عَلَى الْأَصْحَحِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فرماتے ہیں کہ دخلت کے مابعد کو بھی اصح قول کے مطابق کثرت استعمال کی وجہ سے مکان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے اگرچہ یہ معین ہوتا ہے اصح کی قید اس لئے لگائی کہ بعض نحوی کہتے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہوتا ہے جس طرح فعل متعدی بغیر مفعول بہ کے نہیں ہوتا اسی طرح دخلت کا معنی بھی مابعد کے ملائے بغیر پورا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ دخلت کا مابعد مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں، لیکن جمہور نحاۃ کہتے ہیں کہ دخلت کا مابعد مفعول فیہ ہے اصل میں اس کا استعمال حرف جر کے ساتھ ہوتا ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے دخلت الدار اصل میں تھا دخلت فی الدار تخفیفاً کو حذف کر دیا۔

قوله وَ يُنْصَبُ بِعَامِلٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ مفعول فیہ اس وجہ سے منصوب ہوتا ہے کہ اس میں عامل مقدر ہے جیسے کوئی پوچھے مَتَى سِرْتُ تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعة ای سرت یوم الجمعة اور مفعول فیہ بعض دفعہ عامل کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اس طرح کہ آگے اس کی تفسیر آ رہی ہو جیسے یوم الجمعة صمت فیہ اصل میں تھا صمت یوم الجمعة صمت فیہ پہلے صمت کو شرطیۃ التفسیر کی بنا پر حذف کر دیا۔

الْمَفْعُولُ لَهُ هُوَ مَا فَعَلَ لِأَجْلِهِ فِعْلٌ مَذْكُورٌ مِثْلُ صَرَبْتُهُ تَأْدِيبًا وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنَا خِلَافًا لِلزُّبْحَاجِ فَإِنَّهُ عِنْدَهُ مَصْدَرٌ وَشَرَطَ نَصْبِهِ تَقْدِيرُ اللَّامِ وَإِنَّمَا يَجُوزُ حَذْفُهَا إِذَا كَانَ فِعْلًا لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمَعْلَلِ بِهِ وَمُقَارِنًا لَهُ فِي الْوُجُودِ -

ترجمہ: مفعول لہ وہ (اسم) ہے جس کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہے جیسے ضَرَبْتُهُ تَأْدِيبًا وَقَعَدْتُ عَنْ الْحَرْبِ جُبْنًا خلاف ہے زجاج نحوی کے 'یہ بے شک ان کے نزدیک (مفعول لہ) مصدر ہے اور مفعول لہ کے نصب کی شرط لام کا مقدر ہونا ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ اس لام کو حذف کرنا جائز ہے جب کہ مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو اور وہ (مفعول لہ) وجود میں اس (فعل) کا جس کی علت مفعول لہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے (کا مقارن ہو

قوله الْمَفْعُولُ لَهُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ مفعول لہ کی تعریف بیان کرتے ہیں مفعول لہ وہ اسم ہے جسکے حاصل کرنے یا اس کے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہے جیسے ضربتہ تادیباً میں نے اسے مارا ادب سکھانے کیلئے اس مثال میں تادیباً مفعول لہ ہے اور اس کے حصول کے سبب سے فعل مذکور واقع ہوا ہے کہ مارا ادب سکھانے کے لئے پڑی ہے اور دوسری مثال قعدت عن الحرب جینا کہ میں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے بیٹھا اس مثال میں جینا مفعول لہ ہے کہ اس کے وجود کے سبب سے قعود عن الحرب ہوا ہے۔

فوائد قیود: ما فعل میں مائرائے جنس ہے اسمیں تمام مفاعیل شامل ہیں اور جب لاجلہ کہا تو تمام مفاعیل

خارج ہو گئے۔

قوله خِلَافًا لِّلزَّجَّاجِ الْخ | جمہور کے ہاں مفعول لہ مستقل معمول ہے لیکن زجاج نحوی کے ہاں یہ مستقل معمول نہیں ہے بلکہ یہ فعل کا مصدر من غیر لفظ ہوتا ہے یعنی مفعول مطلق ہوتا ہے تو ان کے ہاں ضربتہ تادیباً اوبت بالضرب تادیباً کے معنی میں ہے اور قعدت عن الحرب جینا والی مثال جبت فی القعود عن الحرب جینا کے معنی میں ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کر کے ایک نوع کو دوسری نوع میں داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول ثانی کا عین ہو جائے ورنہ تاویل سے تو حال بھی مفعول فیہ ہو سکتا ہے جیسے جَاءَ زَيْدٌ اِكْبًا کو تاویل کر کے جاء زید فی وقت الركوب کے معنی میں کر سکتے ہیں۔

قوله وَشَرَطَ نَصْبِهِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مفعول لہ کے نصب کیلئے اس میں لام کو مقدر ماننا ضروری ہے اگر لام لفظوں میں مذکور ہو تو مفعول لہ مجرور ہو جائے گا جیسے ضَرَبْتُهُ لِّلتَّأْدِيبِ ۔

قوله وَإِنَّمَا يَجُوزُ حَذْفُهَا الْخ | مفعول لہ کے لام کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسکے ساتھ ہی مذکور ہو جیسے

ضربۃ للتادیب ہاں دو شرطوں کے ساتھ حذف کر کے نصب پڑھ سکتے ہیں۔

(۱) مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو ، فعل معلل سے مراد وہ فعل ہے جس کی علت مفعول لہ کے ساتھ بیان کی گئی ہو جب یہ شرط نہ پائی جائے گی تو لام کو ذکر کرنا ضروری ہے جیسے جَعَلْتُكَ لِلْمَسْمَنِ اس میں مسمن مفعول لہ جَعَلْتُ کے فاعل کا فعل نہیں کیونکہ اعطاء مسمن تو دوسرے آدمی کا کام ہے۔

(۲) مفعول لہ وجود میں فعل معلل بہ کا مقارن ہو یعنی فعل معلل بہ اور مفعول لہ کا زمانہ متحد ہو اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو لام کو ذکر کیا جائے گا جیسے اَكْرَمْتُكَ الْيَوْمَ لِوَعْدِي بِذَلِكَ امس اس مثال میں مفعول لہ یعنی لوعدی میں لام کو ذکر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ مفعول لہ کے وقوع کا زمانہ امس ہے اور فعل معلل بہ یعنی اکر ام کا وجود الیوم میں ہو رہا ہے۔

الْمَفْعُولُ مَعَهُ هُوَ مَذْكُورٌ بَعْدَ الْوَاوِ لِْمَصَاحِبَةِ مَعْمُولٍ فِعْلٍ لَفْظًا أَوْ مَعْنَى فَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ فَالْوَجْهَانِ مِثْلُ جِئْتُ أَنَا وَزَيْدًا وَزَيْدًا وَإِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ مِثْلُ جِئْتُ وَزَيْدًا وَإِنْ كَانَ مَعْنَى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوَمَا لَزِيذٌ وَعَمْرٌو وَإِلَّا تَعَيَّنَ النَّصْبُ مِثْلُ مَا لَكَ وَزَيْدًا وَمَا شَأْنُكَ وَعَمَرُوا لِأَنَّ الْمَعْنَى مَا تَصْنَعُ -

ترجمہ: مفعول معہ وہ (اسم) ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو (اور ذام مع کے معنی میں ہو) فعل کے معمول کی مصاحبت کیلئے خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی، پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو پس (اس میں) دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے جنتِ نازید و زیداً، و اگر نہ نصب متعین ہے جیسے جنتِ زید اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے مالک و عمر و اگر نہ نصب ہی متعین ہوگا جیسے مالک و زید اور مالک و عمر و اس لئے کہ اس کا معنی ہے ماقتنع۔

تشریح: قوله الْمَفْعُولُ مَعَهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مفعول معہ کی تعریف لے کر کرتے ہیں

مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو اور وہ واؤ جمع کے معنی میں ہو اور مقصود اس واؤ سے یہ ہوگا کہ واؤ کے مابعد کی مذکورہ فعل کے معمول کے ساتھ مصاحبہ کی خبر دے، جیسے جَاءَ النَّبِيُّ وَالْحَبَّاتُ سُرْدِي جبریل کے ساتھ آئی اس

مثال میں واو مع کے معنی ہیں۔ اور جاء فعل کا معمول البرد ہے اور واو البرد کے ساتھ جہات کو محنت میں شریک کرنے کے لئے ہے اور جیسے جنت انا وزید اس مثال میں واو زید کو محنت میں متکلم کا شریک بنانے کیلئے ہے۔

قوله لَفْظًا أَوْ مَعْنَى الخ | خواہ وہ فعل جسکے معمول کے ساتھ حرکت مقصود ہے لفظی ہو جیسے استنوی الماء والشبابة اور خواہ معنوی ہو جیسے مَالِكٌ وَزَيْدًا ای ماضی وزید ا۔

قوله فَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ الخ | یعنی اگر فعل لفظی ہو اور واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف کرنا جائز ہو تو اس وقت مفعول مع میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں رفع ماقبل پر عطف کرتے ہوئے جیسے جنت انا وزید اور نصب مفعولیت کی بنا پر جیسے جنت انا وزید ا۔

قوله وَإِلَّا لَا تَعَيَّنَ النَّصْبُ الخ | اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب ہی متعین ہو گا مفعول مع ہونے کی بنا پر جیسے جنت وزید اس مثال میں ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہیں اور نصب ضروری ہو گا۔

قوله وَإِنْ كَانَ مَعْنَى الخ | اگر فعل معنوی ہو اور عطف کرنا جائز ہو تو اس صورت میں عطف ہی متعین ہو گا جیسے مَا لَزِيدٌ وَعَمْرٌو اور اگر عطف کرنا جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو اس صورت میں مفعول مع کی بنا پر نصب ہی متعین ہو گا جیسے مَالِكٌ وَزَيْدٌ اور ماثبات وعمر و ان دونوں مثالوں میں فعل معنوی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مَالِكٌ وَزَيْدٌ اور مَا شَأْنُكَ وَعَمْرٌو ماضی معنی میں ہیں اور مَا لَزِيدٌ وَعَمْرٌو ماضی معنوی کے معنی میں ہے اب ان دونوں مثالوں میں عطف اس لئے ممتنع ہے کہ ضمیر مجرور پر عطف بلا اعادہ حرف جر جائز نہیں ہوتا۔

الْحَالُ مَا يُبَيِّنُ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ أَوْ الْمَفْعُولِ بِهِ لَفْظًا أَوْ مَعْنَى نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا وَزَيْدًا فِي الدَّارِ قَائِمًا وَهَذَا زَيْدٌ قَائِمًا وَعَامِلُهَا الْفِعْلُ أَوْ يَسْمِيهِ أَوْ مَعْنَاهُ وَشَرْطُهَا أَنْ تَكُونَ ذِكْرًا وَصَاحِبُهَا مَعْرِفَةٌ غَالِبًا وَأَرْسَلَهَا الْعِرَاقَ وَمَرَزَتْ بِهِ وَحَدَهُ وَنَحْوَهُ مَتَاوَلٌ فَإِنْ كَانَ صَاحِبُهَا ذِكْرًا وَجَبَ تَقْدِيمُهَا وَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْعَامِلِ السَّغْوِيُّ بِخِلَافِ الظُّرْفِ وَلَا عَلَى الْمَجْرُورِ عَلَى الْأَصَحِّ وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلَى مَقِيَّةٍ سَمِعَ أَنْ يَقَعَ حَالًا بِمِثْلِ هَذَا بِسْمَرٍ أَطْيَبَ مِنْهُ رَطْبًا۔

ترجمہ: حال وہ (لفظ) ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے (چاہے وہ فاعل یا مفعول بہ لفظاً ہو یا معنی جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا قَاتِمًا اور زَيْدٌ قَاتِمًا وَهَذَا زَيْدٌ قَاتِمًا اور اس (حال) کا عامل فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل ہوتا ہے اور اس حال کی شرط یہ ہے کہ وہ (حال) نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور اس لفظ العر اک اور مررت بہ وحدہ اور اس جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہے اور وہ (حال) عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا بخلاف ظرف کے (یہ عامل معنوی پر مقدم ہو سکتا ہے) اور نہ ہی اس ذوالحال پر مقدم ہو سکتا ہے جو مجرور ہو صحیح قول کی بنا پر اور ہر وہ (اسم) جو ہیئت پر دلالت کرے (خواہ وہ جامد ہو یا مشتق) اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے جیسے هَذَا بِسْرًا أَطِيبٌ مِنْهُ رَطْبًا -

تشریح: قوله الْحَالُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حال کی تعریف بیان کرتے ہیں حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے جیسے جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ رَاكِبًا اس مثال میں راکبہا حال ہے اور فاعل یعنی زید کی حالت کو بیان کیا ہے اور جیسے رايت زيدا راکباً اس مثال میں راکب نے مفعول بہ یعنی زید کی حالت کو بیان کیا ہے اور یا فاعل ومفعول دونوں کی حالت کو بیان کرے جیسے لقيت عمروا راکباً اس مثال میں لفظ راکبین فاعل اور مفعول بہ دونوں کی حالت کو بیان کر رہا ہے۔

قوله لَفْظًا أَوْ مَعْنًَا الخ | یعنی خواہ وہ فاعل اور مفعول بہ جس سے حال واقع ہو رہا ہے لفظی ہو یا معنوی جیسے ضربت زيدا قاتماً اس مثال میں فاعل اور مفعول بہ لفظاً نہ کور ہیں اور قاتماً میں یہ بھی احتمال ہے کہ ضربت کی ضمیر متکلم سے حال بنے اور یہ بھی احتمال ہے کہ زید مفعول بہ سے حال بنے اور زید فی الدار قاتماً والی مثال میں قاتماً فاعل لفظی سے حال واقع ہو رہا ہے مگر پہلی مثال لفظی حقیقی کی ہے اور یہ مثال لفظی حکمی کی ہے اس لئے کہ قاتماً اس ضمیر سے حال ہے جو حاصل میں مستتر ہے کیونکہ فی الدار حاصل کے متعلق ہے اور قاتماً حاصل کی ضمیر سے حال بن رہا ہے اور ہذا زید قاتماً اس مثال میں قاتماً مفعول بہ معنوی سے حال بن رہا ہے اس لیے کہ ہذا اشیر کے معنی میں ہے تو عبارت یوں ہوگی اشیر زید قاتماً -

قوله وَعَامِلُهَا الْفِعْلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حال کا عامل یا فعل ہوتا ہے جیسے جاءني زيد راکباً ، یا حال کا عامل شبہ فعل ہوتا ہے خواہ وہ اسم فاعل ہو جیسے زيد ذاهب راکباً یا اسم مفعول ہو جیسے زيد مضروب قاتماً اور یا صفت مشبہ ہو جیسے زيد حسن ضاحكاً یا اسم تفہیل ہو جیسے هذا امر الطيب من رطبا یا مصدر جیسے

ضرری زید اقاما اور کبھی خود بخود یہ تلبہ فعل تو عامل نہیں ہوتا لیکن فعل یا شبہ فعل کا ہم معنی عامل ہوتا ہے جو سیاق کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

قوله وَ شَرَطَ لَهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ حال میں شرط یہ ہے کہ نکرہ ہو اسلئے کہ کلام میں تنکیر اصل ہے اور ذوالحال میں اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو کیونکہ ذوالحال محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ اصل میں معرفہ ہوتا ہے۔

قوله وَ أَرْسَلَهَا الخ | یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

اعترض: آپ نے حال میں نکارت کی شرط لگائی جب کہ وارسلھا العراک اور مررت بہ وحدہ ان مثالوں میں العراک اور وحدہ دونوں حال ہیں اور معرفہ ہیں تو آپ کا یہ شرط لگانا صحیح نہ ہوا۔

جواب: ۱، ان مثالوں میں العراک اور وحدہ اگرچہ حال ہیں مگر یہ معرفہ نہیں کیونکہ العراک میں الف لام زائدہ ہے اس لئے حال نکرہ ہی ہے اور وحدہ متوحد کے معنی میں ہے چنانچہ دونوں مثالوں میں حال نکرہ ہے۔

جواب: ۲، یہ دونوں اگرچہ معرفہ ہیں مگر حال نہیں بلکہ فعل محذوف کے مفعول مطلق ہیں اصل عبارت یوں ہے وارسلھا تعزک العراک، تو تعزک العراک مکمل جملہ فعلیہ حال بن رہا ہے اور دوسری مثال کی تقدیری عبارت یوں ہے مررت بہ یغفر وحدہ تو یغفر دجملہ فعلیہ حال ہے اور وحدہ مفعول مطلق۔

فائدہ: ارسلاھا العراک الخ لبید شاعر کے شعر کا جزء ہے پورا شعریوں ہے

وَأَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَلَمْ يَذُدْهَا ☆ وَلَمْ يُشْفِقْ عَلَى نَغْصِ الدِّخَالِ

اس نے پہاڑ سے ہمارو حشی نر کو دیکھا کہ اس نے مادہ ہمارو حشی کو پانی پینے کے لئے چھوڑا اور خود ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا تاکہ انکی گھمبانی کرے تو اس نے یہ شعر پڑھا وارسلھا العراک الخ یعنی ہمارو حشی نے اپنی مادہ ہمارو حشی کو ایک ساتھ ہی چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور نہ ہی اس بات کا خوف کیا کہ وہ اجتماع کیوجہ سے پوری طرح سیراب نہ ہو سکیں گے۔ جو مجہول رنگنے والی ہمتیں

وارسلھا العراک ولم یذہا ☆ ولم یشفق علی نغض الدخال

ترکیب: واواستینافیہ لفظ مراد ہوں مرفوع تقدیرا مبتدا متاویل خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور اگر معنی شعر مراد ہوں تو ترکیب اس طرح ہوگی ارسل فعل ماضی ہو ضمیر درو مستتر راجع بسوئے حمار وحشی فاعل ہا ضمیر محلا منصوب راجع بسوئے الامن الوحشیہ ذوالحال، العراک بتاویل معترکہ ہو کر حال، حال ذوالحال سے مل کر مفعول بہ ہوا ارسل کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف لم یذہا فعل جہد ہو ضمیر درو مستتر فاعل ہا ضمیر مفعول بہ لم یذہا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف اول واو حرف عطف لم یشفق فعل ہو ضمیر درو مستتر فاعل علی حرف جر نغض مضاف الدخال مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق لم یشفق فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ثانی ارسلھا العراک کا، معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفوں سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

قوله وَإِنْ كَانَ صَاحِبُهَا الْخ | یعنی اگر حال کے نکرہ ہونے کے ساتھ ساتھ ذوالحال بھی نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاءنی رجل راکبا میں یوں کہیں گے جاءنی راکبا رجل اور اگر ایسا نہ کریں تو ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت سے التباس لازم آئے گا جیسے رایت رجلا راکبا میں راکبا کا رجلا سے صفت واقع ہونے کا بھی احتمال ہے اور حال ہونے کا بھی تو اگر راکبا کو مقدم کریں تو اس کا حال ہونا متعین ہو جائیگا یعنی رایت راکبا رجلا کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

قوله وَلَا تَتَقَدَّمُ عَلَى الْعَامِلِ الْخ | یہاں سے ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ عامل معنوی ضعیف عامل ہے مابعد میں تو عمل کرتا ہے لیکن ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا ہاں اگر حال ظرف ہو وہ عامل معنوی پر بھی مقدم ہو سکتا ہے اس لئے کہ ظرف میں بہت زیادہ وسعت ہے اور حال اپنے ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہو سکتا خواہ وہ مجرور باضافت ہو یا مجرور بحرف جر ہو لیکن مجرور باضافت میں تو حال کی تقدیم بالاتفاق ممنوع ہے البتہ مجرور بحرف جر میں اختلاف ہے کوفین کے نزدیک مجرور بحرف جر میں حال ذوالحال پر مقدم ہو سکتا ہے لیکن جمہور نحوی اس کو جائز قرار نہیں دیتے اور صاحب کافیہ کا بھی یہی مذہب ہے اسی وجہ سے علی الاصح کہا اور وجہ جائز نہ ہونے کی یہ ہے کہ حال ذوالحال کا وجود میں تابع اور فرع ہوتا ہے تو جس طرح مضاف الیہ اپنے مضاف پر

مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح مضاف الیہ کا تابع بھی مضاف الیہ پر مقدم نہیں ہو سکتا اور جیسے مجرور اپنے جار سے مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح اس کا تابع بھی حرف جر سے مقدم نہیں ہو سکتا۔

قوله وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلَى نَهْيَةِ الْح | یہاں سے صاحب کافیہ ان نحاۃ پر رد کرنا چاہتے ہیں جو حال کیلئے مشتق یا معنی مشتق ہونا ضروری قرار دیتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ ایسی بات نہیں بلکہ جو اسم بھی ہیئت پر دلالت کرے وہ حال بن سکتا ہے خواہ جامد ہو یا مشتق جیسے ہذا سراسر اطیب منہ رطب اس مثال میں ہذا اور رطب دونوں اسم جامد ہیں اور حال بن رہے ہیں۔

وَقَدْ تَكُونُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةٌ فَلَا تَسْمِيَّةٌ بِالْوَاوِ وَالضَّمِيرِ أَوْ بِالْوَاوِ أَوْ بِالضَّمِيرِ عَلَى ضَعْفِ وَالْمُضَارِعِ الْمُثَبَّتِ بِالضَّمِيرِ وَخَذَهُ وَمَا سَوَاهُمَا بِالْوَاوِ وَالضَّمِيرِ أَوْ بِأَحَدِهِمَا وَلَا يَدْخُلُ فِي الْمَاضِي الْمُثَبَّتِ مِنْ قَدْ ظَاهِرَةٌ أَوْ مُقَدَّرَةٌ وَيَجُوزُ حَذْفُ الْعَامِلِ كَقَوْلِكَ لِلْمَسَافِرِ رَاشِدًا سَهْدِيًّا وَيَجِبُ فِي الْمُؤَكَّدَةِ بِشَلِّ زَيْدٍ أَبُوكَ عَطُوفًا أَى أَحَقُّهُ وَشَرَطَهَا أَنْ تَكُونَ مُقَرَّرَةً لِمَضْمُونِ جُمْلَةٍ اِسْمِيَّةٍ۔

ترجمہ: اور (حال) کبھی جملہ بھی ہوتا ہے پس جملہ اسمیہ (اگر حال واقع ہو تو رابطہ) و او اور ضمیر کے ساتھ یا صرف واؤ کے ساتھ یا صرف ضمیر کے ساتھ ہو گا لیکن یہ ضعیف ہے اور مضارع مثبت (جب حال واقع ہو رہا ہو تو) رابطہ صرف ضمیر کے ساتھ ہو گا اور ان دونوں (یعنی جملہ اسمیہ اور مضارع کے سوا رابطہ) و او اور ضمیر کے ساتھ ہو گا یا ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ اور ماضی مثبت (جب حال واقع ہو رہی ہو) اس میں قد کا لانا ضروری ہے خواہ لفظ قد مقدر ہو یا ظاہر اور جائز ہے (حال کے) عامل کو حذف کرنا جیسے تیرا قول مسافر کے لئے راشد اھد یا اور واجب ہے (عامل کو حذف کرنا) حال موکدہ میں جیسے زید لو کہ عطفوفا ای احقہ اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لئے تاکید ہو۔

تشریح: قوله وَقَدْ تَكُونُ الْح | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے اور جملہ خبریہ کی قید اس لئے لگائی کہ جملہ انشائیہ میں حال بننے کی صلاحیت نہیں ہے اس لئے کہ حال بمنزلہ محکوم بہ کے ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں سچ جھوٹ کا احتمال نہیں ہوتا گویا کہ نفس الامر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا جب جملہ انشائیہ محکوم بہ نہیں بن سکتا اور حال بھی نہیں بن سکتا اور قد برائے تعلیل ہے یعنی حال

اکثر مفرد ہوتا ہے کبھی جملہ بھی ہو جاتا ہے۔

قوله فَالَا نَسْمِيَّةٌ بِالْوَاوِ الخ | حال جب اسمیہ بن رہا ہو تو رابطہ کے لئے واو اور ضمیر دونوں کو ذکر کیا جاتا ہے اس لئے کہ جملہ اسمیہ مستقل ہونے میں قوی ہے لہذا اسمیں اور ذوالحال میں ربط پیدا کرنے والا واسطہ بھی قوی ہونا چاہیے اسلئے واو اور ضمیر دونوں رابطہ کے لئے ہوں گے جیسے جنت و انار اکب اور کبھی رابطہ کیلئے صرف واو کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے جنگ و الشمس طالعة اور کبھی رابطہ کے لئے صرف ضمیر ذکر کی جاتی ہے جیسے کَلَمْتَهُ فَوَهُ إِلَى فَنِي لِيَكُنْ رابطہ کیلئے صرف ضمیر کا ذکر کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ ضمیر کا واو کی طرح لہذا میں واقع ہونا ضروری نہیں اس لئے ضمیر رابطہ پر اولاً دلالت نہیں کرے گی۔

قوله وَالْمُضَارِعُ الْمُثَبَّتُ الخ | اور اگر مضارع مثبت حال بن رہا ہو تو رابطہ کے لئے صرف ضمیر کافی ہے جیسے جاءني زيد يضرب اور مضارع میں رابطہ کیلئے ضمیر اس لیے کافی ہے کیونکہ مضارع مثبت اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے اور اسم فاعل میں رابطہ کے لئے صرف ضمیر ہی کافی ہوتی ہے لہذا اس کے مشابہ میں بھی ضمیر کافی ہوگی لیکن فعل مضارع کے حال بننے کے لئے ضروری ہے کہ حرف استقبال یعنی حرف سین اور حرف لن سے خالی ہو۔

قوله وَمَا سِوَاهُمَا الخ | مضارع مثبت اور جملہ اسمیہ کے علاوہ میں رابطہ کے لئے واو اور ضمیر دونوں کو ذکر کرنا بھی صحیح ہے اور ان دونوں میں سے ایک پر اکتفاء بھی صحیح ہے اور مضارع مثبت اور جملہ اسمیہ کے علاوہ میں مضارع منفی اور ماضی مثبت اور ماضی منفی داخل ہیں ان میں سے ہر ایک کو تینوں طریقوں سے ذکر کیا جاسکتا ہے یعنی واو اور ضمیر دونوں کے ساتھ یا ایک پر اکتفاء کے ساتھ اس طرح تین کو تین میں ضرب دینے سے کل نو قسمیں بنتی ہیں

۱- مضارع منفی میں واو اور ضمیر دونوں کو ذکر کیا جائے جیسے جَاءَ نِي زَيْدٌ وَمَا يَتَكَلَّمُ غَلَامُهُ

۲- مضارع منفی میں رابطہ صرف ضمیر ہو جیسے جاء ني زيد ما يتكلم غلامه

۳- مضارع منفی میں رابطہ صرف واو ہو جاء ني زيد وما يتكلم عمرو

۴- ماضی مثبت میں رابطہ واو اور ضمیر دونوں کے ساتھ ہو جیسے جاء ني زيد وقد خرج غلامه

۵- ماضی مثبت میں رابطہ صرف ضمیر ہو جیسے جاء ني زيد قد خرج غلامه

۶- ماضی مثبت میں رابطہ صرف واو ہو جیسے جاء ني زيد وقد خرج عمرو

۷۔ ماضی منفی میں رابطہ واؤ اور ضمیر دونوں ہوں جیسے جاء، نی زید وما خرج غلامه

۸۔ ماضی منفی میں رابطہ صرف ضمیر ہو جیسے جاء، نی زید ما خرج غلامه

۹۔ ماضی منفی میں رابطہ سرف واؤ ہو جیسے جاء، نی زید وما خرج عمرو۔

قوله وَلَا يَدَّ فِي الْمَاضِي النِّح | جب ماضی مثبت حال واقع ہو رہی ہو تو اسمیں قد کا ہونا ضروری ہے خواہ قد لفظ ہو یا تقدیر، الفظ کی مثال جیسے جاء فی زید قد رکب اور قد تقدیر کی مثال جیسے قوله تعالیٰ او جاء وا کم حضرت صدور ہم ای قد حضرت صدور ہم اور قد کا ہونا اسلئے ضروری ہے تاکہ یہ ماضی کو حال کے قریب کر دے۔

قوله وَيَجُوزُ حَذْفُ الْعَامِلِ النِّح | اور کبھی عامل حال کو حذف کرنا بھی جائز ہے جب کہ حذف عامل پر کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ پایا جائے جیسے کوئی سفر کا ارادہ کرے تو اس کو یوں کہنا ارادہ امھدیا، اصل میں تھا سر ارادہ امھدیا یہاں حذف عامل پر قرینہ حال ہے اور قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے آنے والے سے کوئی پوچھے کیف جنت جواب میں وہ کہے را کہا اصل میں تھا جنت را کہا۔

قوله وَيَجِبُ فِي الْمُؤَكَّدَةِ النِّح | اور حال مؤکدہ میں عامل کو حذف کرنا واجب ہے حال مؤکدہ کا مطلب یہ ہے کہ حال کا ذوالحال سے ایسا گہرا تعلق ہو کہ حال ذوالحال سے جدا نہ ہو لیکن حال مؤکدہ کے عامل کو جو حذف کر نیکی شرط ہے کہ حال جملہ اسمیہ کے مضمون کو ثابت کر رہا ہو جیسے زَيْدٌ أَبُوكَ عَطُوفًا اصل میں زید ابوک احقہ عطوفا تھا اس مثال میں عطوفا حال مؤکدہ ہے کیونکہ مہربانی اور شفقت باپ سے جدا نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ سخت غصے میں ہی کیوں نہ ہو اور جملہ اسمیہ کی قید اسلئے لگائی کہ جملہ فعلیہ میں عامل حال کو حذف کرنا واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔

التَّمْيِيزُ مَا يَرْفَعُ الْإِبْهَامَ الْمُسْتَقَرَّ عَنْ ذَاتِ مَذْكُورَةٍ أَوْ مُقَدَّرَةٍ فَلَا أَوَّلَ عَنْ مُفْرَدٍ بِمِقْدَارِ
غَالِبًا إِمَّا فِي عَدَدٍ نَحْوُ عِشْرُونَ دَرَهْمًا وَسَيَاتِي وَإِمَّا فِي غَيْرِهِ نَحْوُ رِطْلٍ زَيْتًا
وَمَنْوَانٍ سَمْنًا وَقَفِيمِزَانِ بَرًّا وَعَلَى الثَّمَرَةِ مِثْلَهَا زُبْدًا فَيُفْرَدُ إِنْ كَانَ جِنْسًا إِلَّا أَنْ
يُقْصَدَ الْأَنْوَاعُ وَيُجْمَعُ فِي غَيْرِهِ ثُمَّ إِنْ كَانَ بِتَنَوِينٍ أَوْ بِنُونٍ التَّنْيِينِ جَازَتْ الْإِضَافَةُ وَ
إِلَّا فَلَا وَعَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ مِثْلُ خَاتَمٍ حَدِيدًا وَالْخَفْضُ أَكْثَرُ

ترجمہ : تمیز وہ (اسم) ہے جو ایسے ابہام کو دور کرے جو ذات مذکورہ سے یا ذات مقدرہ سے ثابت ہو چکا ہے پس پہلی قسم (جو ذات مذکورہ سے ابہام کو دور کرے) اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرے گی (وہ مفرد مقدار) یا عدد کے ضمن میں ہوگی جیسے عشرون درہما اور عنقریب اس کا ذکر آئے گا یا وہ غیر عدد کے ضمن میں ہوگی جیسے رطل زیتا اور منوان سمن اور قفیزان بر اور علی التمرۃ مثلاً زبد ا پس تمیز کو مفرد لایا جائیگا اگر وہ اسم بنفس ہو مگر یہ کہ انواع کا ارادہ کیا جائے اور (تمیز کو) جمع لایا جائے گا غیر اسم جنس میں پھر اگر (مفرد مقدار تام ہو) نون توین یا تثنیہ کے ساتھ ہو تو اضافت بھی جائز ہے مگر نہ نہیں اور یادہ (تمیز ابہام کو دور کرے گی) غیر مقدار سے جیسے ذاتم حدیدا (جب ابہام غیر مقدار میں ہو تو) تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے -

تشریح : قوله التَّمِيزُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ منصوبات میں سے تمیز کی تعریف کرتے ہیں تمیز وہ اسم ہے جو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے ایسے ابہام کو دور کرے جو اس ذات کے معنی موضوع لہ میں پختہ ہو چکا ہو اکثر نحوی تمیز کی تعریف یوں کرتے ہیں تمیز وہ اسم ہے جو ابہام کو دور کرے جیسے عندی عشرون درہما جس میں ابہام ہو اسے تمیز اور جو ابہام کو دور کرے اسے تمیز کہتے ہیں -

فوائد قیود : جب صاحب کافیہ نے ما کہا تو اس میں تمام اسماء داخل ہو گئے جب رفع الاہتمام کہا تو اس سے بدل نکل گیا کیونکہ بدل مبدل منہ کے ابہام کو دور نہیں کرنا اس لئے کہ مبدل منہ مترک کے حکم میں ہوتا ہے جب بدل کا ذکر کیا تو مبدل منہ کا گویا ذکر ہی نہیں رہا اور جب المستقر کہا تو اس سے وہ صفت نکل گئی جو مشترک سے ابہام کو دور کرے جیسے رَأَيْتُ عَيْنًا جَارِيَةً عَيْن کا اطلاق چشمہ اور آنکھ اور کھٹنے پر بھی ہوتا ہے جب جاریہ کہا تو اس صفت نے مشترک سے ابہام کو دور کر دیا جب عن ذات مذکورہ اور مقدرہ کہا تو اس سے حال نکل گیا کیونکہ حال وصف کے ابہام کو دور کرتا ہے ذات کے ابہام کو نہیں اور صاحب کافیہ کے قول مذکورہ اور مقدرہ میں تمیز کی دو قسموں کے طرف اشارہ ہے ایک تمیز تو وہ ہے جو ذات مذکورہ کے ابہام کو دور کرے جیسے عندی رطل زیتا دوسری قسم وہ ہے جو ذات مقدرہ کے ابہام کو دور کرے جیسے طاب زید اس میں ابہام ہے کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے تو نفسا نے اس ابہام کو دور کر دیا یعنی ذات کے اعتبار سے اچھا ہے -

قوله قَالَ وَلَ عَن مَّفْرَدٍ مَقْدَارِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تمیز کی پہلی قسم جو

ذات مذکورہ سے ایہام کو دور کرے وہ اکثر مفرد مقدار سے ایہام کو دور کرتی ہے جب مفرد کہا تو اس سے جملہ اور شبہ جملہ نکل گیا اور مقدار اسے کہتے ہیں جس سے چیزوں کا اندازہ کیا جائے جیسے عدد، کیل اور مقیاس وغیرہ۔

قوله إِنَّمَا فِي عَدَدِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مقدار یا تو عدد کے ضمن میں پائی

جائے گی جیسے عشرون درہما کہ عشرون عدد مبہم ہے اس کا مصداق معلوم نہیں کہ درہم ہے یا دینار ہے یا کچھ اور تو جب درہما کہا تو اس سے تمام احتمالات سے امتیاز ہو گیا اور عدد کی تمیز کا ذکر ان شاء اللہ اسماء عدد کے باب میں آئے گا۔

قوله وَإِنَّمَا فِي غَيْرِهِ الْخ | اور یا وہ مفرد مقدار غیر عدد کے ضمن میں پائی جائیگی جیسے عِنْدِي رِطْلٌ زَيْتًا

اس مثال میں زیتا نے وزن کے ایہام کو دور کر دیا اور عندی منوان سمنایہ ایہام وزن کو دور کرنے کی دوسری مثال ہے اور عندی قفیز ان برۃ یہ کیل کی مثال ہے اور علی التمرۃ مثلاً زبدایہ مقیاس کی مثال ہے ان تمام مثالوں میں غیر عدد سے ایہام کو دور کیا گیا ہے۔

اعتراض: صاحب کافیہ نے عدد کی ایک مثال ذکر کی اور غیر عدد کی چار مثالیں ذکر کیں حالانکہ ایک

مثال سے ہی مقصود یعنی مثل لہ کی وضاحت حاصل ہو جاتی ہے۔

جواب: غیر عدد میں چار مثالیں ذکر کر کے مصنفؒ نے دو فائدوں کی طرف اشارہ کیا ہے ایک تو یہ کہ اسم کے تام

ہونے کی تمام صورتیں میان ہو گئیں ہیں کیونکہ اسم یا تثنیٰ سے تمام ہوتا ہے یا نون ثنیۃ یا جمع سے یا اضافت سے جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے اور دوسرا یہ کہ یہ بھی بتا دیا کہ غیر عدد مختلف اعتبار سے ہوتا ہے کبھی وزن کے اعتبار سے جیسے رِطْلٌ زَيْتًا اور منوان سمنایں اور کبھی کیل کے اعتبار سے جیسے قفیز ان برۃ اور کبھی مقیاس کے اعتبار سے جیسے علی التمرۃ مثلاً زبدایہ۔

قوله فَيُفْرَدُ إِنْ كَانَ جِنْسًا الْخ | اگر تمیز اسم جنس ہو تو اسے مفرد کر کیا جائے گا شنیہ جمع نہیں کیونکہ جنس کا اطلاق قلیل اور کثیر سب پر ہوتا ہے لیکن اگر جنس سے انواع کا قصد کیا جائے تو تمیز کو شنیہ جمع لایا جاسکتا ہے جیسے طَابَ زَيْنٌ جَلَسَتَيْنِ -

قوله وَيُجْمَعُ فِي غَيْرِهِ الْخ | یعنی اگر تمیز اسم جنس نہ ہو تو تمیز کو شنیہ جمع لایا جائے گا جیسے عندی عدل ثوبالاور عندی عدل ثوبین اور عندی عدل اٹولبا۔

قوله ثُمَّ إِنْ كَانَ يَتَنَوَّنِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مفرد مقدار نون تنوین یا شنیہ کے ساتھ تام ہو رہی ہو تو فرض تخفیف تمیز کی طرف اسکی اضافت جائز ہے اور اگر مفرد مقدار نون جمع یا تنوین کے ساتھ تام ہو تو اسکی اضافت جائز نہیں ہے کیونکہ اگر نون جمع مثلاً عشرين درہما میں عشرين کی درہما کی طرف اضافت کریں تو حذف نون کے ساتھ بھی مناسب نہیں یعنی عشرين درہم کہنا اور نون کو ذکر بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اضافت میں نون جمع ساقط ہو جاتا ہے اور علی التمرۃ مثلاً زبد امیں مثلاً جو کہ مفرد مقدار ہے اور اضافت کی وجہ سے تام ہے تو مثلاً میں مثل کو ضمیر کے باقی ہوتے ہوئے زبد تمیز کی طرف مضاف کرنا معذرہ ہے کیونکہ ایک اسم جب مضاف ہو تو اس کو پہلی اضافت کے باقی ہوتے ہوئے دوسرے اسم کی طرف مضاف کرنا صحیح نہیں اور اگر ہا ضمیر کو ختم کر دیا جائے تو معنی ہی فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم نے اس کو تام فرض کیا تھا اضافت کی وجہ سے تو جب اضافت نہیں اس کا تام ہونا ہی ختم ہو گیا اور یہ خلاف مفروض اور باطل ہے اس لئے جب اسم نون جمع یا اضافت کی وجہ سے تام ہو تو اس کی اضافت تمیز کی طرف جائز نہیں۔

قوله وَعَنْ غَيْرِ مِقْدَارِ الْخ | تمیز جس طرح مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اسی طرح کبھی غیر مقدار سے بھی ابہام کو رفع کرتی ہے جیسے عندی خاتم حدید امیں حدید انے خاتم سے ابہام کو دور کیا ہے جب کہ خاتم نہ عدد ہے نہ کیل نہ وزن نہ مقياس وغیرہ اور جب تمیز غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے تو وہ اکثر مجرور ہوتی ہے جیسے خَاتَمٌ فِضَّةٌ۔

وَالثَّانِي عَنْ نِسْبَةٍ فِي جُمْلَةٍ أَوْ مَا ضَاهَا هَا مِثْلُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا وَزَيْدٌ
طَيْبٌ أَبَا وَأَبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا أَوْ فِي إِضَافَةٍ مِثْلُ يُعْجِبُنِي طَيْبُهُ أَبَا وَأَبُوَّةً
وَدَارًا وَعِلْمًا وَلِلَّهِ دَرُّهُ فَارِسًا ثُمَّ إِنْ كَانَ اسْمًا يَصِحُّ جَعْلُهُ لِمَا انْتَصَبَ عَنْهُ
جَازَ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلِمُتَعَلِّقِهِ وَإِلَّا فَهُوَ لِمُتَعَلِّقِهِ فَيُطَابِقُ فِيهِمَا مَا قُصِدَ إِلَّا إِذَا
كَانَ جِنْسًا إِلَّا أَنْ يُقْصَدَ الْأَنْوَاءُ وَإِنْ كَانَتْ صِفَةً كَانَتْ لَهُ وَطَبَقَهُ
وَاحْتَمَلَتْ الْحَالُ وَلَا يَتَقَدَّمُ التَّمْيِيزُ عَلَى عَامِلِهِ وَالْأَصَحُّ أَنْ لَا يَتَقَدَّمَ عَلَى
الْفِعْلِ خِلَافًا لِلْمَازِنِيِّ وَالْمُبَرِّدِ-

ترجمہ: اور دوسری قسم وہ ہے جو اس ذات سے ایہام کو دور کرے جو کہ اس نسبت سے پیدا ہوا ہے جو جملہ (فعلیہ) یا
شبہ جملہ میں پائی جاتی ہے جیسے طاب زید نفسا اور زید طیب لبا اور ابوة اور دارا و علما یا (اس نسبت سے جو کہ) اضافت میں ہے
جیسے یعجبنی طیبہ ابا و ابوة و دارا و علما اور لله درہ فارسا پھر اگر تمیز (جو کہ نسبت سے ایہام کو دور کرتی
ہے) ایسا اسم ہو کہ اس کو ما انتصب عنہ کیلئے کرنا صحیح ہو تو اس (تمیز) کو ما انتصب عنہ کے لئے کرنا بھی جائز ہے اور اس کے
متعلق کے لئے بھی وگرنہ صرف اس کے متعلق کے لئے کیا جائے گا پس تمیز ان دونوں صورتوں میں مطابق ہوگی اس
کے جس کا قصد کیا گیا ہے مگر جب کہ تمیز اسم جنس ہو (تو تشبیہ یا جمع نہیں لاسکتے) لیکن اگر انوایہ کا قصد کیا جائے (تو تشبیہ جمع لا
سکتے ہیں) اور اگر تمیز صفت ہو تو ما انتصب عنہ کے لئے ہی ہوگی اور اسکے مطابق ہوگی اور حال کا احتمال بھی رکھتی ہے اور تمیز اپنے
عامل پر مقدم نہیں ہو سکتی اور اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہیں ہو سکتی یہ بات خلاف ہے مازنی اور مبرد کے۔

تشریح: قوله الثانی عن الخ | یہاں سے صاحب کافہ تمیز کی دوسری قسم بیان کرتے ہیں یعنی جو اس ذات
سے ایہام کو دور کر دے جو کہ اس نسبت سے حاصل ہو جو جملہ فعلیہ یا شبہ جملہ میں پائی جاتی ہے یعنی جملہ یا شبہ جملہ
میں جو نسبت ہے اس میں ایہام ہو اور تمیز اس ایہام کو دور کرے جیسے طاب زید یعنی زید اچھا ہے اب اس نسبت میں ایہام
ہے کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے تو نفسا کہہ کر اس ایہام کو دور کر دیا، اسی طرح شبہ جملہ کی مثال جیسے زید طیب کہا تو اس

میں ابہام ہے جب با اور لواء اور دار اور علما کہا تو یہ ابہام ختم ہو گیا کہ زید باپ ہونے کے اعتبار سے یا گھر کے اعتبار سے یا علم کے اعتبار سے اچھا ہے۔

قوله أَوْفَىٰ إِضَافَةٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ جملے کے اندر اضافت ہوتی ہے اور اس اضافت میں واقع ابہام کو تمیز دور کرتی ہے جیسے یعجبنی طیبہ اس مثال میں طیبہ میں اضافت کے اندر ابہام ہے تو جب با یا لواء یا علما یا دارا کہا تو یہ ابہام دور ہو گیا۔

قوله وَلِلَّهِ دَرَّةٌ فَارِسًا

اعتراض : صاحب کافیہ نے تمیز کی دو قسموں کی مثالیں ذکر کرنے کے بعد اس مثال کو کیوں ذکر کیا جب کہ یہ تمیز کی قسم اول میں داخل ہے نہ ثانی میں۔

جواب : صاحب کافیہ اس مثال کو ذکر کر کے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو تمیز کے لیے اسم جامد ہونا شرط قرار دیتے ہیں تو یہ مثال ذکر کر کے واضح کیا کہ جس طرح اسم جامد تمیز بن سکتا ہے ایسے ہی اسم مشتق بھی تمیز بن سکتا ہے فائدہ : در کا اطلاق دودھ پر ہوتا ہے اور چونکہ دودھ کے اندر بہت ساری خوبیاں ہوتی ہیں اس لیے یہاں در بول کر مجازاً خیر کثیر مراد ہے مثال کا معنی یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے اس کی خیر کثیر اور خوبی از روئے شہسوار ہونے کے۔

قوله ثُمَّ إِنَّكَانَ اِسْمًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ ذکر کرتے ہیں کہ تمیز اگر ایسا اسم ہو جو صفت نہ ہو اور اس کا منصب عنہ پر حمل صحیح ہو تو اس صورت میں اسے منصب عنہ کی تمیز ماننا بھی صحیح ہے اور منصب عنہ کے متعلق کی بھی، لیکن اگر تمیز کو منصب عنہ پر محمول نہ کیا جاسکے تو پھر وہ منصب عنہ کے متعلق کے لئے ہوگی جیسے طاب زید دارا اس مثال میں دارا تمیز ہے اور وہ زید کے متعلق ہے عین زید نہیں ہے لہذا یہ تمیز متعلق ذات زید یعنی شیء کیلئے ہوگی جو کہ زید کی طرف منسوب ہے۔

قوله فَيُطَابِقُ الخ | تمیز جب منصب عنہ کیلئے ہو یا منصب عنہ کے متعلق کے لئے دونوں صورتوں میں واحد شنیہ جمع میں مقصود کے مطابق آئے گی جیسے طاب زید با، اور طاب زید ان الوین، اور طاب زیدون اباء، لیکن اگر تمیز جنس ہو تو اسے مفرد لایا جائے گا کیونکہ جنس کا اطلاق کثیر و قلیل دونوں پر ہوتا ہے لہذا مفرد سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر تمیز کے جنس ہونے کی صورت میں انواع کا ارادہ کیا جائے تو تمیز کو باوجود اسم جنس ہونے کے شنیہ جمع لایا جائے

گا جیسے طاب زیدان علمین جب کہ ایک زید ایک نوع علم کی وجہ سے اچھا ہو اور دوسرا زید دوسری نوع کے اعتبار سے۔

قوله وَإِنْ كَانَتْ صِفَةً الخ | اور اگر تمیز صفت ہو یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل وغیرہا تو اس وقت وہ تمیز منصب عنہ کے لیے خاص ہوگی اور تمیز کو منصب عنہ کی صفت بنایا جائیگا کیونکہ صفت اپنے ماقبل کے موصوف ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور مذکور موصوف بننے کی زیادہ لائق ہے اور یہ صفت افرادِ ثنیہ جمع میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگی اگرچہ یہ صفت حال بننے کا احتمال بھی رکھتی ہے لیکن اگر حال بنانے سے معنی مقصود فاسد ہو جائے تو اسے حال بنانا صحیح نہ ہوگا۔

قوله وَلَا يَتَقَدَّمُ التَّمْيِزُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ تمیز اپنے عامل سے مقدم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا عامل یعنی اسم تام ضعیف ہے معمول کو مقدم کرنے کی صورت میں عمل نہ کر سکے گا۔

قوله وَالْأَصَحُّ أَنْ لَا يَتَقَدَّمَ الخ | یہ عبارت ایک اعتراضِ مقدر کا جواب ہے۔
اعتراض: فعل یا شبہ فعل تو عامل قوی ہیں تو تمیز کا عامل، فعل یا شبہ فعل ہونے کی صورت میں تمیز کا عامل پر مقدم ہونا چاہیے۔

جواب: تمیز کا عامل فعل ہو تو اس میں نحو یوں کا اختلاف ہے بعض نحوی تمیز کی تقدیم کو جائز کہتے ہیں جیسے امام ابو عثمان مازنی، اور امام ابو العباس البردکانی مذہب ہے، لیکن اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہیں ہو سکتی کیونکہ تمیز اس وقت حقیقت میں فاعل فعل ہوگی تو جیسے فاعل، فعل پر مقدم نہیں ہو سکتا اسی طرح تمیز فعل پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

الْمُسْتَشْنَى مُتَّصِلٌ وَمُنْقَطِعٌ فَالْمُتَّصِلُ هُوَ الْمَخْرُجُ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا بِأَلَا وَأَخَوَاتِهَا وَالْمُنْقَطِعُ الْمَذْكُورُ بَعْدَهَا غَيْرُ مُخْرَجٍ وَهُوَ مُنْصَوِّبٌ إِذَا كَانَ بَعْدَ إِلَّا غَيْرِ التَّصْفَةِ فِي كَلَامٍ مُتَّوَجِبٍ أَوْ مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَشْنَى مِنْهُ أَوْ مُنْقَطِعًا فِي الْأَكْثَرِ أَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا فِي الْأَكْثَرِ وَمَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلَا يَكُونُ وَيَجُوزُ فِيهِ النَّصَبُ وَيُخْتَارُ الْبَدَلُ فِي مَا بَعْدَ إِلَّا فِي كَلَامٍ غَيْرِ مُتَّوَجِبٍ وَذَكَرَ الْمُسْتَشْنَى مِنْهُ مِثْلُ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ۔

وَالْأَقْلِيلًا وَيُعَرَّبُ عَلَى حَسَبِ الْعَوَامِلِ إِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ غَيْرَ
مَذْكُورٍ وَهُوَ فِي غَيْرِ الْمُوجِبِ لِيُفِيدَ مِثْلُ مَا ضَرَبْتَنِي لِأَزِيدَا إِلَّا أَنْ
تَسْتَقِيمَ الْمَعْنَى مِثْلُ مَا قَرَأْتَ إِلَّا يَوْمَ كَذَا وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجْزِ مَا زَالَ زَيْدًا
إِلَّا عَالَمًا۔

ترجمہ : مستثنیٰ (کی دو قسمیں ہیں) متصل اور منقطع (مستثنیٰ) متصل وہ ہے جو متعدد سے نکالا گیا ہو
لفظی طور پر ہو یا تقدیری طور پر الا اور اس کے ہم ثملوں کے ذریعے اور (مستثنیٰ منقطع) وہ ہے جو الا کے بعد مذکور
ہو اور اسے نکالا نہ گیا ہو اور وہ (مستثنیٰ) منصوب ہوتا ہے جب کہ الا غیر صفتی کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا
مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو یا مستثنیٰ منقطع ہو اکثر نحو یوں کے نزدیک یا (مستثنیٰ) خلا اور عدا کے بعد واقع ہو
ہو اکثر استعمال میں یا (مستثنیٰ) ما خلا اور ما عدا اور لیس لایکون کے بعد واقع ہو اور جائز ہے مستثنیٰ میں نصب اور بدل
بنانا مختار ہے جب کہ مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو جیسے ما فعلوہ الا
قلیل اور الا قلیلا اور مستثنیٰ کو اعراب دیا جائے گا عامل کے مطابق جب کہ مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور حال یہ ہو کہ
مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تاکہ وہ (کلام) صحیح فائدہ دے جیسے ما ضربتني الا زيد مگر یہ کہ معنی صحیح ہو
جائے جیسے قرأت الا یوم کذا اسی وجہ سے جائز نہیں ہے ما زال زيد الا عالما والی مثال۔

تشریح : قوله الْمُسْتَثْنَى مُتَّصِلٌ بِالْخ | یہاں سے مستثنیٰ کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) متصل (۲) منقطع

مستثنیٰ متصل وہ ہے کہ پہلے مستثنیٰ منہ میں داخل ہو پھر الا اور اس کے ہم ثملوں کے ذریعے اسے نکالا جائے
اور الا کے ہم ثمل سے مراد غیر سوی سواء عاشا خلا اور عدا اور ما خلا اور ما عدا اور لیس اور لایکون ہیں اور مستثنیٰ منہ
سے نکالنا خواہ لفظی طور پر ہو جیسے جاء فی القوم الا زیدا کہ زید استثناء سے قبل قوم میں داخل تھا پھر حرف استثناء کے ذریعے
خارج کیا گیا اور یا تقدیراً ہو جیسے ما جاء فی الا زیدا اس مثال میں بھی زید متعدد میں شامل تھا مگر وہ مقدر ہے اصل میں
عبارت اس طرح تھی ما جاء فی احد الا زیدا۔

قوله الْمُنْقَطِعُ الْمَذْكُورُ بِالْخ | مستثنیٰ منقطع وہ مستثنیٰ ہے جو الا اور اس کے ہم ثملوں کے بعد واقع ہو

مگر اسے متعدد سے نکالنا نہ گیا ہو اس لئے کہ وہ متعدد میں داخل ہی نہ تھا جیسے جاء فی القوم الاحمار اس مثال میں حمار قوم سے نہیں نکالا گیا کیونکہ وہ قوم کی جنس سے ہی نہیں تھا۔

اعتراض: مصنف نے مستثنیٰ کی تعریف سے قبل ہی تقسیم کردی، حالانکہ پہلے تعریف ہوتی ہے پھر تقسیم، تاکہ تقسیم علی وجہ البصیرت ہو سکے وگرنہ ایک مجہول چیز کی تقسیم لازم آتی ہے۔

جواب: مصنف درپے اختصار ہیں تو جب مستثنیٰ کی تقسیم کی تو اسکے ضمن میں تعریف بھی آگئی لہذا تعریف کو الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

جواب ۲: مستثنیٰ ایک مشترک لفظ ہے اور لفظ مشترک کی کوئی ایسی جامع تعریف نہیں کی جاسکتی جو تمام معانی کو شامل ہو سکے اس لئے مستثنیٰ کی تعریف نہیں کی۔

جواب ۳: مستثنیٰ کا علم اس اعتبار سے حاصل ہے کہ نحو کی اصطلاح میں جس لفظ پر مستثنیٰ کا اطلاق کیا جائے وہ مستثنیٰ ہے اور یہ بات معلوم ہے تعریف کی محتاج نہیں اور تقسیم کے لئے اس قدر تعریف کافی ہوتی ہے۔

قوله وَهُوَ مَنْصُوبٌ الخ | مصنف مستثنیٰ کا اعراب بیان کرتے ہیں اور اس عبارت سے مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی پانچ جگہیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) مستثنیٰ الا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو اور الا صفتی نہ ہو تو مستثنیٰ منصوب ہو گا جیسے جاء فی القوم الازید (۱) فائدہ: کلام موجب وہ کلام ہے جس میں نہی، نفی، اور استفہام نہ ہو اور جس کلام میں یہ چیزیں ہوں وہ غیر موجب ہے۔

(۲) مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کیا جائے تو بھی مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے جیسے جاء فی الازید احد اصل میں جاء احد الازید تھا۔

(۳) مستثنیٰ منقطع اکثر نحو کیوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے جیسے جاء فی القوم الاحمار، لیکن بعض کے نزدیک مستثنیٰ منقطع بدلیت کی بنا پر مرفوع ہوتا ہے۔

(۴) جو مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو وہ اکثر نحو کیوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے جیسے جاء فی القوم خلا زید او عدا زید اس میں مستثنیٰ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے یعنی یہ خلا اور عدا کا مفعول بہ بنتا ہے، اصل عبارت

یوں تھی جاء فی القوم خلا ^{بعض} زید اور ^ا ^{بعض} زید، لیکن بعض نحویوں کے ہاں خلا اور عدد احروف جارہ میں سے ہیں اس لئے مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے۔

(۵) مستثنیٰ ماضی اور ماضی کے بعد واقع ہو تو منصوب ہو گا جیسے جاء فی القوم ما خلا زید اوما عدا زیدا اور جاء فی القوم لیس زید اولا یكون زیدا۔

فائدہ : ماخذا اور ماعدا میں ماصدر یہ ہے جو کہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور فاعل اس میں ضمیر مستتر ہے تو مستثنیٰ ان کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہو گا ای ماخلا بحضرم زید اور ماعدا بحضرم زید اور لیس اور لا یکن کے بعد مستثنیٰ اسلئے منصوب ہوتا ہے کہ یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں ان میں ضمیر ان کا اسم ہے اور مستثنیٰ افعال ناقصہ کی خبر ہونے کی بنا پر منصوب ہو گا۔

قوله وَيَجُوزُ فِيهِ التَّصْبِیحُ | اس عبارت سے صاحب کافہ مستثنیٰ کے اعراب کی دوسری قسم ذکر کر رہے ہیں کہ مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور اس کا مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو اس پر دو اعراب پڑھ سکتے ہیں نصب اور رفع، نصب مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے جیسے ما فعلوہ الا قلیل، اور رفع اس بنا پر کہ قلیل، فعلوہ کی ضمیر سے بدل ہے تو یوں پڑھیں گے ما فعلوہ الا قلیل، اور بدل ہی مختار ہے کیونکہ بدل ہونے کی صورت میں اس کا اعراب بالاصالۃ ہو گا کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے۔

قوله وَيُعْرَبُ عَلَى حَسَبِ الْعَوَائِلِ | جب مستثنیٰ الا کے بعد کلام مجموعہ میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو، تو مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہو گا اگر عامل رفع کا تھا ضار کے تو مستثنیٰ مرفوع ہو گا اور اگر عامل نصب کا متفق ہی ہو تو مستثنیٰ منصوب ہو گا اور اگر عامل جار ہو تو مستثنیٰ مجرور ہو گا جیسے ماضی بنی الازید رفع کی مثال ہے، اور ماضی بنی الازید جر کی مثال ہے۔

فائدہ: کلام غیر موجب کی شرط اس کے رکال ہونے کا ہے۔ صحیح معنی کا فائدہ دے کے جیسے ماخوذ بنی لازید لکھیں اگر غیر موجب کی قید نہ لگائیں اور یوں کہیں کہ بنی لازید تو معنی آج نہیں بتا کیونکہ معنی یہ کہنا کہ مجھ کو سوائے یہ کہ ہر انسان نے مارا اس لئے کہ تمام انسانوں کا اجتماع اور یہ الگ ہونا محال ہے ۔

تہ لہذا کہ "تَشْتَقِي السَّعْدِيَّةُ" کا یہ معنی صحیح ہے تو کلامِ عرب

میں بھی مستثنیٰ کا اعتراف اس لئے مطابق ہوگا جیسے قرأت الایوم کذا یعنی میں نے ان تمام ایام میں پڑھا جو میرے اور مخاطب کے درمیان معلوم ہیں مگر فلاں روز نہیں پڑھا اس صورت میں معنی صحیح رہا ہے اور مازال زید الاعمال کی مثال دینا صحیح نہیں کیونکہ زال نفی کا معنی وجاہت ہے اور مافیہ جب نفی پر داخل ہوا تو نفی پر نفی داخل ہونے کی وجہ سے اثبات کا معنی بن گیا یعنی زید صفت علم کے سوا تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا ہے اور یہ معنی درست نہیں کیونکہ زید میں تمام صفات متضادہ و غیر متضادہ اور ممکنہ و غیر ممکن جمع ہونا محال ہے اس لئے یہ مثال جائز نہیں۔

وَإِذَا تَعَدَّرَ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ فَعَلَى الْمَوْضِعِ بِمَثَلِ مَا جَاءَ نَبِيٌّ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٌ وَلَا أَحَدٌ فِيهَا إِلَّا عُمَرُو وَمَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْئٌ لَا يُعْتَبَرُ بِهِ لِأَنَّ مِنْ لَاتُرَادُ بَعْدَ الْإِثْبَاتِ وَمَا وَلَا لَا تَعَدَّرُ أَنْ عَامِلَتَيْنِ بَعْدَهُ لَأَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلنَّفْيِ وَقَدْ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِالْإِثْبَاتِ لَيْسَ زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلْمُعْغِلَةِ وَلَا تُرْفِقُ فِيهَا لِنَقْضِ مَعْنَى النَّفْيِ لِبَقَاءِ الْأَمْرِ الْعَامِلَةِ هِيَ لِأَجْلِهِ وَمِنْ نَهْ جَارٍ لَيْسَ زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا وَامْتَنَعَ مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا وَمَحْفُوضٌ بَعْدَ غَيْرِ وَسَوَى وَسَوَاءٍ وَبَعْدَ حَاشَا فِي الْأَكْثَرِ۔

قرجہ بدلیہ اور جب بدلہ لیا جائے ہو لفظ پر تو کل پر حمل کیا جائے گا جیسے ما جاءني من احد الا زید اور لا احد ففعل الا عمر اور مازید شیا الا شیء لا یعتبر بہ اس لئے کہ من زائد اثبات کے بعد نہیں لایا جاتا ہے اور ما لا کو عامل ہونے کی صورت میں متدر نہیں مانا جاتا اس (اثبات) کے بعد اس لئے کہ یہ دونوں نفی کے لیے عمل کرتے ہیں اور بلاشبہ الا کی وجہ سے نفی ثبوت معنی خلاف لیس زید شیا الا شیا کے کیونکہ وہ (لیس) عمل کرتا ہے فعل ہونے کی وجہ سے پس معنی نفی کے ٹوٹنے کا اس کے عمل میں کوئی اثر نہیں اس لئے کہ وہ چیز باقی ہے جس کی وجہ سے (لیس) عمل کرتا ہے اور اسی وجہ سے یہ مثال جائز ہے لیس زید الا قائما اور یہ مثال منقطع ہے مازید الا قائما اور مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے غیر اور سوی اور سواء اور حاشا کے بعد اکثر نحو میں کے نزدیک۔

تفسیر بیچ: قولہ: وَإِذَا تَعَدَّرَ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ فَعَلَى الْمَوْضِعِ بِمَثَلِ مَا جَاءَ نَبِيٌّ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٌ وَلَا أَحَدٌ فِيهَا إِلَّا عُمَرُو وَمَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْئٌ لَا يُعْتَبَرُ بِهِ لِأَنَّ مِنْ لَاتُرَادُ بَعْدَ الْإِثْبَاتِ وَمَا وَلَا لَا تَعَدَّرُ أَنْ عَامِلَتَيْنِ بَعْدَهُ لَأَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلنَّفْيِ وَقَدْ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِالْإِثْبَاتِ لَيْسَ زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلْمُعْغِلَةِ وَلَا تُرْفِقُ فِيهَا لِنَقْضِ مَعْنَى النَّفْيِ لِبَقَاءِ الْأَمْرِ الْعَامِلَةِ هِيَ لِأَجْلِهِ وَمِنْ نَهْ جَارٍ لَيْسَ زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا وَامْتَنَعَ مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمًا وَمَحْفُوضٌ بَعْدَ غَيْرِ وَسَوَى وَسَوَاءٍ وَبَعْدَ حَاشَا فِي الْأَكْثَرِ۔ صاحب کافیر نے پہلے قاعدہ بیان کیا تھا کہ مستثنیٰ جب الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو اسے مستوجب پڑھنا بھی جائز ہے مگر ماقبل سے بدل لانا اولیٰ

ہے اب فرماتے ہیں کہ اگر لفظ مستثنیٰ منہ پر عمل کرتے ہوئے بدل مانا معذور ہو تو مستثنیٰ منہ کے محل پر حمل کیا جائیگا تاکہ اولیٰ پر بقدر امکان عمل ہو سکے جیسے ما جاءنی من احد الا زید اور لا احد ففعل الا عمر و اور ما زید و یا الاشی لان عیابہ ان مثالوں میں مستثنیٰ کو لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا مشکل ہے اسلئے محل پر حمل کیا جائے گا۔

قوله لَآنَ مَنْ لَا تُزَّ اذْ بَعْدَ الْاِثْبَاتِ اَنْع | پہلی مثال میں لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا اس وجہ سے معذور ہے کہ اگر لفظ زید کو من اور سے بدل مانا میں تو من لفظ زید کے شروع میں بھی زائد ہوگا کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے جب کہ الا کے بعد من کو زائد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زائد نہیں ہوتا تو جب زید کو لفظ من احد پر محمول کرنا صحیح نہ ہوا تو محل من احد پر محمول کیا جائیگا اور من احد محلا مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے اسلئے زید مرفوع ہوگا۔

قوله وَمَا وَلَا لَا تُقَدَّرَانِ اَنْع | اسی طرح مثال ثانی اور ثالث میں لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کرنا معذور ہے کیونکہ لفظوں پر حمل کی صورت میں مثال ثانی میں عمرو سے قبل لا کو اور مثال ثالث میں شیء سے قبل ما کو مقدار مانا پڑے گا جب کہ ما ولا کو یہاں مقدار ماننا صحیح نہیں کیونکہ لائے نفی جنس اور ما مشبہ لیس معنی نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں جب کہ نفی الا کے سبب ختم ہوئی لہذا محل پر حمل کرتے ہوئے دو نوں کو مرفوع پڑھیں گے کیونکہ مثال میں لفظ احد لہذا کی وجہ سے لفظ مرفوع ہے اور مثال ثالث میں شیء خبریہ کی وجہ سے محل رفع میں ہی ہے۔

قوله بِخِلَافٍ لَيْسَ زَيْدٌ شَيْئًا اِلَّا شَيْئًا اَنْع | لیکن اگر لفظوں پر حمل کرنا ممکن ہو تو محل پر حمل کرنے کی ضرورت نہیں جیسے لیس زید شیء الا شیء اس مثال میں شیء مستثنیٰ کو شیء مستثنیٰ منہ پر لفظ حمل کرنا صحیح ہے کیونکہ لیس کے بعد الا کے آنے کی وجہ سے لیس کا عمل ختم نہیں ہوا اس لئے کہ لیس فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کر رہا ہے نفی کی وجہ سے نہیں تو جیسے فعل کے بعد الا کا آنا عمل سے مانع نہیں ہوتا اسی طرح لیس کے بعد الا کا آنا مانع عن العمل نہ ہوگا لہذا لیس زید شیء الا شیء میں شیء مستثنیٰ کو لفظوں پر حمل کرتے ہوئے منصوب پڑھا جائے گا۔

قوله وَمِنْ كَيْفَ خَازَ اَنْع | چونکہ لیس کے بعد الا اس کے عمل سے مانع نہیں اس لئے لیس زید الا قاسم کا صحیح ہے اگرچہ اس میں الا کی وجہ سے معنی نفی باطل ہو گیا لیکن لیس فعلیت ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے معنی نفی کی وجہ سے نہیں اور فعلیت باقی ہے لہذا لفظ لیس قاسم میں عمل کر سکتا ہے اور ما زید الا قاسم کا صحیح نہیں کیونکہ ما کا عمل معنی نفی

نہ وجہ سے تھا ہو کہ الّا کے سبب ختم ہو گیا۔

قوله وَمَحْفُوظٌ بَعْدَ غَيْرِ وَسَوَى الْع | اور مستثنیٰ سوا اور غیر کے بعد اضافت کی وجہ سے مجرور۔

ہوتا ہے اور اکثر نحو یوں کے نزدیک حاشا کے بعد بھی مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے کیونکہ حاشا حرف جر ہے اور بعض نحو یوں کے نزدیک حاشا فاعل ہے اور مستثنیٰ متاثر مفعولیت کے منصوب ہو گا اور اس میں ضمیر اس کا فاعل ہے۔

وَإِعْرَابٌ غَيْرُ فِيهِ كِإِعْرَابِ الْمُسْتَثْنَى بِالْأَلِ عَلَى التَّفْصِيلِ وَغَيْرُ صِفَةٍ حُمِلَتْ عَلَى
الْإِسْتِثْنَاءِ كَمَا حُمِلَتْ إِلَّا عَلَيْهَا فِي الصَّفَةِ إِذَا كَانَتْ تَابِعَةً لِجَمْعٍ مَتَكُونٍ
غَيْرِ مَحْضُورٍ لِيَعْتَذِرَ الْإِسْتِثْنَاءُ بِمَثَلِ لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا وَضَعَفَ
فِي غَيْرِهِ وَإِعْرَابٌ سَوَى وَسِوَاءَ التَّصْبُّبِ عَلَى الظَّرْفِ عَلَى الْأَصَحِّ۔

ترجمہ: اور غیر کا اعراب اس میں مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہو گا اسی تفصیل پر (جو پہلے مذکور ہوئی) اور غیر (اصل میں) کلمہ صفت ہے استثناء میں لا پر محمول کیا جاتا ہے جیسے کہ الّا کو غیر پر محمول کیا جاتا ہے صفت میں جب کہ وہ الّا تابع ہو ایسی جمع کے جو نکرہ غیر محصور ہو استثناء کے معذور ہونے کی وجہ سے لو کان فہما للہ الا اللہ لفسدتا کی مثل میں اور ضعیف ہے (الّا کو غیر پر حمل کرنا) اس کے علاوہ (جمع منکر غیر کے علاوہ) میں درسوی اور سواء کا اعراب نصب ہو گا ظرفیت کی بنا پر اصح مذہب کے مطابق۔

تشریح: قوله وَإِعْرَابٌ غَيْرُ فِيهِ الْع | لفظ غیر کا اعراب تمام مذکورہ صورتوں میں مستثنیٰ بالا کے اعراب کے مطابق ہو گا یعنی جن صورتوں میں مستثنیٰ بالا منصوب ہوتا ہے انہی صورتوں میں غیر بھی منصوب ہو گا اور جن صورتوں میں مستثنیٰ بالا ماقبل سے بدل ہوتا ہے ان میں غیر بھی ماقبل سے بدل ہو گا اور جن صورتوں میں مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے غیر بھی مجرور ہو گا۔

قوله وَغَيْرُ صِفَةٍ أَلِ | غیر کی اصل وضع صفت کے لئے ہے کبھی استثناء میں بھی استعمال ہو جاتا ہے بعینہ جیسے الّا استثناء کے لیے موضوع ہے لیکن کبھی صفت میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور الّا کے صفت کے لئے استعمال ہونے کی تین شرطیں ہیں (۱) الّا کے بعد ہو (۲) جمع نکرہ ہو (۳) آوردہ جمع غیر محصور بھی ہو یعنی اس کے افراد غیر متناہی ہوں ان تین

شرائط کے ساتھ اس آیت کے لئے مستعمل ہوتا ہے جیسے لو کان لعلہ الربا اللہ لعلہ تا یعنی آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اللہ ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہوتا اس مثال میں الامت کے لئے اس آیت کی جگہ آتی ہے اور مذکورہ شرائط بھی پائی جاتی ہیں کہ الاجمع منکر غیر محصور کے بعد والی آیت سے اس آیت کی تفسیر کی جاتی ہے۔ یہاں استثناء متصل بنا سکتے ہیں اور نہ ہی منقطع اس لئے کہ استثناء متصل میں مستثنیٰ و مہذوب متصل ہوتا ہے اور شرط ہے اور منفصل میں خروج بالیقین شرط ہے جبکہ اللہ کا الہیہ میں داخل نہ ہونا بھی ممکن ہے اور اس لئے کہ یہ آیت نہ خارج و نہ داخل کیوں کہ الہ سے سوا اللہ باطلہ ہیں تو استثناء متصل کی شرط پائی گئی نہ منقطع کی اس لئے الامت کیلئے بمعنی غیر کے ہونا اور اس آیت میں الا کو استثناء پر حمل کرنے سے ایک مانع اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ استثناء کی صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اگر زمین و آسمان میں ایسے اللہ ہوتے جس سے اللہ رب العزت مستثنیٰ ہیں تو نظام درہم برہم ہو جاتا تو اس سے اس بات کا وہم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں ایسے اللہ بھی ہیں جن سے اللہ رب العزت مستثنیٰ نہیں ہیں تو مقصود یعنی اثبات توحید حاصل نہ ہو جبکہ غیر کے معنی میں کرنے سے یہ وہم نہیں ہوتا کیونکہ مغایرت تعدد کو لازم ہے جب مغایرت اللہ کی نفی ہوگی تو تعدد اللہ کی بھی نفی ہوگی اور یہی مقصود ہے۔

قوله وَإِعْرَابُ سَوَىٰ وَ سَوَاُ الخ | سوا اور سوا سببویہ کے نزدیک ظرفیت کی بنا پر منصوب ہوں گے اور یہی اصح ہے کیونکہ جاء فی القوم سوی یا سواء زید کہنا، مضمولہ جاء فی القوم مکان زید کہنے کے ہے اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جائے زید کے ساری قوم آئی تو سوی اور سواء میں ظرفیت کے معنی پائے جاتے ہیں سببویہ کے نزدیک یہ ہر حال میں منصوب ہوں گے لازم الظرفیت ہونے کی بنا پر خلاف بعض نحاۃ کے کہ ان کے نزدیک سوی اور سواء اور ان کے اخوات کا اعراب غیر کی مثل عامل کے مطابق ہوگا پھر قائلین ظرفیت کے نزدیک اس میں ظرفیت مقدر ہوگی نہ کہ محقق۔

خَبَرَ كَانَ وَأَخَوَاتُهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا مِثْلُ كَانَ زَيْدًا قَائِمًا وَأَمْرُهُ كَأَمْرِ خَبَرَ الْمُبْتَدَأِ وَيَتَقَدَّمُ مَعْرِفَةً وَقَدْ يَحْدُثُ غَائِلُهُ فِي نَحْوِ النَّاسِ مَجْزِيُونَ بِأَعْمَالِهِمْ إِنْ خَيْرٌ أَوْ فَحَيْرٌ وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ وَيَجُوزُ فِي مِثْلِهَا أَرْبَعَةُ أَوْجُهٍ وَيَجِبُ الْحَذْفُ فِي مِثْلِ أَمَّا أَنْتَ مُنْطَلِقًا أَنْطَلَقْتُ أَيْ لِأَنَّ كُنْتَ مُنْطَلِقًا اسْمُ إِنْ وَأَخَوَاتُهَا هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُولِهَا مِثْلُ إِنْ زَيْدًا قَائِمًا۔

ترجمہ اس کی ہم ثبوت کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد (اور منصوب ہوتی ہے) جسے کان زید قائم اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے اور (لیکن کان وغیرہ کی خبر) معرفہ ہونے کی حالت میں مقدم ہو سکتی ہے اور ابھی اس کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے الناس مجزیوں باعمالہم ان خیرا فحیرا وان شرا فشر کی مثل میں اور جائز ہے اس کی مثل میں پار مور تیں اور امانت مطلقا انطلقت ای لان کنت مطلقا کی مثل میں کان کو حذف کرنا واجب ہے اور ان اور اس کے ہم ثبوت کا اسم وہ مسند الیہ ہوتا ہے اس کے داخل ہونے کے بعد (اور منصوب ہوتا ہے) جیسے ان زید قائم۔

تشریح قوله خبر کان واخواتہا الع یمان سے صاحب کا یہ کان وغیرہ کی خبر کا حکم بیان کرتے ہیں کہ وہ مسند ہوتی ہے جیسے کان زید قائم اور اخوات کان سے مراد صار، اصبح، امسى، اضی، ظل، بات، ما یرج، مادام، ما انک، یس اور ما فتی ہیں۔

اعترض آپ کی یہ تعریف کان زید لہوہ قائم میں قائم پر اور کان زید یضرب لہوہ میں یضرب پر صادق آتی ہے کہ یہ دونوں کان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہیں مگر کان کی خبر نہیں۔

جواب یضرب اور قائم کان کے داخل ہونے کے بعد مسند نہیں بلکہ کان کے داخل ہونے سے قبل ہی مسند ہیں لہذا تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔

قوله وامرؤہ کما یر خبر المبتدأ الع کان وغیرہ کی خبر کا حکم شرائط اور احکام و اقسام میں مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے لیکن ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو خبر کو مبتدا پر مقدم نہیں کر سکتے التباس کی وجہ سے کما یر، لیکن جب کان کا اسم و خبر دونوں معرفہ ہوں انکا اعراب بھی ظاہر ہو تو کان کی خبر اسم پر مقدم ہو سکتی ہے کیونکہ کان کے اسم و خبر کا اعراب مختلف ہونے کی وجہ سے التباس پیدا نہیں ہوگا لیکن جب کان کے اسم و خبر کا اعراب ظاہر نہ ہو اور قرینہ بھی نہ پایا جائے تو خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں جیسے کان الفتی ہذا اس شال میں خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں التباس کے خوف کی وجہ سے۔

قوله وَقَدْ یُحَذِّثُ عَامِلُهُ الع اور کبھی خبر کان کے عامل یعنی کان کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الناس مجزیوں باعمالہم ان خیرا فحیرا وان شرا فشر اصل عبارت یوں تھی ان کان عملہم خیرا فجرائہم

خیر وان کان عملهم شرًا فجزائهم شر اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان شرطیہ کے بعد اسم ہو اور اس کے بعد فاء ہو اور فاء کے بعد اسم ہو جیسے ان خیرا فخییر میں اس طرح کی ترکیب کی چار صورتیں نکلتی ہیں (۱) اول کا نصب ثانی کا رفع جیسے ان خیرا فخییر تقدیر عبارت یوں ہوگی ان کان عملهم خیرا فجزائهم خیر اور یہی اصح ہے کیونکہ اس میں قلت حذف ہے (۲) اول و ثانی دونوں کا نصب یعنی ان خیرا فخییرا تقدیر عبارت یوں ہوگی ان کان عملهم خیرا ان کان جزائهم خیرا (۳) دونوں کا رفع یعنی ان خیرا فخییرا تقدیر عبارت ان کان فی عملهم خیرا فجزائهم خیرا

(۴) اول کا رفع ثانی کا نصب یعنی ان خیرا فخییرا تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان فی عملهم خیرا فکان جزائهم خیرا قوله وَدَجِبْتُ الْحَدِيثُ الْعِیَال سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ بعض مثالوں میں خبر کان کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے امانت مطلقا انطلقت اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں کان کو حذف کر کے اسکا عوض ذکر کر دیا جائے تو کان کا حذف اس وقت ضروری ہوگا تاکہ عوض اور عوض عنہ کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے امانت مطلقا انطلقت اصل میں لان کنک مطلقا انطلقت تھا یعنی امانت اصل میں لان کنک تھا پہلے لام کو حذف کیا کیونکہ اسم تاویلی سے اکثر لام کو حذف کر دیا جاتا ہے اس کے بعد کان کو اختصارا حذف کر دیا گیا اور کنک میں ضمیر متصل کو ضمیر منفصل یعنی انت سے بدل دیا گیا اور کان کے عوض میں ان مصدریہ کے بعد کلمہ مازائد کیا گیا پھر نون کا میم میں لایا ہوا اور کان محذوف کی خبر یعنی مطلقا کو اپنی حالت پر برقرار رکھا گیا تو امانت مطلقا انطلقت بن گیا۔

قوله اِسْمُهُنَّ اِنْ وَاَخَوَاتِهِنَّ الْعِیَال سے صاحب کافیہ ان وغیرہ کے اسم کو بیان کرتے ہیں ان وغیرہ کے داخل ہونے کے بعد ان کا اسم مند الیہ اور منصوب ہوتا ہے جیسے ان زید اقام اور اخوات ان سے مراد ان کان لَیْتَ لَکِنْ اور لعل ہیں۔

الْمَنْصُوبُ بِلَا الَّتِي لِنَفِي الْجَنَسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُولِهَا بِلَيْسَ بِهَا تَكْرَرٌ مُضَافًا اَوْ مُسْتَبْهًا بِهٖ مِثْلُ لَا اَعْلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِيْهَا وَلَا عَشْرَيْنِ دُرْهَمًا لَكَ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا فَهَوَّ مَنِئِيَّ عَلٰی مَا يُنْصَبُ بِهٖ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ مَفْصُولًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ لَا وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيرُ وَمِثْلُ قَضِيَّةٍ وَلَا اَبَا حَسَنِ لَهَا مُتَاَوَّلٌ وَفِي مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ حَمْسَةَ اَوْجِهٍ فَتَنَّهُمَا وَفَتَحَ الْاَوَّلَ وَنَصَبَ الثَّانِي وَرَفَعَهُ وَرَفَعَهُمَا وَرَفَعَ الْاَوَّلَ عَلٰی ضَعْفٍ وَفَتَحَ الثَّانِي۔

مثال جیسے لارجل فی الدار، اور ثنیہ کی مثال جیسے لارجلین فی الدار، اور جمع مذکر کی مثال لامسلمین لارجل اور جمع مونث سالم کی مثال جیسے لامسلات فی الدار اس میں کسرہ بغیر تنوین کے ہوگا۔

قوله وَإِنْ كَانَ مَعْرِفَةً الْخ | یہاں سے مصنف ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو یا لائے نفی جنس کے اور اسکے درمیان فاصلہ ہو تو اس صورت میں لائے نفی جنس کے اسم پر رفع پڑھنا اور اس کو معرفہ لانا ضروری ہے، پہلی صورت میں رفع کی وجہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس میں تعدد اور عموم ہوتا ہے اور معرفہ میں خصوص، تو اسم کو معرفہ لانے سے لا کا نکل باطل ہو گیا اسلئے معرفہ ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا دوسری صورت میں رفع کی وجہ یہ ہے کہ لا عامل ضعیف اتصال کی صورت میں عمل کر سکتا ہے لیکن جب اس کا اسم اس سے فاصلے پر آئے تو عمل نہ کر سکے گا لہذا ابتداء کے مرفوع ہوگا اور تکرار معرفہ میں اس لئے ضروری ہے کہ اصل میں نفی جنس کیلئے ہوتا ہے اور جنس میں تعدد ہوتا ہے اور معرفہ میں تعدد نہیں ہوتا لہذا تکرار کو قائم مقام تعدد جنس کے کیا گیا ہے اور مفعول میں تکرار اس لئے ضروری ہے کہ یہ کلام فیہا رجل ام امراہ کے جواب میں لایا جاتا ہے پس سوال کی مطابقت سے جواب میں تکرار واجب ہوگی۔

قوله مِثْلُ قَضِيَّةٍ الْخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدّر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہونے کی صورت میں مرفوع ہوگا اور تکرار لانا بھی ضروری ہوگا جب کہ قصیدہ ولا باحسن لہا، مثال میں باحسن معرفہ ہے حضرت علیؑ کی کنیت ہے اور لائے جنس کا اسم ہے جب کہ اسمیں نہ رفع ہے نہ تکرار۔

جواب: ۱۔ لا باحسن میں باحسن لا کا اسم نہیں ہے بلکہ اس کا مضاف، مثل محذوف ہے ای لا مثل علی حسن لہا تو اس صورت میں اسم معرفہ نہیں لہذا رفع ہوگا نہ تکرار اور مثل اگرچہ اضافت الی المعرفہ کی وجہ سے معرفہ ہے لیکن کثرت ابہام کی وجہ سے یہ معرفہ نہیں بنا کیونکہ معرفہ میں تخصیص اور عدم ابہام ضروری ہے۔

جواب: ۲۔ علم بول کر وصف مشہور مراد لیا ہے جس کے ساتھ صاحب علم متصف ہے جیسے اکل فرعون موسیٰ، میں فرعون سے مراد باطل پرست اور موسیٰ سے مراد حق پرست ہے اسی طرح لا باحسن لہا میں علم بول کر وصف مشہور مراد لیا، ای لا فیصل لہا اور جب علم سے وصف مشہور مراد ہو تو علمیت اور تعریف باطل ہو جاتی ہے۔

جنس کا اسم معروف نہیں بلکہ نکرہ ہے۔

فائدہ: قضیہ ولا الحسن لھا صحابہ کا قول ہے یہ جملہ وہ فیصلے کی وقت کہا کرتے تھے کہ اس مستقل فیصلہ کے لئے حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی موزوں نہیں اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا و اقضہم علیؑ اس لیے آپ فیصلہ کیا تھا مشہور ہوئے، یا یہ مطلب ہے کہ یہ ایسا فیصلہ ہے جس میں ابوالحسن حضرت علیؑ حاضر نہیں اس لئے اسمیں غلطی کا کافی امکان ہے۔

قوله وَفِي مَثَلٍ لَّا حَوْلَ | مصنف نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی مثل کو پانچ طرح سے پڑھ سکتے ہیں اور اس سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لا عطف کی بنا پر مکرر مذکور ہو اور لا کے بعد نکرہ ہو لیکن موصول ہو موصول نہ ہو (۱) دونوں اسم مفتوح ہوں لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی وجہ سے جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ، لا قوۃ کا عطف لا حول پر ہے تو اس صورت میں یہ عطف المفرد علی المفرد کی قبیل سے ہوگا اور معطوف اور معطوف الیہ مل کر لا کا اسم اور اس کی خبر محذوف ہوگی ای لا حول عن المعصیۃ ولا قوۃ علی الطاعة موجودان بشی الا باللہ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں مستقل جملہ ہوں اور جملہ کا عطف جملہ پر ہو اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی لا حول عن المعصیۃ ثابت بشی الا باللہ ولا قوۃ علی الطاعة ثابت بشی الا باللہ تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کی قبیل سے ہوگا۔

(۲) اول مفتوح ہو اور ثانی منصوب ہو لا حول ولا قوۃ الا باللہ پہلا اسم لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بنا پر مفتوح ہے اور دوسرا لا چونکہ صرف تاکید کے لئے ہے اس لئے قوۃ اسکا معمول نہیں ہوگا بلکہ پہلے کے لفظ پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(۳) اول مفتوح ثانی مرفوع ہو جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس صورت میں حول تو اسم لائے نفی جنس ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے اور دوسرا ملغی عن عمل ہے اس لئے قوۃ حول کے محل پر معطوف ہے اور حول محلا مرفوع ہے بنا برائے آ کے (۴) دونوں مرفوع ہوں جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس بنا پر کہ دونوں لا ملغی از عمل ہیں اس لئے یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوں گے۔

(۵) اول کارفع ثانی کافتحہ جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پہلا اسم لائے مرفوع ہوگا کہ لا بمعنی لیس ہو لیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ لامثبہ بلیس قلیل العمل ہے اور دوسرا لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بنا پر مفتوح ہوگا۔

وَإِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ لَمْ يَتَغَيَّرِ الْعَمَلُ وَمَعْنَاهَا الْإِسْتِفْهَامُ وَالْعَرَضُ وَالنَّسْبُ وَنَعْتُ الْمَبْنِيِّ الْأَوَّلِ مُفْرَدًا يَلِيهِ مَبْنِيٌّ وَمُعْرَبٌ رَفْعًا وَنَصْبًا وَمِثْلُ لَا رَجُلٌ ظَرِيفٌ وَظَرِيفٌ وَظَرِيفًا وَإِنِّ وَمِثْلُ لَا أَبَا لَهُ وَلَا غُلَامِي لَهُ جَائِزٌ تَشْبِيهًا لَهُ بِالْمُضَافِ لِمُضَارَكَةِ لَهُ فِي أَصْلِ مَعْنَاهُ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجْزِ لَا أَبَا فِيهَا وَلَيْسَ بِمُضَافٍ لِمُضَارَكَةِ الْمَعْنَى خِلَافًا لِسَبَبِيَّوَيْهِ وَيُحْذَفُ كَثِيرًا فِي مِثْلِ لَا عَلَيْكَ إِنِّي لَا أَبَاسَ عَلَيْكَ -

ترجمہ: جب (لائے نفی جنس پر) ہمزہ داخل ہو تو (لاکا) عمل متغیر نہ ہوگا اور اس کا معنی استفہام اور عرض اور تمنیٰ کا بن جاتا ہے اور مبنی کی صفت جو مفرد ہو اور (اسم لا کے ساتھ) متصل ہو وہ مبنی اور معرب مرفوع منصوب دونوں طرح ہو سکتا ہے جیسے لَا رَجُلٌ ظَرِيفٌ وَظَرِيفٌ وَظَرِيفًا اگر نہ پس (اس کا حکم) معرب ہوتا ہے اور جائز ہے عطف لفظ اور محل پر لا اب وابتا وابتن کی مثل میں اور لا ابالہ اور لا غلامی یہ مثالیں جائز ہیں اسکو تشبیہ دیتے ہوئے مضاف کے ساتھ بوجہ اس کے مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارکت کے اور اسی وجہ سے لا اباشھا جائز نہیں اور مضاف بھی نہیں معنی کے فاسد ہونے کی وجہ سے اور یہ بات سببویہ کے خلاف ہے اور اسم لا کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے لا علیک ای لا باس علیک کی مثل میں۔

تشریح: قوله وَإِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ لائے نفی جنس پر جب ہمزہ داخل ہو جائے تو اس کا عمل اگرچہ نہیں بدلتا یعنی اگر اسم لا مبنی ہے تو مبنی ہی رہے گا اور اگر معرب ہو تو معرب ہی رہے گا لیکن معنی بدل جاتا ہے کبھی استفہام کا معنی ہوگا جیسے لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ یہاں استفہام کا معنی ہوگا یعنی کیا گھر میں آدمی ہے اور کبھی عرض کا جیسے لَا تَزُولُ لَكَ بِنَا فَتُحْسِنِ إِلَيْكَ اور کبھی تمنیٰ کا معنی ہو جاتا ہے جیسے لَا اَتِيَانِ مِنْكَ فَتُبَشِّرْنَا -

قوله نَعْتُ الْمَبْنِيِّ الْأَوَّلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ لائے نفی جنس کے

دہ شراک کے ساتھ مبنی اور معرب دونوں کا احتمال رکھتی ہے اور معرب ہونے کی صورت میں مرفوع، منصوب اور مجرور بن سکتے ہیں شراک مندرجہ ذیل ہیں

۱- صفت بن ہو ۲- مفرد ہو یعنی مضاف شبہ مضاف نہ ہو ۳- اسم کے ساتھ متصل ہو منفصل نہ ہو جیسے لا رجل ظریف و ظریفاً اس مثال میں رجل لائے نفی جنس کا اسم اور مبنی بر فتح ہے اور ظریف اس کی صفت اول بھی ہے اور مضاف اور اسم لا کے ساتھ متصل بھی ہے اس لیے ظریف پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں فتح اس بنا پر تاکہ موصوفہ صفت میں مطابقت ہو جائے اور رفع اس بنا پر کہ اس کا حمل اسم لائے نفی جنس کے محل پر کیا جائے اور اسم لائے نفی شراک بنا پر ابتدا کے مرفوع بھی ہوتا ہے اور نصب اس بنا پر کہ اس کا عطف اسم لائے نفی جنس کے لفظ پر کیا جائے تو پہلی صورت میں صفت مبنی علی الفتح ہوگی دوسری صورت میں معرب مرفوع اور تیسری صورت میں معرب منصوب ہوگی۔

قوله وَإِلَّا فَإِلَّا عَرَابُ الْخ | اگر وہ صفت مذکورہ اوصاف کے ساتھ متصف نہ ہو تو صرف معرب مرفوع یا منصوب ہوگی مبنی نہ ہوگی مرفوع محل بعید پر حمل کرتے ہوئے اور منصوب لفظ پر حمل کرتے ہوئے۔

قوله وَالْعُطْفُ عَلَى اللَّفْظِ الْخ | لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر عطف جائز ہے پھر معطوف منصوب بھی ہو سکتا ہے اور مرفوع بھی، اگر لفظ اسم پر عطف ہو تو معطوف منصوب ہوگا جیسے لَا أَبَ وَابْنُأُور محل پر عطف ہو تو مرفوع ہوگا جیسے لَا أَبَ وَابْنُ اور مثل سے مراد یہ ہے کہ معطوف نکرہ ہو۔

قوله وَمِثْلُ لَا أَبَا لَهُ وَلَا غُلَامِي لَهُ الْخ | مثل لا ابالہ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں اسم لائے نفی جنس کے بعد لام اضافت ہو اور اسم لا پر اضافت کے احکام جاری ہوتے ہوں تو وہاں اسم کو مضاف قرار دے کر منصوب پڑھ سکتے ہیں جیسے لَا أَبَا لَهُ اور لَا غُلَامِي لَهُ اصل میں لَا أَبَ لَهُ اور لَا غُلَامِيْنِ لَهُ تھا تَوَابُ اور غُلَامِيْنِ نکرہ ہیں اور لام اضافت کیلئے ہے تو ان کو مثنیٰ کا حکم دے کر بجائے لَا اب له اور لا غلامین له کے لا ابالہ اور لا غلاما له پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ یہ دونوں ترکیبیں مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارک ہیں کہ اضافت یا تو تعریف کے لئے ہوتی ہے یا تخصیص کیلئے انہیں تعریف تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اس میں تقدیر حرف جر شرط ہے جیسے غلام زید۔ ان میں تخصیص ہے کہ غلام مختص بمولیٰ ہے اور ابن مختص باب ہے اس لئے انہیں مضاف کے حکم میں قرار دے کر منصوب پڑھا جاسکتا ہے۔

قوله وَلَيْسَ بِمُضَافٍ الْخ | لیکن لا ابالہ اور غلامی له میں اب اور غلامین کو حقیقی مضاف قرار دینا صحیح نہیں بلکہ یہ

صرف مشابہ متنا ہیں وگرنہ لفظی اور معنوی خرابی لازم آئے گی، معنوی خرابی اس طرح کہ لایا اب لہ اور لانا میں۔ لفظی یہ ہے کہ فلاں آدمی معلوم النسب نہیں اور فلاں آدمی کا مطلقاً کوئی غلام نہیں اگر ان ترکیبوں میں حقیقی اضافت تسلیم کریں تو خبر یہ ہوگا کہ فلاں شخص کا باپ جو معلوم الوجود ہے اب موجود نہیں اور فلاں کے دو غلام جو معلوم الوجود ہیں اب موجود نہیں اور لفظی خرابی یہ ہے کہ مضاف حقیقی ماننے کی صورت میں نکرہ معرفہ بن جائے گا اس صورت میں اسم لا کو مرفوع اور لا کو مفعول ماننا ضروری ہوگا حالانکہ نہ یہاں تکرار ہے نہ رفع اس لئے اسے شبہ مضاف کہنا ہی صحیح ہوگا نہ حقیقی مضاف۔

قوله خِلَافًا لِّسَيِّبَوِيهِ الْخ لیکن یہ وہی ان دونوں ترکیبوں میں اضافت حقیقیہ کے قائل ہیں۔

قوله وَيُحْذَفُ كَثِيرًا الْخ اور لا علیک جیسی مثالوں میں لائے نفی جنس کا اسم اکثر حذف کر دیا جاتا ہے مثل ت مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں اسم لا کے حذف پر قرینہ موجود ہو لا علیک اصل میں لایا اس علیک تھا اور یہاں اسم لا کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس اسم پر داخل ہوتا ہے تو لا کا حرف پر داخل ہونا یہ قرینہ ہے کہ یہاں اسم محذوف ہے۔

خَبَرٌ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بَلَيْسَ هُوَ الْمُسْتَدُّ بَعْدَ دُخُولِهِمَا وَهِيَ نَعَةُ
حِجَازِيَّةٌ وَإِذَا زِيدَتْ إِنْ مَعَ مَا أَوْ انْقَضَ التَّنْفِي بِإِلَّا أَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ بَطْلُ
الْعَمَلِ وَإِذَا عَطِفَ عَلَيْهِ بِمُوجِبٍ فَالرَّفْعُ۔

ترجمہ: ما اور لا کی خبر جو بلیس کے مشابہ ہے وہ مستند ہوتی ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد اور یہ اہل حجاز کی

لغت ہے اور ان کو زائد کر دیا جائے گا کے ساتھ یا نفی ٹوٹ جائے گا کے ساتھ یا خبر مقدم ہو جائے تو (ما ولا کا) عمل بطل ہو جاتا ہے اور جب عطف کیا جائے ان کی خبر پر کسی موجب کے ساتھ تو رفع پڑھنا واجب ہے۔

تشریح: قوله خَبَرٌ مَا وَلَا الْخ یہاں سے صاحب کافہ ما ولا کی خبر کو بیان کرتے ہیں کہ ما اور لا جب اس کے مشابہ

ہوں تو ان کی خبر منصوب و مستند ہوتی ہے لیکن یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور ہو تمیم کی لغت میں ما اور لا اس میں نہیں ہیں لیکن اہل حجاز کے مذہب کی قرآن پاک سے تائید ہوتی ہے فرمایا مَالِهَذَا بَشَرًا اس میں بشر ا کی خبر ہونے کے موجب یہ منصوب ہے۔

فائدہ: ما اور لا کی بلیس کے ساتھ دو طرح سے مشابہت ہے (۱) یہ کہ جس طرح بلیس نفی کا معنی دیتا ہے اسی طرح ما

اور لا بھی نفی کا معنی دیتے ہیں (۲) جیسے بلیس اسم اور خبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اسی طرح ما اور لا

بھی اسم اور خبر پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

قوله وَإِذَا زَيْدٌ تَ إِن مَعَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تین صورتیں بیان کرتے ہیں جن میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے

(۱) جب لفظ ان کلمہ ما کے بعد زیادہ کیا جائے تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے مَا إِن زَيْدٌ قَائِمٌ اس لئے کہ لفظ ما عامل ضعیف ہے اگر اسم کے ساتھ متصل ہو تو عمل کرتا ہے انفصال کی صورت میں عمل نہیں کرتا اس لئے اس مثال میں زید مبتدا ہونے کی وجہ سے اور قائم خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

(۲) جب نفی کا معنی الا کی وجہ سے ختم ہو جائے تو ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ اس مثال میں الا کی وجہ سے نفی والا معنی ختم ہو گیا اور ما چونکہ لیس کے ساتھ معنی نفی میں مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا تھا تو اب عمل نہیں کر سکے گا لہذا زید مبتدا ہونے کی وجہ سے اور قائم خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

(۳) خبر کو اسم پر مقدم کرنے کی صورت میں بھی ما کا عمل باطل ہو جائیگا جیسے ما قائم زید کیونکہ ما عامل ضعیف ہونے کی بنا پر اس وقت عمل کرتا ہے جب کہ اس کے معمول ترتیب کے ساتھ ہوں ترتیب کے بدلنے کی صورت میں عمل نہیں کر سکے گا۔

قوله وَإِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ بِمَوْجِبِ الخ | جب ما ولا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے کسی اسم کا عطف کیا جائے جو نفی کے بعد ایجاب و اثبات کا معنی دے یعنی بل اور لکن کے ساتھ تو معطوف پر رفع واجب ہے جیسے زید قائم بل قاعد یا لکن قاعد کیونکہ بل اور لکن کی وجہ سے ما کا عمل باطل ہو گیا تو خبر کے محل پر عطف کرتے ہوئے معطوف پر رفع پڑھا جائے گا۔

المجذورات

الْمَجْزُورَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلَى عِلْمِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ وَ الْمُضَافِ إِلَيْهِ كُلِّ
 اسْمٍ نُسِبَ إِلَيْهِ شَيْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَزْرِ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا مُرَادًا فَالتَّقْدِيرُ
 شَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ الْمُضَافُ اسْمًا مُجَرَّدًا تَنْوِينُهُ لِأَجْلِهَا وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ
 فَالْمَعْنَوِيَّةُ أَنْ يَكُونَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ إِلَى مَعْمُولِهَا وَهِيَ إِمَّا
 بِمَعْنَى اللَّامِ فَيَتِمَّا عِدًّا جِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفَهُ وَإِمَّا بِمَعْنَى مِنْ فَيُجْنِسُ
 الْمُضَافُ أَوْ بِمَعْنَى فِي فَيُظَرِّفُهُ وَهُوَ قَلِيلٌ مِثْلُ غُلَامٌ زَيْدٌ وَخَاتَمٌ فَضَّةٌ
 وَضَرْبُ الْيَوْمِ وَتُفِيدُ تَعْرِيفًا مَعَ الْمَعْرِفَةِ وَتَخْصِيصًا مَعَ التَّكْرَرِ وَشَرْطُهَا تَجْرِيدُ
 الْمُضَافِ مِنَ التَّعْرِيفِ وَمَا أَجَاذَهُ الْكُوفِيُّونَ مِنَ الثَّلَاثَةِ الْأَنْوَابِ وَشَبَّهَهُ مِنَ
 الْعَدَدِ ضَعِيفٌ -

ترجمہ: یہ مجذورات کی بحث ہے مجرورہ (اسم) ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اور مضاف الیہ ہر وہ اسم
 ہے جس کی طرف کسی شئی کی نسبت کی جائے حرف جر کے واسطے سے 'حرف جر' خواہ لفظ ہو یا تقدیر ہو 'اور وہ (تقدیر یا)
 مراد ہو پس حرف جر تقدیری کی شرط یہ ہے کہ مضاف اسم ہو اور اس سے اس کی توین کو بنادیا گیا ہو اس (اضافت) کی وجہ
 سے 'اور یہ (اضافت تقدیر حرف جر) معنوی اور لفظی کی طرف تقسیم ہوتی ہے 'معنوی یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت
 نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ (اضافت معنوی) یا تو بمعنی لام کے ہوگی جب کہ مضاف الیہ 'مضاف کی
 جنس میں سے نہ ہو اور نہ ہی اس کا ظرف ہو اور یا اضافت بمعنی من کے ہوگی جب کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس میں
 سے ہو اور یا بمعنی فی کے ہوگی جب کہ مضاف الیہ 'مضاف کیلئے ظرف ہو اور یہ (اضافت بمعنی فی) قلیل الاستعمال
 ہے جیسے غلام زید اور خاتم فضتہ اور ضرب الیوم 'اور اضافت معنویہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے معرفہ کے ساتھ اور تنہیں
 کا کلمہ کے ساتھ اور اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف کا تعریف سے خالی ہونا ہے اور جو کوفیوں نے جائز قرار دیا

ہے یعنی الثمانۃ الاثواب اور اس کی مثل عدد سے یہ ضعیف ہے۔

تشریح: قوله الْمَجْرُورَاتُ الخ
یہ مجرور کی جمع ہے یا مجرورۃ کی اور اس میں وہی تفصیل ہے جو مرفوعات میں بیان ہوئی وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض: مرفوعات اور منصوبات کو تو صیغہ جمع کے ساتھ ذکر کرنا درست ہے کہ وہ زیادہ ہیں لیکن مجرورات کو جمع کرنا درست نہیں کیونکہ وہ صرف ایک ہی ہے یعنی مضاف الیہ۔

جواب: مجرور اگرچہ ایک ہے لیکن اس کی انواع اور اقسام کے تعدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر لیا ہے۔

قَوْلُهُ عَمَّا اشْتَمَلَ الْخُطْبَةُ هَاهُنَا مِنْ صَاحِبِ كَافِيهِ مَجْرُورٌ كِي تَقْرِيفٌ كَرْتِي هِي كِي مَجْرُورٌ وَهِيَ اسْمٌ هِيَ جَوْ مَضَافٌ إِلَيْهِ كِي
عَلَامَتٌ يَرْمِزُ إِلَى هَؤُلَاءِ حَيْثُوتِ سِي كِي وَهِيَ مَضَافٌ إِلَيْهِ هِيَ أَوْرُ مَضَافٌ إِلَيْهِ كِي عَلَامَتٌ جَوْ جَرُّ هِيَ اسْمِي عَمُومٌ هِيَ خَوَافِظًا هُوَ
مَقْرُونٌ بِهَا جَوَاهِرُ كَسْرٌ هُوَ يَافِتَةٌ -

وَقَوْلُهُ فِي الْمُخْتَصَفِ الْيُوكَلِ اسْمُ حُرَفٍ
 جُزْءٍ مِنْ حُرُوفِ جَرِّ كَيْ سَمِيَتْ بِهَا نِسْبَتُهَا كَيْ سَمِيَتْ بِهَا نِسْبَتُهَا
 كَيْ سَمِيَتْ بِهَا نِسْبَتُهَا كَيْ سَمِيَتْ بِهَا نِسْبَتُهَا

اضافۃ تقدیر حرف جر کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جو اضافت کی وجہ سے مضاف الیہ کی نسبت سے متعلق ہو۔ مثلاً نون ثنیہ اور نون جمع سے خالی ہو کیونکہ تینوں یا قائم مقام تینوں کے ساتھ تام ہونے کی وجہ سے اضافت پر مبنی ہوتا ہے جب کہ اضافت اتصال کی مقتضی ہے اور اتصال اور انفصال دونوں ایک شئی میں جمع ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سُحُورُیَّةٌ وَ لَفْظِیَّةٌ | یہاں سے صاحب کا یہ اضافت تقدیری کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں

۱۔ اضافت لفظیہ : اضافت معنویہ وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے مضاف الیہ کے ساتھ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) مضاف نہ صفت کا صیغہ نہ اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ صفت کا صیغہ نہ ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ غیر معمول کی طرف

مضاف ہو جیسے کریم البلد (۳) مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم
وجہ تسمیہ: اضافت معنویہ کو معنویہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اضافت مضاف میں تعریف و تخصیص کا فائدہ
 دیتی ہے اور اضافت لفظیہ چونکہ لفظوں میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اس لئے اسے اضافت لفظیہ کہتے ہیں۔

قوله وَهُوَ امَّا بِمَعْنَى اللّٰمِ الخ | اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں (۱) جب مضاف الیہ نہ تو مضاف کی
 جنس سے ہو اور نہ اس کے لیے ظرف بن رہا ہو تو اضافت بمعنی لام کے ہوگی یعنی وہاں حرف لام مقدر ہوگا جیسے غلام زید
 (۲) جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو تو اضافت بمعنی من کے ہوگی یعنی وہاں حرف من مقدر ہوگا جیسے
 تم فلتہ (۳) مضاف الیہ اگر مضاف کے لئے ظرف بن رہا ہو تو اضافت بمعنی فی کے ہوگی جیسے ضرب الیوم اور یہ
 قلیل الاستعمال ہے۔

قوله وَتُفِيدُ تَعْرِيفًا الخ | جب اسم کی اضافت معرفہ کی طرف کی جائے تو اس سے تعریف مضاف کا فائدہ
 حاصل ہوتا ہے یعنی وہ اسم نکرہ بھی معرفہ بن جاتا ہے جیسے غلام زید اور اگر اسم کی اضافت نکرہ کی طرف کی جائے تو یہ
 تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل میں نکرہ کی طرف اضافت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہے کہ غلام مرد کا ہے
 عورت کا نہیں۔

قوله وَشَرْطُهَا تَجْرِيدُ الْمُضَافِ الخ | اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف تعریف سے خالی ہو اگر
 مضاف بھی معرفہ ہو یا تو مضاف الیہ بھی معرفہ ہو۔ مضاف الیہ نکرہ ہوگا پہلی صورت میں یعنی جب کہ مضاف اور
 مضاف الیہ دونوں معرفہ ہوں تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی اور اگر مضاف معرفہ اور مضاف الیہ نکرہ ہو تو اعلیٰ
 سے ادنیٰ کی طرف طلب لازم آئے گی اور حصول اعلیٰ کے باوجود طلب ادنیٰ باطل ہے۔

قوله وَمَا آجَازُهُ الْكُوفِيُّونَ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔
اعتراض: آپ نے کہا کہ اضافت معنویہ میں ضروری ہے کہ مضاف معرفہ نہ ہو حالانکہ بعض مثالوں میں مضاف اور
 مضاف الیہ دونوں معرفہ ہیں جیسے الثمۃ الاثواب اور الحسمۃ الدر اھم اور المائۃ الدینار۔

جواب: امصنف بھریوں کے پیروکار ہیں اور یہ مذہب کو فیوں کا ہے لہذا وہ اس اعتراض سے بری ہیں۔
جواب: ۲۔ یہ تراکیب قیاس اور استعلا لا ضعیف ہیں قیاس اس لئے کہ تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور استعمال اس اعتبار سے

کہ عرب کے فصحاء اور بلغاء سے ترک لام ثابت ہے یعنی ثلاثۃ الاثواب اور خمسۃ الدرہم اور مائة الدینار کہا جاتا ہے۔

وَاللَّفْظِيَّةُ أَنْ يَكُونَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً إِلَى مَعْمُولٍ لَهَا مِثْلُ ضَارِبٍ زَيْدٍ وَحَسَنٍ الْوَجْهِ وَلَا تُفِيدُ إِلَّا تَخْفِيفًا فِي اللَّفْظِ وَمِنْ ثَمَّ جَاَزَ مَرَزُتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ الْوَجْهِ وَامْتَنَعَ مَرَزُتُ بِزَيْدٍ حَسَنٍ الْوَجْهِ وَجَاَزَ الضَّارِبُ زَيْدٍ وَالضَّارِبُ زَيْدٍ وَامْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٍ خِلَافًا لِفَرَاءٍ وَضَعْفَ الْوَاهِبِ الْهَجَانِ وَغَبْدَهَا وَإِنَّمَا جَاَزَ الضَّارِبُ الرَّجُلَ حَمَلًا عَلَى الْمُخْتَارِ فِي الْحَسَنِ الْوَجْهِ وَالضَّارِبُكَ وَشِبْهِهِ فَيُحْتَمَلُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ مُضَافٌ حَمَلًا عَلَى ضَارِبِكَ۔

ترجمہ: اور اضافۃ لفظیہ (کی علامت) یہ ہے کہ مضاف ایسی صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو

جیسے ضارب زید، اور حسن الوجہ، اور یہ فائدہ نہیں دیتی مگر لفظوں میں تخفیف کا، اور اسی وجہ سے جائز ہے مررت برجل حسن الوجہ، اور ناجائز ہے مررت بزید حسن الوجہ، اور جائز ہے الضارب زید، اور الضارب زید کی مثال اور ناجائز ہے الضارب زید یہ بات فرأ کے خلاف ہے اور ضعیف ہے الواهب المائة الهجان وغبدها، اور سوائے اس کے نہیں جائز ہے الضارب الرجل، حمل کرتے ہوئے اسی وجہ پر جو مختار ہے الحسن الوجہ میں، اور ضاربک اور اس کے ہم مثل جائز ہے اس شخص کے قول کے مطابق جو یہ کتا ہے کہ یہ مضاف ہے حمل کرتے ہوئے ضاربک پر۔

تشریح: قوله اللَّفْظِيَّةُ أَنْ يَكُونَ الخ | اضافت لفظی کی علامت یہ ہے کہ مضاف صیغہ صفت ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو خواہ وہ معمول فاعل ہو یا مفعول، جیسے ضارب زید اس میں ضارب صیغہ صفت اپنے معمول یعنی مفعول بہ کی طرف مضاف ہے اور حسن الوجہ، یہ مثال اس صفت کی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہو۔

قوله وَلَا تُفِيدُ إِلَّا تَخْفِيفًا فِي اللَّفْظِ الخ |

اضافات لفظیہ سے صرف تخفیف لفظ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس سے تعریف حاصل نہیں ہوتی اور تخفیف لفظی کی تین صورتیں ہیں (۱) یا تو صرف مضاف میں تخفیف ہوگی جیسے ضارب زید اصل میں ضارب زید تھا اضافت کی وجہ سے ضارب سے توین گرتی (۲) یا تخفیف صرف مضاف الیہ میں ہوگی جیسے القائم الغلام اصل میں القائم غلامہ تھا غلامہ مضاف

کی وجہ سے ضمیر کو حذف کر دیا گیا اور القائم میں ضمیر مستتر ہاں لی (۳) کبھی مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہوتی ہے جیسے حسن الوجہ، اصل میں حسن وجہ تھا اضافت کی وجہ سے حسن کی تئیں حذف ہو گئی اور وجہ کی ضمیر بھی، اور ضمیر کے عوض اس پر الف لام تعریف لے آئے تو حسن الوجہ بن گیا تو مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف ہو گئی وقولہ مِنْ ثَمَّ جَاَزَ الْخ چونکہ اضافت لفظیہ صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے اس لئے مررت برجل حسن الوجہ کہنا جائز ہے اس لیے کہ اس میں اضافت کی وجہ سے مضاف سے تئیں اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی تو تخفیف حاصل ہو گئی، نہ کہ تعریف اور تخصیص، اس لئے حسن الوجہ کا نکرہ کی صفت بنتا صحیح ہے اور مررت بوزید حسن الوجہ کہنا ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں موصوف یعنی زید معروفہ ہے اور صفت حسن الوجہ نکرہ ہے۔

قولہ الضَّارِبُ زَيْدٌ الْخ اور اسی وجہ سے الضارب زید اور الضارب زید یہ ترکیبیں جائز ہیں اصل میں الضاربان زید اور الضاربون زید تھا اضافت کی وجہ سے نون ثنیہ اور جمع گر گیا تو تخفیف حاصل ہو گئی اور زید مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مکسور ہے۔

قولہ وَأَمْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٌ الْخ الضارب زید یہ ترکیب ممتنع ہے اس لئے کہ اس مثال میں مضاف سے تئیں اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ لام تعریف کی وجہ سے گری ہے تو اضافت سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔

قولہ خِلَافًا لِلْفَرَأْنِ الْخ فرأخوی اس ترکیب کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ الضارب میں لام کا دخول اضافت کے بعد ہوا، لہذا اس میں تئیں اضافت کی وجہ سے حذف ہوئی نہ کہ لام تعریف کی وجہ سے اس لیے اضافت کا

فائدہ حاصل ہے، جمہور کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ اضافت دخول لام سے مقدم ہے دعویٰ بلا دلیل ہے جب کہ ظاہر بھی دخول لام کا اضافت پر مقدم ہونا سمجھ آتا ہے کہ لام تعریف ذات اسم کی تحقیق کے لئے آتا

ہے اور اضافت اس امر کی تحقیق کے لیے ہے جو اسم کو عارض ہے یعنی تخفیف اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذات کا درجہ صفت سے مقدم ہوتا ہے تو دخول لام اضافت پر مقدم ہوا معلوم ہوا کہ تئیں لام تعریف کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

قولہ وَضَعُفَ بِأَنَّهُ إِلَهٌ جَانٌ وَعَبْدُهُ الْخ یہ عبارت ایک اعتراض مقدّر کا جواب ہے۔

اعتراض : فرما کہتے ہیں کہ آپ نے الضارب زید کی مثال کو ناجائز قرار دیا جب کہ الواهب المائۃ اللجان وعبدھا میں تم

بھی اس بات کے قائل ہو کہ الواهب میں تئیں اضافت کی وجہ سے گری ہے جب کہ اس پر الف لام بھی داخل ہے تو الضارب زید کے اندر بھی مان لینا چاہیے کہ تئیں اضافت کی وجہ سے گری ہے۔

جواب: یہ قول ضعیف ہے اور اس مرتبہ کا نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔

اعترض: فرما اس شعر سے ایک اور طریقے سے استدلال کرتے ہیں کہ عبدھا کا عطف المائۃ پر ہو رہا ہے اور الواہب اس کی طرف مضاف ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے جو قید ہوتی ہے وہ معطوف کی طرف بھی راجع ہوتی ہے تو گویا عبارت اس طرح ہوئی کہ الواہب المائۃ الھجان، والواہب عبدھا، اور الواہب عبدھا یہ الضارب زید کی مثل ہے تو جب یہ صحیح ہے تو الضارب زید بھی صحیح ہونا چاہیے۔

جواب: شاعر کا یہ قول ضعیف ہے اور درجہ فصاحت سے ساقط ہے اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں

فائدہ: پورا شعر یوں ہے الْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهَجَانَ وَعَبْدَهَا عُوْذًا يُزَجِّیْ خَلْفَهَا اَطْفَالَهَا ہجان سفید اونٹنیوں کو کہتے ہیں یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے ناقۃ ہجان بروزن حمار، اور نوق ہجان بروزن رجال، عوذاً عامد کی جمع ہے بمعنی نوزائیدہ، یزجی باب تفعل سے واحد نہ کر غائب کا صیغہ بمعنی ہانکنا اور چرانا، اور اطفالہا مفعولیت کی بنا پر منصوب ہے یا یہ مجہول کا صیغہ ہے اس صورت میں اطفالہا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا یعنی میرا ممدوح سو سفید اونٹنیاں جنہوں نے ابھی پہنے ہیں مع ان کے چرانے والے خادم مٹنے والا ہے جو کہ ان کے بچوں کو ہانکتے ہیں۔

الْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهَجَانَ وَعَبْدَهَا عُوْذًا يُزَجِّیْ خَلْفَهَا اَطْفَالَهَا

ترکیب: اگر لفظ شعر مراد ہو تو یہ شعر فاعل ہوگا ضعف فعل کا تو فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگا اور اگر معنی شعر مراد ہو تو ترکیب یوں ہے الواہب صیغہ صفت مضاف المائۃ مبدل منہ الھجان بدل الکل بدل مبدل منہ سے مل کر ذوالحال عوذ احوال، حال ذوالحال مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف، عبدھا مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، یزجی فعل، ہو ضمیر مستتر راجع بسوئے عبد فاعل، خلفھا مضاف منہ الیہ مل کر مفعول فیہ، اطفالھا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ یزجی فعل اپنے فاعل مفعول بہ، اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ صفت ہوئی عبد موصوف کی موصوف صفت مل کر معطوف، المائۃ الھجان معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ الواہب مضاف کا، جو مجرور لفظ اور مفعول بہ منصوب محلا صیغہ صفت، الواہب مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر مبتدا محذوف ممدوحی کی، ممدوحی مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قوله إِنَّمَا حَازَ الضَّارِبُ الرَّجُلَ | یہ عبارت ایک اعتراضِ مقدر کا جواب ہے

اعتراض: فراء کہتے ہیں کہ الضارب فاعل بھی، الضارب زید کی طرح ہے کہ جیسے الضارب الرجل میں اسم فاعل مفعول کی طرف مضاف ہے اسی طرح الضارب زید میں بھی اسم فاعل مفعول کی طرف مضاف ہے تو الضارب الرجل کی طرح الضارب زید بھی صحیح ہونا چاہیے۔

جواب: قاعدہ کے مطابق تو الضارب الرجل بھی صحیح نہ ہونا چاہیے کہ اس میں تین اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ لام کی وجہ سے گری ہے لیکن ہم نے اسے الحسن الوجہ کی مختار وجہ پر قیاس کرتے ہوئے جائز قرار دیا یعنی وجہ کا اضافت کی وجہ سے محذور ہونا اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں معرف بالدام ہیں اور مضاف صیغہ صفت ہے۔

قوله وَالضَّارِبُكَ وَشَنِئْتُهُ |

اعتراض: یہاں سے پھر فراء نے اعتراض کیا ہے کہ تم الضاربک میں اضافت کے قائل ہو تو الضارب زید کے اندر بھی اضافت کے قائل ہونا چاہیے۔

جواب: جمہور نحوی الضاربک میں اضافت کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ اکثر کا مذہب یہ ہے کہ اس میں الف لام الذی کے معنی میں ہے اور الضارب ضرب کے معنی میں اور ک ضمیر مفعول ہے لہذا ان کے مطابق فراء کا استدلال صحیح نہ ہوا۔

جواب ۲: اگر اس میں اضافت کو تسلیم بھی کر لیا جائے جیسے بعض کا مذہب ہے پھر فراء کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ الضاربک کو ضاربک پر قیاس کرتے ہیں اور ضاربک میں تین اتصالات ضمیر کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ تو الضاربک میں بھی تین اتصالات ضمیر کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کے سبب سے۔

وَلَا يُضَافُ مَوْصُوفٌ إِلَى صِفَةٍ وَلَا صِفَةٌ إِلَى مَوْصُوفٍ هَا وَمِثْلُ مَسْجِدِ النَّجَافِ
وَجَانِبِ الْغَرْبِيِّ وَصَلْوَةُ الْأُولَى بِقَلَّةِ احْتِمَاءٍ مُتَاوَلٍ وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيفَةٍ
وَأَخْلَاقُ ثِيَابٍ مُتَاوَلٍ وَلَا يُضَافُ اسْمُهُ مُمَاتِلٌ لِلْمُضَافِ إِلَيْهِ فِي الْعُقُومِ
وَالْخُصُوصِ كَلَيْثٍ وَأَسَدٍ وَحَبِيبٍ وَمَنْعٍ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاجِعِ
وَعَنِ الشَّيْءِ فَإِنَّهُ يُخْتَصُّ بِهِ وَقَوْلُهُمْ سَعِيدٌ كَرَرٌ وَنَحْوُهُ مُتَاوَلٌ۔

ترجمہ: اور نہیں مضاف کیا جائے گا موصوف کو صفت کی طرف اور نہ ہی صفت کو موصوف کی طرف اور مسجد الجامع اور جانب الغربی اور صلوٰۃ الاولیٰ اور بقلۃ الحمتاء جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور جرر قطیفۃ اور اخلاق ثیاب جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور نہیں مضاف کیا جائیگا وہ اسم جو مضاف الیہ کے برابر ہو عموم اور خصوص میں جیسے لیٹ اور اسد اور جس اور منع فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف کل الدراہم اور عین الشئ کے کہ اس میں مضاف خاص ہو جاتا ہے مضاف الیہ کے سبب اور ان کے قول سعید کرز اور اس کی مثل میں تاویل کی گئی ہے۔

تشریح: قوله وَلَا يُضَافُ مَوْصُوفٌ إلَیْهِ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ موصوف کی صفت کی طرف اور صفت کی موصوف کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی کیونکہ صفت موصوف کا عین ہوتی ہے جب کہ مضاف اور مضاف الیہ آپس میں مغایر ہوتے ہیں اگر موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا جائے تو عینیت میں غیریت لازم آئے گی اور یہ باطل ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ موصوف یا تو صفت سے انحصار ہوتا ہے یا مساوی جب کہ مضاف ہمیشہ مبائن ہی ہوتا ہے تو موصوف کے مضاف ہونے کی صورت میں اس کا ایک وقت مساوی اور مبائن ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

قوله وَلَا صِفَّةٌ إلَیْ مَوْصُوفِہَا إلَیْ اور نہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہو سکتی ہے کیونکہ صفت کے مضاف ہونے کی صورت میں اسے مقدم ہونا چاہیے کیونکہ مضاف مضاف الیہ سے مقدم ہوتا ہے حالانکہ صفت بعد میں ہوتی ہے اور اگر اسے صفت کی حیثیت سے موخر کریں تو مضاف کا موخر ہونا لازم آئے گا حالانکہ مضاف مقدم ہوتا ہے اس لیے صفت موصوف کی طرف مضاف نہیں ہو سکتی۔

قوله وَمِثْلُ مَسْجِدِ الْجَامِعِ إلَیْ یہ عبارت ایک اعتراض مقدّر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا جب کہ بعض مثالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہو رہا ہے جیسے مسجد الجامع میں مسجد کی اضافت الجامع کی طرف اور جانب الغربی میں جانب کی اضافت الغربی کی طرف اور صلوٰۃ الاولیٰ میں صلوٰۃ کی اضافت الاولیٰ کی طرف اور بقلۃ الحمتاء میں بقلۃ کی اضافت الحمتاء کی طرف یہ ساری مثالیں اضافۃ الموصوف الی الصفت کے قبیل سے ہیں۔

جواب: مصنفؒ نے فرمایا کہ اس طرح کی تراکیب میں تاویل کی جائے گی چنانچہ پہلی مثال میں الجامع مسجد کی صفت نہیں بلکہ اس کا موصوف الوقت محذوف ہے اسی مسجد الوقت الجامع کیونکہ انسانوں کو جمع کرنے والا نماز کا وقت ہوتا ہے مسجد نہیں تو مسجد کا مضاف الیہ الوقت ہے جو محذوف ہے۔

نہیں ورنہ ضروری ہو تا کہ تمام اوقات میں انسان مسجد میں جمع ہوں اسی طرح تیسری مثال میں الاولیٰ صلوٰۃ کی صفت نہیں بلکہ اس کا موصوف الساعۃ محذوف ہے ای صلوٰۃ الساعۃ الاولیٰ اور دوسری مثال میں الغریٰ کا موصوف المکان محذوف ہے ای جانب المکان الغریٰ اور چوتھی مثال میں الحمقاء کا موصوف الحبہ محذوف ہے ای بقلہ الحبہ الحمقاء لہذا ہمارا قاعدہ کہ موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں ہوتا سلامت رہا۔

قوله وَمِثْلُ جَرْدٍ قَطِيفَةٍ الخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: اعتراض یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ صفت موصوف کی طرف مضاف نہیں ہو سکتی جب کہ بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن میں صفت موصوف کی طرف مضاف ہے جیسے جرد قطیفہ میں جرد صفت کی قطیفہ موصوف کی طرف اضافت ہے اور اخلاق ثیاب میں اخلاق صفت اپنے موصوف ثیاب کی طرف مضاف ہے۔

جواب: ان مثالوں میں بھی تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ اگرچہ موصوف ذات پر دلالت کرتا ہے اور کبھی صفت میں ایہام ہوتا ہے اور کبھی صفت کو ممزولہ ذات کے قرار دیتے ہیں لہذا جرد کو ممزولہ ذات قرار دیا ہے اور جرد اسم جنس ہے اس لئے اس میں ایہام ہے تو ایہام کو دور کرنے کے لئے قطیفہ لائے تو یہاں صفت کی موصوف کی طرف اضافت نہیں ہے بلکہ جرد جو ایک جنس مبہم ہے تو اسے قطیفہ کی طرف مضاف کیا تاکہ ایہام ختم ہو جائے اسی طرح اخلاق ثیاب میں اخلاق اسم جنس ہے اس لئے اس میں ایہام ہے اس ایہام کو دور کرنے کے لئے ثیاب لائے تو ان دونوں مثالوں میں صفت کی موصوف کی طرف اضافت نہیں۔

قوله وَلَا يُضَافُ اِسْمٌ مُّمَاثِلٌ الخ | جب دونوں اسم عموم اور خصوص میں برابر ہوں تو ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرنا جائز نہیں کیونکہ اضافت سے مقصود یا تو تعریف ہوتی ہے یا تخصیص جب دونوں اسم عموم و خصوص میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں تو ان میں اضافت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا جیسے لیث اور اسد اور جس اور منع پہلی مثال ان ہترافین کی ہے جو کہ اعیان سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسری مثال ان مترافین کی ہے جو معانی اور احداث کے قبیل سے ہیں چنانچہ لیث الاسد اور منع الجبس کہنا صحیح نہیں۔

قوله بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاهِمِ الخ | یعنی عام کی خاص کی طرف اضافت جائز ہے کیونکہ اس سے مضاف میں تخصیص پیدا ہوتی ہے جیسے کل الدراہم میں مضاف عام ہے کہ اس سے مراد دراہم بھی ہو سکتے ہیں اور دنانیر بھی تو اضافت کی

وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی اور کل دراہم کے ساتھ خاص ہو گیا اسی طرح لفظ عین اضافت سے پہلے عام تھا موجود اور معدوم دونوں کو شامل تھا جب عین کی اضافت شی کی طرف ہوئی تو اس میں تخصیص پیدا ہو گئی کہ اس سے مراد موجود ہے نہ کہ معدوم۔

قوله وَقَوْلُهُمْ سَعِيدٌ كَرَزٍ اِنْ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ جو دو اسم عموم و خصوص میں مساوی ہوں تو وہاں اضافت درست نہیں جب کہ سعید کرز والی مثال میں سعید کی اضافت کرز کی طرف ہو رہی ہے جب کہ یہ دونوں مماثل ہیں۔

جواب: اس مثال میں تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ مضاف سے مراد مسمیٰ کی ذات ہے اور مضاف یہ ہے۔

لفظ مراد ہے تو سعید کرز کے معنی ہوئے کہ وہ ذات جو لفظ کرز کے ساتھ مسمیٰ اور ملقب ہے اب یہ دونوں مماثل نہیں۔

وَإِذَا أَضِيفَ الْإِسْمُ الصَّحِيحُ أَوْ الْمُلْحَقُ بِهِ إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كَسِرَ آخِرُهُ وَ
الْيَاءُ مَفْتُوحَةٌ أَوْ سَاكِنَةٌ فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ أَلِفًا ثُبُتَ وَهَذَيْنِ لُقْبُهَا لِعَبَرِ
التَّثْنِيَةِ يَاءٌ وَإِنْ كَانَ يَاءً أَدْعِمَتْ وَإِنْ كَانَ وَاوًا قَلْبَتْ يَاءٌ وَأَدْعِمَتْ
أَوْفَتْحَتْ الْيَاءُ لِلْسَّاكِنَيْنِ وَأَمَّا الْأَسْمَاءُ السِّتَّةُ فَأَخِي وَأَيُّ، أَجَارَ الْمُبْرَدُ
أَخِي وَأَيُّ وَتَقُولُ حَمِي وَهَمْنِي وَيُقَالُ فِي فِي الْأَكْثَرِ وَفَمْنِي وَإِذَا قُطِعَتْ قِيلَ أَخُ
وَأَبُ وَحَمٌ وَهَمٌّ وَفَمٌ وَفَتَحَ الْيَاءُ أَفْصَحَ بَيْنَهُمَا وَجَاءَ حَمٌ بِمِثْلِ يَدٍ وَحَبٌّ وَدَلُو
وَعَحْنًا مُطْلَقًا وَجَاءَ هَمٌّ بِمِثْلِ يَدٍ مُطْلَقًا وَذُو لَا يُضَافُ إِلَى مُخَمَّرٍ وَلَا يُقْطَعُ

ترجمہ: اگر جب اضافت کی جائے اسم صحیح کی یا جاری مجری صحیح کی یا تے متکلم کی طرف تو اس کے آخر کو

کسر دیا جائے گا اس میں صحیح اور ملحق کے درمیان میں یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں یاء مفتوحہ ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں یاء ساکنہ ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں واء ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں واو ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں ہاء ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں حاء ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں خاء ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں عین ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں سین ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں ظہیر ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں ذہیر ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔ اگر آخروں میں ذہیر ہو تو اس کے بعد یاء عریضہ آئے گی۔

(کبھی کبھی) اور جب قطع کر دیا جائے ان اسماء کو (اضافت سے) تو کہا جائیگا ان اور اب اور حم اور هن اور فا کا فتح زیادہ فصیح ہے ان دونوں (کسرہ اور ضمہ) سے اور آیا ہے حم مثل ید اور خب اور دلو اور عصا کے مطلقاً اور هن ید کی طرح آیا ہے مطلقاً اور ذو مضاف نہیں ہوتا ضمیر کی طرف اور نہ ہی اسے اضافت سے قطع کیا جاتا ہے۔

تشریح: قوله وَإِذَا أُضِيفَ الْإِسْمُ الصَّحِيحُ اس عبارت سے مصنفہ یائے متکلم کی طرف اضافت کے قواعد بیان کرتے ہیں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کر دی جائے تو اس اسم کا آخر یاء کی مناسبت سے مکتوب ہوگا اور خہ دیاؤ کو ساکن اور مفتوح دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔
نکتہ اس لئے کہ حذف الحركات ہے اور سکون اس لئے کہ اس میں بھی تخفیف پائی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اس میں صحیح و غلط ہے کہ جس کے آدھے میں حرف علت نہ ہو جیسے زید اور جاری مجری صحیح وہ ہے جس کے آدھے میں حرف علت ہو جیسے زید اور جاری مجری غلط۔

[illegible]

قوله وَإِنْ كَانَ وَآوًا قُلِبْتَ يَاءً ۖ

چوتھا قاعدہ یہ ہے کسی اسم کے آخر میں وا ہو اور یہ متکلم کی طرف اشارہ ہو تو اسے یاء سے بدل دیا جائے گا۔

قوله وَأَمَّا الْأَسْمَاءُ الرَّسْمِيَّةُ الْح | اسمائے ستہ مکبرہ میں سے اب اور اخ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو جمہور کے ہاں محذوف حرف واپس نہ آئے گا کہ اب اصل میں ابو تھا اور اخ اصل میں اخو تھا تو اضافت کی صورت میں ابی اور افی کہیں گے ابی اور افی نہ کہیں گے مگر تو کے نزدیک محذوف یعنی واؤ واپس آجایگا اور اسے یاء سے بدل کر یا میں مدغم کیا جائے گا تو ابی اور افی ہو جائے گا جمہور کی دلیل یہ ہے کہ کثرت استعمال مقتضی تخفیف ہے اسلئے آخری حرف جو محذوف ہو کر نسیا ہو چکا ہے اضافت کے وقت واپس نہ آتا چاہیے۔

قوله وَتَقُولُ حَمِي وَهَنِي الْح | حم اور هن اصل میں حمو اور ہنو تھے اضافت الیاء متکلم کے وقت محذوف کو واپس لائے بغیر بالاتفاق حی اور ہنی کہا جائیگا حم عورت کے سر الی رشتہ دار یعنی دیور کو کہتے ہیں اور ہن شرمگاہ کو اس لئے مصنف نے و تقول مبنی کا صیغہ استعمال کیا۔

قوله وَيُقَالُ فِيهِ الْأَكْثَرُ الْح | ہم اصل میں فوہ تھا کہ حذف کر دیا گیا فوہ گیا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کر دیا اور یاء کی مناسبت سے ما قبل کو کسرہ دیافی ہو گیا اور یہی اکثر نحاۃ کا مذہب ہے بعض نحوی واؤ کو میم سے لیتے ہیں کہ دونوں تریب الحراج ہیں اور فی پڑھتے ہیں لیکن راجح مذہب جمہور کا ہے۔

قوله وَإِذَا قُطِعَتْ الْح | جب اسمائے ستہ مکبرہ میں اضافت ختم کر دی جائے تو اعراب کی تینوں وجوہ ان پر وارد ہوں گی جیسے جاء اخ و حم و هذا هن اور هذا فم، فم میں تین لغات ہیں (۱) فتح الفاء فم (۲) بکسر الفاء فم (ع ۳) ہنم الفاء فم لیکن ضمہ اور کسر ہاں سے فقہ زیادہ فصیح ہے کیونکہ فتح اخف الحركات ہے۔

قوله وَجَاءَ حَمُّ الْح | لفظ حم میں چند لغات ہیں (۱) مطلق ید کی طرح پڑھا جائے یعنی حالت اضافت و عدم اضافت دونوں میں محذوف واپس نہ آئے (۲) مطلقا خب کی طرح پڑھا جائے یعنی حالت اضافت و عدم اضافت دونوں میں مسموز پڑھا جائے حمو (۳) مطلق دلو کی طرح پڑھا جائے یعنی دونوں حالتوں میں واو کے ساتھ پڑھا جائے حمو (۴) مطلق عصا کی مثل پڑھا جائے یعنی اس کا اعراب تقدیری ہو حالت اضافت و عدم اضافت میں اور حالت اضافت میں اس کے آخر میں الف بڑھا کر یوں پڑھا جائے حمای حماک۔

قوله وَجَاءَ هَنُّ الْح | هن میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ حالت اضافت و غیر اضافت میں ید کی طرح پڑھا جائے یعنی جیسے ید میں حرف محذوف واپس نہیں آتا هن میں بھی نہ آئے گا اور حالت رفع نصب جرتیوں حرکتیں اس پر جاری ہوں

قوله وَذُو لَا يُضَافُ إلخ | اسماء ستہ مکبرہ میں ذو ہے یہ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی اصل وضع یہ ہے کہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو اور ضمیر اسم جنس نہیں تو ضمیر کی طرف اضافت کی صورت میں خلاف وضع لازم آئے گا اور یہ بغیر اضافت کے بھی مستعمل نہیں ہوتا۔

اعتراض : آپ نے کہا کہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا جب کہ اللہ صلی علی محمد وذوہ میں ذو ضمیر کی طرف مضاف ہے اسی طرح ایک شعر ہے وکفی ارید بہ الذوینا اس میں بھی ذو کی اضافت ضمیر کی طرف ہو رہی ہے۔
جواب : ان مثالوں میں ذو کا ضمیر کی طرف مضاف ہونا شاذ ہے عام استعمال میں یہ اسم جنس کی طرف ہی مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں۔ نَقَتَ مَبْعُورَاتٍ بِحَدِّ اللَّهِ تَعَالَى۔

محمد امجد علیؑ عفی عنہ

فاضل دی الزعمی فیصل آباد
 پاکستان

التوابع

التَّوَابِعُ كُلُّ ثَانٍ بِأَعْرَابٍ سَابِقِهِ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ النَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلَى
مَعْنَى فِي مَشْبُوعِهِ مُطْلَقًا وَفَائِدَتُهُ تَخْصِصٌ أَوْ تَوْضِيحٌ وَقَدْ يَكُونُ
لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ أَوْ الذَّمِّ أَوْ التَّوَكُّيدِ نَحْوُ نَفْخَةٍ وَاجِدَةٍ وَلَا فَضْلَ بَيْنَ أَنْ
يَكُونَ مُشْتَقًّا أَوْ غَيْرَهُ إِذَا كَانَ وَضْعُهُ لِعَرْضِ الْمَعْنَى عُمُومًا نَحْوُ تَمِيمِي
وَذِي مَالٍ أَوْ خُصُوصًا مِثْلُ مَرَزْتُ بِرَجُلٍ آتَى رَجُلٍ وَمَرَزْتُ بِهَذَا الرَّجُلِ
وَبَزَيْدٍ هَذَا وَتُوصَفُ التَّنْكِرَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ وَيَلْزَمُ الضَّمِيرُ۔

ترجمہ: توابع ہر وہ دوسرا (اسم) ہے جو اپنے سابقہ اسم کے ساتھ اعراب میں موافق ہو ایک ہی جہت سے
صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنی، حالت کرے مطلقاً اور اس کا فائدہ تخصیص ہے یا توضیح اور کبھی
صفت محض تعریف یا مذمت باتا کیلئے بھی ہوتی ہے جیسے نفخہ واحدہ اس سے کوئی فرق نہیں آتا کہ صفت مشتق
ہو یا غیر مشتق جب کہ اسکی وضع معنی کی غرض کے لئے ہو تمام استعمالات میں جیسے تیمی اور ذمال یا بعض استعمالات
میں جیسے مررت برجل ای رجل اور مررت بھذا الرجل اور بزید ہذا اور نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاتی ہے اور (اس وقت
جملہ میں) "الزنی ہے۔"

تشریح: قوله التَّوَابِعُ الخ | توابع تابع کی جمع ہے جیسے کوائل کاہل کی جمع ہے یہ وصفیت سے اسمیت کی
طرف منقول ہے تابع کسی کلمے میں موجود وہ دوسرا اسم ہے جو پہلے اسم کے ایک ہی جہت سے اعراب میں موافق ہو یعنی
اگر پہلا اسم بنا پر فاعلیت کے مرفوع ہو تو دوسرا بھی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو جیسے جاءنی زید العاقل میں العاقل
زید کا تابع ہے اور جیسے زید فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے العاقل بھی فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے اور اگر پہلا اسم مفعولیت کی بنا
پر منسوب ہو تو دوسرا بھی مفعولیت کی بنا پر ہی منصوب ہو جیسے رایت رجلاً عاقلاً اسی طرح مجرور کہ مجھ لیں جیسے مررت
قال۔

فوائد قیود: کل ثان، منزله جنس کے ہے ہر دوسرے اسم کو شامل ہے جیسے توابع مبتدا ان

کی خبر اور باب ظنت کا مفعول ثانی اور ان وغیرہ کی خبر جب با عراب سابقہ کما تو اس سے مبتدا کی خبر اور باب ظنت کے مفعول ثانی کے سوا سب خارج ہو گئے کیونکہ ان پر سابقہ اسم کا اعراب نہیں ہونا اور جب من سے مفعول ثانی سے مبتدا کی خبر اور باب ظنت اور اعطیت کا مفعول ثانی بھی خارج ہو گیا کیونکہ یہ پچھلے اسم کے ساتھ اعراب میں مل کر جاتے ہیں مگر ایک جہت سے نہیں کیونکہ مبتدا اور خبر میں عامل معنوی یعنی تجرید مختلف حیثیتوں سے مل کر جاتا ہے۔ مبتدا میں مسند الیہ ہونے کی حیثیت سے اور خبر میں مسند ہونے کی حیثیت سے اور ان کا اعراب میں مل کر جاتا ہے۔ نہیں ہے اور باب ظنت میں مفعول اول مظلون نہ ہونے کی حیثیت سے اور مفعول ثانی مظن ہونے کی حیثیت سے۔ منصوب ہوتا ہے اسی طرح باب اعطیت میں مفعول اول معطی نہ ہونے کی حیثیت سے اور ثانی معطی ہونے کی حیثیت سے۔ منصوب ہوتا ہے اس لیے ان کا اعراب من جہۃ واحدہ نہیں ہے۔

فائدہ: توابع کی پانچ قسمیں ہیں (۱) صفت (۲) عطف بحرف (۳) بدل (۴) تاکید (۵) عطف بیان۔

قوله الْتَعْتُ تَابِعُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ صفت کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ صفت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنی پر بغیر کسی تقيّد کے دلالت کرے بعض نحو یوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ صفت وہ تابع ہے جو متبوع کی اچھی یا بری حالت کو ظاہر کرے جیسے جاء فی رجل عالم اس مثال میں عالم نے رجل کی علمی حالت کو ظاہر کیا ہے۔
قوله وَفَاكِدَتْهُ تَخْصِيصُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ صفت کے فوائد بیان کرتے ہیں صفت کے بہت سے فائدے ہیں

(۱) تخصیص، جب کہ کمرہ کی صفت ہو جیسے جاء فی رجل عالم اس میں تخصیص ہوگی کہ میرے پاس عالم آدمی ہے۔
(۲) توضیح، جب کہ معرفہ کی صفت لائی جائے جیسے جاء فی زیدہ التاجر لفظ تاجر نے موصوف کی وضاحت دی۔
(۳) اور کبھی محض مدح و ثنائی کیلئے ہوتی ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم (۴) اور کبھی مذمت کیلئے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اس میں الرجیم صفت شیطان کی مذمت بیان کرنے کے لئے لائی گئی ہے (۵) اور کبھی محض تاکید کے لئے صفت لائی جاتی ہے جیسے نفخة واحدة نفخة میں تاء وحدت پر دلالت کرتی ہے لیکن واحدة کو محض تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

قوله وَلَا فَضْلَ الْعِلْمِ | بعض نحاۃ کا کہنا ہے کہ صفت کے لئے مشتق ہونا ضروری ہے اور اگر کبھی غیر مشتق ہو تو اسے مشتق کی تاویل میں کرتے ہیں مصنف فرماتے ہیں کہ صفت مشتق بھی ہو سکتی ہے اور غیر مشتق بھی بطریقہ وہ متبوع کے معنی پر دلالت کرے، پھر اس صفت میں کبھی عموم ہوتا ہے یعنی متبوع کے معنی پر اسکی دلالت تمام استعمالات میں پائی جائیگی جیسے لفظ تمیمی ہر اس شخص پر دلالت کرتا ہے جو مہتمم سے تعلق رکھتا ہو اور جیسے لفظ ذوال ہر مال والے پر دلالت کرتا ہے۔

قوله أَوْ خُصُوصًا الْعِلْمِ | اسکا عطف عموماً پر ہے مطلب یہ ہے کہ اس غیر مشتق کی وضع متبوع کے معنی پر دلالت کرنے میں بطریق خصوص ہو یعنی بعض مواضع میں متبوع کے معنی پر دلالت کرے جیسے مررت برجل آئی رجل میں آئی رجل کمال آدمیت پر دلالت کرتا ہے لہذا وہ رجل کی صفت ہے اسی طرح مررت بھذا الرجل میں ہذا ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے اور الرجل ذات معین پر اور ذات معین کی خصوصیت بمنزلہ ایسے معنی کے ہے جو ذات مبہم میں پائے جاتے ہیں اس اعتبار سے الرجل کو ہذا کی صفت بنانا درست ہے اور مررت بھذا میں چونکہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو زید میں پائے جاتے ہیں اس لئے ہذا کو زید کی صفت بنانا صحیح ہے۔

قوله وَتَوْصَفُ التَّنَكُّرُ الْعِلْمِ | یہاں سے صاحب کافہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی تنکرہ کی صفت جملہ خبریہ بھی ہوتی ہے لیکن جملہ خبریہ میں ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو تنکرہ کی طرف لوٹے جیسے جاء فی رجل ابوہ عالم اس مثال میں ابوہ عالم جملہ خبریہ ہے اور اس میں ضمیر ہے جو تنکرہ کی طرف لوٹتی ہے تاکہ موصوف اور صفت میں ربط پیدا ہو جائے۔

فائدہ : جملہ خبریہ کی قید سے جملہ انشائیہ نکل گیا کیونکہ جملہ انشائیہ صفت نہیں بن سکتا اس لئے کہ وہ صدق و کذب کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔

وَتَوْصَفُ بِحَالِ الْمُوصُوفِ وَبِحَالِ مُتَعَلِّقِهِمْ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهُ
فَالْأَوَّلُ يَتَّبَعُهُ فِي الْأَعْرَابِ وَالتَّعْرِيفِ وَالتَّنْكِيرِ وَالْإِفْرَادِ وَالتَّنْبِيهِ وَالْجَمْعِ
وَالْتَذَكُّيرِ وَالتَّانِيثِ وَالتَّانِي يَتَّبَعُهُ فِي الْخَمْسَةِ الْأَوَّلِ وَفِي الْمَوَاقِفِ كَالْفِعْلِ
وَمِنْ ثَمَّ حَسَنٌ قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غُلَامُهُ وَضَعْفٌ قَاعِدُونَ غُلَامُهُ وَيَجُوزُ فُعُودُ
غُلَامُهُ وَالْمُضْمَرُ لَا يُوصَفُ وَلَا يُوصَفُ بِهِ وَالْمَوْصُوفُ أَخْصُ أَوْ مُسَاوٍ وَمِنْ
ثَمَّ لَمْ يُوصَفْ ذُو اللَّامِ إِلَّا بِمِثْلِهِ أَوْ بِالْمُضَافِ إِلَيْهِ بِمِثْلِهِ وَإِنَّمَا التَّزِمَ وَصَفُ
بَابِ هَذَا بِذِي اللَّامِ لِلْإِبْهَامِ وَمِنْ ثَمَّ ضَعْفٌ مَرَرْتُ بِهَذَا الْأَبْيَضِ
وَحَسَنٌ بِهَذَا الْعَالِمِ -

ترجمہ: اور وصف بیان کیا جاتا ہے (صفت کے ذریعے) موصوف کے حال کا اور موصوف کے متعلق کے
حال کا جیسے مررت برجل حسن غلامہ پس پہلی قسم (صفت حال الموصوف) موصوف کے تابع ہوتی ہے اعراب
اور تعریف اور تنکیر اور افراد اور تنبیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث میں اور دوسری قسم تابع ہوتی ہے اس (موصوف) کے
پہلی پانچ میں اور باقی میں فعل کی طرح ہے اور اسی وجہ سے (کہ قسم ثانی باقی پانچ میں فعل کی طرح ہے) قام رجل قاعد
غلامہ کی مثال حسن ہے اور قاعدون غلامہ ضعیف ہے اور جائز ہے قعود غلامہ کی مثال اور ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ اس
کے ساتھ صفت لائی جاسکتی ہے اور موصوف اخص ہو گیا مساوی ہو گا اسی وجہ سے صفت نہیں لائی جائے گی معرف باللام
کی مگر اس کی مثل کے ساتھ یا اس کی مثل کی طرف مضاف کے ساتھ اور بے شک باب ہذا کے وصف کا ذی اللام کے
ساتھ التزام کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے ضعیف ہے مررت بهذا الابيض اور حسن ہے مررت بهذا اللعالم -

تشریح: قوله وَتَوْصَفُ بِحَالِ الْمُوصُوفِ الخ | یہاں سے مصنف صفت کی دو قسمیں بیان
کرتے ہیں (۱) صفت حال الموصوف (۲) صفت حال متعلقہ صفت حال الموصوف یہ ہے کہ اس سے ایسے معنی پر دلالت
ہو جو موصوف میں پائے جانے ہیں جیسے جاءنی برجل عالم اور صفت حال متعلقہ وہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو موصوف

کے متعلق میں پائے جاتے ہیں جیسے جاء فی رجل ابوہ عالم اس مثال میں عالم ابوہ کی صفت ہے جو رجل کے متعلق ہے اور مررت برجل حسن غلامہ اس مثال میں حسن غلام کی صفت ہے جو رجل کے متعلق ہے۔

قوله فَالْأَوَّلُ يَتَّبَعُهُ النَحْ | صفت حال الموصوف کی اپنے موصوف کے ساتھ دس چیزوں میں مطابقت ضروری ہے اعراب یعنی (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر میں (۴) تعریف (۵) تنکیر (۶) تذکیر (۷) تانیث میں (۸) افراد میں (۹) ثثنیہ (۱۰) جمع میں ہر ترکیب میں چار کاپایا جانا ضروری ہے اعراب میں سے ایک کا اور افراد ثثنیہ جمع میں سے ایک کا اور تعریف و تنکیر میں سے ایک کا اور تذکیر و تانیث میں سے ایک کا۔

قوله وَالثَّانِي يَتَّبَعُهُ النَحْ | اور دوسری قسم یعنی صفت حال متعلقہ اپنے موصوف کے ساتھ دس چیزوں میں سے پہلی پانچ میں مطابقت ہوگی یعنی رفع نصب جر اور تعریف تنکیر اور ایک ترکیب میں دو کاپایا جانا ضروری ہے اعراب میں سے ایک کا اور تعریف تنکیر میں سے ایک کاپایا جانا ضروری ہے۔

قوله وَفِي الْبَوَاقِي النَحْ | دوسری قسم میں پہلی پانچ میں مطابقت ضروری ہے باقی پانچ یعنی افراد ثثنیہ جمع تذکیر تانیث میں صفت فعل کی طرح ہوگی یعنی جیسے فعل کا فاعل اسم ظاہر ہونے کی صورت میں فعل کو ہر حال میں مفرد ذکر کیا جاتا ہے خواہ فاعل ثثنیہ یا جمع ہی کیوں نہ ہو اسی طرح صفت کا فاعل اسم ظاہر ہو تو صفت مفرد لائی جائے گی خواہ صفت کا فاعل ثثنیہ ہو یا جمع اور جیسے فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں فعل مذکر اور فاعل کے مونث ہونے کی صورت میں فعل مؤنث لایا جاتا ہے اسی طرح فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں صفت مذکر اور مونث کی صورت میں صفت کو مونث لایا جاتا ہے اسی وجہ سے قام رجل قاعد غلامہ کہنا بہتر ہے اس مثال میں غلامان فاعل چونکہ اسم ظاہر ہے اس لئے جمع ہونے کے باوجود اسکی صفت قاعد مفرد ہے لیکن قام رجل قاعدون غلامہ یعنی صفت کو جمع ذکر کرنے کے ساتھ یہ مثال ضعیف ہے کیونکہ فاعل ظاہر ہے اور قام رجل قعود غلامہ کہنا جائز ہے اگرچہ قاعدہ کے مطابق اسے بھی ضعیف ہونا چاہیے تھا کہ صفت یعنی قعود جمع ہے لیکن اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے یہ حکما مفرد ہی ہے جمع نہیں۔

قوله الْمُضْمَرُ لَا يُوصَفُ النَحْ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر نہ موصوف بن سکتی ہے نہ صفت موصوف اس وجہ سے نہیں بن سکتی کہ صفت سے مقصود معرفہ کی توضیح ہے اور ضمیر متکلم اور مخاطب اقسام

معرفہ میں سب سے اعرف و اوضح ہیں لہذا ان دونوں کو توضیح کی ضرورت نہیں اور ضمیر غائب کو ان دونوں پر قیاس کر لیا گیا ہے لہذا اثبات ہوا کہ ضمیر موصوف نہیں بن سکتی اور نہ ہی ضمیر صفت بن سکتی ہے کیونکہ صفت وہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو موصوف میں پائے جاتے ہیں اور ضمیر چونکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اور اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جو موصوف میں پائے جاتے ہیں اس لئے ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی۔

قوله الْمَوْصُوفُ أَخْصُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ موصوف کا صفت سے اخص ہونا ضروری ہے اور کم از کم یہ ہے کہ موصوف صفت کے مساوی ہو موصوف کا صفت سے زیادہ معرفہ اور اخص ہونا اس لیے ضروری ہے کیونکہ موصوف مقصود اصلی ہوتا ہے لہذا ضرورتی ہے کہ موصوف صفت سے اکمل اور اخص ہو اگر اکمل اور اخص نہ ہو تو کم از کم مساوی ہو اگر موصوف صفت سے اخص بھی نہیں اور مساوی بھی نہیں تو فرع کی اصل پر فوقیت لازم آئے گی اور یہ صحیح نہیں۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يُوصَفْ الْخ | اور اس وجہ سے کہ موصوف اخص یا مساوی ہوتا ہے معرف باللام کی صفت یا تو معرف باللام ہی آئے گی اسلئے کہ معرف باللام معرفہ کی تمام اقسام میں سے کمتر ہے اگر اس کی صفت دیگر معرفوں کے ساتھ لائی جائے تو تابع کی متبوع پر فوقیت لازم آئے گی اور یہ صحیح نہیں یا پھر اس اسم کے ساتھ ہوگی جو اس جیسا معرفہ یعنی معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے جاء رجل صاحب القوم۔

قوله وَإِنَّمَا التَّزِمَ وَصَفُ الْخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدار کا جواب ہے۔

اعتراض : جیسے معرف باللام کی صفت معرف باللام اور مضاف الی المعروف باللام دونوں طرح لانا صحیح ہے اسی طرح اسم اشارہ کی صفت بھی معرف باللام اور مضاف الی المعروف باللام لانا صحیح ہونا چاہیے کیونکہ معرف باللام اور مضاف الی المعروف باللام مرتبے میں مساوی ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام ہی لا سکتے ہیں مضاف الی المعروف باللام نہیں لا سکتے۔

جواب : اسم اشارہ میں ایہام ہے اور مضاف الی المعروف باللام بھی مبہم ہوتا ہے وہ اپنا ایہام تو اضافت کے سبب دور کر لیتا ہے لیکن دوسرے کے ایہام کو کیسے دور کرے گا بقول کسے ”او خولثین کم است کرار ہبری کند“ اور بقول شخصے ”خفتہ را خفتہ کے کند ہید نہ“

قوله وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ الْحِمْ اوردیونکہ اسم اشارہ کی صفت معرف باللام سے مقصود ایہام کو دور کرنا ہے اس لئے اگر یہ فائدہ حاصل نہ ہو تو معرف باللام کے ساتھ صفت لانا صحیح نہیں ہوگا جیسے مررت بھذا الایض کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس میں ایہام ہے کہ سفید کیا چیز ہے سفید آدمی ہے یا کپڑا ہے یا کوئی اور چیز ہے جب کہ مررت بھذا العالم کہنا صحیح ہے کیونکہ اس میں ایہام باقی نہیں رہا۔

الْعُطْفُ تَابِعٌ مَقْصُودٌ بِالنِّسْبَةِ مَعَ مَتْبُوعِهِ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَهُ وَيَبِينُ مَتْبُوعَهُ أَحَدُ الْحُرُوفِ الْعَشْرَةِ وَسَيَاتِي مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمَرُو وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوعِ الْمُتَّصِلِ أَكَّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ إِلَّا أَنْ يَقَعَ فَضْلٌ فَيَجُوزُ تَرْكُهُ مِثْلُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيرِ الْمَجْرُورِ أُعِيدَ الْخَافِضُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ وَالْمَعْطُوفُ فِي حُكْمِ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجْزُ فَنِي مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ أَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمَرُو إِلَّا التَّرْفُعُ وَإِنَّمَا جَارَ الَّذِي يَطِيرُ فَيَغْضِبُ زَيْدٌ الدُّبَابُ لِأَنَّهَا فَأَاءَ السَّبَبِيَّةِ وَإِذَا عُطِفَ عَلَى عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ لَمْ يَجْزُ خِلَافًا لِلْفَرَاءِ إِلَّا فِي نَحْوِ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحَجَرَةِ عَمَرُو خِلَافًا لِسَبَبِيَّتِهِ۔

ترجمہ : عطف حرف وہ تابع ہے جو مقصود بالنسبہ ہوا اپنے متبوع کے ساتھ اور اس تابع اور متبوع کے درمیان دس حروف میں سے کوئی حرف ہو اور عنقریب (اسکامیاں) آئے گا جیسے قام زید و عمر و اور جب عطف کیا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو اس کی تاکید منفصل کے ساتھ لائی جائے گی جیسے ضربت انا و زید مگر یہ کہ فاصلہ واقع ہو تو اس (تاکید) کا چھوڑنا جائز ہے جیسے ضربت الیوم و زید اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو جاردوبارہ لایا جائے گا جیسے مررت بک و زید اور اخطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جائز نہیں مازید بقائم او قائما و لا ذاہب عمر و میں مکرر رفع اور بلاشبہ جائز ہے الذی یطیر فیغضب زید الذباب کیونکہ فاسیت کیلئے ہے اور جب عطف کیا جائے دو مختلف عاملوں پر تو جائز نہیں یہ بات فرا کے خلاف ہے مگر فی الدار زید و الحجرۃ عمر و کی مثل میں یہ سیبویہ کے خلاف ہے۔

تشریح: قوله الْعَظْفُ تَابِعُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ عطف بحرف کی تعریف کرتے ہیں عطف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبۃ ہو یعنی جو نسبت متبوع کی طرف ہو رہی ہے وہی تابع کی طرف ہو اور تابع اور متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک ہو جیسے جاء فی زید و عمرو حروف عطف کا بیان آگے آئے گا

فائدہ: حروف عطف دس ہیں واو، فاء، ثم، حتی، اما، او، ام، لا، بل، لیکن

کسی نے ان کو شعر میں یوں بیان کیا

اگر حروف عطف خواہی بے خلل
یاد گیر این نظم و بر خوان ده محل
واو فاء ثم حتی نیز او
با ام اما و لیکن لا و بل

قوله وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوعِ الْخ | ضمیر مرفوع متصل پر جب کسی اسم کا عطف کیا جائے خواہ وہ ضمیر مرفوع مستتر ہو یا بارز تو ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری ہے جیسے ضرمت انا و زید مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا اس لئے ضروری ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کلمہ کا جزء بن گئی ہے اگر بغیر تاکید کے اس پر عطف کیا جائے گا تو کلمہ کے جزء پر مستقل کلمہ کا عطف لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے لیکن جب مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فصل واقع ہو جائے تو پھر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری نہیں کیونکہ فاصلہ قائم مقام تاکید کے ہو جائیگا جیسے ضرمت الیوم و زید اس مثال میں الیوم فاصلہ ہے جو تاکید کے قائم مقام ہے۔

قوله وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيرِ الْمَجْرُورِ الْخ | اور جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے تو جار کا اعادہ ضروری ہو گا جیسے مررت بک و زید اور وجہ یہ ہے کہ جار اور ضمیر مجرور شدت اتصال کی وجہ سے ایک کلمے کی طرح بن گئے ہیں اگر جار کو دوبارہ ذکر نہ کریں تو مستقل کلمے کا عطف کلمے کے جزء پر کرنا لازم آئے گا اور یہ ناجائز ہے

فوائد قیود: عطف بحرف کی تعریف میں لفظ تابع بمنزلہ جنس کے ہے اور جب مقصود بالنسبۃ کہا تو اس سے صفت تاکید عطف بیان نکل گئے کیونکہ یہ مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتے بلکہ صرف ان کا متبوع مقصود ہوتا ہے اور جب مع متبوعہ کہا تو اس سے بدل بھی خارج ہو گیا کیونکہ وہ اپنے متبوع کے بغیر مقصود ہوتا ہے متبوع صرف توطیہ اور تمہید کے لئے ذکر ہوتا ہے۔

قوله وَالْمَعْظُوفُ فِي حُكْمِ الْبَغِ | معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہوگی وہ معطوف کیلئے بھی جائز ہوگی اور جو معطوف علیہ کیلئے ممتنع ہوگی وہ معطوف کیلئے بھی ممتنع ہوگی اسی وجہ سے ماہذ بقائم او قائما ولا ذاہب عمرو میں ذاہب کا جر اور نصب دونوں ناجائز ہیں صرف رفع جائز ہے اگر اسے مجرور یا منصوب پڑھیں تو اس کا عطف بقائم یا قائما پر ہوگا اور یہ دونوں طرح پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قائما میں ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے لیکن ذاہب میں ضمیر نہیں جو زید کی طرف راجع ہو ضمیر اس لئے نہیں کیونکہ اس کا فاعل عمرو موجود ہے حالانکہ اگر معطوف علیہ میں ضمیر ہے تو معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس لئے ذاہب کو مجرور یا منصوب پڑھنا صحیح نہیں اور رفع والی صورت صحیح ہے اس صورت میں ترکیب یوں ہوگی ذاہب خبر مقدم عمرو مبتدا مؤخر اس صورت میں جملے کا جملہ پر عطف ہو جائے گا۔

قوله وَإِنَّمَا جَازَ الَّذِي الْبَغِ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

اعتراض: آپ کا قاعدہ مذکورہ عرب کے اس قول الذی یطیر فیغضب زید الذباب میں زید الذباب سے لڑتے جاتا ہے کہ یطیر میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور یغضب کا عطف یطیر پر ہے مگر یہ ضمیر سے خالی ہے جب کہ مذکورہ قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہے ورنہ عطف جائز نہیں ہوگا اور یہاں بغیر ضمیر کے عطف جائز قرار دے رہے ہیں۔

جواب: ا فیغضب میں فاعطفہ نہیں بلکہ برائے سبب ہے لہذا مذکورہ قاعدہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ کلام عطف میں ہے اور یہ عطف کی قسم سے نہیں۔

جواب: ۲۔ یہاں سبب اور عطف دونوں کیلئے ہے اور معطوف کا حکم بعینہ معطوف علیہ والا اس وقت ہوتا ہے جب فاعل محض عطفہ ہو تو دونوں فعلوں میں ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس فاعل میں سبب کا معنی بھی ہے اور سبب دو جملوں کو ایک حکم میں کر دیتا ہے تو دونوں میں ایک ہی ضمیر کافی ہے جو دونوں کے لئے موصول سے رابطہ بنے گی ہنر لہ مثال ذکر کرنا صحیح ہے۔

قوله وَإِذَا عَطُفَ عَلَى عَامِلَيْنِ الْبَغِ | یہاں سے صاحب کا فیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف جمہور کے ہاں فی الدار زید والجمرة عمرو جیسی

مثال کے علاوہ کہیں جائز نہیں اور فراء مطلقاً جواز کے قائل ہیں اور اس مثال سے استدلال کرتے ہیں کہ جب یہ مثال صحیح ہے تو باقی کو اس پر قیاس کرتے ہوئے صحیح ہونا چاہیے جمہور کا کہنا ہے کہ یہ مثال سماعی ہے اس پر کسی دوسری قسم کی مثال کو قیاس کرنا درست نہیں ہے اور فی الدار والی مثال سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں حرف جار مقدم ہو اس کے بعد اسم مرفوع ہو یا منصوب۔

قوله خِلَافًا لِّسَيِّبَوْنِيهِ الخ [سیبویہ مطلقاً ناجائز کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ فی الدار زید و الحجرة عمرو والی مثال میں جیسے دار میں فی حرف جار عامل ہے اسی طرح والحجرة عمرو میں بھی فی مقدر ہے جیسے زید میں ابتدا عامل ہے اسی طرح عمرو میں بھی ابتدا عامل ہے تو عبارت یوں ہوگی فی الدار زید و فی الحجرة عمرو تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہوگا اور دو مختلف عاملوں کے دو مختلف معمولوں پر عطف نہ ہوا۔

التَّكْنِيدُ تَابِعٌ يُقَرَّرُ أَمْرُ الْمَتْبُوعِ فِي النَّسْبَةِ أَوْ الشُّمُولِ وَهُوَ لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ
فَاللَّفْظِيُّ تَكَرُّرُ اللَّفْظِ الْأَوَّلِ نَحْوُ جَاءَ نَنِي زَيْدٌ زَيْدٌ وَيَجْرِي فِي الْأَلْفَاظِ كُلِّهَا
وَالْمَعْنَوِيُّ بِالْفَاظِ مَحْضُورَةٍ وَهِيَ نَفْسُهُ وَعَيْنُهُ وَكِلَاهُمَا وَكُلُّهُ وَاجْمَعُ وَآكْتَعُ أَتَّبَعُ
وَأَبْصَعُ فَلَاؤَلَانِ يَعْمَانِ بِاخْتِلَافِ صَنِيعَتِهِمَا وَضَمِيرِهِمَا تَقُولُ نَفْسُهُ وَنَفْسُهَا
وَأَنْفُسُهُمَا وَأَنْفُسُهُمْ وَأَنْفُسُهُنَّ وَالثَّانِي لِلْمُشْتَى تَقُولُ كِلَاهُمَا وَكِلَاتَاهُمَا وَالْبَاقِي
لِغَيْرِ الْمُشْتَى بِاخْتِلَافِ الضَّمِيرِ فِي كُلِّهِ وَكُلِّهَا وَكُلِّهِمْ وَكُلِّهِنَّ وَالصِّغِغِ فِي الْبَوَاقِي
تَقُولُ أَجْمَعُ وَجُمَعَاءُ وَأَجْمَعُونَ وَجَمْعٌ وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاجْمَعُ إِلَّا ذُو أَجْزَاءٍ يَصْحُ
إِفْتِرَاقُهَا حِسًّا أَوْ حُكْمًا مِثْلُ أَكْرَمْتُ الْقَوْمَ كُلَّهُمْ وَاشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ بِخِلَافِ
جَاءَ زَيْدٌ كُلُّهُ وَإِذَا أَكَّدَ الضَّمِيرُ الْمَرْفُوعُ الْمُتَّصِلُ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ أَكَّدَ بِمُنْفَصِلٍ
مِثْلُ ضَرَبْتُ أَنْتَ نَفْسَكَ وَآكْتَعُ وَأَخَوَاهُ أَتَّبَاعٌ لَا جَمْعَ فَلَا تَقْدَمُ عَلَيْهِ وَذَكَرَهَا
دُونَهُ ضَعِيفٌ

ترجمہ: تاکید وہ تابع ہے جو پختہ کرتا ہے متبوع کے حال کو نسبت میں یا شمول میں اور وہ (تاکید) لفظی اور معنوی کی طرف تقسیم ہوتی ہے پس تاکید لفظی لفظ اول کو مکرر لانا ہے جیسے جاء فی زید زید اور جاری ہوتی ہے تمام الفاظ

میں اور تاکید معنوی الفاظ محصورہ کے ساتھ مخصوص ہے وہ الفاظ نفس، عین، کلاہما، کلا، اجمع، اجمع، اجمع ہیں پس پہلے دو (نفس، عین) عام ہیں ان کے صیغوں اور ضمیروں کے بدلنے کے ساتھ جیسے تو کہے نفسہ اور نفسہا اور انفسہا اور انفسہم اور انفسہن اور دوسری قسم (یعنی کلاہما) تشبیہ کیلئے آتی ہے جیسے تو کہے ۔ اور کلاہما اور باقی غیر شنی کے لئے آتے ہیں ضمیر کے بدلنے کے ساتھ کلا، کلاہما اور کلہم اور کلہن میں اور باقیوں میں صرف صیغوں کے بدلنے کے ساتھ تو کہے اجمع اور جمعاء اور اجمعون اور جَمْعٌ اور کل اور اجمع کے ساتھ تاکید نہیں لائی جاتی مگر ایسے ذواجزاء کی جن کا افتراق حسیا حکما صحیح ہو جیسے اکرم القوم کھم اور اشتريت العبد کلا خلاف جاء زید کلا کے اور جب تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع متصل کی اور نفس اور عین کے ساتھ تو اس (ضمیر متصل) کی تاکید منفصل کے ساتھ کی جائے گی جیسے ضربت انت فشک اور اتع اور اسکے دوہم مثل (ایع، اجمع) کے تابع ہیں پس یہ اس (ایع) پر مقدم نہیں ہو سکتے اور اجمع کے بغیر ان کا ذکر کرنا ضعیف ہے۔

تشریح : قوله التَّكْيِدُ تَابِعُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تاکید کی تعریف کرتے ہیں تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو پختہ کر دے نسبت میں یا شمول میں تاکہ سننے والے کو کوئی شک باقی نہ رہے جیسے جاء زید بنید اس میں دوسرا زید تاکید کیلئے ہے اسنے پہلے زید کی نسبت کو خوب ثابت کر دیا ہے جو جاء کی طرف ہو رہی ہے کہ زید کے آنے میں کوئی شک نہیں رہا جیسے جاء القوم کھم اس مثال میں کھم تاکید ہے اس نے قوم کے شامل ہونے کو خوب ثابت کیا ہے کہ ساری قوم آگئی ہے ایک بھی باقی نہیں رہا تاکید کی دو قسمیں ہیں ۱- لفظی ۲- معنوی -

فوائد قیود : مصنف کے قول التاکید تابع کے تحت تمام توابع داخل ہیں اور جب یقرر امر المتبوع کہا تو اس سے عطف بحرف اور بدل نکل گئے کیونکہ یہ متبوع کے ال کو پختہ نہیں کرتے اور جب فی النسبہ کہا تو اس سے صفت اور عطف بیان نکل گئے کیونکہ حال متبوع کی تقریر میں لڑتے بلجہ ذات متبوع کی تعیین کرتے ہیں۔

قوله فَاللَّفْظُ لِي تَكْرِيرُ اللَّفْظِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تاکید لفظی کی تعریف کرتے ہیں تاکید لفظی وہ تابع ہے جو لفظ اول کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے جیسے جاء نی زید زید اور یہ تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا نہ اور خواہ وہ مفرد ہو یا نہ بخلاف تاکید اصطلاحی کے کہ یہ صرف اسماء میں جاری ہوتی ہے اور ممکن ہے اس جگہ الفاظ سے مراد اسماء ہوں اس وقت صاحب کافیہ کا یہ قول تاکید اصطلاحی کے مطابق ہو جائے گا۔

وقوله الْمَعْنَوِيُّ بِالْفَافِ مَحْضُورَةٌ الخ ایہاں سے تاکید معنوی کو بیان کرتے ہیں تاکید معنوی

چند الفاظ کے ساتھ خاص ہے یہ آٹھ الفاظ ہیں نفس، عین، کلا، کل، اجمع، اتع، اجمع، اجمع۔

قوله فَالَا وَلَا نِ الْخ | تاکید معنوی کے الفاظ میں سے پہلے دو یعنی نفس اور عین عام ہیں مفرد ثنیہ جمع مذکر مونث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں البتہ متبوع کے لحاظ سے ان کے صیغے اور ضمیریں بدلتے رہیں گے اگر متبوع مفرد ہے تو ضمیر کو بھی مفرد لایا جائیگا جیسے جاء فی زید ففسہ وعینہ جاء تنی هند ففسھا وعینھا اور اگر متبوع ثنیہ ہو تو ضمیر بھی ثنیہ لائی جائے گی جیسے جاء زیدان ففسھما وعینھما اور جاء تنی الهندان ففسھما وعینھما اور اگر متبوع جمع ہے تو ضمیر بھی جمع کی لائی جائیگی جیسے جاء زیدون ففسھم وعینھم وجاء تنی الهندات ففسھن وعینھن۔

قوله وَالثَّانِي لِلْمُثْنِي الْخ | اور دوسری قسم یعنی کلا ہا اور کلا ہما دونوں ثنیہ کیلئے ہیں کلا ہا ثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے جیسے جاء الرجلان کلا ہما اور کلا ہما مؤنث کے لئے جیسے جاء تنی المرأتان کلا ہما۔

قوله وَالْبَاقِي لِغَيْرِ الْمُثْنِي | اور تاکید معنوی کے باقی جتنے الفاظ ہیں وہ سب ثنیہ کے علاوہ یعنی واحد اور جمع کے لئے استعمال ہوتے ہیں مگر لفظ کل میں ضمیروں کے بدلنے کے ساتھ جیسے اشتریت العبد کلہ اور اشتریت الجاریۃ کلاہ اور جاء فی القوم کلہم اور جاء تنی النساء کلھن اور کل کے علاوہ باقی الفاظ میں صیغے بدلیں گے جیسے اشتریت العبد اجمع اتع اتع اجمع اور اشتریت الجاریۃ جمعاء ستعاء ستعاء جمعاء اور جمع مذکر میں اس طرح کہا جائے گا جاء فی القوم اجمعون اکتون اکتون اجمعون اور جمع مؤنث میں اس طرح جاء تنی النسوة جمع اتع اتع اجمع۔

قوله وَلَا يُؤَكِّدُ بِكُلِّ وَأَجْمَعَ الْخ | صاحب کافہ یہاں ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کل اور اجمع کے ساتھ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جس کے اجزاء ہوں چاہے وہ اجزا حسی ہوں جیسے اگر مت القوم کلہم چاہے وہ اجزاء حکمی ہوں جیسے اشتریت العبد کلہ اور جس کے اجزاء نہ حسی ہوں اور نہ حکمی اس کی کل اور اجمع کے ساتھ تاکید لانا جائز نہیں لہذا جاء زید کلہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کے اجزاء نہ حسی ہیں اور نہ حکمی۔

قوله وَإِذَا أَكَّدَ الضَّمِيرُ الْمَرْفُوعُ الْخ | یہاں سے مصنف ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع کی تاکید نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے تو پہلے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا ضروری ہے اگر ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہیں لائیں گے تو بعض جگہوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے زید اگر منی ہو ففسہ اس مثال میں ضمیر متصل کی تاکید نفس کے ساتھ لائی گئی تو درمیان میں ہو ضمیر منفصل کی تاکید لائی

گئی اور اگر تاکید نہ لائیں اور یوں کہیں زید اگر منی فہسہ تو کوئی سمجھے گا کہ فہسہ اگر م کا فاعل ہے اور بعض مثالیں ایسی ہیں جہاں التباس نہیں ہوتا جیسے ضربت انت فہک ان کو بھی طردا للباب زید اگر منی ہو فہسہ جیسی مثالوں پر محمول کیا جائیگا

قوله اَکْتَعَ وَاَخَوَانِهِ اِلٰح | یہاں سے صاحب کافہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اکتع اور اس کی دو مثل یعنی اکتع اکتع اور اکتع یہ الفاظ اکتع کے تابع ہیں یعنی تابع ہو کر استعمال ہوتے ہیں اصلۃ مذکور نہیں ہوتے اور یہ اکتع پر مقدم نہیں ہو سکتے اور ان کا اکتع کے بغیر ذکر کرنا ضعیف ہے۔

الْبَدَلُ تَابِعٌ مَّقْصُودٌ بِمَا نُسِبَ إِلَى الْمَشْبُوعِ دُونَهُ وَهُوَ بَدَلُ الْكُلِّ وَالْبَعْضِ وَالْإِشْتِمَالِ وَالْغَلْطِ فَالْأَوَّلُ مَذْلُومُهُ مَذْلُومُ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي جُرْئُهُ وَالثَّالِثُ بَيْنُهُ وَبَيْنَ الْأَوَّلِ مُلَابَسَةٌ بِغَيْرِهِمَا وَالرَّابِعُ أَنْ تَقْصِدَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ غَلْطْتَ بِغَيْرِهِ وَيَكُونَانِ مَعْرِفَتَيْنِ وَنَكِرَتَيْنِ وَمُخْتَلِفَتَيْنِ وَإِذَا كَانَ نَكِرَةً مِنْ مَعْرِفَةٍ فَالْنَعَةُ مِثْلُ بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَيَكُونَانِ ظَاهِرَيْنِ وَمُضْمَرَيْنِ وَمُخْتَلِفَيْنِ وَلَا يُبَدَلُ ظَاهِرٌ مِنْ مُضْمَرٍ بَدَلُ الْكُلِّ إِلَّا مِنَ الْعَلَائِبِ نَحْوُ ضَرْبَتِهِ زَيْدًا عَظُفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوضَحُ مَشْبُوعُهُ مِثْلُ أَقْسَمَ بِاللَّهِ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ وَفَصْلُهُ مِنَ الْبَدَلِ لَفْظًا فِي مِثْلِ أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشَرِّ

ترجمہ: بدل وہ تابع ہے جو اس چیز کے ساتھ مقصود ہو جس کی نسبت مشبوع کی طرف کی گئی ہے نہ کہ وہ (مشبوع) اور وہ بدل الکل ہے اور (بدل) البعض اور (بدل) الاشتمال اور (بدل) الغلط ہے پس پہلا (بدل الکل) اسے کہتے ہیں کہ اس کا مدلول اول کا مدلول ہو اور دوسرا (بدل البعض) اس (مبدل منہ) کا جزء ہو اور تیسرا (بدل الاشتمال) اسکے اور اول کے درمیان ایک تعلق ہو یعنی (بدل اور مبدل منہ کے درمیان کچھ لگاؤ ہو) ان دونوں (کلیۃ اور جزئیۃ) کے علاوہ اور چوتھا (بدل الغلط) یہ ہے کہ تم قصد کرو اسکی طرف بعد اس کے کہ تم نے اس کے غیر کے ساتھ غلطی کی ہے اور وہ (بدل اور مبدل منہ) دونوں معرفہ ہوتے ہیں اور دونوں نکرہ ہوتے ہیں اور دونوں مختلف ہوتے ہیں اور جب (بدل) نکرہ ہو معرفہ سے پس ہفت لانا ضروری ہوگا جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اور دونوں (بدل اور مبدل منہ) اسم ظاہر ہوں گے

اور ضمیر ہوں گے اور دونوں مختلف ہوں گے (اسم) ظاہر (اسم) ضمیر سے بدل اکل کے طور پر بدل نہیں ہو سکتا مگر (ضمیر) غائب سے جیسے ضربتہ زید - عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کے علاوہ ہو جو اپنے متبوع کو واضح کر دے جیسے اقسام باللہ ابو حفص عمر اور اس کا فرق ہے بدل سے لفظی طور پر جیسے انا ابن التارک البحر کی بھر کی مثل میں۔

تشریح: قوله الْبَدَلُ تَابِعُ النِّحْ یہاں سے صاحب کافیہ بدل کی تعریف کرتے ہیں بدل وہ تابع ہے جو مقصود بالحبس ہو اور متبوع مقصود نہ ہو یعنی متبوع کی طرف جس چیز کی نسبت کی جا رہی ہے تابع کی طرف بھی اس چیز کی نسبت ہو رہی ہو مگر اس نسبت سے بدل مقصود ہے مبدل منہ مقصود نہیں بدل کی چار قسمیں ہیں (۱) بدل اکل (۲) بدل البعض (۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

قوله وَهُوَ بَدَلُ الْكُلِّ النِّحْ بدل اکل وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو یعنی جس پر متبوع دلالت کر رہا ہے بعینہ اس پر بدل بھی دلالت کر رہا ہے بعض نحو یوں نے یہ تعریف کی ہے کہ بدل اکل وہ بدل ہے کہ اس کا اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو جیسے جاء فی زید اخو ک اس مثال میں زید مبدل منہ ہے اور اخو ک بدل ہے اور دونوں کا مصداق ایک ہے۔

قوله وَبَدَلُ الْبَعْضِ النِّحْ بدل البعض وہ ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو بعض نے تعریف یوں کی ہے بدل البعض وہ بدل ہے جو اپنے مبدل منہ کا ایک حصہ ہو جیسے ضرب زید راسہ اس مثال میں راسہ زید سے بدل ہے اور زید کا ایک حصہ اور جزء ہے۔

قوله بَدَلُ الْإِشْتِمَالِ النِّحْ بدل الاشتمال وہ ہے کہ اس کے اور مبدل منہ کے درمیان کلیت و بعثیت کے علاوہ کوئی اور تعلق اور لگاؤ ہو یعنی مبدل منہ اور بدل کے درمیان علاقہ عینیت و بعثیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو جیسے سب زید ثوبہ اس مثال میں ثوبہ زید سے بدل ہے اور اس کا زید سے نہ علاقہ کلیت ہے نہ بجزئیت بلکہ اس کا زید سے لگاؤ ہے

قوله وَبَدَلُ الْغَلَطِ النِّحْ بدل غلط وہ بدل ہے کہ مبدل منہ کو غلط ذکر کرنے کے بعد اس کا قصد کیا جائے بعض نحو یوں نے اس کی یوں تعریف کی ہے کہ بدل الغلط وہ بدل ہے کہ غلط لفظ نکل جانے کے بعد اس کو ذکر کیا جائے جیسے مررت برجل حمار کہ میں ایک مرد کے پاس سے گذرا، نہیں بلکہ ایک گدھے کے پاس سے پہلے سبقت لسانی کی وجہ سے لفظ رجل زبان سے نکل گیا پھر غلطی کے تدارک کے طور پر صحیح اور مقصود لفظ حمار کو ذکر کیا۔

قوله وَيَكُونَانِ مَعْرِفَتَيْنِ الخ | اس عبارت سے مصنف ایک قاعدہ ذکر کرتے ہیں کہ کبھی بدل

اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوتے ہیں جیسے ضرب زید اخوک اور کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں جیسے جاءنی رجل غلام لک اور کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں یعنی ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ میں مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہے یا اس کے برعکس کہ بدل معرفہ اور مبدل منہ نکرہ جیسے جاءنی رجل غلام زید۔

قوله وَإِذَا كَانَ نَكْرَةً مِّنْ مَّعْرِفَةٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب بدل نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ ہو تو اس وقت نکرہ کی صفت لانا ضروری ہے اسلئے کہ نکرہ معرفہ سے کم درجہ کا ہے لہذا نکرہ کی صفت لائیں گے تاکہ مقصود (بدل) غیر مقصود (مبدل منہ) سے کم درجہ کا نہ ہو تو صفت لاکر تخصیص کریں گے تاکہ نکارت کا کچھ نقص زائل ہو جائے جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اس مثال میں ناصیۃ بدل ہے اور نکرہ ہے اور مبدل منہ معرفہ ہے تو نکرہ کی صفت کاذبۃ لائے ہیں۔

قوله وَيَكُونَانِ ظَاهِرَيْنِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں جیسے جاءنی زید اخوک اور کبھی دونوں ضمیر ہوتے ہیں جیسے الزیدون لقیتہم ایام اور کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں اس میں دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل ضمیر ہو جیسے ضربت زید ایام اور دوسری صورت مبدل منہ ضمیر اور بدل اسم ظاہر ہو جیسے ضربت زید اخوک ضربت زید۔

قوله وَلَا يُبَدَّلُ ظَاهِرُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل الکل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ ضمیر متکلم اور مخاطب اعرف المعارف ہیں اور مقصود بدل ہوتا ہے اور اگر ضمیر متکلم اور مخاطب سے بدل بنایا جائے تو اعلیٰ کا ادنیٰ ہونا لازم آتا ہے اس لئے متکلم اور مخاطب سے بدل بنانا صحیح نہیں البتہ ضمیر غائب سے بدل بنانا صحیح ہے اگرچہ وہ معرفہ ہے مگر کم درجہ میں ہے جیسے ضربت زید اسمیں زید کو ضمیر غائب سے بدل بنایا گیا ہے۔

قوله عَطَفُ الْبَيَانِ تَابِعُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ عطف بیان کی تعریف کرتے ہیں عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہیں ہوتا لیکن اپنے متبوع کو واضح کر دیتا ہے بعض نحو یوں نے اس کی یوں تعریف کی ہے کہ عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کی طرح ذات متبوع کے کسی معنی کو تو بیان نہ کرے البتہ اپنے متبوع کے مصداق کو واضح اور

روشن کر دے جیسے اقسام باللہ ابو حفص عمرؓ، ابو حفص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے مگر غیر مشہور ہونے کی وجہ سے صرف ابو حفص کہنے سے اسکا مصداق واضح نہیں ہوتا عمر عطف بیان لانے سے اسکا مصداق واضح ہو گیا۔

فائدہ: ایک اعرابی سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا گھر دور ہے لیکن میری اونٹنی دہلی اور کمزور ہو گئی ہے اسکی پیٹھ زخمی اور اسکے پاؤں میں سوراخ ہو گئے ہیں آپ مجھے اونٹنی عنایت فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ یہ اعرابی جھوٹ بول رہا ہے اور اونٹنی دینے سے انکار کر دیا یہ سن کر اعرابی چلا گیا اور اپنی اونٹنی کے پیچھے پتھر ملی زمین پر چلتا ہوا جا رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا

أَقْسَمَ بِاللَّهِ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ
مَنَا مَسْئَلًا مِنْ نَقَبٍ وَلَا ذَكِيرٍ
إِغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ فَجَرَ

یعنی ابو حفص عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس اونٹنی کو پاؤں کے سوراخ نے چھوا ہے اور نہ پیٹھ کے زخم نے اے اللہ اگر عمرؓ نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو اسے بخش دے اتفاقاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے تھے تو اس کا کلام سنا اور فرمایا اللھم صدق صدق اے اللہ اس اعرابی کے قول کو سچا کر دے پھر حضرت عمرؓ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اپنی اونٹنی سے سامان اتارو اور اس نے سامان نیچے اتارا تو واقعہ وہ ہمارا اور کمزور تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دیہاتی کو اپنا اونٹ دیا اور زاد راہ اور پہننے کے لئے کپڑے دے کر رخصت کیا۔

فوائد قیود: جب تابع کہا تو اسمیں تمام توابع داخل ہیں اور جب غیر مضمیہ کہا تو اس سے صفت نکل گئی اور جب یوضح متبوعہ کہا تو اس سے عطف، عرف بدل اور تاکید خارج ہو گئی۔

قوله وَفَضْلُهُ مِنَ الْبَدَلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ عطف بیان اور بدل میں لفظ اور معنا فرق ہے لفظی فرق تو مصنف نے بیان کر دیا ہے معنا فرق یہ ہے کہ عطف بیان میں متبوع مقصود بالنسبت ہوتا ہے تابع صرف وضاحت کے لئے ہوتا ہے جب کہ بدل میں تابع مقصود بالنسبت ہوتا ہے مبدل منہ صرف توطیہ و تمہید کیلئے ہوتا ہے۔

اعتراض: مصنف نے جب لفظی فرق بیان کر دیا تو معنوی فرق بھی بیان کرنا چاہیے تھا صرف لفظی فرق پر اکتفاء کیوں کیا

جواب: معنوی فرق واضح اور ظاہر تھا تعریفوں سے سمجھ میں آجاتا ہے اور لفظی فرق چونکہ واضح نہیں تھا اس لئے مصنف لفظی فرق کے درپے ہوئے۔

قوله فنی مِثْلُ اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الخ | یعنی عطف بیان اور بدل میں لفظی فرق انا ابن التارک الخ جیسی مثالوں سے واضح ہوتا ہے اور مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع ایسا معرف باللام ہو جس کی طرف ایک صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت کی گئی ہو جیسے اس مثال میں بحر عطف بیان ہے اور البحر معرف باللام اسکا متبوع ہے اس کی طرف اضافت کی گئی صیغہ صفت معرف باللام التارک کی اگر ہم بحر کو عطف بیان مانیں تو کوئی قباحت لازم نہیں آتی لیکن اگر بحر کو البحر کا بدل قرار دیں تو قباحت لازم آئے گی اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے گویا بحر کے شروع میں بھی التارک کو لگانا جائز ہوگا تو عبارت یوں ہوگی التارک بحر اور یہ ناجائز ہے اس لئے کہ یہ ترکیب الضارب زید والی ترکیب کے مثل ہے اور ما قبل میں اسکا ناجائز ہونا معلوم ہو چکا ہے کیونکہ اس میں اضافت کی وجہ سے تخفیف نہیں ہوئی بلکہ الضارب سے تثنیہ الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے ورنہ تک اضافت کے وقت تثنیہ واپس آجاتی حالانکہ واپس نہیں آتی تو تکرار عامل یہاں منع ہوا چنانچہ بدل بنانا بھی منع ہے خلاف عطف بیان کے کہ وہ تکرار عامل کا تقاضا نہیں کرتا عبارت صرف التارک البحر ہوگی جو کہ الضارب الرجل کے مثل ہے اور ما قبل اس کا جواز معلوم ہو چکا ہے اس لئے عطف بیان بنانا صحیح ہے اس شعر کا قائل مراری اسدی ہے۔

فائدہ: پورا شعر یوں ہے اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْتَرٍ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وَقُوعًا
اس شعر میں التارک قاتل اور ضمیر کے معنی میں ہے البکر شہر کا نام ہے اور یاء اسمیں نسبت کی ہے البحر کی سے مراد لقب پہلوان ہے۔ جبکہ نام بشر ہے۔
ترجمہ: میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر کو قتل کر نیا لاسے یا بنا دینے والا ہے بکری بشر کو، حال یہ کہ پرندہ اسکے ارد گرد واقع ہو کر اس کی روح نکلتے کا انتظار کر رہے ہیں۔
ترکیب: اگر مراد لفظ ہو تو یہ لفظ مثل کا مضاف الیہ ہوگا تقدیرا مجرور ہوگا اور اگر مراد معنی شعر ہوں تو

ترکیب یوں ہوگی انا ضمیر مرفوع منفصل محلا مرفوع مبتدأ لفظ مرفوع مضاف التارک صیغہ صفت ہو ضمیر البحر لفظ مجرور محلا منصوب مفعول بہ متبوع بحر مجرور عطف بیان البحر متبوع تابع مثل مفعول بہ اول التارک کا علی حرف جرہ ضمیر مجرور جار مجرور مل کر ظرف مستقر متعلق مثبت فعل کے الطیر ذوالحال ترقب فعل ہی ضمیر اس میں مستتر ذوالحال ضمیر مفعول بہ ترقب کا وقوع جمع واقعہ حال ذوالحال مل کر فاعل پرندہ اسکے ارد گرد واقع ہو کر اس کی روح نکلتے کا انتظار کر رہے ہیں اس لیے کہ انسان میں جب تک روح باقی ہو پرندہ اسکے قریب نہیں آسکتے۔

مطلب: یہ شعر مراری اسدی کا ہے

ترقب فعل کا ترقب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال الطیر سے ذوالحال حال مل کر فاعل۔
 مثبت کا فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مفعول بہ ثانی التارک کا التارک صیغہ صفت اپنے فاعل اور دو مفعولوں
 سے مل کر مضاف الیہ ان کا مضاف اور مضاف الیہ مل کر خبر مبتدئ اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قَدْ خَبَرْتُ خَيْرَ بَحْتٍ وَالتَّوَلَّى بَحْتٌ بِحَمْدٍ لِلَّهِ تَعَالَى

مُحَمَّدٌ أَصْفَرُ عَلُو عَفَى عَنْهُ، ۷

جَامِعَةُ إِسْلَامِيَّةٍ عَرَبِيَّةٍ

مَدَنِي ثَاوَن غَدَمَر مُحَمَّد آباد ۷

فِي صَلَاحِ آباد
ناضل

دَارُ الْعِلْمِ وَالْهُدَى فِي صَلَاحِ

پَاكِسْتَان ۷

المبني

الْمَبْنِيُّ مَا نَاسَبَ مَبْنِيَّ الْأَصْلِ أَوْ وَقَعَ غَيْرُ مُرَكَّبٍ وَالْقَابَةُ ضَمٌّ وَقَتَحٌ وَكَسْرٌ وَ
وَقَفٌ وَحُكْمُهُ أَنْ لَا يَخْتَلِفَ آخِرُهُ لِاخْتِلَافِ الْعَوَاسِلِ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ وَأَسْمَاءُ
الْإِشَارَةِ وَالْمَوْضُولَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَأَسْمَاءُ الْأَفْعَالِ وَالْأَصْوَاتِ
وَبَعْضُ الظُّرُوفِ الْمُضْمَرُ مَا وَضَعَ لِمُتَكَلِّمٍ أَوْ مُخَاطَبٍ أَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظًا
أَوْ مَعْنَى أَوْ حُكْمًا وَهُوَ مُتَّصِلٌ أَوْ مُنْفَصِلٌ فَالْمُنْفَصِلُ الْمُسْتَقِلُّ بِنَفْسِهِ
وَالْمُتَّصِلُ غَيْرُ الْمُسْتَقِلِّ بِنَفْسِهِ وَهُوَ مَرْفُوعٌ وَمَنْصُوبٌ وَمَجْرُورٌ فَلَا وَلَانَ مُتَّصِلٌ
وَمُنْفَصِلٌ وَالثَّلَاثُ مُتَّصِلٌ فَقَطْ فَذَلِكَ خَمْسَةُ أَنْوَاعٍ الْأَوَّلُ ضَرَبْتُ وَضَرَبْتُ
إِلَى ضَرَبْتِ وَضَرَبْتِ وَالثَّانِي أَنَا إِلَى هُنَّ وَالثَّلَاثُ ضَرَبْتَنِي إِلَى ضَرَبْتَهُنَّ وَالثَّنِي إِلَى
إِنَّهُنَّ وَالرَّابِعُ أَيَّاءُ إِلَى أَيَّاهُنَّ وَالْخَامِسُ غَلَامِي وَلِي إِلَى غَلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ۔

ترجمہ: مبنی وہ (اسم) ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یا وہ غیر مرکب واقع ہو اور اسکے القاب ضمہ اور فتح اور کسرہ اور وقف ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوائل کے بدلنے کی وجہ سے نہیں بدلتا اور وہ (مبنی) یہ ہیں مضمرات اسماء اشارہ (اسمائے) موصولہ مرکبات کنایات اور اسماء افعال ((اسماء) اصوات اور بعض ظروف ضمیر وہ (اسم) ہے جسے وضع کیا گیا ہو متکلم یا مخاطب یا غائب (پر دلالت کرنے) کے لئے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو لفظ یا معنیا حکما اور وہ (ضمیر) متصل ہوگی یا منفصل پس منفصل وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے مستقل ہوتی ہے اور متصل اپنی ذات کے اعتبار سے غیر مستقل ہوتی ہے اور وہ (ضمیر) مرفوع اور منصوب اور مجرور ہوگی پس پہلی دو متصل اور منفصل ہوتی ہیں اور تیسری صرف متصل ہوتی ہے پس یہ پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم (مرفوع متصل) ضربت اور ضربت سے لے کر ضربت اور ضربت تک اور دوسری قسم (مرفوع منفصل) انا سے ہن تک تیسری قسم (منصوب متصل) ضربت سے ضربت اور ضربت تک اور انہن تک جو تھی قسم (منصوب منفصل) ایَّاء سے ایَّاهن تک پانچویں قسم (مجرور متصل) غلامی غلامی سے غلامہن اور لہن تک۔

اسمِ مبنی کی تعریف

تشریح: الْمَبْنِيُّ مَا نَاسَبَ الْخ | یہاں سے صاحبِ کافہ اسم کی پہلی قسم معرب کو بیان کرنے کے بعد دوسری قسم مبنی کو بیان کرتے ہیں مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو مبنی الاصل تین چیزیں ہیں (۱) فعل ماضی (۲) امر حاضر معروف (۳) تمام حروف اور مبنی کی دوسری قسم یہ ہے کہ جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف باء تاء اور زید عمرو و بحر وغیرہ جب ان میں سے کوئی مرکب ہو جائے تو وہ معرب بن جائے گا لہذا مبنی کی یہ دوسری قسم مبنی بالفعل اور معرب بالقوة ہے۔

قوله وَ الْقَابَةُ الْخ | اور اس کے القاب متحرک ہونے کی صورت میں ضمہ اور فتح اور کسرہ اور حالت سکون میں وقف ہے اور مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے کی وجہ سے بدلتا نہیں جیسے جاء هذا اور رایت هذا اور مرت لهذا اس مثال میں ہذا مبنی ہے جو عامل کی وجہ سے بدلا نہیں کسی نے فارسی کے شعر میں یوں کہا ہے

مبنی	آن	باشد	کہ	ماند	برقرار
معرب	آن	باشد	کہ	گرود	بار و بار

قوله وَ هِيَ مُضْمَرَاتُ الْخ | یہاں سے صاحبِ کافہ مبنی کی قسمیں بیان کرتے ہیں مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں

(۱) مضمرات (۲) اسماء اشارہ (۳) اسماء موصولہ (۴) مرکبات (۵) اسماء کنایات (۶) اسماء افعال

(۷) اسماء اصوات (۸) بعض ظروف۔

اعترض: یہاں پر اعتراض ہوتا ہے صاحبِ کافہ کو مبنی کی جائے ہو کہنا چاہیے تھا کیونکہ مبنی مذکر ہے لہذا ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں ضمیر مونث کی ہے اور مرجع مذکر۔

جواب: ضمیر مبتدا کو مذکر اور مونث لانے میں خبر کی رعایت ہوتی ہے نہ کہ مرجع کی تو یہاں بھی خبر کی رعایت رکھی گئی ہے کہ مضمرات یہ خبر ہے اور مونث ہے لہذا اسی ضمیر مونث لائے خبر کے مونث ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

قوله مَا وَضَعَ لِمُتَكَلِّمٍ الْخ | یہاں سے صاحب کا فہم ضمیر کی تعریف کرتے ہیں ضمیر اس اسم کو کہتے ہیں جو متکلم یا مخاطب یا غائب پر دلالت کرے جس کا ذکر پہلے لفظ یا معنایا حکما ہو چکا ہو، لفظ سے مراد یہ ہے کہ حقیقتاً اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو جیسے ضَرْبٌ رَيْنٌ غَلَامَةٌ یا قَدْرٌ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو جیسے ضَرْبٌ غَلَامَةٌ رَيْنٌ یا اس کا ذکر معنایا پہلے ہو چکا ہو اور وہ بعینہ لفظوں سے سمجھا جائے جیسے اَعْدِلُوا هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوَى اس میں ہو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو اعدلوا سے سمجھا جا رہا ہے، یا سیاق کلام سے سمجھا جائے جیسے وَاَلَا بِيْهِ لَکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ اَلْسِنَةٌ اس لئے کہ میراث کا ذکر مورث پر التزاما دلالت کرتا ہے یا حکما اس کا ذکر ہو چکا ہو جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔

قوله وَكُھُو مُتَّصِلٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ضمیر کی قسمیں بیان کرتے ہیں کہ ضمیر کی دو قسمیں ہیں (۱) ضمیر متصل (۲) ضمیر منفصل^(۱)، ضمیر منفصل وہ ہے جو بذاتہ مستقل ہو کلمے کی محتاج نہ ہو تاکہ اس کا جزء بنے (۲) ضمیر متصل، ضمیر متصل وہ ہے جو بذاتہ مستقل نہ ہو بلکہ کسی دوسرے عامل کی محتاج ہو جو اس سے پہلے ہو تاکہ اسکے ساتھ مل کر اس کا جزء بن جائے۔

قوله وَهُوَ مَرْفُوعٌ وَمَنْصُوبٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ضمیر کی باعتبار اعراب کے قسمیں بیان کرتے ہیں ضمیر کی باعتبار اعراب کے تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور، ان تینوں میں سے پہلی دو یعنی مرفوع اور منصوب یہ متصل اور منفصل دونوں ہوتی ہیں، یعنی سر فروع متصل اور مرفوع منفصل، منصوب متصل منصوب منفصل اور تیسری قسم ضمیر مجرور یہ صرف متصل ہوتی ہے اس لئے کہ اس کے اتصال سے کوئی چیز مانع نہیں اور ضمیر میں اصل اتصال ہے اس لیے یہ صرف متصل ہوتی ہے۔

قوله فذٰلِكَ خَمْسَةُ اَنْوَاعٍ اَنْح | یہاں سے صاحب کافہ ضمیر کی قسمیں بیان کرتے ہیں ضمیر کی پانچ قسمیں ہیں (۱) ضمیر مرفوع متصل (۲) ضمیر مرفوع منفصل (۳) ضمیر منصوب متصل (۴) ضمیر منصوب منفصل (۵) ضمیر مجرور متصل -

(۱) ضمیر مرفوع متصل ماضی معروف ضربتُ ضربنا ضربتَ ضربتما ضربتم ضربتِ ضربتما ضربتِ

ضرب ضربا ضربوا ضربت ضربتا ضربين ماضى مجهول على هذا القياس

(۲) ضمیر مرفوع مفصل انا نحن انت انتما انتم انتن هو هما هم هي هما هن ۔

(۳) منصوب متصل بالفعل ضربني ضربنا ضربك ضربكما ضربكم ضربك ضربكما ضربكن

ضربہ ضربہما ضربہم ضربہا ضربہما ضربہن اور اسی طرح انہی سے انہن تک -

(۴) منصوب **مفِض** "ایای ایانا ایاک ایاکما ایاکم ایاک ایاکما ایاکن ایاه ایاهما ایاهما ایاهما ایاهما"

(۵) ضمیر مجرور متصل اس میں دو صورتیں ہیں (۱) متصل بالاسم غلامی غلامنا غلامک غلامکما غلامکم غلامائے

غلامکما غلامکن غلامه غلامها غلامهم غلامها غلامهما غلامهن -

(۲) مجرور بحرف جر، لی لنا لَکَ لکما لکم نَکَ لکما لکن له لهما لہم لها لهما لهن -

فَأَمْرُؤُا الْمُتَّصِلُ خَاصَّةٌ يَسْتَتِرُ فِي الْمَاضِي لِلْعَائِبِ وَالْعَائِبَةُ وَالْمُضَارِعُ
لِلْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا وَالْمُخَاطَبِ وَالْعَائِبِ وَالْعَائِبَةُ فِي الصِّفَةِ مُطْلَقًا وَلَا يَسُوعُ
الْمُنْفَصِلُ إِلَّا لِيَتَعَذَّرَ الْمُتَّصِلُ وَذَلِكَ بِالتَّقْدِيمِ عَلَى عَائِلِهِ أَوْ بِالْفَضْلِ لِعَرَضٍ
أَوْ بِالْحَذْوِ أَوْ بِكَوْنِ الْعَائِلِ مَعْنَوِيًّا أَوْ حَرْفًا وَالضَّمِيرُ مَرْفُوعٌ أَوْ يَكُونُهُ مُسْنَدًا
إِلَيْهِ صِفَةً جَرَتْ عَلَى غَيْرِ مَنْ هِيَ لَهُ مِثْلُ إِيَّاكَ ضَرَبْتُ وَمَا ضَرَبَكَ إِلَّا أَنَا
وَإِيَّاكَ وَالشَّرَّ وَأَنَا زَيْدٌ وَمَا أَنْتَ قَائِمًا وَهَذَا زَيْدٌ ضَارِبُهُ هِيَ وَإِذَا اجْتَمَعَ
ضَمِيرَانِ وَلَيْسَ أَحَدُهُمَا مَرْفُوعًا فَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا أَعْرَفَ وَقَدَّمْتَهُ فَلَكَ الْخِيَارُ
فِي الثَّانِي نَحْوُ أَعْطَيْتُكَ وَأَعْطَيْتُكَ إِيَّاهُ وَضَرَبَيْكَ وَضَرَبِي إِيَّاكَ وَإِلَّا فَهُوَ
مُنْفَصِلٌ نَحْوُ أَعْطَيْتُهُ إِيَّاهُ أَوْ إِيَّاكَ وَالْمُخْتَارُ فِي خَبَرِ بَابِ كَانَ الْإِنْفِصَالُ
وَالْأَكْثَرُ لَوْلَا أَنْتَ إِلَى آخِرِهِ وَعَسَيْتَ إِلَى آخِرِهَا وَجَاءَ لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ
إِلَى آخِرِهِمَا-

ترجمہ: پس مرفوع متصل خاص طور پر مستمر ہوتی ہے ماضی (مذکر) غائب میں اور (مؤنث) غائبہ مجہول مضارع متکلم میں مطلقا اور مخاطب اور غائب اور غائبہ میں اور صفت میں مطلقا، اور نہیں جائز ضمیر منفصل مگر (ضمیر) متصل کے

متعذر ہونے کی وجہ سے 'اور یہ' (سُئِلَ) کا متعذر ہونا اس وقت ہے جب (ضمیر) مقدم ہو اپنے عامل پر یا فاصلہ واقع ہو کسی غرض کے لئے یا حذف کی وجہ سے (یعنی اس کا عامل محذوف ہو) یا عامل معنوی ہو یا (عامل) حرف ہو، حال یہ کہ ضمیر مرفوع ہو یا ضمیر کی طرف ایسی صفت مسند ہو جو ذات کے غیر پر جاری ہو جس کی یہ صفت ہو جیسے ایاکَ ضربت اور ما ضربک الا انا اور ایاکَ والشرا اور انا زید اور ما انت قائم اور ہند زید ضاربہ ہی اور جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی ایک مرفوع نہ ہو پس اگر ان میں سے ایک زیادہ معروف ہو اور تو نے اس کو مقدم کیا ہو پس تجھے اختیار ہے ضمیر ثانی میں (متصل لانے میں یا منفصل لانے میں) جیسے اعطیتک و اعطیتک ایاہ و ضربیک و ضربی ایاک و اگر نہ پس وہ ضمیر منفصل ہوگی جیسے اعطیہ ایاہ یا (اعطیہ) ایاک اور باب کان کی خبر میں ضمیر منفصل لانا مختار ہے اور اکثر استعمال میں (لولا کے بعد ضمیر منفصل ہوتی ہے) لولا انت آخر تک اور عسیت آخر تک اور آیا ہے بعض لغات میں لولا ک اور عباک آخر تک۔

تشریح: فَالْمَرْفُوعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً الخ | صاحب کافیہ نے پہلے ضمیر کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کیں اور یہاں یہ بیان کرتے ہیں کہ کہاں کہاں ضمیر مستتر ہوتی ہے ماضی کے دو صیغوں میں مستتر ہوتی ہے یعنی ضرب واحد کر غائب میں ہو اور ضربت واحد مونث غائب میں ہی ضمیر مستتر ہوتی ہے بھر طیکہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو اور مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے بھر طیکہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو و احد متکلم جیسے اضرب میں انا اور جمع متکلم جیسے نضرب میں نحن اور واحد مذکر حاضر جیسے تضرب میں انت اور واحد مذکر غائب جیسے یضرب میں هو اور واحد مونث غائب جیسے تضرب میں ہی اور صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے اور صفت میں عموم ہے چاہے اسم فاعل ہو یا اسم مفعول یا اسم تفعیل یا صفت مشبہ چاہے مفرد ہو یا ثنیہ یا جمع یا مونث یا مذکر ہو جیسے ضارب میں ہو اور ضاربان میں ہما اور ضاربون میں ہم اور ضاربۃ میں ہی اور ضاربتان میں ہما اور ضاربات میں هن۔

قوله وَلَا يَسُوغُ الْمُنْفَصِلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر منفصل اس وقت لانا جائز ہے جب ضمیر متصل کا لانا متعذر ہو، کیونکہ ضمیر کو اختصار کے لئے وضع کیا گیا ہے اور متصل میں اختصار زیادہ پایا جاتا ہے اس لیے اصل یہ ہے کہ ضمیر متصل ہو ہاں اگر متصل لانا ممکن نہ ہو پھر ضمیر منفصل لائی جائے گی۔

قوله وَذَلِكَ بِالتَّقْدِيمِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ چہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں پر ضمیر متصل کو لانا

معذر ہے لہذا ضمیر منفصل لائی جائے گی (۱) پہلی جگہ جب ضمیر کو اس کے عامل پر مقدم کیا جائے حصر پیدا کرنے کے لئے تو وہاں ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ اور اِيَّاكَ حَضَرْنَا اگر ضمیر کو اس کے عامل کے ساتھ متصل کیا جائے بعدک اور ضربک کہا جائے تو جو حصر مقصود ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔

قوله أَوْ بِالْفَضْلِ لِعَرْضِ الْخ | (۲) دوسری جگہ کہ ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان فصل لایا گیا ہو تخصیص یا کسی اور غرض کیلئے جیسے ماضربک الا انک کہ نہیں مارا تجھ کو مگر میں نے ہی اس میں تخصیص پیدا ہو رہی ہے اگر ضمیر متصل ذکر کی جائے تو یہ غرض فوت ہو جائے گی۔

قوله أَوْ بِالْحَذْفِ الْخ | (۳) تیسری جگہ کہ ضمیر کے عامل کو حذف کر دیا گیا ہو تو وہاں ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا کیونکہ متصل اکیلی استعمال نہیں ہوتی جیسے اِيَّاكَ وَالشَّرَاحِلَ فِي اِتَّقِ نَفْسَكَ وَالشَّرَّاهِلَ اِتَّقِ کو حذف کر دیا اور اس کے ساتھ نفس کو بھی حذف کر دیا گیا اور ضمیر متصل الگ استعمال نہیں ہوتی ضمیر متصل کو منفصل کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا۔

قوله أَوْ يَكُونُ الْعَامِلُ مَعْنَوِيًّا الْخ | (۴) چوتھی جگہ یہاں سے صاحب کافیہ چوتھی جگہ بیان کرتے ہیں جب ضمیر کا عامل معنوی ہو تو وہاں بھی ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا جیسے انا زید اس میں عامل معنوی ابتدا ہے

قوله أَوْ حَرْفًا وَالضَّمِيرُ مَرْفُوعٌ الْخ | (۵) پانچویں جگہ جب ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو تو وہاں بھی ضمیر منفصل کو ذکر کیا جائے گا کیونکہ ضمیر مرفوع کا اتصال فعل کے ساتھ ہوتا ہے حرف کے ساتھ نہیں ہوتا جیسے مانت قائما سمیں عامل ما حرف ہے اور ضمیر مرفوع ہے۔

قوله أَوْ بِكَوْنِهِ مُسْتَنَدًا إِلَيْهِ الْخ | (۶) چھٹی جگہ کسی صفت کی اسناد ضمیر کی طرف کی گئی ہو جو ذات کے غیر پر جاری ہو جس کی یہ صفت ہے تو اس وقت ضمیر منفصل لائی جائے گی اگر ضمیر کو صفت سے منفصل کر کے نہ لایا جائے تو بعض صورتوں میں التباس لازم آئے گا جیسے ہند زید ضاربہ ہی اگر ہی ضمیر کا ذکر نہ کریں تو معلوم نہیں ہوگا کہ ہند فاعل ہے یا زید جب ہی کو ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ فاعل ہند ہے زید نہیں۔

قوله وَإِذَا اجْتَمَعَ ضَمِيرَانِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی بھی مرفوع متصل نہ ہو لیکن ان دونوں میں سے ایک اعراف ہو یعنی متکلم یا مخاطب

کی ضمیر ہو اور وہ اعراف دوسرے مقدم بھی ہو تو دوسری ضمیر میں اختیار ہو گا چاہے اس کو متصل لائیں جیسے اعطیتکھ وضربیک یا مفصل لائیں جیسے اعطیک ایاہ اور ضربی ایاک اگر دونوں ضمیروں میں سے کوئی بھی اعراف نہ ہو یا اعراف مقدم نہ ہو تو پھر ضمیر مانی صرف منفصل لائی جائے گی جیسے اعطیتہ ایاہ اور اعطیتہ ایاک۔

قوله وَ الْمُخْتَارُ فَنِي خَيْرَ الْعِ یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ کان وغیرہ کی خبر اگر ضمیر لائیں تو اسے منفصل لانا اولیٰ ہے کیونکہ اس کی مشابہت مبتدا کی خبر کے ساتھ زیادہ ہے اور مبتدا کی خبر جب ضمیر ہو تو اسے منفصل لانا واجب ہوتا ہے اگرچہ ضمیر متصل کو بھی ذکر کیا جاسکتا ہے کیونکہ کان کی خبر بمنزلہ مفعول کے ہے اور ضمیر مفعول متصل ہوتی ہے لہذا متصل لانا بھی جائز ہے لیکن منفصل لانا اولیٰ ہے کیونکہ افعال ناقصہ کی خبر اصل میں مبتدا کی خبر ہے اور مبتدا کی خبر میں جب ضمیر ہو تو انفصال واجب ہے پس اصل کی رعایت رکھتے ہوئے اگر انفصال واجب نہ ہو تو کم از کم مختار اور اولیٰ ہونا چاہیے جیسے کہتہ ایاہ۔

قوله وَالْأَكْثَرُ لَوْ لَا أَنْتَ الْغِي یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ لولا کے بعد اکثر استعمال میں ضمیر مرفوع منفصل ہوتی ہے کیونکہ لولا کے بعد مبتدا محذوف الخیر ہے جیسے لولا انت سے لولا نحن تک۔

قوله وَعَسَيْتَ إِلَيَّ آخِرَ هَا الْغِي یہاں سے صاحب کافہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اکثر استعمال میں عسی کے بعد ضمیر متصل ہوتی ہے اس لئے کہ عسی اکثر نحو یوں کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد اس کی ضمیر فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے جیسے عسیت سے عسیا۔

قوله وَجَاءَ لَوْلَا كَا الْغِي یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ لولا کے ساتھ ضمیر مجرور کا اتصال بھی ثابت ہے کیونکہ لولا وجود اول کے سبب سے انشاء ثانی کے لئے آتا ہے لولا زید اصل میں لولا وجود زید تھا وجود کو حذف کر دیا اور لولا کو اسکے قائم مقام کر دیا اور ضمیر کی طرف مضاف کر دیا اور یہ ضمیر مجرور ہوگی بعض نحوی کہتے ہیں کہ لولا حرف بر ہے اور اس کے بعد ضمیر مجرور متصل ہے اور عساک میں عسی کے ساتھ ضمیر منصوب متصل ہے کیونکہ عسی کو لعل کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ دونوں کے معنی امید اور لالچ کے ہیں لہذا جو ضمیر عسی کے بعد ہوگی وہ اسمیت کی بنا پر منصوب ہوگی لولا ک سے لولا تا تک اور عساک سے عسانا تک۔

وَنُونُ الْوَقَايَةِ مَعَ الْإِيَاءِ لَا زِمَّةٌ فِي الْمَاضِي وَفِي الْمُضَارِعِ عَرَبِيًّا عَنْ نُونِ الْأَعْرَابِ وَ
 أَنْتَ مَعَ التَّوْنِ فِيهِ وَلَدُنْ وَإِنَّ وَأَخَوَاتَهَا مُخَيَّرٌ وَيُخْتَارُ فِي لَيْتَ وَمِنْ وَعَنْ وَقَدْ
 وَقَطَّ وَعَكُسُهَا لَعَلَّ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ قَبْلَ الْعَوَائِلِ وَبَعْدَهَا صَيَغَةُ
 مَرْفُوعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَأِ وَيُسَمَّى فَضْلًا لِيُفْصَلَ بَيْنَ كَوْنِهِ خَبَرًا وَنَعْمًا
 وَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً أَوْ أَفْعَلًا مِنْ كَذَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ
 عَمَرُو وَلَا مَوْضِعَ لَهُ عِنْدَ الْخَلِيلِ وَبَعْضُ الْعَرَبِ يَجْعَلُهُ مُبْتَدَأً وَمَا بَعْدَهُ خَبَرُهُ
 وَيَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ ضَمِيرٌ غَائِبٌ يُسَمَّى ضَمِيرِ الشَّانِ وَالْقِصَّةِ يُفَسِّرُ بِالْجُمْلَةِ
 بَعْدَهُ يَكُونُ مُنْفَصِلًا وَمُتَّصِلًا مُسْتَتِرًا وَبَارِزًا عَلَى حَسَبِ الْعَوَائِلِ نَحْوُ هُوَ زَيْدٌ هُوَ
 وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَإِنَّ زَيْدٌ قَائِمٌ وَحَذْفُهُ مُنْصُوبًا ضَعِيفٌ إِلَّا مَعَ أَنْ إِذَا خُفِّفَتْ فَإِنَّهُ لَا زِمَّةَ -

ترجمہ: اور نون وقایہ یائے (متکلم) کے ساتھ ماضی اور مضارع میں لازمی ہے جب کہ وہ نون اعرابی سے خالی ہو اور تجھے اختیار ہے نون وقایہ کے اس (مضارع) میں لانے یا نہ لانے میں نون اعرابی کے ہوتے ہوئے اور لدن اور ان اور اس کے ہم مثلوں میں اختیار ہے (نون وقایہ لانے یا نہ لانے میں) اور مختار ہے (نون وقایہ کالانا) لیت اور من اور عن اور قد اور قط میں اور اس (لیت) کا عکس ہے لعل میں اور مبتدأ اور خبر کے درمیان عوایل سے پہلے اور اس (عوایل) کے بعد لایا جائے گا ضمیر مرفوع منفصل کو جو مبتداء کے مطابق ہوگی نام رکھا جائے گا اسکا فصل تاکہ فرق کرے اسکے خبر یا صفت ہونے کے درمیان اور اس کی شرط (مرفوع منفصل لانے میں) یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو یا وہ اسم تفصیل ہو جو من کے ساتھ مستعمل ہو جیسے کان زید ہوا افضل من عمرو اور غلیل نحوی کے نزدیک اسکا محل من الاعراب نہیں ہوگا اور بعض اہل عرب نے اسے مبتداء بنایا ہے اور اسکے مابعد کو اس کی خبر اور مقدم ہوتی ہے جملے سے پہلے ضمیر غائب اسکا نام رکھا جاتا ہے اور ضمیر شان اور ضمیر قصہ اور تفسیر کرتا ہے اس کا مابعد والا جملہ (ضمیر شان اور قصہ) منفصل ہوگی اور متصل مستتر متصل بارز ہوگی عوایل کے مطابق جیسے ہو زید قائم وکان زید قائم وانہ زید قائم اور اس (ضمیر شان) کو حذف کرنا منصوب ہونے کی حالت میں ضعیف ہے مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہو (جب وہ ان) مخففہ من المنقلبہ ہو پس یہک لازم ہے (ضمیر شان کو حذف کرنا)۔

تشریح | وَ نُونُ الْوَقَايَةِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں جب فعل ماضی کے آخر میں یائے متکلم ہو تو اس وقت فعل ماضی اور یائے متکلم کے درمیان نون وقایہ کا لانا ضروری ہے تاکہ نون وقایہ کی وجہ سے ماضی کی آخری حرکت محفوظ رہ سکے کیونکہ یائے متکلم چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اور ماضی فتح پر مبنی ہوتی ہے تو نون وقایہ کیوجہ سے ماضی کی حرکت محفوظ رہے گی وقایہ کا معنی ہے بچانا اور یہ نون ماضی کے آخر کو کسرہ سے چھاتا ہے اسلئے اسے نون وقایہ کہتے ہیں۔

قوله وَفِي الْمَضَارِعِ عَرِيًّا الخ | اور نون وقایہ کا مضارع کے ان صیغوں میں بھی داخل ہونا لازمی ہے جو کہ نون اعرابی سے خالی ہیں کیونکہ جب مضارع کے آخر میں یائے متکلم لگے گی تو نون وقایہ کی وجہ سے مضارع کی حرکت اعرابیہ محفوظ رہے گی اور مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی ہے تو وہاں نون کو لانے یا نہ لانے میں اختیار ہے ایسے ہی لدن اور ان اور اس کے ہم مثلوں میں نون وقایہ کو لانے یا نہ لانے میں اختیار ہے۔

قوله وَيُخْتَارُ فِي لَيْتٍ الخ | لیت، مِن وَعَنْ، قد اور قَطُّ میں نون کا لانا مختار ہے لیت میں نون وقایہ کا لانا اس لئے مختار ہے کہ اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ہے جس طرح نون وقایہ ماضی کی حرکت کو چھاتا ہے اسی طرح لیت کی حرکت کو بھی چھاتا ہے جیسے لیتنی اور مِن عَنْ قد اور قط میں نون وقایہ کو لانا اسلئے مختار ہے تاکہ ان کا سکون باقی رہے اور لعل میں لیت کے برعکس ہے یعنی لعل میں نون کا نہ لانا مختار ہے اس لئے کہ لعل کا لام مشدد نون کے قریب الحرج ہے اگر نون وقایہ لائیں گے تو یہ فصیح کلام کے خلاف ہو جائے گا قریب الحرج حروف کے جمع ہونے کی وجہ سے۔

قوله وَيُتَوَسَّطُ الخ | یہاں سے صاحب کافہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں بعض اوقات مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لائی جاتی ہے چاہے عامل سے پہلے لائی جائے جیسے زید هو القائم یا عامل کے بعد جیسے کنت انت الرقب پھر وہ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا کے مطابق لائی جائے گی افراد مشبیہ جمع تذکیر و تانیث اور متکلم اور غائب اور مخاطب میں اور اس کا نام ضمیر فصل ہے کیونکہ یہ خبر اور صفت کے درمیان فرق کرتی ہے تاکہ خبر کا صفت کیساتھ التباس لازم نہ آئے۔

قوله وَ شَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً الخ | ضمیر فصل لانے کی شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو اگر خبر معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے تو اس وقت ضمیر فصل نہیں لائی جائے گی کیونکہ معرفہ کی شکل میں تو خبر کا صفت کے ساتھ

التباس لازم آتا ہے لیکن اگر خبر نکرہ ہو تو پھر اس کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا یا یہ کہ خبر اسم تفصیل میں کے ساتھ ہو تو پھر ضمیر منفصل لائی جائے گی جیسے کان زید ہوا افضل من عمرو۔

قوله وَلَا مَوْضِعَ لَهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک اختلاف بیان کرتے ہیں کہ خلیل نحوی کے نزدیک ضمیر مرفوع منفصل کا کوئی محل من الاعراب نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ حرف بصورت ضمیر ہے لہذا افضل اس مثال میں منصوب ہو گا کیونکہ وہ کان کی خبر ہے اور بعض عرب ضمیر منفصل کو مبتدا کہتے ہیں اور اسکے مابعد کو خبر، تو افضل اس مثال میں مرفوع ہو گا کیونکہ وہ مبتدا کی خبر ہے۔

قوله وَيَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ الخ | یہاں سے بیان کرتے ہیں کہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ سے پہلے ایک ضمیر غائب ہوتی ہے اور اگر وہ ضمیر مذکر کی ہو تو ضمیر شان کہتے ہیں جیسے ہوزید قائم اور قل ہوا اللہ احد اگر وہ ضمیر مونث کی ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں جیسے ہی زینب جالسة اس ضمیر غائب کی تفسیر اس کے بعد والا جملہ کر رہا ہے۔

قوله يَكُونُ مُنْفَصِلًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر شان اور قصہ ضمیر منفصل ہوگی جیسے ہوزید قائم یا وہ ضمیر متصل اور مستتر ہوگی جیسے کان زید قائم کان میں ہو ضمیر ہے جو متصل بھی ہے اور مستتر بھی یا وہ ضمیر بارز ہوگی عامل کے مطابق جیسے نہ زید قائم۔

قوله وَحَذْفُهُ مَنصُوبًا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ ضمیر شان کو حذف کرنا جائز ہے جب کہ وہ مرفوع ہو اور جب ضمیر شان منصوب ہو تو اسے حذف کرنا ضعیف ہے اس لیے کہ وہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف جائز ہے مگر حذف کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ حذف کرنے کے بعد پتہ نہیں چلے گا کہ ضمیر شان تھی یا نہیں مگر جب ضمیر مذکور ان مفتوح کے ساتھ ہو جو مخففہ من المقلہ ہے تو اس وقت اس ضمیر شان کو حذف کرنا بغیر کسی ضعف کے لازمی ہے۔

أَسْمَاءُ الْإِشَارَةِ مَا وَضَعَ لِمُشَارِ إِلَيْهِ وَهِيَ ذَا لِلْمَذَكِّرِ وَلِمُثْنَاهُ ذَانِ وَذَيْنِ
وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا وَذِي وَتِه وَذِه وَتِهِي وَذِهِي وَلِمُثْنَاهُ تَانِ وَتَيْنِ وَلِجَمْعِهِمَا أَوَّلًا
مَدًّا وَقَصْرًا وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيهِ وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهِيَ خَمْسَةٌ
فِي خَمْسَةِ فَيَكُونُ خَمْسَةٌ وَعِشْرِينَ وَهِيَ ذَاكَ إِلَى ذَاكَ وَذَانِكَ إِلَى
ذَانِكَ وَكَذَلِكَ الْبَوَاقِي وَيُقَالُ ذَا الْقَرِيبِ وَذَالِكَ لِلْبَعِيدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ
وَتِلْكَ وَتَانِكَ وَذَانِكَ مُشَدَّدَتَيْنِ وَأَوَّلَانِكَ مِثْلُ ذَلِكَ وَآتَا ثُمَّ وَهْنًا
وَهْنًا فَلِلْمَكَانِ خَاصَّةً -

ترجمہ: اسم اشارہ وہ ہے کہ جو وضع کیا گیا ہو مشار الیہ کے لیے وہ یہ ہیں ذَا (واحد) مذکر کے لیے اور شثنیہ
مذکر کے لئے ذان اور ذین اور مونث کیلئے تا اور ذی اور تی اور ذہ اور تہی اور ذہی اور تہی کے لئے تان و تین اور ان
دونوں (مذکر اور مونث) کی جمع کے لئے اولاء مد اور (اولی) قصر کے ساتھ آتا ہے اور اس (اسم اشارہ) کے ساتھ لاحق ہوتا
ہے حرف تنبیہ اور متصل ہوتا ہے اس (اسم اشارہ) کے ساتھ حرف خطاب اور یہ حروف خطاب پانچ ہیں پانچ کو پانچ
میں ضرب دینے سے پچیس ہو جائیں گے، اور وہ ذاک سے ذاکن تک اور ذانک سے ذانکن تک اسی طرح باقی اور کہا
جاتا ہے کہ ذاقرب کے لئے ہے اور ذاک بعید کے لئے ہے اور ذاک متوسط کے لئے اور تک اور تانک اور ذانک اس حال
میں کہ دونوں مشدد ہوں اور اولانک (اور یہ چاروں کلمے) ذالک کی طرح ہیں (بعید کا فائدہ دینے میں) اور بہر حال ثم
اور ہننا اور ہننا مکان کے لئے خاص طور پر ہیں۔

تشریح: أَسْمَاءُ الْإِشَارَةِ الخ | صاحب کافہ مبنی کی قسمیں ذکر کر رہے تھے ان میں سے ایک اسم اشارہ
ہے اسم اشارہ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے وقت استعمال کیا جائے جن الفاظ سے اشارہ کیا جائے انہیں
اسم اشارہ کہا جاتا ہے اور جس کی طرف اشارہ کیا جائے اسے مشار الیہ کہتے ہیں جیسے ہذا کتاب اس مثال میں ہذا اسم اشارہ
اور کتاب مشار الیہ اور اسماء اشارہ یہ ہیں ذایہ واحد مذکر کے لئے آتا ہے اور ذان حالت رفعی میں شثنیہ کیلئے آتا ہے اور حالت

نصبی اور جری میں ذین، ثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے اور واحد مونث میں تاو ذی وقتی و ذہ و تھی و ذھی اور تان، ثنیہ مونث کے لئے آتا ہے حالت رفعی میں تین ثنیہ مونث کے لئے آتا ہے حالت نصبی اور جری میں اور اولاء مذکور اولی الف مقصورہ کے ساتھ جمع مذکر اور جمع مونث دونوں کے لئے۔

قوله وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْيِیْهِ الخ | اسم اشارہ کے شروع میں ہاء تنبیہ لگا دیتے ہیں کیونکہ اشارہ سے مقصود مخاطب پر تنبیہ کرنا ہوتا ہے اسلئے ہاء تنبیہ اسم اشارہ کے شروع میں لگا دیتے ہیں تاکہ مخاطب مقصود سے غافل نہ رہے جیسے ذال سے ہذا اور ذال سے ہذا وغیرہ اور اسم اشارہ کے آخر میں حرف خطاب بھی لگا دیا جاتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد اور ثنیہ مذکر و مونث ہونے پر دلالت کرے اور حرف خطاب پانچ ہیں ک، ٹ، م، ک، کن اور اسم اشارہ بھی پانچ ہیں ذ، زان، تان، اولاء تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس قسمیں بن گئیں وہ اس طرح کہ ہر اسم اشارہ کے ساتھ پانچ ضمیریں ملائی جائیں ذاک سے ذاکن تک پانچ اور ذاک سے ذاکن تک دس ہو گئیں اور تاک سے تاکن تک یہ پندرہ ہو گئیں اور تاک سے تاکن تک یہ پچیس ہو گئیں اور اولئک سے اولئک کن تک یہ پچیس ہو گئیں۔

قوله وَيُقَالُ ذَا الْقَرِیْبِ الخ | یہاں سے صاحب کانیہ بیان کرتے ہیں کہ ذال اسم اشارہ مشار الیہ قریب کے لئے بولا جاتا ہے اور ذالک مشار الیہ بعید کے لئے بولا جاتا ہے اور ذاک مشار الیہ متوسط کے لئے بولا جاتا ہے اور تاک اور تاکن اور تاکن ذاک جب کہ ان میں نون مشدد ہو اور اولئک یہ چاروں کلمات ذالک کی طرح مشار الیہ بعید کے لئے بولے جاتے ہیں اور ثم اور ہنا خاص طور پر مکان کی طرف اشارہ کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

الْمَوْصُولُ مَا لَا يَتِمُّ جُزْءًا إِلَّا بِصِلَةٍ وَعَائِدٍ وَصِلَتُهُ جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ وَالْعَائِدُ تَمْسِيرٌ لَهُ وَصِلَتُهُ
الْأَلِفُ وَاللَّامُ اسْمُ الْفَاعِلِ أَوْ الْمَفْعُولِ وَهِيَ الَّتِي وَالَّذِي وَاللَّذَانِ وَاللَّذَانِ بِالْأَلِفِ وَالْيَاءِ
وَالْأُولَى وَالَّذِينَ وَاللَّائِي وَاللَّاءِ وَاللَّايِ وَاللَّائِي وَاللَّوَاتِي وَمَنْ وَمَا وَآئِي وَآئِيَّةٌ وَذُو
الطَّائِيَّةِ وَذَا بَعْدَ مَا لَا اسْتِفْهَامَ وَالْأَلِفُ وَاللَّامُ وَالْعَائِدُ الْمَفْعُولُ يَجُوزُ حَذْفُهُ وَإِذَا أَخْبَرَتْ
بِالَّذِي صَدَرَتْهَا وَجَعَلَتْ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ ضَمِيرًا لَهَا وَأَخْبَرَتْ خَبْرًا عَمْدَةً فَإِذَا أَخْبَرَتْ
عَنْ زَيْدٍ ضَرَبَتْ زَيْدًا قُلْتُ الَّذِي ضَرَبْتُهُ زَيْدًا وَكَذَلِكَ الْأَلِفُ وَاللَّامُ فِي الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ
خَاصَّةً لِيَصِحَّ بِنَاءُ اسْمِ الْفَاعِلِ أَوْ الْمَفْعُولِ فَإِنْ تَعَدَّرَ أَمْرٌ مِنْهَا تَعَدَّرَ الْأَخْبَارُ۔

ترجمہ : موصول وہ اسم ہے جو جزء تام نہیں بننا مگر صلہ اور عائد کے ساتھ اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد ضمیر ہوتی ہے اس (موصول) کے لیے 'اور الف لام کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے اور وہ (اسم موصول) یہ ہیں الذی التی الذان اور اللذان الف اور یاء کے ساتھ اور الاولیٰ اور الذین اور اللائی اور اللاء اور اللای اور اللواتی اور من اور ما اور ای اور لیۃ اور ذو قبیلہ طے کی لغت میں اور ذا جو استفہامیہ کے بعد ہو (موصول ہوتا ہے) اور الف لام (اسم فاعل اور اسم مفعول پر ہو وہ بھی موصول ہوتا ہے) اور ضمیر (جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے) جب کہ وہ مفعول واقع ہو اسے حذف کرنا جائز ہے 'اور جب تو خبر دے (کسی کے جزء سے) الذی کے ذریعے تو الذی کو جملہ ثانیہ کے شروع میں لا اور تو ہوتا مگر عنہ کی جگہ ایک ضمیر اسکی طرف (جو الذی کی طرف عائد ہو) مگر عنہ کو اپنی جگہ سے موخر کر دے اس حال میں کہ وہ (الذی) کی خبر ہو اور جب تو (الذی کے ذریعے) زید کے بارے میں خبر دے جو کہ ضربت زید میں ہے تو یوں کہ الذی ضربت زید اور ایسے ہی (الذی کی خبر دینے کی طرح ہے) الف لام جو خاص کر کے جملہ فعلیہ میں واقع ہوتا کہ صحیح ہو اسم فاعل یا اسم مفعول کی بناء اگر معذور ہو ان میں سے کوئی امر (شرطوں میں سے) مستعذر ہو گا خبر دینا۔

تشریح : قوله الموصول الخ | اسم موصول وہ اسم ہے جو جملے کا پورا جز بغیر صلے اور عائد کے نہیں بننا اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جس میں ضمیر ہوتی ہے جو موصول کی طرف لوٹنے والی ہوتی ہے جیسے جاء الذی أبوه عالم۔

قوله وصلة الألف واللام الخ | الف لام بمعنی الذی کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جیسے الضارب الذی ضرب کے معنی میں ہے اور المضروب الذی ضرب کے معنی میں ہے اسم فاعل اور اسم مفعول پر جو الف لام ہوتا ہے وہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے اور اسم موصول یہ ہیں الذی واحد مذکر کے لئے 'اور التی واحد مونث کے لئے اور اللذان تشبیہ مذکر کے لئے 'حالت رفعی میں 'اور اللذین تشبیہ مذکر کے لئے 'حالت نصبی اور جری میں 'اور اللتان تشبیہ مونث کے لئے 'حالت رفعی میں 'اور اللتین تشبیہ مونث کے لئے 'حالت نصبی اور جری میں 'اور جمع مذکر کے لئے الاولیٰ اور الذین آتے ہیں 'اور اللاء اور اللای اور اللاتی اور اللواتی جمع مونث کے لئے آتے ہیں 'من اور ما یہ دونوں الذی کے معنی میں ہیں 'اور یہ دونوں مذکر اور مونث کے لئے آتے ہیں لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ من ذوی العقول کیلئے آتا ہے اور ما غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے 'لیکن کبھی کبھی مجاز ایک دوسرے کے لئے استعمال ہوتے ہیں 'اور اقی مذکر کے لئے آتا ہے اور اقیۃ مونث کے لئے آتا ہے۔

فائدہ : آی اور آیتہ دو حال سے خالی نہیں مضاف ہوں گے یا مضاف نہیں ہوں گے، اگر مضاف نہ ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں ان کا صدر صلہ مذکور ہو گا یا نہ کور نہیں ہو گا اور اگر ای اور لیتہ مضاف ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں صدر صلہ مذکور ہو گا یا صدر صلہ مذکور نہیں ہو گا، اگر صدر صلہ مذکور نہ ہو تو پھر مبنی ہوں گے باقی تین حالتوں میں معرب ہوں گے اور ذہنی طے کی لغت میں اسم موصول ہے جو الذی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کہ شاعر کے قول میں

فَإِنَّ الْمَاءَ مَاءُ أَبِي وَجَدَى وَبَشَرِي ذُو حَفَرَتُ وَذُو طَوَيْتُ

اس میں ذو حفرت اور ذو طویت میں ذوالذی کے معنی میں ہے ای الذی حفرتہ والذی طویتہ،

شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ پس بے شک چشمہ میرے باپ اور دادا کا چشمہ ہے اور کنواں میرا ہے جس کو میں نے کھودا ہے اور جس کا میں نے منڈیر بنایا ہے۔

جب ذوالذی کے معنی میں ہو گا تو مبنی ہو گا اور اگر صاحب کے معنی میں ہو تو معرب ہو گا۔

قوله وَذَا بَعْدَ مَا لِلْإِسْتِفْهَامِ الخ | اور وہ ذاجو ما استفہامیہ کے بعد ہو موصول ہوتا ہے جیسے مانا

صَنَعْتُ اِي مَا الَّذِي صَنَعْتَ اور وہ الف لام جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر ہوتا ہے وہ بھی موصول ہوتا ہے اور اپنے مدخول کے اعتبار سے الذی یا التی یا الذان یا اللتان یا الذین یا الاتی کے معنی میں آتا ہے۔

قوله وَالْعَائِدُ الْمَفْعُولُ الخ | اور صلے میں جو ضمیر موصول کی طرف لوٹتی ہے جب وہ ضمیر مفعول واقع

ہو تو اسے کلام سے حذف کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ فضلہ ہے اور فضلہ کا حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اللہ یسطر الرزق لمن یشاء ویقدر اصل میں یشاء تھا ضمیر مفعول کو جو من موصول کی طرف لوٹنے والی تھی حذف کر دیا لیکن جب حذف مذکور پر کوئی مانع موجود ہو تو اس وقت ضمیر مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں۔

قوله وَإِذَا أَخْبَرْتَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اخبار بالذی کے باب کا ذکر کرتے ہیں جب الذی کے ذریعے کسی جملہ کے جز سے خبر دینا مقصود ہو تو تین شرطوں کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو گا (۱) شرط یہ ہے کہ الذی کو جملہ کے شروع میں لگائیں (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جملہ میں مخبر عنہ کی جگہ ایک ضمیر لائیں گے جو الذی کی طرف عائد ہو (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ مخبر عنہ کو اپنی جگہ سے موخر کر کے الذی سے خبر لائیں گے جیسے جب تم الذی کے ذریعے زید

سے جو ضربت زید امیں ہے خبر دینا چاہو تو شروع میں الذی لگاؤ اور خبر عنہ کی جگہ پر ضمیر کو ذکر کروالذی ضربتہ ہو گیا اور زید کو اس کی جگہ سے مؤخر کر کے الذی کی خبر بناؤ تو الذی ضربتہ زید بن گیا۔

قوله وَكَذَلِكَ الْآلِفُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ الذی کی خبر کی طرح الف لام کے ذریعے اس اسم سے خبر دے سکتے ہیں جو کہ خاص کر کے جملہ فعلیہ میں واقع ہے اسلئے کہ الف لام کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے جو فعل سے ہی بنایا جاتا ہے مثلاً قام زید میں زید کے متعلق الف لام کے ذریعے خبر دیں گے تو یوں کہیں گے القام زید۔

قوله فَإِنْ تَعَذَّرَ أَمْرٌ مِّنْهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جو اوپر تین شرطیں بیان کیں اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط معذور ہو تو پھر اخبار مذکورہ معذور ہو جائیں گے۔

وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ فِي ضَمِيرِ الشَّانِ وَالْمَوْصُوفِ وَالصِّفَةِ وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ وَالْحَالِ وَالضَّمِيرِ الْمُسْتَحَقِّ لِغَيْرِهَا وَالْأَسْمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَيْهِ وَمَا الْأِسْمِيَّةُ مَوْصُولَةٌ وَإِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَشَرْطِيَّةٌ وَمَوْصُوفَةٌ وَتَامَةٌ بِمَعْنَى شَيْءٍ وَصِفَةٍ وَمَنْ كَذَلِكَ إِلَّا فِي التَّامَةِ وَالصِّفَةِ وَآتَى وَآيَةٌ كَمَنْ وَهِيَ مُعَرَّبَةٌ وَخَذَهَا إِلَّا إِذَا حُذِفَ صَدْرُ صَلَتِهَا وَفِي مَاذَا صَنَعْتَ وَجَهَانِ أَحَدُهُمَا مَا الَّذِي وَجَوَابُهُ رَفَعٌ وَالْآخَرُ آتَى شَيْءٍ وَجَوَابُهُ نَصَبٌ۔

ترجمہ: اسی وجہ سے ممتنع ہے ضمیر شان میں اور موصوف اور صفت میں اور اسی طرح مصدر عامل میں اسی طرح حال سے بھی اور اس ضمیر سے بھی جو اس (الذی) کے غیر کی طرف راجع ہے (الذی کے ذریعے خبر دینا ممتنع ہے) اور وہ اسم جو اس (ضمیر) پر مشتمل ہو (اس کی الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں اور ما اسمیہ موصولہ اور استفہامیہ اور شرطیہ اور موصوفہ اور تامہ بمعنی شئی کے اور صفتیہ ہوگا اور مَنْ اسی طرح ہے مگر تامہ اور صفتیہ میں اور ای اور آیت مَنْ کی طرح ہے اور یہ معرب ہے اکیلا مگر جب حذف کر دیا جائے ان کا مصدر صلہ اور ماذا صنعت میں دو صورتیں ہیں ان میں سے ایک یہ (ما استفہامیہ) ہے الذی کے معنی میں اور اس کا جواب رفع ہے اور وہ میراثی کے معنی میں اور اس کا جواب نصب ہے۔

تشریح: وَمِنْ ثَمَّ امْتِنَعَ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ شرطوں کا پایا جانا اگر معذور ہو تو پھر جملے کے بارے میں الذی کے ساتھ خبر دینا معذور ہوگا اس وجہ سے ضمیر شان کی الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ ضمیر شان صدارت کلام کو چاہتی ہے اگر اسے خبر مانیں گے تو الذی سے موخر ہو جائے گی اور صدارت کلام ختم ہو جائے گی اسی طرح وہ موصوف جو بغیر صفت کے ہو یا صفت بغیر موصوف کے ہو اس کی بھی الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ جب صفت نہیں ہوگی تو ضمیر ہوگی اس صورت میں ضمیر کا صفت ہونا لازم آئے گا اسی طرح صفت بغیر موصوف کے ہو تو اس کی بھی الذی کے ذریعے خبر دینا صحیح نہیں تو اس صورت میں ضمیر کا موصوف ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت۔

قوله وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ الْخ | اسی طرح مصدر عامل سے بغیر معمول کے الذی کے ساتھ خبر دینا متنع ہے اس لئے کہ مصدر عامل اپنے معمول سے مقدم ہوتا ہے اگر مؤخر کریں گے تو یہ عمل نہیں کرے گا کیونکہ یہ عامل ضعیف ہے مابعد میں عمل کرتا ہے اور ماقبل میں عمل نہیں کرتا اسی طرح حال کی الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں کیونکہ حال نکرہ ہوتا ہے جب اس کی الذی کے ساتھ خبر دی جائیگی تو نکرہ کا معرفہ ہونا لازم آئے گا۔

قوله وَالضَّمِيرِ الْمُسْتَحِقِّ الْخ | اسی طرح اس جملے کی بھی الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں جس میں ضمیر ہو اور وہ ضمیر الذی کے علاوہ کسی اور کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے زید ضربہ میں وہ ضمیر سے بذریعہ الذی کے خبر دینا اور الذی زید ضربہ کہنا جائز نہیں اسلئے کہ اگر ضمیر کو موصول کی طرف عائد کریں گے تو زید مبتدئ بغیر عائد کے رہ جائے گا اور اس ضمیر سے جس کا وہ مستحق ہے محروم ہو جائے گا اور اگر زید کی طرف راجع کریں گے تو موصول بغیر عائد کے رہ جائے گا اور اس اسم کے بارے میں الذی کے ساتھ خبر دینا صحیح نہیں جو اس ضمیر پر مشتمل ہو جو کہ کلمہ الذی کے غیر کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے زید ضربہ غلامہ میں غلامہ سے بذریعہ الذی کے خبر دینا اور الذی زید ضربہ کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اگر ضمیر کو موصول کی طرف عائد کریں گے تو زید مبتدئ بغیر عائد کے رہ جائے گا اور اگر زید کی طرف راجع کریں گے تو موصول بلا عائد رہ جائیگا۔

قوله وَمَا الْأِسْمِيَّةُ مَوْصُولَةٌ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ ما اسمیہ چھ معنوں کیلئے آتا ہے (۱) ما موصولہ ہوگا جیسے أَعْجَبَنِي مَا صَنَعْتَ (۲) ما استفہام کے معنی میں ہوگا

جیسے وَمَا تَلَكَ يَمِينُكَ يَمُوسَى (۳) ماثر طیہ ہوگا جیسے مَا تَصْنَعُ أَصْنَعُ (۴) اور مَا مَوْصُوفٌ ہوگا جیسے مَرَرْتُ بِمَا مُعْجَبٌ لَكَ (۵) مَا تَامِرٌ بِمَعْنَى شِی کے ہوگا جیسے فَنِعِمَّا هِيَ (۶) مَا صَفِيَّةٌ ہوگا جیسے اِضْرِبْهُ ضَرْبًا مَّا -

قوله وَمَنْ كَذَلِكَ الْخ | فائدہ : یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں اسم موصول میں سے ایک مَنْ ہے جو جمع اقسام مذکور میں لفظ ما کی طرح ہے لیکن لفظ مَنْ تامہ اور صفت نہیں ہوتا۔

قوله آتٍ وَآيَةٌ كَمَنْ الْخ | ای اور ایہ ثبوت امور اربعہ اور تامہ اور صفت نہ ہونے میں مَنْ کی طرح ہیں جس طرح مَنْ موصولہ استفہامیہ شرطیہ اور موصوفہ ہوتا ہے اسی طرح ای اور ایہ بھی موصولہ اور استفہامیہ اور شرطیہ اور موصوفہ ہوتے ہیں ان سب میں صرف ای اور ایہ تمام صورتوں میں معرب ہوتا ہے لیکن ایک صورت میں مبنی ہوں گے جب ان کے صدر صلہ کو حذف کر دیا جائے جیسے أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا اصل میں ہوا شد تھا اس مثال میں صدر صلہ کو حذف کر دیا ہے۔

قوله وَفِي مَاذَا صَنَعْتَ وَجِهَانِ الْخ | ماذا صنعت میں دو وجہیں ہیں (۱) یہ کہ ما استفہامیہ ہو اور (۲) الذی کے معنی میں ہو ای مَا الَّذِي صَنَعْتَهُ یعنی وہ کیا چیز ہے جسے تو نے کیا پس ما مبتدا ہوگا اور اس کا مابعد خبر اور اس وقت اس کا جواب مرفوع ہوگا مثلاً جس وقت ماذا صنعت کہیں گے تو اس کے جواب میں خبر کہا جائیگا دوسرا یہ ہے کہ ما استفہامیہ ہو ای شِی کے معنی میں اس فعل سے جو اس کے بعد مذکور ہو وہ محلاً منصوب ہوگا اس وقت اس کا جواب نصب کے ساتھ آئے گا ای شِی صنعت تو جواب میں کہا جائے گا خَيْرًا ای صنعت خَيْرًا -

أَسْمَاءُ الْأَفْعَالِ مَا كَانَ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَوْ الْمَاضِي نَحْوُ زَوَيْدٌ زَيْدًا. أَيْ أَمِهْلَهُ وَهِيَ هَاتِ ذَلِكْ أَيْ بَعْدَ وَفَعَالٍ بِمَعْنَى الْأَمْرِ مِنَ الثَّلَاثِي قِيَّاسٌ كَنَزَالٍ بِمَعْنَى انْزِلْ وَفَعَالٍ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَّارٍ وَصَفَةً بِمِثْلِ يَا فَسَّاقِ مَبْنِيٍّ لِمُشَابَهَتِهِ لَهُ عَدَلًا وَزِنَةً وَفَعَالٍ عَلَمًا لِلْأَعْيَانِ مُؤَنَّثًا كَقَطَامٍ وَغَلَابٍ مَبْنِيٍّ فِي الْحِجَارِ وَمُعَرَّبٌ فِي تَمِيمٍ إِلَّا مَا كَانَ فِي آخِرِهِ رَأً نَحْوُ حَضَارٍ -

ترجمہ: اسمائے افعال وہ اسم ہیں جو بمعنی امر یا بمعنی ماضی کے ہوں جیسے روید زید بمعنی اھملہ تو اسے چھوڑ اور صھات ذلک ای بَعْدَ یعنی وہ دور ہو اور فعال (کا وزن) امر کے معنی میں ثلاثی مجرد سے قیاسی طور پر ہوگا جیسے نزال بمعنی انزل اور جو مصدر فعال کے وزن پر ہو اور معرفہ ہو جیسے فجار اور صفت ہو (مؤنث کے لئے) جیسے یا فساق (بمعنی فاسقہ) یہ مبنی ہیں بوجہ ان کے مشابہ ہونے کے اس کے (فعل کے) عدل اور وزن میں اور فعال کا وزن علم ہو خاص مؤنث کا جیسے قطام اور غلاب یہ مبنی ہیں اہل حجاز (کے استعمال میں) اور معرب ہیں ہوئیم (کے استعمال) میں مگر یہ کہ اس کے آخر میں را ہو جیسے حضار۔

تشریح: اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ مبنی کی اقسام میں سے اسماء افعال کو بیان کرتے ہیں اسماء افعال وہ اسم ہیں جن میں فعل کا معنی پایا جائے لیکن ہوں وہ اسم چاہے امر حاضر کا معنی پایا جائے جیسے روید زید الی اھملہ چاہے ماضی کا معنی پایا جائے جیسے صھات ذلک ای بعد دور ہوا۔

اعتراض: آپ نے اسمائے افعال کی یہ تعریف کی کہ جس میں ماضی اور امر حاضر کا معنی پایا جاتا ہے ہم آپ کو ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ ہے تو وہ اسماء افعال میں سے لیکن اس میں ماضی اور امر کا معنی نہیں پایا جاتا بلکہ مضارع کا معنی پایا جاتا ہے جیسے اتجر اس میں مضارع کا معنی پایا جاتا ہے۔

جواب: اتجر اگرچہ مضارع ہے لیکن یہ تخرت ماضی کے معنی میں ہے لہذا اسماء افعال یا امر کے معنی میں ہوں گے یا ماضی کے معنی میں ہوں گے۔

قوله فَعَالٍ بِمَعْنَى الْأَمْرِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ تمام اسماء افعال میں سے ایک فعال کا وزن ہے جو امر کے معنی میں ہوتا ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تترك بمعنی اترك -

قوله فَعَالٍ مَصْدَرًا الخ جو مصدر فعال کے وزن پر ہو اور مصدر معرفہ سے معدول ہو وہ بھی مبنی ہے جیسے فجار بمعنی فجار اور وہ فعال بھی مبنی ہے جو صفت مؤنث سے معدول ہو جیسے فساق فاسقہ سے معدول ہے اور اکاع لاکعہ سے معدول ہے فساق اور لکاع کے جنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں مشابہت رکھتے ہیں۔

قوله وَفَعَالٍ عَلَمًا الخ | اور وہ فعال کا وزن جو ذات مؤنث کا علم ہو جیسے قطام اور غلاب اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہے کیونکہ یہ فعال بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں مشابہ ہے اور ہوتیم کے نزدیک یہ فعال معرب ہے لیکن وہ فعال جس کے آخر میں راہو تو وہ بنی تمیم کے نزدیک بھی مبنی ہے کیونکہ را حرف مکرر ثقیل ہے اگر اس پر مختلف اعراب جاری کریں گے تو یہ اور ثقیل ہو جائے گا۔

الْأَصَوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ خُكِّي بِهِ صَوْتُ أَوْ صَوْتٌ بِهِ التَّهْلُوتُ فَلَاوَلُ كَغَاقٍ
وَالثَّانِي كَنَحَّ الْمُرْكَبَاتُ كُلُّ اسْمٍ مُرْكَبٌ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ
فَإِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِي حَرْفًا بُنِيَا كَخَمْسَةَ عَشَرَ وَحَادِي عَشَرَ وَأَخَوَاتِهَا إِلَّا
إِنِّي عَشَرَ وَالْأَعْرَبُ الثَّانِي كَبَعْلَبَكْ وَبُنِي الْأَوَّلُ عَلَى الْأَصَحِّ

ترجمہ: اسماء اصوات ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعے کسی کی آواز کی حکایت کی گئی ہو یا (وہ الفاظ ہیں) جن کے ذریعے جانوروں کو آواز دی جاتی ہے پس پہلی (کی مثال) جیسے غاق اور دوسری (کی مثال) جیسے نخ، مرکب ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو اگر دوسرا اسم حرف کو مقسم ہو تو دونوں مبنی ہو جائیں گے جیسے خمسۃ عشر اور حادی عشر اور اس کے ہم مثل مگر اثنی عشر وگرنہ دوسرا اسم معرب کر دیا جائے گا جیسے بعلمک پہلا جزء مبنی ہو گا اصح لغت پر۔

تشریح: الاصوات کل لفظ الخ | یہاں سے صاحب کافہ مبیات میں سے اسماء اصوات بیان کرتے ہیں اسماء اصوات ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کے ذریعے کسی کی آواز نقل کی جائے جیسے غاق سے کوئے کی آواز کو نقل کرتے ہیں یا اسماء اصوات وہ الفاظ ہیں جن سے کسی جانور کو آواز دی جائے جیسے نخ اس سے اونٹ کو بٹھاتے ہیں اسماء اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے اگر ترکیب میں واقع بھی ہوں ان میں تصرف نہیں کرتے تاکہ حکایت مقصودہ باقی رہے۔

قوله الْمُرْكَبَاتُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مبنیات میں سے مرکبات کو بیان کرتے ہیں مرکب وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو نسبت میں عموم ہے یعنی ترکیب اضافی اور اسنادی اور توصیلی نہ ہو۔

قوله فَإِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِي الخ | اگر دوسرا جزء کسی حرف کو مقسم ہو تو دونوں جز مبنی ہو جائیں گے پہلا جزء اس لئے کہ وہ جزء ثانی کا محتاج ہے لہذا جزء اول احتیاج میں حرف کے اتھڑ مشابہ ہے اور دوسرا جزء اس لئے کہ وہ حرف کو مقسم ہے اور حرف مبنی الاصل ہے جیسے ثمتہ عشر اور حادی عشر اور اسکے ہم مثل تسعة عشر وغیرہ یہ سب مبنی ہیں اس لئے کہ انکا دوسرا جزء حرف کو مقسم ہے لیکن اثنا عشر اور اثنا عشر ان دونوں کا صرف دوسرا جزء مبنی ہے اور پہلا جزء معرب ہے اور معرب اس وجہ سے کہ وہ مضاف کے مشابہ ہے اور ترکیب اضافی مبنی ہونے کو واجب نہیں کرتی۔

قوله وَالْأُغْرَبُ الثَّانِي الخ | فائدہ: یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دوسرا جزء کسی حرف کو مقسم نہ ہو تو وہ معرب ہوگا جیسے بعلبک اور پہلا جزء فصیح لغت میں مبنی ہوگا اس میں تین مذاہب ہیں (۱) پہلا جزء مبنی اور دوسرا معرب ہوگا جیسے جاء بعلبک (۲) دونوں جزوں کو معرب قرار دیا جائے اور پہلا اسم دوسرے اسم کی طرف مضاف ہوگا اور مضاف الیہ غیر منصرف ہوگا (۳) دونوں جزوں کو معرب قرار دیا جائے اور پہلا اسم دوسرے کی طرف مضاف اور دوسرا اسم منصرف ہوگا۔

الْكِنَايَاتُ كَمْ وَكَذَا لِلْعَدَدِ وَكَيْتٌ وَذَيْتٌ لِلْحَدِيثِ فَكَمْ الْإِسْتِفْهَامِيَّةُ
مُمَيِّزُهَا مَنْصُوبٌ مُفْرَدٌ وَالْخَبَرِيَّةُ مَجْرُورٌ مُفْرَدٌ وَمَجْمُوعٌ وَتَدْخُلُ مِنْ فِيهِمَا
وَلَهُمَا مَذَرُ الْكَلَامِ وَكِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوعًا وَمَنْصُوبًا وَمَجْرُورًا فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ
فِعْلٌ غَيْرُ مُسْتَعْلٍ عَنْهُ بِضَمِيرِهِ كَانَ مَنْصُوبًا مَعْمُولًا عَلَى حَسَبِهِ وَكُلُّ مَا قَبْلَهُ
حَرْفٌ جَرٍّ أَوْ مُضَافٌ فَمَجْرُورٌ وَإِلَّا فَمَرْفُوعٌ مُبْتَدَأٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ ضَرْفًا وَخَبَرًا إِنْ
كَانَ ظَرْفًا وَكَذَلِكَ أَسْمَاءُ الْإِسْتِفْهَامِ وَالشَّرْطِ وَفِي مِثْلِ ع كَمْ عَمَقَ لَكَ يَا
جَرِيرٌ وَخَالَةٌ ثَلَاثَةٌ أَوْجُهُ وَقَدْ يُحذفُ فِي مِثْلِ كَمْ مَا لَكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ

ترجمہ: (اسمائے) کنایات وہ کم اور کذا ہیں جو عدد کے لئے آتے ہیں اور کیت اور ذیت یہ بات اور کلام سے کنایہ کے لئے آتے ہیں پس کم استفہامیہ اسکی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے اور کم خبریہ (اس کی تمیز) مجرور مفرد اور جمع ہوتی ہے اور ان دونوں میں من داخل ہوتا ہے اور ان دونوں (کم استفہامیہ اور خبریہ) کے لئے صدارت کلام ہوتی ہے اور یہ دونوں مرفوع اور منصوب اور مجرور واقع ہوتے ہیں پس ہر کم جس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس سے اعراض نہ کرتا ہو اس کی ضمیر کی وجہ سے تو کم منصوب ہوگا اور معمول ہوگا اس (عائل) کے مطابق اور ہر وہ کم جس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو پس کم مجرور ہوگا ورنہ پس (کم) مرفوع مبتدا ہوگا اگر ظرف نہ بن رہا ہو اور خبر ہوگا اگر ظرف بن رہا ہو ایسے ہی (کم کی طرح) اسماء استفہام اور شرط اور کم عمۃ لک یا جریر و خالۃ کی مثل میں تین وجہیں ہیں اور کبھی حذف کیا جاتا ہے (کم کی تمیز کو) کم مالک اور کم ضربت کی مثل میں۔

تشریح: الْكَنَايَاتُ الْخَبَرِيَّةُ | یہاں سے صاحب کافیہ مبیات میں سے کنایات کو ذکر کر رہے ہیں کنایہ وہ اسم ہے جو شئ مبہم پر دلالت کرے یعنی کسی شئ کو ایسے لفظ سے تعبیر کرے جو دلالت کرنے میں صریح نہ ہو کم اور کذا یہ دونوں عدد سے کنایہ کرنے کے لئے آتے ہیں اور کیت اور ذیت یہ بات سے اور کلام سے کنایہ کے لئے آتے ہیں کم کی دو قسمیں ہیں (۱) کم استفہامیہ جیسے کم درہما عندک (۲) کم خبریہ جیسے کم رجل عندی میرے پاس اتنے آدمی ہیں اور کیت اور ذیت مبہمات بتانے کے لئے آتے ہیں جیسے سمعت کیت و کیت میں نے ایسا اور ایسا سنا اور قلت ذیت و ذیت میں نے ایسے ایسے کہا۔

قوله فكم الاستفهامية الخ | فائدہ: یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کم استفہامیہ کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے جیسے کم دینار عندک اور کم خبریہ کی تمیز کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے کم رجل عندی اور کبھی مجرور جمع ہوتی ہے جیسے کم رجال عندی۔

قوله وَتَدْخُلُ مِنْ فِيهِمَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کے شروع میں کبھی من بیان یہ بھی داخل کر دیتے ہیں اسوقت ان کی تمیز مجرور ہوگی استفہامیہ کی مثال جیسے كَمْ مِنْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ اور کم خبریہ کی مثال جیسے كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا اور کم استفہامیہ اور کم خبریہ یہ دونوں صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ کلام کا استفہام یا خبر کی قبیل سے ہونا شروع ہی سے معلوم ہو جائے اس لئے اس کا صدارت کلام میں ہونا ضروری ہے۔

قوله وَكِلَا هُمَا يَقَعُ مَرْفُوعًا الخ | کم استفہامیہ اور کم خبریہ میں سے ہر ایک کبھی محلا مرفوع ہوگا اور کبھی محلا منصوب اور کبھی محلا مجرور ہوگا جس طرح عامل تقاضا کرے اگر عامل مفعول بہ کا تقاضا کرے تو کم مفعول بہ ہوگا جیسے کم ر جلا ضربت کم ر جل ملکت اور اگر عامل مفعول مطلق کا تقاضا کرے تو یہ مفعول مطلق ہوگا جیسے کم ضربت کم ضربت اور اگر ظرف کا تقاضا کرے تو یہ ظرف ہوگا جیسے کم یوما صُنْتُ -

قوله فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ فِعْلٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں ہر وہ کم استفہامیہ یا خبریہ جسکے بعد ایسا فعل واقع ہو جو کم کی ضمیر میں عمل نہیں کرتا ہو تو ایسا کم فعل مذکور کے عامل کے موافق منصوب ہوتا ہے یعنی کبھی مفعول فیہ ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کم یوما سیرت اور کبھی مفعول بہ ہو کر منصوب ہوتا ہے جیسے کم ر جلا اکرمت جس طرح فعل مذکورہ کا تقاضا ہوگا اسی طرح کم میں عمل کرے گا۔

قوله وَكُلُّ مَا قَبْلَهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کم استفہامیہ یا خبریہ سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو تو وہ کم محلا مجرور ہوگا جیسے بکم درہما اشتريت تو یہاں کم حرف جر کی وجہ سے محلا مجرور ہے وغلام کم ر جل اکرمت یہاں کم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے محلا مجرور ہے۔

قوله وَالَا فَمَرْفُوعٌ مُّبْتَدَأٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کم محلا مرفوع اس وقت ہوگا جب کہ کم سے پہلے نہ حرف جر ہو نہ مضاف ہو جو مجرور ہونے کی علامتیں ہیں وہ بھی نہ ہوں تو اس وقت کم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا بھر طیکہ ظرف نہ ہو جیسے کم ر جلا اخوتک اور اگر ظرف ہو تو خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا جب کہ وہ ظرف ہو جیسے کم یوما سفرک۔

قوله وَكَذَلِكَ. اَسْمَاءُ الْاِسْتِفْهَامِ الخ | فائدہ: یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں جس طرح کم خبریہ محلا مرفوع ہوتا ہے مابہر مبتداء اور خبر ہونے کے اور منصوب اور مجرور ہوتا ہے اسی طرح اسمائے استفہام اور شرط میں چار وجہیں ہیں منصوب کی مثال مَن ضَرَبْتُ وَمَن تَضَرَّبُ اَضْرَبُ اور مرفوع کی مثال مَن ضَرَبْتُ اَضْرَبْتُ جیسے مَن ضَرَبْتَنِي اور مَن تَضَرَّبْتَنِي اَضْرَبْتَنِي اور مَن ضَرَبْتُ اَضْرَبْتَنِي اور مَن تَضَرَّبْتُ اَضْرَبْتَنِي اور غلام مَن ضَرَبْتُ وغلام مَن تَضَرَّبْتُ اَضْرَبْتَنِي۔

قوله وَفِي مِثْلِ كَمْ عَمَّةٍ النخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کم عمتہ کی مثل میں تین وجوہ جائز ہیں اور اس مثل سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جو کم خبریہ اور استفہامیہ کا احتمال رکھتی ہو اور اس کی تمیز ذکر اور حذف کا احتمال رکھتی ہو (۱) پہلی وجہ عمتہ کو مرفوع پڑھیں تو اس وقت یہ مبتداء ہوگا (۲) دوسری وجہ اسے منصوب پڑھیں تو یہ تمیز ہوگی کم استفہامیہ کی اور کم استفہامیہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے (۳) تیسری وجہ اسے مجرور پڑھیں تو اس وقت یہ کم خبریہ کی تمیز ہوگی اور کم خبریہ کی تمیز مجرور ہوتی ہے جیسے کم عمتہ اسی طرح خالۃ کو بھی تین طرح پڑھ سکتے ہیں مرفوع منصوب اور مجرور۔

فائدہ: یہ شعر فرزدق کا ہے اور اس میں جریر کی مذمت بیان کرتا ہے پورا شعر اس طرح ہے

كَمْ عَمَّةٌ لَكَ يَا جَرِيرُ وَخَالَةٌ
فَدَعَاءٌ قَدْ حَلَبَتْ عَلَيَّ عِشَارِي

اے جریر! تیری کتنی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں جو مڑے ہوئے ہاتھوں والی ہیں جنہوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کا دودھ دہا ہے ہاتھوں کے مڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ اونٹنیوں کا دودھ دوہنا بہت بڑی مشقت کا کام ہے تو یہ کننا یہ ہے کہ وہ حقیر اور مشقت کا کام کرتی ہیں اور عمتہ کو جب کم خبریہ کی تمیز ہائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جریر کی بہت ساری خالائیں اور پھوپھیاں فرزدق کی خدمت کرتی رہی ہیں اور کم استفہامیہ کی تمیز ہو تو پھر جریر سے سوال کرتا ہے کہ کتنی تیری خالائیں اور پھوپھیاں ہیں جو میری خدمت کرتی رہی ہیں گویا اس قدر ہیں کہ فرزدق کو انکی تعداد یاد نہیں ہے اس وجہ سے سوال کر رہا ہے۔

ترکیب: كَمْ عَمَّةٌ لَكَ يَا جَرِيرُ وَخَالَةٌ
فَدَعَاءٌ قَدْ حَلَبَتْ عَلَيَّ عِشَارِي

کم استفہامیہ ممیز، عمتہ موصوف، لک جار مجرور ظرف مستقر متعلق کانتہ کے ہو کر صفت عمتہ کی، موصوف عفت مل کر معطوف علیہ، واو حرف عطف، خالۃ موصوف، فدعاء صفت، موصوف صفت سے مل کر معطوف، معطوف معطوف علیہ مل کر تمیز کم استفہامیہ کی، کم استفہامیہ اپنی تمیز سے مل کر مرفوع محلا مبتداء، قد حرف تحقیق حلیت فعل ہی ضمیر درو مستتر فاعل راجع بسوئے کم عمتہ، علی جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق حلیت، عشاری مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ حلیت کا فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر محلا مرفوع مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوگا حرف ندایہ معنی ادعو جریر یعنی بر علامت رفع منادی مفعول بہ فعل محذوف ادعوا کا، ادعو فعل یا فاعل

اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ معترضہ ہوا۔

قوله وَقَدْ يُحَذَفُ الْخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کم کی تمیز کو قرینے کے پائے جانے کے وقت کبھی کبھی حذف بھی کر دیتے ہیں جیسے کَمَ مَالُکَ اس میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ مالک یہ معرفہ ہے اور کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے اِیْ کَمَ دِرْهَمًا مَالُکَ اور کَمَ ضَرْبَتْ میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں کم فعل پر داخل ہو رہا ہے معلوم ہوا کہ کم ضرت میں تمیز محذوف ہے اِیْ کَمَ مَرَّةً ضَرْبَتْ

الظُرُوفُ مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْإِضَافَةِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَاجْرَى مَجْرَاهُ لَا غَيْرَ وَلَيْسَ غَيْرُ وَحَسَبُ وَمِنْهَا حَيْثُ وَلَا يُضَافُ إِلَّا إِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْأَكْثَرِ وَمِنْهَا إِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبَلِ وَفِيهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَلِذَلِكَ اخْتِيرَ بَعْدَهَا الْفِعْلُ وَقَدْ تَكُونُ لِلْمُقَاجَاةِ فَيَلْزِمُ الْمُبْتَدَأُ بَعْدَهَا وَمِنْهَا إِذِلِّلْمَاضِي وَيَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ وَمِنْهَا آيْنٌ وَأَنْتَى لِلْمَكَانِ اسْتِفْهَامًا وَ شَرْطًا وَمَتَى لِلزَّمَانِ فِيهِمَا وَأَيَّانَ لِلزَّمَانِ اسْتِفْهَامًا وَكَيْفَ لِلْحَالِ اسْتِفْهَامًا۔

ترجمہ: ظروف میں سے بعض وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے ہوں جیسے قبل اور بعد اور ان کے قائم مقام کیا گیا ہے لا غیر لیس غیر اور حسب کو اور ان میں ایک حیث ہے اور اس کی اضافت نہیں کی جاتی مگر جملے کی طرف اکثر اور ان میں سے ایک اذ ہے اور یہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کا معنی ہوتا ہے اس لئے مختار ہے اس کے بعد فعل کا لانا اور کبھی یہ مفاعلات کے لئے آتا ہے اور اس کے بعد مبتدأ کا ہونا لازمی ہے اور ان میں سے ایک اذ ہے اور یہ ماضی کیلئے آتا ہے اور اس کے بعد دو جملے ہوتے ہیں اور ان میں سے این اورانی ہیں اور یہ مکان کے لیے آتے ہیں بمعنی استفہام اور شرط کے اور متی زمان کے لئے آتا ہے ان دونوں میں (یعنی شرط اور استفہام میں) اور ایان یہ زمان کے لئے آتا ہے استفہام کے معنی میں اور کیف یہ حال کے لئے آتا ہے استفہام کے معنی میں۔

تشریح: اَلْظُرُوفُ مِنْهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مبنيات میں سے اسمائے ظروف کو بیان کرتے

ہیں اسمائے ظروف میں بعض وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے ہوں اس طرح کہ ان کا مضاف الیہ حذف کر دیا گیا ہو جیسے قبل اور بعد قبل اور بعد کی تین حالتیں ہیں ان کا مضاف الیہ مذکور ہو گا یا محذوف، اگر ان کا مضاف الیہ مذکور ہو تو اس وقت معرب ہوں گے اگر ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کا مضاف الیہ نسیا مضاف محذوف ہو گا یا منویا محذوف ہو گا اگر ان کا مضاف الیہ نسیا مضاف محذوف ہو تو اس وقت معرب ہوں گے اگر مضاف الیہ منویا محذوف ہو تو اس وقت مبنی علی الضم ہوں گے مبنی اس لئے ہوں گے کہ یہ مضاف الیہ کے محتاج ہونے میں حرف کے مشابہ ہیں اور حرف مبنی الاصل ہے تو حرف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ بھی مبنی بن جائیں گے اور لا غیر اور لیس غیر اور حسب یہ بھی قبل اور بعد کے قائم مقام ہوتے ہیں جس طرح قبل اور بعد مقطوع عن الاضافت ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مقطوع عن الاضافت ہوتے ہیں۔

قوله وَمِنْهَا حَيْثُ الخ | اسمائے ظروف میں سے ایک حیث ہے اور حیث اکثر جملے کی طرف مضاف

ہوتا ہے جیسے اجلسُ حَيْثُ جَلَسَ زَيْدٌ يَاجِلِسُ حَيْثُ زَيْدٌ جَالِسٌ

قوله وَمِنْهَا اِذَا الخ | اسماء ظروف میں سے ایک اِذَا ہے اور یہ مستقبل کے لیے آتا ہے اور اگر ماضی

پر داخل ہو تو اسے بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ اور کبھی اِذَا شَرَطَ کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اور جب اس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے تو اسکے بعد فعل کا لانا مختار ہے کیونکہ فعل کی شرط کے ساتھ مناسبت ہے جیسے أُعْطِيَكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور کبھی اِذَا مَفَاجَاتِ کے لئے آتا ہے تو اس وقت اس میں شرط کا معنی نہیں ہوتا ہے اور اسکے بعد مبتدا کا ہونا لازمی ہے تاکہ اِذَا مَفَاجَاتِیہ اور شرطیہ میں فرق ہو جائے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبْعُ وَاِقْفُ

قوله وَمِنْهَا اِذْ الخ | اسماء ظروف میں سے ایک اِذْ ہے اور یہ ماضی کے لئے آتا ہے اگرچہ مستقبل پر داخل ہو اور

اس کے بعد جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں آسکتے ہیں جملہ اسمیہ کی مثال جیسے جِئْتُكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالَعَةُ اور جملہ فعلیہ کی مثال جیسے اَتَيْتُكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔

قوله وَمِنْهَا اَيْنَ وَاِنْتِ الخ | اسماء ظروف میں سے اَيْنَ وَاِنْتِ ہیں جو مکان کے لئے آتے ہیں بمعنی استفہام

کے اور بمعنی شرط کے استفہام کی مثال جیسے اَيْنَ زَيْدٌ اور اِنْتِ زَيْدٌ اور شرط کی مثال جیسے اَيْنَ تَكُنْ اَوْ اِنْتِ تَجْلِسُ اَجْلِسُ۔

قوله وَمَتَى لِلزَّمَانِ الْخ | اسمائے ظروف میں سے ایک متی ہے یہ زمان کے ساتھ خاص ہے اور یہ کبھی استفہام کے لئے آتا ہے جیسے متی القتال اور کبھی شرط کے لئے آتا ہے جیسے متی تخرج اخرج۔

قوله وَأَيَّانَ لِلزَّمَانِ الْخ | اسمائے ظروف میں سے ایک ایان ہے جو زمانے کے لئے آتا ہے اور ایان حرف استفہام کے ساتھ خاص ہے اور اس میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جیسے أَيَّانَ يَوْمَ الدِّينِ۔

قوله وَكَيْفَ الْخ | اسمائے ظروف میں سے ایک کیف ہے اور کیف یہ حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے کیف انت تیرا کیا حال ہے۔

وَمَذْمُومٌ بِمَعْنَى أَوَّلِ الْمُدَّةِ فَيَكْلِبُهُمَا الْمُفْرَدُ الْمَعْرِفَةُ وَبِمَنْعَى الْجَمِيعِ فَيَكْلِبُهُمَا الْمُقْصُودُ بِالْعَدَدِ وَقَدْ يَقَعُ الْمُصَدَّرُ أَوْ الْفِعْلُ أَوْ أَنْ أَوْ إِنَّ فَيَقْدَرُ زَمَانٌ مُضَافٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهُ مَا بَعْدَهُ خِلَافًا لِلزُّجَاجِ وَمِنْهَا لَدَى وَلَكِنْ وَقَدْ جَاءَ لَدَنْ وَلَدَنْ وَلَدَ وَلَدَ وَلَدَ وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفَى وَعَوَضُ لِلْمُسْتَقْبَلِ الْمَنْفَى وَالظُّرُوفُ الْمُضَافَةُ إِلَى الْجُمْلَةِ وَإِذَا يَجُوزُ بِنَاءُهَا عَلَى الْفَتْحِ وَكَذَلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَأَنْ وَأَنَّ۔

ترجمہ: مذومند یہ اول مدت بیان کرنے کے لئے آتے ہیں پس متصل ہوتا ہے ان دونوں کیساتھ مفرد معرفہ اور بمعنی پوری مدت کے لیے بھی آتے ہیں پس متصل ہوتا ہے ان کے ساتھ مقصود بالعدد اور کبھی (مذومند اور منذ کے بعد) مصدر یا فعل یا أَنْ إِنَّ واقع ہوتے ہیں پس (لفظ مذومند کے بعد) لفظ زمان مضاف مقدر ہوتا ہے اور وہ (مذومند) مبتدا ہوتے ہیں اور اس کے بعد اس کی خبر ہوتی ہے لیکن یہ بات زجاج نحوی کے خلاف ہے اور ان میں سے ایک لدی اور لدن ہیں اور ان میں چند لغات اور بھی ہیں لدن ولدن ولدن ولدن ولدن اور ان میں سے ایک قط ہے جو ماضی منفی کیلئے آتا ہے اور عوض مستقبل منفی کے لئے آتا ہے اور وہ ظروف جو مضاف ہوں جملے اور اذ کی طرف ان کا متنی بر فتح ہونا جائز ہے اور ایسے ہی مثل اور غیر جب کہ مع اور ان اور ان کے ساتھ ہوں۔

تشریح: وَمَذْمُومٌ بِمَعْنَى أَوَّلُ الْمُدَّةِ الْخ | مذ اور مندیہ دو معنی کے لئے لائے جاتے ہیں (۱) اول مدت بتانے کیلئے لائے جاتے ہیں جب کہ اسکے مفرد معرّفہ بغیر فصل کے واقع ہو جیسے مارا مَذْمُومٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ کہ میں نے اسے جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا (۲) کبھی مذ مندی پوری مدت بتانے کے لئے لائے جاتے ہیں اس صورت میں مذ اور مندی کے متصل وہ زمانہ ہوتا ہے جو مقصود بالعدد ہو اگر یہ سوال کا جواب بن سکتے ہوں جیسے کوئی پوچھے کم مدۃ مارا مَذْمُومٌ زَيْدٌ کہ تم نے زید کو کتنی مدت سے نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا مارا مَذْمُومٌ مَذْمُومٌ يَوْمَانِ او ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ -

فائدہ: مذ اور مندی کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں قلت بناء میں حروف کے مشابہ ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو حروف مبنیہ کے ساتھ مشابہت حاصل ہے اور حروف مبنیہ غایت پر دلالت کرتے ہیں کہ جس طرح حروف غایت کو اضافت سے قطع کیا جاتا ہے اس طرح مذ اور مندی کو بھی اضافت سے قطع کر لیا جاتا ہے۔

اعتراض: یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ پہلے مذ کو کیوں ذکر کیا مندی کو کیوں نہیں ذکر کیا مذ کو پہلے ذکر کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: مذ یہ مندی سے خفیف ہے اسمیں حروف کم ہیں اور جو چیز خفیف ہوتی ہے اسے پہلے ذکر کیا جاتا ہے اسلئے مذ کو مقدم کیا۔

قوله وَقَدْ يَقَعُ الْمَصْدَرُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ مذ اور مندی کے بعد کبھی مصدر اور فعل واقع ہوتا ہے اور کبھی اَنْ مخففہ اور اَنْ مٹھلہ واقع ہوتا ہے تو ان صورتوں میں مذ اور مندی کے بعد لفظ زمان مقدر ہو گا مصدر کی مثال جیسے مافرحت مذ ذهابک اور فعل کی مثال مافرحت مذ ذہبت اور اَنْ کی مثال جیسے مافرحت مذ اَنْک ذاہب اور اَنْ کی مثال جیسے مافرحت مذ اَنْ ذہبت مذ اور مندی کے بعد لفظ زمان کی مثال جیسے مافرحت مذ ذهابک ای مذ زمان ذهابک۔

قوله وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ مذ اور مندی کی ترکیب بیان کرتے ہیں، جمہور فرماتے ہیں کہ مذ اور مند مبتدا ہیں اور ان کے مابعد اسکی خبر ہوگی لیکن زجاج نحوی فرماتے ہیں کہ مذ اور مندی خبر مقدم ہیں اور ان کا مابعد مبتدا مؤخر ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ مذ اور مندی دونوں نکرہ ہوتے ہیں اور نکرہ مبتدا نہیں بن سکتا اس لئے

اسے خبر مقدم بنائیں گے لیکن جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ مذ اور منذ نکرہ معرفہ کی تاویل میں ہو کر مبتدا بن جاتے ہیں۔

قوله وَمِنْهَا لَدَايَ وَلَدُنْ اِنْ | ظروف مبنیہ میں سے لدی اور لدن ہیں یہ عند کے معنی میں ہیں لیکن عند اور لدی اور لدن میں فرق یہ ہے کہ عند میں شی کا قبضہ اور ملک میں ہونا کافی ہے ہر وقت پاس رہنا ضروری نہیں جیسے المال عند زید اس وقت کہیں گے جب مال زید کی ملکیت میں ہو خواہ وہ ملک میں ہو یا اس کے پاس ہو اور لدی اور لدن میں ملکیت کافی نہیں بلکہ پاس ہونا ضروری ہے چنانچہ المال لدی زید اس وقت کہیں گے جب مال زید کے پاس موجود ہو لہذا عند عام ہے اور لدی اور لدن خاص ہیں اور اس میں اور بھی لغات ہیں لَدُنِ اور لَدُنْ اور لَدَا اور لَدَا

قوله مِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَصْفِي اِنْ | اسمائے ظروف میں سے ایک قَطُّ ہے یہ ماضی منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے استغراق نفی کا فائدہ دیتا ہے جیسے ما رایتہ قط اور قَطُّ میں کئی لغات ہیں (۱) قَطُّ قاف کے فتح اور طاء مشدہ کے ضمہ کے ساتھ (۲) قَطُّ قاف اور طاء مشدہ کے ضمہ کے ساتھ (۳) قَطُّ قاف کے ضمہ اور طاء مشدہ کے کسرہ کے ساتھ (۴) قَطُّ قاف کے ضمہ اور طاء مشدہ کے فتح کے ساتھ (۵) قَطُّ قاف کے فتح اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ (۶) قَطُّ قاف اور طاء مخففہ کے ضمہ کے ساتھ۔

قوله وَعَوَضُ اِنْ | یہ مستقبل منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے لَا أَضْرِبُهُ عَوَضُ میں اسے کبھی نہیں ماروں گا اور چونکہ عوض کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے اس لئے یہ مبنی ہو گا۔

قوله وَالظُّرُوفُ الْمُضَافَةُ إِلَى الْجُمْلَةِ اِنْ | وہ ظروف جو جملہ کی طرف کبھی مضاف ہوتے ہیں یا ان کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کا فتح پر مبنی ہونا جائز ہے جیسے يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ یوم یہ ظرف میں سے ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہے اس لئے فتح پر مبنی ہے اسی طرح وَمِنْ خِزْيِ يَوْمٍ مِثْلُ اس مثال میں یوم ظرف میں سے ہے اس لئے یہ مبنی بر فتح ہے لفظ یَجُوزُ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظروف جب جملہ یا ان کی طرف مضاف ہوں تو ان کو معرب بھی پڑھ سکتے ہیں پس پہلی مثال میں یوم کو مبتدا کی خبر ہونے کی بنا پر مرفوع پڑھ سکتے ہیں اور دوسری مثال میں یوم کو خِزْيِ کا مضاف الیہ ہونے کی بنا پر مجرور پڑھ سکتے ہیں۔

قوله وَكَذَلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ اِنْ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان فرما رہے ہیں کہ مثل اور غیر کے بعد جب ما اور آن مصدر یہ اور آن واقع ہو تو اسمائے ظروف کی طرح انہیں مبنی بر فتح پڑھنا اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے

مثلاً اور غیر جملے کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے جیسے مثل مَا أَنْتُمْ تَنْطِقُونَ اور ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے۔

الْمَعْرِفَةُ وَالنَّكْرَةُ الْمَعْرِفَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهِ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ وَالْأَعْلَامُ
وَالْمُبْهَمَاتُ وَمَا عُرِفَ بِاللَّامِ أَوِ الْبَدَاءِ وَالْمُضَافُ إِلَى أَحَدِهَا مَعْنَى الْعِلْمِ مَا
وُضِعَ لِشَيْءٍ بِعَيْنِهِ غَيْرُ مُتَنَاوِلٍ غَيْرُهُ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَأَعْرِفَهَا الْمُضْمَرُ
الْمُتَكَلِّمُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ النَّكْرَةُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ لَا بِعَيْنِهِ۔

ترجمہ : معرفہ اور نکرہ : معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو شئی معین کیلئے اور یہ مضمرات اور اعلام اور مبہمات ہیں اور جسے معرفہ بنایا گیا ہو لام کے ساتھ (یعنی معرف باللام) اور ند اور جوان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو اضافت معنویہ کے ساتھ علم وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو شئی معین کے لیے جو اس کے غیر کو ایک وضع سے شامل نہ ہو اور معرفہ میں سے زیادہ معرفہ ضمیر متکلم پھر مخاطب ہے اور نکرہ وہ ہے جو غیر معین شئی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح : الْمَعْرِفَةُ وَالنَّكْرَةُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ معرفہ اور نکرہ کی بحث شروع کرتے ہیں معرفہ اسے کہتے ہیں جو معین شئی کے لئے وضع کیا گیا ہو یعنی کسی ایسی چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو جو متکلم اور مخاطب کے نزدیک معین اور معلوم ہو جیسے زید و خالد۔

قوله وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ معرفہ کی سات قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) مضمرات جیسے أَنَا نَحْنُ أَنْتَ أَنْتُمَا وغیرہ (۲) اعلام یعنی جو کسی خاص شریا خاص آدمی یا کسی خاص چیز کا نام ہو جیسے زید دھلی زمزم (۳) اسمائے اشارہ یعنی وہ اسم جس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے جیسے هَذَا قَلَمٌ وَذَلِكَ الْكِتَابُ (۴) اسم موصول یعنی وہ اسم جو صلے کے ساتھ مل کر جملے کا پورا جزء بنے جیسے جَاءَ الَّذِي أَبُوهُ عَالِمٌ۔

فائدہ : صاحب کافیہ نے اسمائے اشارہ اور اسماء موصولہ کو اکٹھا بیان کر کے ان کا نام مبہمات رکھ دیا اس لئے کہ اسم اشارہ بغیر مشار الیہ کے مخاطب کے نزدیک مبہم ہوتا ہے اسی طرح اسم موصول بغیر صلہ کے مخاطب کے نزدیک مبہم

ہوتا ہے اس لئے ان کا نام مہمات رکھ دیا ہے (۵) معرف باللام یعنی وہ اسم نکرہ جس پر الف لام داخل کر کے معرفہ بنادیا گیا ہو جیسے الرَّجُلُ الْفَرَسُ (۶) معرفہ بالنداء یعنی وہ اسم جو پکارنے کی وجہ سے معرفہ بن جائے جیسے یا رَجُلُ (۷) وہ اسم جو ان پانچوں قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے غلامہ علم کی طرف مضاف ہو جیسے سَاكِنٌ دِهْلِي اسم اشارہ کی طرف مضاف ہو جیسے كِتَابُ هَذَا اسم موصول کی طرف مضاف ہو جیسے غَلَامُ الَّذِي عِنْدَكَ معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے قَلَمُ الرَّجُلِ -

قوله الْعَلَمُ مَا وَضِعَ لِشَيْءٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ علم کی تعریف کرتے ہیں علم وہ اسم ہے جو کسی شی معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اور وہ اس وضع کے اعتبار سے غیر کو شامل نہ ہو جیسے زید جب معین شخص کا نام رکھ دیا جائے تو اس وقت وضع خاص کے اعتبار سے غیر کو شامل نہیں ہوگا۔

قوله وَأَعْرِفَهَا الْمُضْمَرُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ معرفوں میں سب سے زیادہ کامل اور اکمل ضمیر متکلم ہے چاہے واحد متکلم ہو جیسے اَنَا چاہے جمع متکلم ہو جیسے نَحْنُ اور اس کے بعد زیادہ معرف مخاطب ہے جیسے أَنْتَ أَنْتُمْ وغیرہ اس کے بعد ضمیر غائب اور اس کے بعد علم -

قوله النَّكَرَةُ مَا وَضِعَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ نکرہ کی تعریف کرتے ہیں کہ نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جو غیر معین شی کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے رَجُلٌ فَرَسٌ وغیرہ -

أَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وَضِعَ لِكَمِّيَّةٍ أَحَادِ الْأَشْيَاءِ أَصُولُهَا اثْنَتَا عَشْرَةَ كَلِمَةً وَاحِدٌ إِلَى عَشْرَةٍ وَبِأَتَةِ وَالْفَتْ تَقُولُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ وَاحِدَةٌ اِثْنَانِ وَثْنَتَانِ وَثَلَاثَةٌ إِلَى عَشْرَةٍ وَثَلَاثٌ إِلَى عَشْرٍ وَاحِدٌ عَشْرٍ اِثْنَا عَشَرَ اِحْدَى عَشْرَةَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ وَثْنَتَا عَشْرَةَ وَثَلَاثَةُ عَشَرَ إِلَى تِسْعَةٍ عَشَرَ وَثَلَاثُ عَشْرَةٍ إِلَى تِسْعِ عَشْرَةٍ وَتَمِيمٌ تَكْسِيرُ السِّتَيْنِ فِي الْمُؤَنَّثِ وَعِشْرُونَ وَآخَوَاتُهَا فِيهِمَا وَاحِدٌ وَعِشْرُونَ وَاحِدٌ وَعِشْرُونَ ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَا تَقَدَّمَ إِلَى تِسْعَةٍ وَتِسْعَيْنِ وَبِأَتَةِ وَالْفَتْ بِاِثْنَانِ وَالْفَانِ فِيهِمَا ثُمَّ بِالْعَطْفِ عَلَى مَا تَقَدَّمَ وَفِي ثَمَانِي عَشْرَةٍ فَتَحُ الْيَاءِ وَجَازَ اسْكَانُهَا وَشَدَّ حَذْفُهَا يَفْتَحُ التَّوْنُ -

ترجمہ: اسماء عدد (اسم عدد) وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے کے لئے اور اس کے اصول بارہ کلمے ہیں واحد سے عشر تک اور مائۃ اور الف جیسے تو کہے (واحد اور اثنان میں موافق قیاس) واحد اور اثنان اور واحدۃ و اثنتان و ثمان اور (تین سے لے کر دس تک خلاف قیاس) ثلاثۃ سے عشرۃ تک اور ثلاث سے عشر تک (اور گیارہ اور بارہ موافق قیاس) جیسے أَحَدٌ عَشَرَ اور اثنان عَشَرَ اور احدى عشرۃ اور اثنان عشرۃ (اور تیرہ سے لے کر انیس تک خلاف قیاس) جیسے ثلاثۃ عشر سے تسعة عشر تک ثلاث عشرۃ سے تسع عشرۃ تک اور عوتم (عشرۃ) میں شین کو کسرہ دیتے ہیں مونث میں اور عشرون اور اسکے ہم مثل ان دونوں (مذکر اور مونث) میں برابر استعمال ہوتے ہیں (اکیس بائیس موافق قیاس ہیں) جیسے احد و عشرون اور احدى و عشرون پھر عطف ہو گا اسی لفظ کے ساتھ جو گزر اتسعة و تسعين تک اور مائۃ اور الف و مائتان اور الفان ان دونوں میں (مذکر اور مونث میں برابر ہیں) پھر عطف کریں گے اسکے مطابق جو گزر اور ثمانی عشرۃ میں یاء کے فتح کے ساتھ اور اسکا سکون بھی جائز ہے اور اس کو حذف کر کے نون کے فتح کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

تشریح: أَسْمَاءُ الْعَدَدِ الْخ یہاں سے صاحب کافیہ اسماء عدد کے استعمال کا طریقہ بتا رہے ہیں پہلے اسماء عدد کی تعریف کرتے ہیں اسم عدد وہ اسم ہے جسے چیزوں کے افراد کی مقدار بیان کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے ثلاثہ رجال اس مثال میں ثلاثۃ اسماء عدد میں سے ہے اور رجل کے تین افراد پر دلالت کرتا ہے۔

قوله أَصُولُهَا اِثْنَتَا عَشْرَةَ كَلِمَةً الْخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ اسماء عدد کے اصول بارہ کلمے ہیں واحد سے لے کر عشر تک اور مائۃ و الف اب باقی اعداد انہی بارہ کلموں سے بنیں گے۔

قوله تَقُولُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ الْخ یہاں صاحب کافیہ تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ ایک سے لے کر دو عدد تک موافق قیاس یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد بھی مذکر ہو گا جیسے رجل واحد و جلان اثنان اور اگر معدود مونث ہے تو عدد بھی مونث ہو گا جیسے امرأۃ واحدۃ و امرأتان اثنان۔

قوله ثَلَاثَةٌ اِلَى عَشْرَةٍ الْخ تین سے لے کر دس تک اعداد خلاف قیاس آتے ہیں یعنی اگر معدود مذکر ہے تو عدد مونث آئے گا جیسے ثلاثہ رجال اور اگر معدود مونث ہے تو عدد مذکر آئے گا جیسے ثلاث نسوة عشر نسوة۔

قوله أَحَدَ عَشَرَ إِثْنَا عَشَرَ الخ | گیارہ اور بارہ میں اسم عدد موافق قیاس آتا ہے اگر معدود مذکر ہوگا تو عدد

بھی مذکر ہوگا جیسے احد عشر رجلا اثنا عشرہ رجلا اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد بھی مؤنث ہوگا جیسے احدی عشرة امراة اثنا عشرة امراة

قوله وَثَلَاثَةَ عَشَرَ الخ | تیرہ سے لے کر انیس تک اگر معدود مذکر ہے تو عدد کا پہلا جزء خلاف قیاس مؤنث

اور دوسرا جزء موافق قیاس یعنی مذکر لایا جائیگا جیسے ثلاثة عشر رجلا، تسعة عشر رجلا وغیرہ اور اگر معدود مؤنث ہے تو عدد کا

پہلا جزء خلاف قیاس مذکر اور دوسرا جزء موافق قیاس یعنی مؤنث لایا جائیگا جیسے ثلث عشرة امراة، خمس عشرة امراة

تسع عشرة امراة وغیرہ۔

قوله وَتَمِيمٌ تَكَثَّرَ الْبَشِينِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ بنو تميم عشرة کی شین

کو کسرہ دیتے ہیں دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر عشرة پڑھو گے تو اربع فتحات کا پے در پے جمع ہونا لازم آئے گا جس کی وجہ سے

ثقل پیدا ہو جائیگا ثقل سے چنے کے لئے عشرة کے شین کو کسرہ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں لیکن اہل حجاز اسے دو طرح

استعمال کرتے ہیں ایک یہ کہ شین کو ساکن کرتے ہیں جیسے عشرة اور کبھی ساکن نہیں کرتے بلکہ شین کے فتح کے ساتھ

پڑھتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس میں پے در پے چار فتحوں کا جمع ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ عشر علیحدہ کلمہ ہے اور

علیحدہ کلمہ ہے تو چار فتحوں کا ایک کلمے میں جمع ہونا لازم نہیں آتا لہذا ثقل بھی نہیں۔

قوله عِشْرُونَ وَأَخَوَاتُهَا الخ | عشرون ثلاثون سے لے کر تسعون تک مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے اسم

عدد برابر استعمال ہوتے ہیں جیسے عشرون رجلا عشرون امراة تسعون رجلا تسعون امراة وغیرہ۔

قوله أَحَدٌ وَعِشْرُونَ الخ | اکیس بائیس اکتیس اسی طرح اکانوے بانوے تک اسم عدد کا استعمال

موافق قیاس ہوتا ہے اگر معدود مذکر ہے تو عدد بھی مذکر ہوگا جیسے أَحَدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلًا اثنان وعشرون رجلا

اگر معدود مؤنث ہو تو عدد بھی مؤنث ہوگا جیسے احدى وعشرون امراة اثنان وعشرون امراة۔

قوله ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَا تَقَدَّمَ الخ | تیس سے لے کر انیس تک اسی طرح تینتیس سے لے کر

انالیس تک اسی طرح چلتے چلتے ترانوں سے لے کر نانوے تک پہلا عدد خلاف قیاس اور دوسرا عدد اپنی حالت پر رہے گا یعنی اگر

معدود مذکر ہے تو پہلا عدد خلاف قیاس مؤنث ہوگا اور دوسرا اپنی حالت پر ہوگا جیسے ثَلَاثَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلًا سے تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ رَجُلًا تک اور ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُونَ رَجُلًا سے تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ رَجُلًا تک اسی طرح چلتے چلتے ثَلَاثَةٌ وَتِسْعُونَ رَجُلًا سے تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ رَجُلًا تک اور اگر معدود مؤنث ہے تو پہلا عدد خلاف قیاس مذکر اور دوسرا اپنی حالت پر رہے گا جیسے ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً سے تِسْعٌ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً تک اسی طرح چلتے چلتے ثَلَاثٌ وَتِسْعُونَ امْرَأَةً سے لے کر تِسْعٌ وَتِسْعُونَ امْرَأَةً تک۔

فائدہ: بابائیں کے بعد دہائیوں کا عطف اکائیوں پر ہوگا اسی طریقے سے جیسے ننانوے تک اسمائے عدد کے استعمال کا طریقہ گذرا۔

قوله مِائَةٌ وَ أَلْفٌ الْح | مائے والف اور ان دونوں کا ثنیۃ مائتان اور الفان مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے برابر استعمال ہوتا ہے جیسے مائۃ رجل مائۃ امراۃ اور الف رجل والف امراۃ مائۃ رجل و مائۃ امراۃ الف رجل والف امراۃ الف رجل والف امراۃ پھر جب مائۃ اور الف پر عدد زائد ہوگا تو اس پر زائد کا عطف اسی طریقے سے ہوگا مثلاً واحد اور اثنان میں موافق قیاس تھا تو مائۃ کے ساتھ ملائیں گے تو یوں کہیں گے مائۃ و واحد و مائۃ و اثنان اسی طرح تین سے لے کر نو تک خلاف قیاس مائۃ و ثلثۃ رجال و مائۃ و ثلث نسوة وغیرہ آگے جتنی بھی گنتی بنانی ہو تو مذکورہ اعداد پر قیاس کر کے بناتے جاؤ۔

قوله وَفِي ثَمَانِي عَشْرَةَ الْح | یہاں سے صاحب کافیہ ثمانی عشرۃ پر دو اعراب بیان کرتے ہیں پہلا اعراب یاء پر فتح پڑھا جائے گا جیسے ثمانی عشرۃ اور دوسرا اعراب یہ ہے کہ یاء کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے گا جیسے ثمانی عشرۃ لیکن یاء کو حذف کر کے نون کو فتح کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

وَمُمَيِّزُ الثَّلَاثَةِ إِلَى الْعَشْرَةِ مَخْفُوضٌ مَجْمُوعٌ لَفْظًا أَوْ مَعْنَى إِلَّا فِي ثَلَاثٍ مِائَةٍ إِلَى تِسْعٍ مِائَةٍ وَكَانَ قِيَاسُهَا مِثَالِ أَوْ مِثْنَيْنِ وَمُمَيِّزُ أَحَدٍ عَشْرٍ إِلَى تِسْعَةِ وَتِسْعِينَ مَنْصُوبٌ مُفْرَدٌ وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَأَلْفٍ وَتَثْنِيَّتُهُمَا وَجَمْعُهُ مَخْفُوضٌ مُفْرَدٌ وَإِذَا كَانَ الْمَعْدُودُ مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا أَوْ بِالْعَكْسِ فَوَجَّهَانِ وَلَا يُمَيِّزُ وَاحِدٌ وَاثْنَانِ إِسْتِعْنَاءً بِالْفَرْقِ التَّيْمِيزِ عَنْهُمَا مِثْلُ رَجُلٍ وَرَجُلَانِ لِإِفَادَةِ النَّصِّ الْمَقْصُودِ بِالْعَدَدِ۔

ترجمہ: اور ثلاثہ سے لے کر عشرۃ تک کی تمیز مجرد جمع واقع ہوتی ہے چاہے لفظ (جمع ہو) یا معنا مگر ثلاثہ مائۃ سے تسع مائۃ تک (تمیز مجرد مفرد ہوتی ہے) قیاس کے مطابق (اس کی تمیز) مئات یا مئین آنی چاہیے تھی احد عشر سے تسعة و تسعين تک کی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے اور مائۃ اور الف کی تمیز اور ان کے متثنیہ اور جمع کی تمیز مجرد مفرد ہوتی ہے اور جب معدود (معنی کے اعتبار سے) مؤنث ہو اور لفظوں کے اعتبار سے مذکر ہو یا اس کا عکس ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں اور واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی کیونکہ ممیز کا لفظ ان کی تمیز سے مستغنی کر دیتا ہے جیسے رجل اور رجلان بوجہ فائدہ دینے کے نص مقصود بالعدد کا۔

تشریح: قوله مُمَيِّزُ الثَّلَاثَةِ الخ پہلے صاحب کافیہ نے اسمائے عدد کے استعمال طریقے بیان کئے ہیں اب یہاں سے اسماء عدد کی تمیز بیان کرتے ہیں کہ ثلاثہ سے لے کر عشر تک تمیز مجرد جمع ہوتی ہے چاہے لفظ جمع ہو جیسے ثلاثہ رجال یا معنی جیسے ثلاثہ رھط ان کی تمیز کا مجرد ہونا اس لئے کہ اکثر استعمال میں عدد مضاف الیہ ہوتے ہیں اور اس کا جمع ہونا اس لئے ہے کہ ثلاثہ سے لے کر عشر تک جمع قلت ہے پس مناسب یہ ہے کہ تمیز کو جمع لایا جائے تاکہ عدد اور معدود میں مطابقت رہے۔

قوله إِلَّا فِي ثَلَاثٍ مِائَةٍ الخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک استثناء کرتے ہیں کہ ثلاثہ سے لے کر تسعة تک تمیز مائۃ آرہی ہو تو وہ تمیز مفرد اور مجرد ہوگی جیسے ثلاثہ مائۃ تسع مائۃ قیاس کے مطابق تو تمیز مئات اور مئین آنی چاہیے تھی لیکن خلاف قیاس یہ تمیز مفرد مجرد آتی ہے۔

قوله وَ مُمَيِّزُ أَحَدٍ عَشَرَ إِلَى تِسْعَةِ الخ احد عشر سے تسعة و تسعين کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے جیسے احد عشر رجلا احدی عشرة امراة تسعة و تسعون رجلا و تسعون امراة اور مائۃ اور الف کی تمیز اور مائۃ اور الف کی متثنیہ یعنی مائتان اور الفان کی تمیز اور الف کی جمع الاف کی تمیز مجرد مفرد ہوتی ہے جیسے مائۃ رجلا مائۃ امراة الف رجلا الف امراة الف الف رجلا الف الف امراة۔

قوله وَإِذَا كَانَ الْمَعْدُودُ مُؤَنَّثًا الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ معدود جب مؤنث ہو اور وہ لفظ جس سے اسکو تعبیر کیا جائے مذکر ہو جیسے لفظ شخص سے کسی مؤنث کو تعبیر کیا جائے یا اس کا برعکس ہو کہ معدود تو مذکر ہو لیکن وہ لفظ جس سے اس کو تعبیر کیا جائے مؤنث ہو جیسے نفس جو کہ مؤنث ہے کسی مذکر کو تعبیر کریں تو عدد میں دونوں

وجہیں جائز ہیں تذکیر و تانیث، اول کی مثال جیسے لفظ شخص کہ اس سے کسی مؤنث کو تعبیر کیا جائے پس باعتبار لفظ کے ثلاثہ اشخص کہیں گے اسلئے کہ لفظ مذکر ہے اور باعتبار معنی کے ثلث اشخاص کہیں گے اور دوسرے کی مثال جیسے لفظ نفس جو کہ مؤنث ہے کسی مذکر کو تعبیر کریں تو باعتبار معنی کے ثلاثہ انفس کہیں گے اور باعتبار لفظ کے ثلث انفس کہیں گے اس لئے کہ باعتبار لفظ کے یہ مؤنث سماعی ہے۔

وَلَا يُمَيِّزُ وَاحِدٌ وَاثْنَانِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی کیونکہ تمیز اسکی لائی جاتی ہے جس میں ابہام ہو اور واحد اور اثنان خود اپنے مقصود پر دلالت کرتے ہیں اس لئے ان میں تمیز کی ضرورت نہیں جیسے عندی رجل و عندی رجلان یہ عبارت خود مقصود پر دلالت کرتی ہے۔

وَقَوْلُ فِي الْمُرَدِّ مِنَ الْمُتَعَدِّ بِإِعْتِبَارِ تَصْيِيرِهِ الثَّانِي وَالثَّانِيَةِ إِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ
لَاغَيْرٍ وَبِإِعْتِبَارِ حَالِهِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي وَالْأَوَّلَى وَالثَّانِيَةُ إِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ وَالْحَادِي
عَشَرَ وَالْحَادِيَةِ عَشْرَةَ وَالثَّانِي عَشَرَ وَالثَّانِيَةِ عَشْرَةَ إِلَى التَّاسِعِ عَشَرَ وَالتَّاسِعَةِ
عَشْرَةَ وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ فِي الْأَوَّلِ ثَلَاثُ اثْنَيْنِ أَيْ مُصَيَّرُهُمَا ثَلَاثَةٌ مِنْ ثَلَاثَتَهُمَا وَفِي الثَّانِي
ثَلَاثُ ثَلَاثٍ أَيْ أَحَدُهَا وَقَوْلُ حَادِي عَشَرَ أَحَدَ عَشَرَ عَلَى الثَّانِي خَاصَّةً وَإِنْ شِئْتَ
قُلْتَ حَادِي أَحَدَ عَشَرَ إِلَى تَاسِعِ تِسْعَةَ عَشَرَ فَتَعَرَّبُ الْأَوَّلُ۔

ترجمہ: اور تو کہے مفرد متعدد میں اس کی تصییر کا اعتبار کرتے ہوئے الثانی اور الثانیۃ العاشر اور العاشرة تک نہ کہ اس کے علاوہ میں (تصییر کا اعتبار ہوگا) اور اسکے حال کا اعتبار کرتے ہوئے (یوں کہیں گے) الاول اور الثانی (مذکر میں) اور الاولی اور الثانیۃ (مؤنث میں) سے عاشر اور عاشرۃ تک اور حادی عشر (مذکر میں) حادیۃ عشرۃ (مؤنث میں) الثانی عشر (مذکر میں) الثانیۃ عشرۃ (مؤنث میں) تاسع عشر (مذکر میں) تاسعۃ عشرۃ (مؤنث میں) تک اسی وجہ سے کہا گیا اولی (تصییر) میں ثالث اثْنین یعنی ان دو کو تین کرنے والا انکے قول ثَلَاثَتَهُمَا سے لیا گیا ہے (یعنی میں نے دو کو تین بنا دیا) اور وہ دوسرے (حال) میں ثالث ثَلَاثَ یعنی تین میں سے تیسرے اور تو کہے حادی عشر اور احد عشر ثانی (حال) کے اعتبار سے خاص طور پر اور اگر تو چاہے تو کہے حادی احد عشر سے تاسع عشرۃ عشر تک پس پہلا جزء معرب ہو جائیگا۔

تشریح: قوله وَتَقُولُ فِي الْمُفْرَدِ الخ | صاحب کافیہ جب عدد اور اسکی تیز کے میان سے فارغ ہوئے اب یہاں سے حال اور تصحیر کو بیان کرتے ہیں اس مقام کی تفصیل یوں ہے جب کسی عدد کا اعداد میں سے انتخاب کرنا چاہیں تو اسکی دو صورتیں ہیں عدد کے درجے کا اس میں لحاظ ہو گا یا نہیں اگر عدد کا درجہ ملحوظ نہ ہو تو یہ نہ حال ہے اور نہ تصحیر اور اگر عدد کے درجے کا لحاظ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں نسبت ماتحت کا لحاظ ہو گا یا نہیں اگر نسبت ماتحت ملحوظ ہو تو یہ تصحیر ہو گا اگر نسبت ماتحت ملحوظ نہ ہو تو یہ حال ہے۔

تصحیر کی تعریف: تصحیر اسے کہتے ہیں جس میں عدد کے درجے کا لحاظ ہو اور ماتحت کی نسبت کا بھی لحاظ ہو جیسے ثالث اثین یعنی واحد جو دو کو تین کرنے والا یعنی دو کا عدد تین کے مرتبے کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس میں کوئی اور عدد نہ ملایا جائے یہ عدد واحد ایسا ہے کہ اس نے دو کو تین کے مرتبے میں پہنچادیا یا تصحیر کی تعریف یوں سمجھ لیں کہ اگر پہلا عدد دوسرے عدد کی طرف مضاف ہو اور مضاف اسم فاعل کے وزن پر ہو اور مضاف بڑا عدد ہو اور مضاف الیہ یعنی چھوٹا عدد ہو تو یہ تصحیر ہے جیسے ثالث اثین میں ثالث، اثین کی طرف مضاف ہے اور مضاف یعنی ثالث اسم فاعل کے وزن پر ہے اور بڑا عدد بھی ہے اور مضاف الیہ یعنی اثین چھوٹا عدد ہے۔

حال کی تعریف: حال اسے کہتے ہیں جس میں عدد کے درجے کا لحاظ ہو لیکن ماتحت نسبت کا لحاظ نہ ہو جیسے ثالث عشر یعنی تین کا تیسر یعنی واحد تین کا تیسرا ہے۔

خلاصہ: اگر پہلے عدد سے دوسرے عدد میں زیادتی ہو تو اس کو تصحیر کہتے ہیں اور اگر پہلے عدد سے دوسرے عدد میں زیادتی نہ ہو تو اسے حال کہتے ہیں۔

قوله وَتَقُولُ فِي الْمُفْرَدِ الخ | اور تو کہے واحد میں متعدد سے باعتبار تصحیر کے یعنی جب عدد کا استعمال معدودات میں کیا جائے تو اس وقت واحد من المعداد میں اس اعتبار سے کہ وہ واحد عدد ناقص کو ایک مرتبہ زائد کر دیتا ہے الثانی اور الثانیہ کہتے ہیں۔ الثانی مذکر کیلئے اس اعتبار سے کہ واحد کے ملنے کے ساتھ وہ دو بن چکا ہے تو معنی بن جائے گا کہ واحد نے دوسرے عدد کے ساتھ ملنے سے اثین بنادیا الثانیہ مؤنث میں اسی قیاس پر اسی طرح عاشر مذکر میں یعنی عدد واحد نے تسعة کو عشر بنادیا اور اسی طرح عاشر مؤنث میں کہ واحد نے تسعة کو عشرة بنادیا پس یہ تصحیر اثین سے کم میں جاری نہیں ہوگی اور عشرہ سے زیادہ میں جاری نہیں ہوگی اسلئے کہ عشرہ کے بعد مرکبات میں اسم فاعل بنانا مشکل ہے اس

لئے یہ صرف دس تک ہوگا۔

قوله وَبَاعْتَبَارِ حَالِهِ الْخ | اس کا عطف باعتبار تصحیر پر ہے یعنی واحد من المتعدد کو باعتبار حال کے مذکر کے لئے الاول اور الثانی اور مؤنث کے لئے الاولیٰ اور الثانیہ کہتے ہیں اسی طرح عاشر سے عاشرة تک اور حادیۃ عشرۃ مؤنث میں اور الثانیہ عشرۃ مذکر میں تاسع عشرۃ تک اور ثانیہ عشرۃ کامؤنث میں تاسعة عشرۃ تک ان تمام مثالوں میں ماتحت عدد کا لحاظ نہیں کہ ماتحت اوپر والے کے ساتھ مل کر اس کو زائد کر دے جیسے ثالث عشرۃ یعنی تین سے تیسرا اس میں ماتحت عدد کا لحاظ نہیں کیا۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ الْخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ جب اعتبار تصحیر اور اعتبار حال میں اختلاف ہے تو اس وجہ سے عدد کی طرف ان کی اضافت کرنے میں بھی اختلاف ہے تصحیر کی صورت میں عدد کے ماتحت کی طرف اضافت کرتے ہوئے یوں کہیں گے ثالث اثین یعنی دو کو تین کرنے والا عدد اور یہ لیا گیا ثَلَاثَتُهُمَا سے ای صیرت الاثین عشرۃ یعنی میں نے دو کو تین بنادیا۔

قوله وَفِي الثَّانِي ثَالِثُ ثَلَاثَةِ الْخ | اور حال میں اس کے مساوی کو مافوق عدد کی طرف اضافت کر دے جیسے کہے ثالث عشرۃ یعنی تین کا تیسرا یا یوں کہے ثالث خمس یعنی پانچ کا تیسرا عدد۔

قوله وَتَقُولُ حَادِي عَشَرَ الْخ | حال میں تو کہے گا حادی عشر احد عشر یعنی گیارہ میں سے گیارہ ہواں کیونکہ حال میں مرکب اول کی اضافت مرکب ثانی کی طرف جائز ہے اور تصحیر میں مرکب اول کی اضافت مرکب ثانی کی طرف جائز نہیں اس میں خاص حال کا اعتبار ہے تصحیر کا اعتبار نہیں کیونکہ تصحیر عشر سے تجاوز نہیں کرتا اور اگر چاہے تو یوں کہہ دے حادی احد عشر یعنی گیارہ میں سے گیارہ ہواں کہ اس میں مرکب اول حادی عشر سے دوسرا جزء عشر کو حذف کر دیا کیونکہ مرکب ثانی میں اس کا ذکر ہے اس طرح تاسع عشرۃ عشرۃ یعنی پہلے مرکب میں سے عشرہ کو حذف کر دیا کیونکہ دوسرے مرکب میں عشرۃ کا ذکر ہے یعنی معنی یہ ہوگا انیس میں سے انیسواں اس صورت میں مرکب اول کا جزء اول معرب بن جائیگا کیونکہ اس کا مثنیٰ ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا جب مرکب اول کا جزء ثانی ساقط ہو گیا تو ترکیب ختم ہو گئی تو جزء اول وسط کلمہ میں نہ رہا لہذا معرب ہو گیا۔

الْمَذْكُرُ وَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيهِ عِلَامَةُ التَّانِيثِ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا وَ الْمَذْكُرُ بِخِلَافِهِ
وَعِلَامَةُ التَّانِيثِ التَّاءُ وَالْأَلِفُ مَقْصُورَةٌ أَوْ مَسْدُودَةٌ وَهُوَ حَقِيقَتِيٌّ وَلَفْظِيٌّ
فَالْحَقِيقَتِيُّ مَا يَبْزَاهُ ذَكَرٌ بَيْنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَأَةٍ وَنَاقَةٍ وَاللَّفْظِيُّ بِخِلَافِهِ كظُلْمَةٍ
وَعَيْنٍ وَإِذَا أُسْنِدَ الْفِعْلُ إِلَيْهِ فَالتَّاءُ وَأَنْتَ فِسَى ظَاهِرٍ غَيْرِ الْحَقِيقَتِيِّ بِالْخِيَارِ
وَحُكْمُ ظَاهِرِ الْجَمْعِ غَيْرِ الْمَذْكُرِ السَّلَامِ مُطْلَقًا حُكْمُ ظَاهِرٍ غَيْرِ الْحَقِيقَتِيِّ وَضَمِيرُ
الْعَاقِلِينَ غَيْرِ الْمَذْكُرِ السَّلَامِ فَعَلْتَ وَفَعَلُوا وَالتَّسَاءُ وَالْآيَامُ فَعَلْتَ وَفَعَلْنَ۔

ترجمہ: مذکر اور مؤنث کے بیان میں مؤنث وہ (اسم) ہے جس میں علامت تانیث لفظاً یا تقدیراً موجود ہو اور مذکر وہ اسم ہے جو اسکے خلاف ہو اور تانیث کی علامت تاء اور الف مقصورہ یا الف مدودہ ہے اور وہ (مؤنث) حقیقی اور لفظی ہے پس حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو جیسے امرؤ و ناقة اور مؤنث لفظی اسے کہتے ہیں جو اس کے خلاف ہو یعنی اس کے مقابلہ میں جاندار نہ کرنے ہو جیسے ظلمہ اور عین اور جب فعل کی اسناد اس (مؤنث) کی طرف ہو پس (فعل میں) تاء واجب ہے یعنی فعل کو مؤنث لایا جائیگا اور تجھے اختیار ہے فاعل ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں اور (فعل کو مذکر بھی لاسکتے ہیں اور مؤنث بھی) اور فاعل ظاہر جمع مذکر سالم کے علاوہ کا حکم مطلقاً ہے فاعل ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرح (جب فعل کی اسناد) ضمیر کی طرف ہو جو ضمیر عاقل کی ہو جمع مذکر سالم کے علاوہ (تو وہاں مفرد بھی ذکر کر سکتے ہیں اور جمع بھی) جیسے فعلت اور فعلن اور النساء اور ایام فعلت اور فعلن۔

تشریح: قوله الْمَذْكُرُ وَالْمُؤَنَّثُ الخ | یہاں سے صاحب کافہ اسم کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں مذکر اور مؤنث مؤنث وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت لفظاً موجود ہو جیسے ظلمہ یا تقدیراً جیسے ارض کہ دراصل ارضہ تھا کیونکہ اس کی تغیر ارضیہ آتی ہے اور کسی اسم کی اصل معلوم کرنی ہو تو اسکی تغیر نکالی جاتی ہے۔

قوله وَالْمَذْكُرُ بِخِلَافِهِ | یہاں سے صاحب کافہ مذکر کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ مذکر وہ اسم ہے جو مؤنث کے خلاف ہو یعنی جس میں تانیث کی علامت نہ لفظی طور پر پائی جائے نہ تقدیری طور پر جیسے رجل و فرس۔

اعتراض: یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے اسم کی تقسیم میں مذکر کو پہلے کیوں ذکر کیا مونث کو پہلے کیوں نہیں ذکر کیا مذکر کو مقدم کرنے کی وجہ ترجیح کیا ہے۔

جواب: مذکر چونکہ اصل ہے اور مؤنث تابع ہے اور اصل تابع سے مقدم ہوا کرتا ہے اس لئے مذکر کو پہلے ذکر کیا **اعتراض:** یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جب آپ نے تقسیم میں مذکر کو مقدم کیا ہے تو تعریف میں بھی مذکر کو مقدم کرنا چاہیے تھا آپ نے تعریف میں مؤنث کو مقدم کیوں کیا حالانکہ یہ تابع ہے۔

جواب: مؤنث کی تعریف وجودی ہے کیونکہ مؤنث اسے کہتے ہیں جس میں علامت تانیث پائی جائے اور مذکر کی تعریف عدی ہے مذکر اسے کہتے ہیں جس میں علامت تانیث موجود نہ ہو اور قاعدہ ہے کہ وجودی چیز عدی پر مقدم ہوتی ہے اس وجہ سے صاحب کافیہ نے مؤنث کی تعریف کو مقدم کیا۔

جواب (۲): مذکر کی تعریف کا سمجھنا مؤنث کی تعریف پر موقوف ہے اور موقوف علیہ مقدم ہوتا ہے اسلئے مؤنث کی تعریف کو مقدم کیا۔

جواب (۳): صاحب کافیہ چونکہ اختصار کے درپے ہیں مؤنث کی تعریف پہلے ذکر کر کے پھر اللذکر خلافہ کہا اسمیں اختصار بھی ہے اور جامعیت بھی۔

قوله وَ عَلَامةُ التَّانِيثِ التَّاءُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ تانیث کی علامتیں بیان کرتے ہیں تانیث کی تین علامتیں ہیں (۱) تاء خواہ حقیقۃً ہو جیسے طلحۃ و امرأۃ و ناقة و غرۃ یا حکماً ہو جیسے عقرب اس میں چوتھا حرف تاء تانیث کے حکم میں ہے (۲) الف مقصورہ جیسے حلی صغریٰ کبریٰ (۳) الف مدودہ ہے حمراء صحراء بیضاء۔

قوله وَ هِيَ حَقِيقَتِي وَ لَفْظِي الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مؤنث کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں جو باعتبار ذات کے ہیں (۱) مؤنث حقیقی (۲) مؤنث لفظی (۱) مؤنث حقیقی وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو خواہ علامت تانیث اس میں موجود ہو یا نہ ہو جیسے امرأۃ اس کے مقابلے میں رجل ہے اور ناقة اس کے مقابلے میں جمل ہے۔

(۲) مؤنث لفظی وہ ہے کہ جو حقیقی کے خلاف ہے یعنی اس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ظلمۃ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر نہیں ہے یہ مؤنث لفظی حقیقی کی مثال ہے اور عین اس کے مقابلے میں بھی جاندار مذکر نہیں ہے یہ مؤنث

لفظی تقدیری کی مثال ہے کیونکہ تاء تانیث عین میں مقدر ہے کیونکہ اس کی تسخیر عینہ آتی ہے۔

قوله وَإِذَا أُسْنِدَ الْفِعْلُ إِلَيْهِ | یہاں سے صاحب کافیہ کچھ قواعد بیان کرتے ہیں

قاعدہ نمبر (۱) جب فعل کی اسناد مؤنث حقیقی کی طرف ہو تو اس وقت فعل مؤنث لانا لازمی ہے جیسے ضَرَبْتُ هُنْدًا عَمْرًا
قاعدہ نمبر (۲) اور اگر فعل کی اسناد اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف ہو یعنی فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو
اور مؤنث غیر حقیقی ہو تو اس صورت میں اختیار ہے خواہ فعل کو مذکر ذکر کیا جائے جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ یا مؤنث لایا جائے
جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ

قاعدہ نمبر (۳) اگر فعل کی اسناد کی جائے جمع کی طرف جمع مذکر سالم کے علاوہ چاہے جمع مکسر ہو یا سالم ہو الف تا
کے ساتھ تو (یعنی جمع مؤنث سالم) اسکا حکم اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے یعنی فعل کو مذکر لائیں گے جیسے
جَاءَ الرِّجَالُ یا مؤنث لائیں گے جیسے جَاءَتِ الرِّجَالُ -

قاعدہ نمبر (۴) جب فعل کا فاعل ضمیر ہو جمع مذکر سالم کے علاوہ تودہ ضمیر یا تو مستتر ہوگی جو بتاویل جماعت کے
لوٹے گی جیسے الرِّجَالُ جَاءَتِ یا وہ ضمیر ظاہر ہوگی جیسے الرِّجَالُ جَاءُوا یعنی فعل کا فاعل ضمیر ہو اور وہ ضمیر مذکر سالم
کے علاوہ ہو تو فعل واحد مؤنث بھی لاسکتے ہیں جیسے الرِّجَالُ قَامَتِ اور جمع مذکر بھی لاسکتے ہیں جیسے الرِّجَالُ قَامُوا اسی
طرح النِّسَاءُ فَعَلَتِ اور النِّسَاءُ فَعَلْنَ اور اسی طرح الْآيَاتُ خَلَتِ اور الْآيَاتُ مَضَيْنَ -

الْمُثَنَّى مَا لِحَقِّ آخِرِهِ أَلِفٌ أَوْ يَاءٌ مَفْتُوحٌ مَا قَبْلَهَا وَتَوْنٌ مَكْسُورَةٌ لِيَدَلَّ
عَلَى أَنَّ مَعَهُ مِثْلَهُ مِنْ جِنْسِهِ فَالْمَقْصُودُ إِنْ كَانَتْ أَلِفُهُ عَنْ وَاوٍ وَهُوَ ثَلَاثِيٌّ
فُلَبِّتْ وَآوًا وَإِلَّا فَيَا أَلِیَاءَ وَ الْمَمْدُودُ إِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهُ أَصْلِيَّةً ثَبَّتَتْ وَإِنْ
كَانَتْ لِلتَّانِيثِ قُلِبَتْ وَآوًا وَإِلَّا فَالْوَجْهَانِ وَيُحَذَفُ نُونُهُ لِلْإِضَافَةِ
وَحُذِفَتْ تَاءُ التَّانِيثِ فِي خُصْيَانٍ وَالْيَانِ -

ترجمہ : شئیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ما قبل مفتوح ہو اور نون مکسور لاحق کیا گیا ہو تاکہ وہ
لائت کرے کہ اسکے ساتھ اس کی مثل اس کی جنس میں سے دوسرا بھی ہے پس اسم مکسور میں اگر الف واو سے بدلا ہو اور

اور وہ ثلاثی ہو تو وہ الف واو سے بدل جائیگا وگرنہ یاء سے (بدل دیا جائیگا) اور الف ممدودہ اگر اسکا ہمزہ اصلی ہو تو وہ باقی رہے گا اور اگر وہ (ہمزہ) تانیث کیلئے تھا تو وہ واو سے بدل جائیگا وگرنہ پس دو جہیں جائز ہیں اور حذف کر دیا جاتا ہے اس کا نون اضافت کی وجہ سے اس طرح تائے تانیث بھی حذف کر دی جائیگی خصیان اور الیان میں۔

تشریح: قوله الْمُنْتَنِي مَا لِحَقَّ آخِرُهُ الْفَتْخُ | یہاں سے صاحب کافیہ ثنیہ کی تعریف

کرتے ہیں کہ ثنیہ وہ ہے جو دو پر دلالت کرے اور اسکے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسم مفرد کے آخر میں حالت رفعی میں الف اور نون مکسور لگا دیا جائے جیسے رجل سے رجلاں یا حالت نصبی اور جری میں یاء ما قبل مفتوح اور نون مکسور لگا دیا جائے جیسے رجل سے رجلیں اور مقصود اس سے اس بات پر دلالت کرنا ہے کہ اس مفرد کے ساتھ اسکی جنس میں سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلاں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رجل کے ساتھ ایک دوسرا رجل بھی ہے۔

قوله فَالْمَقْصُورُ إِنْ كَانَتْ الْخُ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جب اسم

مقصور کا الف واو سے بدلا ہو اور وہ ثلاثی ہو تو جب اس کی ثنیہ بنائیں گے تو اسکے الف کو واو سے بدل دیں گے کیونکہ جو اصل واو تھا وہ واو واپس آجائے گی جیسے عصا سے عصوان اور اگر اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو جیسے سلمیٰ تو ثنیہ میں وہ الف یاء سے بدل جائیگا جیسے سلمیٰ سے سلمیان یا وہ الف کسی سے بدلا ہوا نہ ہو تو ثنیہ کے وقت وہ بھی الف یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے حباری سے حباریان یا وہ ثلاثی ہو مگر اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہو جیسے رچی تو ثنیہ کے وقت وہ الف یاء سے بدل جائے گا جیسے رچی سے رحیان۔

قوله وَالْمَمْدُودُ إِنْ كَانَتْ الْخُ | یہاں سے مصنف بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی اسم ممدود کے آخر میں

ہمزہ اصلی ہو تو ثنیہ بناتے وقت وہ ہمزہ باقی رہیگا جیسے قراء سے قرءان اگر وہ ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو ثنیہ بناتے وقت وہ واو سے بدل جائے گا جیسے حمراء سے حمراون اور صحراء سے صحراوان اگر اسکا ہمزہ نہ اصلی ہو نہ تانیث کا تو اس میں دو جہیں جائز ہیں یا تو ہمزہ باقی رکھا جائے گا یا واو سے بدل دیا جائیگا جیسے کساء سے کساءان اور کساوان۔

قوله وَيُحْذَفُ نُونُهُ الْخُ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثنیہ کی اضافت کی جائے گی

تو اضافت کے وقت نون گر جائے گا جیسے غلاما زید اور خصیۃ اور الیہ کو جب ثنیہ بنائیں گے تو تائے تانیث حذف ہو جائیگی جیسے خصیان اور الیان، انکے علاوہ میں ثنیہ بناتے وقت تائے تانیث باقی رہے گی جیسے شجرة سے شجران، ثمرة سے ثمران

الْمَجْمُوعُ مَا دَلَّ عَلَى أَحَادٍ مَقْصُودَةٍ بِحُرُوفٍ مُفْرَدَةٍ بِتَغْيِيرٍ مَا فَتَحُوا تَمَرَوْ
رَكْبٌ لَيْسَ بِجَمْعٍ عَلَى الْأَصَحِّ وَنَحْوُ فُلْكَ جَمْعٌ وَهُوَ صَحِيحٌ وَمُكْسَرٌ
فَالصَّحِيحُ لِمَذْكُورٍ وَلِْمَوْنِثٍ فَالْمَذْكُورُ مَا لِحَقِّ آخِرُهُ وَأَوَّلُ مَضْمُومٍ مَا قَبْلَهَا
أَوَيَّامُ كَسُورٌ مَا قَبْلَهَا وَنُونٌ مَفْتُوحَةٌ لِيَدُلَّ عَلَى أَنَّ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ فَإِنْ كَانَ
آخِرُهُ يَاءٌ قَبْلَهَا كَسْرَةٌ حُذِفَتْ مِثْلُ قَاضُونَ وَإِنْ كَانَ آخِرُهُ مَقْصُورًا
حُذِفَتْ الْأَلِفُ وَبَقِيَ مَا قَبْلَهَا مَفْتُوحًا مِثْلُ مُصْطَفُونَ وَشَرْطُهُ إِنْ كَانَ
إِسْمًا فَمَذْكُورٌ عِلْمٌ يَعْقِلُ وَإِنْ كَانَ صِفَةً فَمَذْكُورٌ يَعْقِلُ وَأَنْ لَا يَكُونَ أَفْعَلُ
فَعَلَاءٌ مِثْلُ أَحْمَرَ حَمَرَاءَ وَلَا فَعْلَانٌ فَعَلَى نَحْوِ سَكْرَانَ سَكْرَى وَلَا
مُسْتَوِيًّا فِيهِ مَعَ الْمَوْنِثِ مِثْلُ جَرِيحٍ وَصُبُورٍ وَلَا بَتَاءِ التَّانِيثِ مِثْلُ
عَلَامَةٍ وَتُحْذَفُ نُونُهُ بِالْإِضَافَةِ وَقَدْ شَذَّ نَحْوُ سِنِينَ وَأَرْضَيْنِ -

ترجمہ : جمع وہ اسم ہے کہ ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوں (جو بنایا گیا ہو) معمولی تغیر کے ساتھ پس تر اور رکب کی مثل جمع نہیں ہے اور فلک کی مثل جمع ہے اور وہ (جمع کی دو قسمیں ہیں) جمع مکسر اور جمع صحیح پس صحیح مذکر اور مونث دونوں کیلئے ہوتی ہے پس جمع مذکر صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واو ما قبل مضموم ہو اور یاء ما قبل مکسور ہو اور نون مفتوح ہو تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں پس اگر اسکے آخر میں یاء ہو ما قبل کسرہ ہو تو یاء کو حذف کر دیا جائیگا جیسے قاضون اور اگر اس کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو الف کو حذف کر دیا جائے گا اور ما قبل مفتوح باقی رہے گا جیسے مصطفون اور اس (یعنی جمع صحیح) کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اسکی ہو تو نہ کہ علم ہو ذوی العقول ہو اگر وہ صفت ہو تو نہ کہ ذوی العقول ہو اور یہ کہ افعل کا وزن نہ ہو جس کی مونث فعلاء کے وزن پر آتی ہو جیسے احمر سے حمراء اور فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مونث فعلى کے وزن پر آتی ہو جیسے سکران سے سكرى اور اس صفت میں مذکر مونث کے ساتھ برابر نہ ہو جیسے جريح اور صبور (اور صفت کے آخر میں) تائے تانیث نہ ہو جیسے علامۃ

اور حذف ہو جاتی ہے اسکی نون اضافت کی وجہ سے اور تحقیق شاذ ہے سنن اور ار ضین کی مثل میں۔

تشریح: قوله الْمَجْمُوعُ مَا دَلَّ اَنْ | جمع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں اور مفرد میں کچھ تغیر کے ساتھ بعض نحو یوں نے جمع کی تعریف یوں کی ہے جمع وہ ہے جو دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے اور واحد میں کچھ تغیر کرنے سے جمع کا صیغہ بن جاتا ہے جیسے مسلمون مؤمنون لیکن تمر اور ر کب اصح مذہب پر یہ جمع نہیں ہیں اگرچہ یہ جمع پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع کی تعریف ان میں پائی نہیں جاتی ہے بلکہ تمر اسم جنس ہے اس کا اطلاق قلیل اور کثیر پر ہوتا ہے اور ر کب جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے اور فلک یہ جمع ہے اگرچہ اسکا مفرد بھی فلک ہی آتا ہے لیکن یہ جمع اس بنا پر ہے کہ اس میں تغیر اور تبدل ہوا ہے یہ تغیر خواہ حقیقتاً ہو جیسے مسلمون اور رجال خواہ حکماً ہو جیسے فلک و وزن قفل بنایا جائے تو مفرد ہے اور فلک و وزن اسد ہو تو جمع کا معنی دیتا ہے۔

قوله وَصَحِيحٌ وَمَكْسَرٌ اَنْ | یہاں سے صاحب کافیہ جمع کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) جمع صحیح اس کا نام جمع سالم بھی ہے (۲) جمع مکسر جب واحد سے جمع بنایا جائے تو واحد کی مابقی رہے گی یا نہیں رہے گی اگر واحد کی مابقی رہے تو اسے جمع صحیح کہتے ہیں اور اگر واحد کی مابقی نہ رہے تو اسے جمع مکسر کہتے ہیں جمع صحیح یہ وہ ہے کہ جب اسے واحد سے جمع بنایا جائے تو واحد کا صیغہ اس میں سلامت رہے جیسے مسلمون جمع سالم کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوح ہو جیسے مسلمون یا یائے ماقبل مضموم اور نون مفتوح ہو جیسے مسلمین تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے افراد ہیں اور جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو جیسے مسلمات وغیرہ۔

قوله فَإِنْ كَانَ آخِرُهُ يَاءً اَنْ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر کسی اسم کے آخر میں یاء ماقبل مضموم ہو تو جب اسے جمع بنایا جائے گا تو وہ یاء گر جائے گی جیسے قاضی سے قاضون اور اگر کسی اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو جب اس کی جمع صحیح بنائیں گے تو الف التثناء ساکنین کی وجہ سے گر جائے گا اور ماقبل مفتوح باقی رکھا جائے گا تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ الف محذوف ہے جیسے مصطفیٰ سے مصطفون اور مرتضیٰ سے مرتضون۔

قوله وَشَرْطُهُ إِنْ كَانَ إِسْمًا الْخ | صاحب کافہ نے پہلے جمع کی قسمیں اور قواعد بیان کئے اور اب یہاں سے اسکی شرطیں بیان فرما رہے ہیں تفصیل اس طرح ہے کہ جمع مذکر سالم یا تو اسم ہوگی یا صفت اگر اسم ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ذوی العقول کا علم ہو اگر ذوی العقول کا علم نہ ہو تو جمع نہ بن سکے گا اور جمع مذکر سالم صفت ہو تو اس کی بھی چند شرائط ہیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مذکر ذوی العقول میں سے ہو (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ جمع اسم مذکر صفت ہو تو اس افضل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاً کے وزن پر آتی ہے جیسے احمر اس کی مؤنث حمراء آتی ہے لہذا اس کی جمع مذکر نہیں آئے گی (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اگر اسم مذکر کی صفت ہو تو اس فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلی کے وزن پر آتی ہے جیسے سکران کہ اس کی مؤنث سکری آتی ہے لہذا سکران کی جمع واونون کے ساتھ نہ آئے گی (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اسم صفت ایسا نہ ہو کہ جس میں مذکر و مؤنث دونوں برابر ہوں جیسے رجل جرح صبور وامرأة جرح و صبور لہذا ایسے اسم صفت کی جمع واونون کے ساتھ نہ آئے گی (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس اسم صفت کے آخر میں تاء تانیث نہ ہو اگر اس کے آخر میں تاء تانیث ہو جیسے علامۃ تو اس کی جمع واونون کے ساتھ نہ آئے گی۔

قوله وَتُحْذَفُ نُونُهُ الْخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ نون جمع اضافت کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے جیسے مسلمان اصل میں مسلمان مصر تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔

قوله وَقَدْ شَذَّ نَحْوُ سِنِينَ الْخ | یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے -

اعترض : آپ نے جمع مذکر سالم کی شرط لگائی ہے کہ اسم مذکر ہو اور ذوی العقول کا علم ہو جب کہ ارضین و سنین یہ مثالیں مذکر ذوی العقول کا علم نہیں بلکہ ارضون ارضۃ کی جمع ہے اور سنون سنۃ کی جمع ہے تو ان کی جمع واونون کے ساتھ کیوں آتی ہے۔

جواب : ارضین اور ارضین کی جمع واونون کے ساتھ آنا شاذ ہے۔

جواب : ۱) واونون اعراب کے لئے نہیں بلکہ ارضون میں تو تاء تانیث مقدرہ کا عوض ہے اور سنون میں اعلال کا عوض ہے۔

الْمُؤَنَّثُ مَا لَحِقَ آخِرُهُ الْفَتْ وَتَاءٌ وَبَشْرُطُهُ إِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهُ مُذَكَّرٌ فَإِنْ يَكُونُ مُذَكَّرُهُ بِالْوَاوِ وَالتَّوْنِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مُذَكَّرٌ فَإِنْ لَا يَكُونُ مُجَرَّدًا كَحَائِضٍ وَالْآ جَمْعٌ مُطْلَقًا جَمْعُ التَّكْسِيرِ مَا تَغَيَّرَ بِنَاءً وَاحِدًا كِرَجَالٍ وَأَفْرَاسٍ جَمْعُ الْقِلَّةِ أَفْعُلٌ وَأَفْعَالٌ وَأَفْعَلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَالصَّحِيحُ وَمَا عَدَا ذَلِكَ جَمْعٌ كَثْرَةً۔

ترجمہ: مؤنث وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء کو لاحق کیا گیا ہو اگر وہ صفت کا صیغہ ہو تو اسکی شرط یہ ہے کہ اسکا مذکر ہو اور اس مذکر کی جمع واوون کے ساتھ ہو اور اگر اس کا مذکر نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ تائے تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض ورنہ (یعنی اگر مؤنث صفت نہ ہو بلکہ اسم ہو) اس کی جمع مطلقاً آئے گی جمع مکسر وہ ہے کہ اس کے واحد کی متبادل جائے جیسے رجال اور افراس اور جمع قلت (اس کے اوزان یہ ہیں) افعل افعال فعلۃ فعلۃ اور صحیح اور جو ان کے علاوہ ہوں سب جمع کثرت ہے۔

قوله الْمُؤَنَّثُ مَا لَحِقَ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ جمع مؤنث سالم کو بیان کرتے ہیں جمع مؤنث سالم وہ ہے کہ جس کے آخر میں الف اور تاء ہو جیسے مسلمات مؤمنات صالحات وغیرہ جمع مؤنث سالم کی شرط یہ ہے کہ جب اس کا مفرد اسم صفت ہو تو اس کی جمع مذکر سالم واوون کے ساتھ آتی ہو اور اگر جمع مذکر نہیں آئیگی تو جمع مؤنث سالم بھی نہیں آئے گی اگر اس کی جمع مذکر نہیں آتی تو شرط یہ ہے کہ وہ تائے تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض اس کی جمع مؤنث نہیں آتی کیونکہ اسکے آخر میں تائے تانیث نہیں ہے اگر اسم صفت نہ ہو بلکہ اسم محض ہو تو اسوقت شرط کا اعتبار کئے بغیر جمع الف تاء کے ساتھ آئے گی جیسے ہندات وغیرہ۔

قوله جَمْعُ التَّكْسِيرِ الْخ | صاحب کافیہ نے پہلے جمع کی دو قسمیں بیان کی تھیں جمع سالم جمع مکسر جمع سالم کی بات ختم ہو چکی ہے اب یہاں سے جمع مکسر کی تعریف کرتے ہیں جمع مکسر وہ ہے کہ جس میں واحد کی بنا سلامت نہ رہے جیسے رجل سے رجال اور فرس سے افراس وغیرہ ذالک۔

قوله وجمع القلة الخ | جمع قلت وہ ہے جو دس سے کم پر بولی جائے اور اسکے چار وزن ہیں أَفْعُلُ أَفْعَالُ
 أَفْعَلَةٌ فِعْلَةٌ أَفْعُلٌ جیسے اكل جمع اكل کی افعال جیسے اقوال جمع قول کی اور افعلہ جیسے اطعمہ جمع طعام کی اور فعلة
 جیسے غلۃ جمع ہے غلام کی اور جمع کثرت وہ ہے جو مذکورہ اوزان کے ماسوا ہیں اور جمع قلت کے اوزان کے علاوہ سب جمع
 کثرت ہیں اور جمع کثرت کا اطلاق دس اور دس سے زیادہ پر ہوتا ہے۔

الْمَصْدَرُ اسْمٌ لِلْحَدِيثِ الْجَارِي عَلَى الْفِعْلِ وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثِي الْمَجْرَدِ
 سِمَاعٌ وَمِنْ غَيْرِهِ قِيَاسٌ وَيَعْمَلُ عَمَلٌ فَعْلُهُ مَاضِيًا وَغَيْرُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ
 مَفْعُولًا مُطْلَقًا وَلَا يَتَقَدَّمُ مَعْمُولُهُ عَلَيْهِ وَلَا يُضْمَرُ فِيهِ وَلَا يَلْزَمُ ذِكْرُ الْفَاعِلِ
 وَيَجُوزُ إِضَافَتُهُ إِلَى الْفَاعِلِ وَقَدْ يُضَافُ إِلَى الْمَفْعُولِ وَإِعْمَالُهُ بِاللَّامِ قَلِيلٌ
 فَإِنْ كَانَ مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ وَإِنْ كَانَ بَدَلًا مِنْهُ فَوَجْهَانِ۔

ترجمہ: مصدر وہ اسم ہے جو حدوث پر دلالت کرے اور وہ فعل پر جاری ہوتا ہے (یعنی مصدر سے فعل مرتب
 ہوتے ہیں) اور وہ ثلاثی مجرد سے سمعی ہے اور غیر ثلاثی سے قیاسی ہے اور یہ اپنے فعل والا عمل کرتا ہے خواہ وہ ماضی کے
 معنی میں ہو یا اس کے علاوہ ہو (مصدر مذکور اس وقت عمل کرے گا) جب وہ مفعول مطلق نہ ہو اور مصدر کا معمول اس پر
 مقدم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی معمول اس میں مضمر ہو سکتا ہے اور لازم نہیں فاعل کا ذکر کرنا اور جائز ہے مصدر کی اضافت
 فاعل کی طرف اور کبھی (مصدر) مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے اور اس (مصدر) کا عمل لام کے ساتھ قلیل ہے اور اگر
 وہ (مصدر) مفعول مطلق ہو تو عمل صرف فعل کے لئے ہوگا اور اگر (مفعول مطلق) فعل کا بدل ہو تو اس میں دو
 صورتیں جائز ہیں۔

تشریح: قوله الْمَصْدَرُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ مصدر کی تعریف کرتے ہیں مصدر وہ اسم ہے
 جو حدوث پر دلالت کرے یعنی کسی کام کا کرنا یا ہونا وغیرہ اس میں پایا جائے مصدر تمام افعال کا مشتق منہ ہے یعنی اس سے
 ہی سب افعال بنتے ہیں اور ثلاثی مجرد کے مصدر کے اوزان سمعی ہیں اور سیبویہ کے نزدیک مصدر ثلاثی مجرد کے تین
 اوزان ہیں اور غیر ثلاثی مجرد کے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں۔

قولہ وَيَعْمَلُ الْخ یہاں سے صاحب کافیہ مصدر کا عمل بیان کرتے ہیں کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے جس طرح فعل لازمی اور متعدی ہوتا ہے اسی طرح مصدر بھی لازمی و متعدی ہوتا ہے خواہ مصدر بمعنی ماضی کے ہو جیسے اُنْكَرُ ضَرْبِي زَيْدًا اَمْسِ یا بمعنی حال یا استقبال کے ہو جیسے ضَرْبِي زَيْدًا اَلْآنَ اَوْ غَدًا بہر صورت فعل والا عمل کرے گا مگر شرط عمل یہ ہے کہ وہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو کیونکہ مصدر کے مفعول مطلق ہونے کی صورت میں فعل کا ذکر ضروری ہے اور فعل کے ہوتے ہوئے مفعول مطلق عمل نہیں کر سکتا کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے اور فعل قوی عامل ہے اس لئے فعل کا عمل رائج ہوگا۔

قولہ وَلَا يَتَقَدَّمُ مَعْمُولُهُ الْخ یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے معمول کے مقدم ہونے کی صورت میں عمل نہ کر سکے گا اور نہ ہی مصدر کا معمول مصدر میں ضمیر ہو سکتا ہے کیونکہ اگر مصدر مفرد میں ضمیر فاعل مفرد مانو گے تو مفرد پر قیاس کرتے ہوئے ثنیہ اور جمع میں بھی ضمیر ثنیہ و جمع ماننی پڑے گی اور دو ثنیہ اور دو جمع ہونا لازم آئے گا ایک فاعل ثنیہ و جمع دوسرا مصدر ثنیہ و جمع کیونکہ مصدر بھی باعتبار ذات کے ثنیہ و جمع ہوتا ہے اس لئے اس میں ضمیر نہیں مان سکتے۔

قولہ وَلَا يَلْزَمُ الْخ مصدر میں فاعل کا ذکر کرنا ضروری نہیں نہ اسم ظاہر لا کرنے ہی ضمیر کے ذریعے خلاف فعل کے کہ وہاں فاعل کا ذکر ضروری ہے وجہ یہ ہے کہ فعل اسم فاعل صفت مشبہ وغیرہ کا نفس مفہوم فاعل کے تصور پر موقوف ہوتا ہے جب کہ مصدر میں یہ بات نہیں اس لئے اس میں فاعل کا ذکر ضروری نہیں بخلاف فعل کے اس میں ضمیر لانا جائز ہوتا ہے کیونکہ اس میں ضمیر فاعل کے ہوتا ہے نہ کہ باعتبار نفس فاعل کے۔

قولہ وَيَجُوزُ اِضَافَتُهُ الْخ مصدر کی اضافت فاعل و مفعول دونوں کی طرف کرنا بھی جائز ہے جیسے

أَعْجَبَنِي دَقُّ الْقَصَارِ الثُّوبِ اس مثال میں دق مصدر کی اضافت القصار کی طرف ہو رہی ہے جو کہ دق کا فاعل ہے اور ضَرْبُ اللَّصِّ الْجَلَاذِ اس میں ضرب مصدر کی اضافت لص کی طرف ہو رہی ہے جو کہ مفعول ہے ضرب کا البتہ فاعل کی طرف اضافت نسبت مفعول کے زیادہ ہوتی ہے اور جب مصدر پر الف لام داخل ہو تو اس کا عمل قلیل ہوتا ہے کیونکہ مصدر کے عمل کا مدار اس پر ہے کہ جہاں مصدر عمل کرے وہاں فعل اور اُنْ مصدر یہ کو فرض کیا جاتا ہے اور الف لام کے داخل ہونے کی صورت میں فعل اور اُنْ کو فرض کرنا ممکن نہیں ہے تو چاہیے تھا کہ اس کا عمل مطلقاً ممنوع ہو تا لیکن یہ مانع نہیں ہے اُس لئے تقلیل عمل کا قول لیا گیا ہے۔

قوله فَإِنْ كَانَ مُطْلَقًا الْخ | اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل نہیں کرے گا جیسا کہ گزرا لیکن اگر وہ مصدر مفعول مطلق فعل کا بدل ہے یعنی مفعول مطلق فعل محذوف کا قائم مقام ہے تو دونوں صورتیں جائز ہیں فعل بھی عمل کر سکتا ہے کیونکہ وہ عمل میں اصل ہے اور مصدر بھی کیونکہ یہ فعل کا قائم مقام ہے پھر مصدر کے عمل کی بھی دو صورتیں ہیں بعض کے نزدیک فعل کا نائب ہو کر عمل کرے گا اور بعض کے نزدیک بالاستقلال اور بالاصالہ عمل کرے گا کیونکہ وہ فعل کے مثل ہے۔

إِسْمُ الْفَاعِلِ مَا اشْتَقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ قَامَ بِهِ بِمَعْنَى الْحُدُوثِ وَصِغَتُهُ مِنَ
الْثَلَاثِي الْمَجْرَدِ عَلَى فَاعِلٍ وَمِنْ غَيْرِهِ عَلَى صِغَةِ الْمُضَارِعِ بِمِيمٍ مَتَّصُومَةٍ
وَكَسْرٍ مَا قَبْلَ الْآخِرِ نَحْوُ مُدْخِلٍ وَمُسْتَغْفِرٍ وَيَعْمَلُ عَمَلٍ فِعْلُهُ بِشَرْطِ مَعْنَى
الْحَالِ أَوْ الْإِسْتِقْبَالِ وَالْإِعْتِمَادِ عَلَى صَاحِبِهِ أَوْ الْهَمَزَةِ أَوْ مَا فَإِنْ كَانَ لِلْمَاضِي
وَجَبَتْ الْإِضَافَةُ مَعْنَى خِلَافًا لِلْكَسَائِي فَإِنْ كَانَ لَهُ مَعْمُولٌ آخَرُ فَيَفْعَلُ
مُقَدَّرٍ نَحْوُ زَيْدٌ مُعْطَى عَمْرٍو دَرَهْمًا أَمْسَ فَإِنْ دَخَلَتْ اللَّامُ اسْتَوَى الْجَمِيعُ
وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمَبَالِغَةِ كَصَرَّابٍ وَضُرُوبٍ وَمِضْرَابٍ وَعَلِينٍ وَحَذِرٌ مِثْلُهُ وَ
الْمُشْتَى وَالْمَجْمُوعُ مِثْلُهُ وَيَجُوزُ حَذْفُ التَّوْنِ مَعَ الْعَمَلِ وَالتَّعْرِيفِ تَخْفِيفًا

ترجمہ: اسم فاعل (وہ اسم) ہے جو فعل سے مشتق ہو (تاکہ دلالت کرے) اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بمعنی حدوث کے اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے مضارع کے صیغہ پر آتا ہے میم مضموم لگانے کے ساتھ اور آخر سے ما قبل کسر دینے کے ساتھ جیسے مُدْخِلٌ اور مُسْتَغْفِرٌ اور یہ اپنے فعل (معروف) والا عمل کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور (اس شرط کے ساتھ کہ) اسم فاعل نے ذوالحال پر اعتماد کیا ہو یا حمزہ استفہام یا حرف نفی پر پس اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو معنی اضافت کرنا واجب ہے اور یہ بات کسائی نحوی کے خلاف ہے جب اس (اسم فاعل) کا (مضاف الیہ کے علاوہ) کوئی معمول ہو تو (وہ معمول ہوگا) فعل مقدر کا جیسے زَيْدٌ مُعْطَى عَمْرٍو دَرَهْمًا أَمْسَ اگر اسم فاعل پر الف لازم داخل ہو جو اس وقت

تمام برابر ہیں (خواہ زمانہ ماضی ہو یا مضارع یا حال اسم فاعل عمل کرے گا) اور وہ اسماء جو اس (اسم فاعل) سے مبالغہ کے لئے وضع کئے گئے ہوں جیسے ضَرَابٌ، ضُرُوبٌ، مِضْرَابٌ، عَلَيْنُمْ، حَذَرٌ وغیرہ عمل کرنے میں اسم فاعل کی طرح ہیں اور تشبیہ و جمع شروط و عمل میں اسم فاعل کی طرح ہیں اور جائز ہے (اسم فاعل کے) نون کو حذف کرنا عمل کے ساتھ اور لام تعریف کے ساتھ تخفیف کی غرض سے (جب کہ اسم فاعل عامل ہو اور معرفہ ہو)۔

تشریح: قوله اِسْمُ الْفَاعِلِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ اسم فاعل کو ذکر کرتے ہیں اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہو بطریق حدوث اور تجدد کے۔
فوائد قیود: مصنفؒ نے لفظ ما کہا تو اس میں مشتق وغیر مشتق سب داخل تھے جب کہا مشتق تو اس سے غیر مشتق نکل گئے اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اسماء زمان اور مکان اور اسم آلہ اور اسم تفصیل سب داخل تھے جب کہا من قام بہ تو اس سے اسم مفعول اسم آلہ اسم زمان و مکان نکل گئے کیونکہ ان کے ساتھ فعل قائم نہیں ہوتا جب بمعنی الحدوث کہا تو اس سے صفت مشبہ اور اسم تفصیل بھی نکل گئے کیونکہ ان کا معنی حدیثی نہیں ہوتا۔

قوله وَصَيغَتُهُ مِنَ الثَّلَاثِي الْمَجَرَّدِ الخ | اسم فاعل ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر آتا ہے جیسے نصر سے نَاصِرٌ، ضَرَبَ سے ضَارِبٌ اور غیر ثلاثی مجرد کے ہر باب سے فعل مضارع کے وزن پر آتا ہے لیکن تھوڑے سے تغیر کے ساتھ وہ اس طرح کہ علامت مضارع گرا کر شروع میں میم مضموم لگادیں اور آخر میں سے ماقبل کو کسرہ دیدیں جیسے يَدْخُلُ سے مُدْخِلٌ اور يَسْتَغْفِرُ سے مُسْتَغْفِرٌ۔

قوله وَيَعْمَلُ عَمَلًا فَعْلِهِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ اسم فاعل کے عمل کو ذکر کرتے ہیں کہ اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے خواہ وہ فعل لازمی ہو یا متعدی اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے اور اسم فاعل دو شرطوں کے ساتھ عمل کرتا ہے (۱) اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو (۲) اسم فاعل نے ان چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد کیا ہو یعنی اس سے پہلے مندرجہ ذیل چھ چیزوں میں سے کوئی ایک ہو۔

(۱) ذوالحال ہو جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدٌ رَاكِبًا غَلَامُهُ فَرَسًا (۲) ہمزہ استفہام ہو جیسے أَضَارِبُ زَيْدٌ عَمْرًا

(۳) یا مانفہ ہو جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ یا مبتدأ ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوهُ (۵) یا موصوف ہو جیسے مَرَّتْ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ أَبُوهُ

بَكَرًا (۶) موصول ہو جیسے جَاءَ نِيْ الْقَائِمُ أَبُوهُ۔

قوله فَإِنْ كَانَ لِلْمَاضِي الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اس وقت اسم فاعل جمہور کے نزدیک عمل نہیں کرے گا کیونکہ اس کے عمل کی شرط ان کے نزدیک یہ ہے کہ اسم فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو اگر یہ شرط مفقود ہے تو جب اسم فاعل عمل نہیں کرے گا تو اس وقت اضافت معنوی واجب ہوگی لیکن کسائی کے نزدیک اس صورت میں بھی اضافت معنوی واجب نہیں ہوگی بلکہ اسم فاعل خواہ ماضی کے معنی ہو پھر بھی عمل کرے گا لہذا اگر اضافت کریں گے تو اضافت لفظی ہوگی۔

قوله فَإِنْ كَانَ لَهُ مَعْمُولٌ الخ | یعنی اگر اسم فاعل کے لئے اس کے اسم کے علاوہ جس کی طرف وہ مضاف ہے اور بھی کوئی معمول ہو تو اس کا منصوب ہونا فعل مقدر کے سبب سے ہوگا اسم فاعل اسے نصب نہیں دیگا جیسے زَيْدٌ مُعْطًى عَمْرٍو دِرْهَمًا اس میں معطی صیغہ اسم فاعل کے مضاف الیہ کے سوا دوسرا معمول بھی موجود ہے یعنی درہم لہذا اس کا نصب معطی کے مفعول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ یہاں ایک فعل مقدر ہے یعنی اعطی وہ اسکے لئے ناصب ہے کیونکہ جب یہ کہا گیا کہ زید عمرو کو گذشتہ کل دینے والا تھا اس پر سوال ہو کہ کیا دیا اس کے جواب میں کہا دِرْهَمًا أَيْ أَعْطَى دِرْهَمًا

قوله فَإِنْ دَخَلَتِ اللَّامُ الخ | لیکن اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو اسم فاعل بہر صورت عمل کرے گا خواہ اسمیں حال یا استقبال کا معنی ہو خواہ ماضی کا جیسے مَرَرْتُ بِالضَّرَابِ أَبُوهُ زَيْدٌ أَمْسَ -

قوله وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ الخ | ہر وہ اسم فاعل جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے ضَرَابٌ ضَرُوبٌ مِضْرَابٌ عَلِيمٌ حَذَرٌ وغیرہ عمل اور شرطوں میں اسم فاعل کی طرح ہیں یعنی جو عمل اور شرائط عمل اسم فاعل کے لئے ہیں وہی مبالغہ کیلئے بھی ہیں اور اسی طرح مبالغہ کے ثنیہ اور جمع کا صیغہ عمل اور شرائط عمل میں اسم فاعل کے مفرد کی طرح ہے۔

قوله وَيَجُوزُ حَذْفُ التَّوْنِ الخ | اسم فاعل کے ثنیہ اور جمع سے نون کا حذف جائز ہے جب دو شرطیں پائی جائیں (۱) یہ کہ وہ عامل ہو (۲) معرفہ ہو اور یہ حذف تخفیف کی غرض سے ہوتا ہے۔

اسْمُ الْمَفْعُولِ مَا اسْتَقَى مِنْ فِعْلِ لِمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ وَصِيغَتُهُ مِنَ الثَّلَاثِي الْمَجْرَدِ عَلَى مَفْعُولٍ وَمِنْ غَيْرِهِ عَلَى صِيغَةِ الْفَاعِلِ يَفْتَحُ مَا قَبْلَ الْآخِرِ كَمُسْتَخْرَجٍ وَأَمْرُهُ فِي الْعَمَلِ وَالْإِشْتِرَاطِ كَأَمْرِ الْفَاعِلِ مِنْ زَيْدٌ مُعْطًى عَلَامَةُ دِرْهَمًا الْقِصْفَةُ الْمُسْتَشَبَّهَةُ مَا اسْتَقَى مِنْ فِعْلِ لَا يَمُوتُ لِمَنْ قَامَ بِهِ عَلَى مَعْنَى الثَّبُوتِ وَصِيغَتُهَا مُخَالَفَةٌ لِصِيغَةِ الْفَاعِلِ عَلَى حَسَبِ السَّمْعِ كَحَسَنِ وَضَعٍ وَشَدِيدٍ وَتَعْمَلُ عَمَلًا فَعْلًا مُطْلَقًا۔

ترجمہ: اسم مفعول وہ (اسم) ہے جو مشتق ہو (موضوع ہے) اس ذات کے لیے جس پر فعل واقع ہو اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے صیغے کی طرح آتا ہے لیکن آخر سے ماقبل فتح لگانے کے ساتھ اور اسم مفعول کا حکم عمل میں اور شرطوں میں اسم فاعل کے حکم کی طرح ہے جیسے زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا صفت مشبہہ وہ (اسم) ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو (تاکہ دلالت کرے) اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہو ثبوت کے معنی میں اور اس کے صیغے اسم فاعل کے صیغوں کے خلاف ہیں سماع کے مطابق ہیں جیسے حَسَنٌ صَغْبٌ اور شَدِيدٌ اور اپنے فعل جیسا عمل کرتی ہے مطلقاً

تشریح: قوله [سَمِ الْمَفْعُولِ مَا اشْتَقَّ الْح] یہاں سے صاحب کافیہ اسم مفعول کو ذکر کرتے ہیں اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور فعل اس پر واقع ہو رہا ہو اور ثلاثی مجرد سے اسم مفعول مَفْعُولٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے نَصْرٌ مَنصُورٌ اور ضَرْبٌ مَضْرُوبٌ اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے مگر اسم مفعول میں آخر سے ماقبل مفتوح ہوتا ہے جیسے يَسْتَخْرِجُ سے مُسْتَخْرِجٌ اور يَسْتَنْصِرُ سے مُسْتَنْصِرٌ۔

قوله وَآمَرُهُ فِي الْعَمَلِ الْح | اسم مفعول اسم فاعل کی طرح عمل کرتا ہے انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں بیان ہوئیں پہلی شرط یہ ہے کہ اسم مفعول حال اور استقبال کے معنی میں ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اسم مفعول سے قبل مبتدا یا موصوف یا موصول یا ذو الحال یا مہرہ استنہام یا حرف نفی ہو جیسے زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا۔

قوله الْصِفَةُ الْمُسْتَبْهَةُ الْح | یہاں سے صاحب کافیہ صفت مشبہہ کو ذکر کرتے ہیں صفت مشبہہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل قائم ہو ثبوت کے معنی میں۔

قوله وَصَيِّغَتُهَا الْح | صفت مشبہہ کا صیغہ اسم فاعل کے صیغے کے مخالف ہے صفت مشبہہ کا اسم فاعل سے چار طرح فرق ہے (۱) صفت مشبہہ فعل لازم سے مشتق ہوتی ہے اور اسم فاعل مطلقاً فعل سے خواہ لازم ہو یا متعدی (۲) صفت مشبہہ کے اوزان سماعی ہیں اور اسم فاعل کے صیغے قیاسی ہیں اور اسم فاعل کے صیغے فاعل کے وزن پر آتے ہیں جب کہ صفت مشبہہ کے صیغے فاعل کے وزن پر نہیں آتے (۳) اسم فاعل اس وقت عمل کرتا ہے جب کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو صفت مشبہہ میں خواہ ماضی کا معنی ہو یا حال و استقبال کا ہر صورت میں عمل کرتی ہے (۴) صفت مشبہہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے اور اسم فاعل حدوث پر دلالت کرتا ہے۔

قوله وَصَيِّغَتُهَا مُخَالَفَةُ الْح | صفت مشبہہ کے تین اوزان ہیں (۱) فَعْلٌ جیسے حَسَنٌ (۲) فَعْلٌ جیسے

صَفْبُ (۳) فَعِيلٌ جیسے شَدِيدٌ صفت مشبہ مطلقاً اپنا فعل والا عمل کرتی ہے یعنی بغیر شرط زمانہ ماضی حال اور استقبال کے

وَتَقْسِيمٌ مَسَائِلُهَا أَنْ تَكُونَ الصِّفَةُ بِاللَّامِ أَوْ مُجَرَّدَةً وَمَعْمُولُهَا مُضَافًا أَوْ بِاللَّامِ أَوْ مُجَرَّدًا عَنْهُمَا فَهَذِهِ سِتَّةٌ وَالْمَعْمُولُ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا مَرْفُوعٌ وَمَنْصُوبٌ وَمَجْرُورٌ فَصَارَتْ ثَمَانِيَةً عَشَرَ فَالرَّفْعُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ وَالتَّنْصِبُ عَلَى التَّشْبِيهِ بِالْمَفْعُولِ فِي الْمَعْرِفَةِ وَعَلَى التَّمْيِيزِ فِي النِّكَرَةِ وَالْجَرُّ عَلَى الْإِضَافَةِ وَتَفْصِيلُهَا حَسَنٌ وَجِبْهُ ثَلَاثَةٌ وَكَذَلِكَ حَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهُ الْحَسَنُ وَجْهُ الْحَسَنُ الْوَجْهُ الْحَسَنُ وَجْهُ ثَانِيَانِ مِنْهَا مُتَنَعَانِ مِثْلُ الْحَسَنِ وَجِبْهُ الْحَسَنِ وَجْهُ وَاخْتَلَفَ فِي حَسَنٍ وَجِبْهِ وَالْبَاقِي مَا كَانَ فِيهِ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مِنْهَا أَحْسَنُ وَمَا كَانَ فِيهِ ضَمِيرَانِ حَسَنٌ وَمَالَا ضَمِيرٌ فِيهِ قَبِيحٌ وَسَنَى رَفَعَتْ بِهَا فَلَا ضَمِيرَ فِيهَا فِيهِ كَالْفِعْلِ وَالْأَفْعِلِهَا ضَمِيرُ الْمَوْصُوفِ فَتَوَثَّنَتْ وَتَنَبَّأَتْ وَتَجَمَّعَ وَإِسْمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ غَيْرِ الْمُتَعَدِّيَيْنِ مِثْلُ الصِّفَةِ فِيمَا ذَكَرَ-

ترجمہ: اس (صفت مشبہ) کے مسائل کی تقسیم (اٹھارہ قسمیں بنتی ہیں) وہ اس طرح کہ صفت مشبہ یا معرف باللام ہوگی یا معرف باللام سے خالی ہوگی (ہر تقدیر پر) اس کا معمول مضاف ہو گیا معرف باللام یا دونوں سے خالی ہو گا پس یہ چھ قسمیں بن گئیں ان میں سے ہر ایک کا معمول مرفوع ہو گیا منصوب یا مجرور ہو گا پس (چھ کو تین سے ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں بن گئیں) پس رفع فاعلیت کی بناء پر ہو گا اور نصب مفعول کے ساتھ مشابہت کی بناء پر ہو گا معرفہ میں اور نکرہ ہونے کی صورت میں نصب تمیز ہونے کی بناء پر ہو گا اور جراضافت کی بناء پر اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حَسَنٌ وَجِبْهُ اسی طرح حَسَنُ الْوَجْهِ اور حَسَنٌ وَجْهُ اور احسن وجه اور الْحَسَنُ الْوَجْهُ اور الْحَسَنُ وَجْهُ ان میں دو صورتیں متنع ہیں الْحَسَنُ وَجِبْهُ اور الْحَسَنُ وَجْهُ اور اختلاف کیا گیا ہے حَسَنٌ وَجِبْهُ میں اور باقی صورتیں جن میں ایک ضمیر ہے ان صورتوں میں سے وہ احسن ہیں اور جن میں دو ضمیریں ہوں وہ حسن ہیں اور جس صورت میں ضمیر نہیں وہ قبیح ہے اور جب رفع دیا جائے گا (صفت مشبہ) کی وجہ سے تو اس میں ضمیر نہیں ہوگی پس یہ فعل کی طرح ہوگی وگرنہ اس میں ضمیر موصوف ہوگی پس (صفت مشبہ) مؤنث لایا جائے گا اور مذکر لایا جائے گا اور اسم فاعل اور اسم مفعول جب متعدی نہ ہوں تو صفت مشبہ کی طرح ہیں ان تمام صورتوں میں جو ذکر کر گئیں ہیں۔

تشریح: قوله وَتَقْسِيمُهُمْ مَسَائِلَهُمُ الْخ | یہاں سے مصنف ”صفت مشبہ کی تقسیم کرتے ہیں

صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگی یا نہ اور ہر تقدیر پر اسکا معمول مضاف ہوگا جو معرف باللام ہوگا یا مضاف ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا یعنی نہ معرف باللام ہوگا نہ مضاف تو تین کو دو سے ضرب دینے سے چھ قسمیں حاصل ہوئیں پھر ان چھ قسموں میں ہر ایک مرفوع ہوگی یا منصوب یا مجرور ہوگی تو چھ کو تین سے ضرب دینے سے اٹھارہ قسمیں حاصل ہو گئیں

تفصیل: (۱) صفت مشبہ معرف باللام سے خالی ہو اور اس کا معمول مضاف ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں جیسے حَسَنٌ وَجِبَةٌ (۲) صفت مشبہ معرف باللام سے خالی ہو اور اس کا معمول معرف باللام ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں جیسے حَسَنُ الْوَجِبَةِ (۳) مشبہ معرف باللام سے خالی ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام اور اضافت سے خالی ہو اور اس پر تین اعراب ہوں گے حَسَنٌ وَجِبَةٌ (۴) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو اور اس پر تین اعراب پڑھے جائیں جیسے الْحَسَنُ الْوَجِبَةُ (۵) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول بھی معرف باللام ہو اور اس پر تین اعراب ہیں جیسے الْحَسَنُ الْوَجِبَةُ (۶) صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول معرف باللام اور مضاف نہ ہو اور تینوں اعراب اس پر ہوں جیسے الْحَسَنُ وَجِبَةٌ۔

قوله فَالرَّفْعُ عَلَى الْفَاعِلِيَّةِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ صفت مشبہ کے معمول میں رفع فاعلیت کی بنا پر ہوگا اور اسکا نصب جب کہ اسکا معمول معرف ہو مفعول کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے ہوگا نہ کہ مفعولیت کی بنا پر کیونکہ فعل لازم مفعول کو نہیں چاہتا اور صفت مشبہ کا معمول جب نکرہ ہو تو اس پر نصب تمیز ہونے کی بنا پر ہوگا۔

قوله اِثْنَانِ مِنْهَا الْخ | ان مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے دو متمنع ہیں یعنی جب صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو تو یہ صورت متمنع ہے جیسے الْحَسَنُ وَجِبَةٌ متمنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی الحسن میں جو تین حذف ہوتی ہے وہ اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے ہوئی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو نہ معرف باللام ہو جیسے الحسن وجبہ یہ صورت متمنع ہے کیونکہ اس میں معرفہ کی نکرہ کی طرف اضافت ہو رہی ہے حالانکہ نکرہ کی معرفہ کی طرف اضافت ہوتی ہے نہ اس کے برعکس لہذا یہ متمنع ہے۔

قوله وَ اخْتَلَفَ فَنِي حَسَنٍ وَ جَبِيهٍ الن | صفت مشبہ معرف بالاسم نہ ہو اور اس کا معمول مضاف ہو جیسے حَسَنٌ وَ جَبِيهٌ اس ترکیب کی صحت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک صحیح ہے اور بعض غیر صحیح کہتے ہیں صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس صورت میں اضافۃ الشیء الی نفسہ کی خرابی لازم آتی ہے اس لئے حسن اور وجہ دونوں ایک ہیں کیونکہ جو حسن ہے وہ وجہ ہی ہے اور اضافت الشیء الی نفسہ باطل ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں اضافت لفظی ہے اور اضافت لفظی کا فائدہ تخفیف فی اللفظ ہے جو یہاں حاصل نہیں ہو رہا کیونکہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی اور جو صحیح کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اضافت الشیء الی نفسہ کی خرابی لازم نہیں آتی ہے کیونکہ حسن عام ہے الوجہ سے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں فی الجملہ تخفیف حاصل ہو رہی ہے کہ مضاف سے تین حذف ہوگی۔

قوله وَ الْبَوَاقِي مَا كَانَ فِيهِ الن | اور باقی پندرہ صورتوں میں سے بعض احسن ہیں بعض حسن اور بعض قبیح ہیں جس صورت میں ایک ضمیر ہے وہ احسن ہے اس لیے کہ اسمیں ضمیر بقدر حاجت ہے اور خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَ ذَلَّ کی صداق ہے اور جن صورتوں میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہیں یعنی ایک ضمیر صفت مشبہ میں دوسری ضمیر اس کے معمول میں ہے تو یہ حسن ہے احسن نہیں حسن اس لئے ہے کہ بقدر حاجت ضمیر موجود ہے اور احسن اس لئے نہیں کہ احتیاج سے زیادہ ہو بلکہ مشتمل ہے اور جن صورتوں میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہیں اس لیے کہ ضمیر نہ ہونے کی وجہ سے مقصود فوت ہو جائے گا کیونکہ صفت کو موصوف کے ساتھ ربط دینے کیلئے ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان میں موجود نہیں۔

قوله وَ قَسَمَ رَفَعَتْ بِهَا الن | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع دے تو وہ فعل کے حکم میں ہوگی اور فاعل اس وقت لفظوں میں ہوگا ضمیر نہیں مان سکتے اگر ضمیر مانیں گے تو تعدد فاعل زم آئے گا اور اگر صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع نہ دے تو اس وقت فاعل اسمیں ضمیر ہوگا اور صفت مشبہ

ثنیہ تذکیر و تانیث ثنیہ و جمع میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگی جیسے هُنَّ حَسَنَةٌ وَ جَبِيهٌ حَسَنَةٌ وَ جَبِيهٌ ثَنِيہ کی مثال جیسے الزَّيْدَانِ حَسَنًا وَ جَبِيهٌ يَا حَسَنَانِ وَ جَبِيهٌ اور جمع کی مثال جیسے الزَّيْدُونَ حَسَنُوا وَ جَبِيهٌ يَا الزَّيْدُونَ حَسَنُونَ وَ جَبِيهٌ

قوله ذَايَسْمَا الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُولِ الن | اسم فاعل اور اسم مفعول جب متعدی نہ ہوں تو یہ

صفت معلوم کی طرح ہیں لہذا ان کی بھی صفت مشبہ کی طرح اٹھارہ صورتیں ہئیں گی بعض صورتیں احسن ہوں گی بعض حسن اور بعض قبیح ہوں گی۔

اسْمُ التَّفْضِيلِ مَا اشْتَقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوفٍ بِزِيَادَةٍ عَلَى غَيْرِهِ وَهُوَ أَفْعَلُ وَشَرْطُهُ
 أَنْ يَبْنَى مِنْ ثَلَاثِي مُجَرَّدٍ لِيُمْكِنَ مِنْهُ وَلَيْسَ يَلُونِ وَلَا عَيْبٌ لِأَنَّ مِنْهُمَا أَفْعَلُ لِغَيْرِهِ
 مِثْلُ زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ فَإِنْ قُصِدَ غَيْرُهُ تَوَصَّلَ إِلَيْهِ بِأَشَدِّ مِثْلُ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ
 اسْتِخْرَاجًا وَبَيَاضًا وَعَمَى وَقِيَاسُهُ لِلْفَاعِلِ جَاءَ لِلْمَفْعُولِ نَحْوُ اعْذَرُ وَالْيَوْمُ
 وَأَشْغَلُ وَأَشْهَرُ وَيُسْتَعْمَلُ عَلَى أَحَدٍ ثَلَاثَةً أَوْ جِهٍ مُضَافًا يَمَنْ أَوْ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ فَلَا يَجُوزُ
 زَيْدُ الْأَفْضَلِ مِنْ عَمْرٍو وَلَا زَيْدٌ أَفْضَلُ إِلَّا أَنْ يَعْلَمَ فَإِذَا أُضِيفَ فَلَهُ مَعْنَيَانِ أَحَدُهُمَا
 وَهُوَ الْأَكْثَرُ أَنْ تُقْصَدَ بِهِ الزِّيَادَةُ عَلَى مَنْ أُضِيفَ إِلَيْهِ يَسْتَرْطُ أَنْ يَكُونَ مِنْهُمْ مِثْلُ
 زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ فَلَا يَجُوزُ يُوسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِهِ لِخُرُوجِهِ عَنْهُمْ بِإِضَافَتِهِمْ إِلَيْهِ
 وَالثَّانِي أَنْ تُقْصَدَ زِيَادَةُ مُطْلَقَةً وَيُضَافُ لِلتَّوْضِيحِ فَيَجُوزُ يُوسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِهِ

ترجمہ: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو (تاکہ دلالت کرے) موصوف پر کچھ زیادتی کے ساتھ
 اپنے غیر کے مقابلے میں اور وہ افعَل کے وزن پر ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ بنایا جاتا ہے ثلاثی مجرد سے تاکہ ممکن ہو
 اس سے بنانا (اور اس کے غیر سے ممکن نہیں) اور (شرط) یہ ہے کہ اسمیں لون و عیب کا معنی نہ ہو اس لئے کہ ان
 دونوں سے (لون اور عیب سے) افعَل کا صیغہ غیر اسم تفضیل کیلئے آتا ہے جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ اور اگر قصد کیا
 جائے اس کے غیر کا (غیر ثلاثی مجرد اور لون و عیب سے اسم تفضیل بنانے کا) تو اس کی طرف پہنچا جائے گا اشد کے
 ساتھ جیسے هو اشد منه استخراجا و بیاضا و عمی اسم تفضیل کا قیاس یہ ہے کہ فاعل کے لئے ہو اور کبھی
 منقول کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر واليوم اشغل واشهر اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے تین طریقوں میں سے ایک
 طریقے پر اضافت کے ساتھ یا من کے ساتھ یا الف لام کے ساتھ پس جائز نہیں ہے زَيْدٌ الْأَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور نہ
 ہی جائز ہے زَيْدٌ الْأَفْضَلُ مگر یہ کہ قرآن سے معلوم کیا جائے جب اسم تفضیل کی اضافت کی جائے پس اس کے
 لئے صحیح ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اکثر ہے کہ ارادہ کیا جائے (اسم تفضیل) کے ساتھ زیادتی کا اس پر جس کی

طرف اضافت کی گئی ہے پس شرط یہ ہے کہ ان میں سے ہو جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ پس جائز نہیں ہے کہ يُوسُفُ أَحْسَنُ إِخْوَتِهِ بوجہ اسکے نکلنے کے ان (بھائیوں) سے بوجہ ان کی اضافت کے اس کی طرف دوسرا معنی یہ ہے کہ قصد کیا جائے زیادتی کا اور اضافت کی جائے توضیح کے لئے پس جائز ہے یوسف احسن اخوتہ -

تشریح: قوله اِسْمُهُ التَّفْضِيلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ اسم تفصیل کی تعریف کرتے ہیں اسم تفصیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس میں نسبت دوسری چیز کے کسی زیادتی کا معنی پایا جائے اور اس کا وزن افضل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے اس لئے کہ ثلاثی مجرد کے غیر سے افضل کا صیغہ بنانا ممکن نہیں اور ثلاثی مجرد بھی ایسا ہو جس میں لون اور عیب کا معنی نہ پایا جائے جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ النَّاسِ اگر لون اور عیب سے بھی افضل کا صیغہ بنایا جائے تو التباس پیدا ہو جائے گا اس لئے کہ جس میں لون اور عیب کا معنی ہو اس کا صیغہ افضل غیر اسم تفصیل کے لئے آتا ہے جس میں زیادتی کا معنی معتبر نہیں ہوتا جیسے أَحْمَرٌ اور أَصْفَرٌ -

قوله فَإِنْ قَصِدَ غَيْرُهُ الخ | اگر غیر ثلاثی مجرد یا لون و عیب سے بنانا مقصود ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ لفظ اشد یا اس کے ہم مثل کو ذکر کر کے اس فعل کے مصدر کو بطور تمیز کے ذکر کریں جیسے اشد منہ استخر اجاویضا دعی -

قوله وَقِيَّاسُهُ لِلْفَاعِلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اسم تفصیل میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فاعل کے معنی کی زیادتی بیان کرے کبھی مفعول کے معنی کی زیادتی بیان کرنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر بمعنی زیادہ معذور اور الوم بمعنی زیادہ ملامت کیا ہوا اور اشغل بمعنی زیادہ مشغول -

قوله وَيُسْتَعْمَلُ عَلَى أَحَدٍ ثَلَاثَةَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اسم تفصیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ضرور ہوگا یا اضافت کے ساتھ جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ یا اسم تفصیل کا استعمال من کے ساتھ ہوگا جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اور یا پھر الف لام کیساتھ ہوگا جیسے جاء نبي زَيْدٍ هِ الْأَفْضَلُ -

قوله فَلَا يَجُوزُ زَيْدٌ هِ الْأَفْضَلُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اسم تفصیل کے تین طریقوں میں سے دو طریقے ایک مثال میں جمع ہو جائیں یا تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی نہ پایا جائے تو یہ صحیح نہیں جیسے زَيْدٌ هِ الْأَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو اس مثال میں اسم تفصیل کے دو طریقے پائے جا رہے ہیں ایک

السلام دوسرا من لہذا یہ مثال صحیح نہیں ہے اور زیدُ اَفْضَلُ بھی صحیح نہیں کیونکہ اسمیں تین طریقوں میں سے ایک طریقہ بھی نہیں پایا جا رہا۔ لیکن جب مفصل کی فضیلت مفصل علیہ پر قرآن سے معلوم ہو رہی ہو جیسے اللہ اکبر اسمیں مفصل کی فضیلت مفصل علیہ پر قرآن کے ساتھ معلوم ہو رہی ہے اُنْیَ اکْبُرُ مِنْ کُلِّ کَبِیرٍ اس لئے یہ مثال ذکر کرنا صحیح ہے اگرچہ اسم تفصیل کے طرق میں سے ایک بھی نہیں پایا جا رہا۔

قوله فَإِذَا أَضِیْفَ فَلَمْ یَاْنَحْ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب اسم تفصیل اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت اسم تفصیل کے دو معنی ہوں گے (۱) اسم تفصیل کی فاعل کے مضاف الیہ پر زیادتی مقصود ہو اور یہی معنی اکثر استعمال ہوتا ہے اور جب اسم تفصیل اس معنی میں مستعمل ہو تو ضروری ہے کہ مفصل مفصل علیہ کی جنس سے ہو جیسے زیدُ اَفْضَلُ النَّاسِ اس مثال میں زید مفصل ہے اور مفصل علیہ یعنی الناس میں داخل ہے اگر مفصل مفصل علیہ کے مفہوم میں داخل نہ ہو تو یہ معنی صحیح نہ ہو گا جیسے یوسفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہِ اسمیں یوسف مفصل اخوة سے یعنی مفصل علیہ کے مفہوم سے خارج ہے اور نہ وہ یوسف علیہ السلام کے حسن اور نبوت میں داخل ہے۔ (۲) دوسرا معنی یہ ہے کہ مطلق زیادتی کا قصد کیا جائے اور مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو اس صورت میں اسم تفصیل کی اضافت صرف توضیح کے لئے ہو گی نہ کہ مضاف الیہ پر فضیلت کیلئے پس اس وقت یوسفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہِ کی مثال جائز ہو گی یعنی جب مقابل پر زیادتی مقصود نہیں بلکہ مطلق زیادتی مقصود ہے تو یہ مثال جائز ہو گی اور اس میں مفصل کا مفصل علیہ میں دخول شرط نہیں۔

وَيَجُوزُ فِي الْأَوَّلِ الْأَوَّلُ وَالْمُطَابَقَةُ لِمَنْ هُوَ لَهُ وَأَمَّا الثَّانِي وَالْمَعْرُوفُ بِاللَّامِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَةِ
وَالَّذِي يَمِنْ مُفْرَدٌ مُدَكَّرٌ لَا غَيْرُ وَلَا يَعْمَلُ فِي مُظْهِرٍ إِلَّا إِذَا كَانَ صِفَةً لِسُنِّيٍّ وَهُوَ فِي الْمَعْنَى
لِمُسْتَبَبِّ مُفْضَلٍ بِإِعْتِبَارِ الْأَوَّلِ عَلَى نَفْسِهِ بِإِعْتِبَارِ غَيْرِهِ مُنْفِيًّا بِمِثْلِ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ
الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ لِأَنَّهُ بِمَعْنَى الْحَسَنِ مَعَ أَنَّهُمْ لَوْ رَفَعُوا لَفَضَّلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَعْمُولِهِ بِأَجْنَبِيٍّ
وَهُوَ الْكُحْلُ وَلَكَ أَنْ تَقُولَ أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَيْنِ زَيْدٍ فَإِنْ قَدَّمْتَ ذَكَرَ الْعَيْنِ قُلْتَ مَا
رَأَيْتُ كَعَيْنِ زَيْدٍ أَحْسَنَ فِيهَا الْكُحْلُ بِمِثْلِ وَلَا أَرَى فِي قِطْعَةٍ مَرَرْتُ عَلَى وَادِي السَّبَاعِ وَلَا أَرَى
كَوَادِي السَّبَاعِ حِينَ يَطْلُمُ وَادِيًا أَقَلَّ بِهِ رَكْبٌ أَتَوْهُ تَأَيَّةً وَآخُوفٌ إِلَّا مَا وَقَى اللَّهُ سَارِيًّا-

ترجمہ: اور جائز ہے اول صورت میں اسم تفصیل کو مفرد لانا اور اسم تفصیل کو مطابق لانا اس اسم کے جسکے لئے اسم تفصیل ہے بہر حال دوسری صورت اور معرف باللام تو ان میں مطابقت ضروری ہے اور جو (اسم تفصیل) من کے ساتھ ہو تو اسم تفصیل کو مفرد نہ کر لایا جائیگا نہ اسکے علاوہ اور اسم تفصیل عمل نہیں کرتا اسم ظاہر میں مگر یہ کہ اسم تفصیل کسی شی کی صفت ہو اور وہ معنی میں مسبب مفضل کے لئے ہو اول اعتبار سے اور اپنے نفس پر ہو غیر کے اعتبار سے اس حال میں کہ اسم تفصیل منفی ہو جیسے مارأیت رجلاً احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید اسلئے کہ احسن حسن کے معنی میں ہے اس کے باوجود اگر وہ رفع دیں تو فاصلہ کر دیں گے احسن اور اس کے معمول کے درمیان اجنبی کے ساتھ اور وہ الکحل ہے اور تجھے اختیار ہے اس طرح کہنے کا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید اور اگر تو مقدم کر دے عین کے ذکر کو تو یوں کہ ما رأیت کعین زید احسن فیہا الکحل اور جیسے لاری شاعر کے قول میں (ترجمہ) میں درندوں کی طرح وادی پر گذر اور حال یہ ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں وادی سباع کی مانند جب کہ اس کو تاریکی احاطہ کرتی ہے کوئی وادی کہ سواروں کا وہاں ٹھہرنا وادی سباع میں ٹھہرنے سے زیادہ کم ہو اور سواروں کا وہاں خوف زدہ ہونا وادی سباع میں خوف زدہ ہونے سے زیادہ ہو مگر جب کہ خدا تعالیٰ کسی رات کو چلنے والی جماعت کی حفاظت فرمائے۔

تشریح: قوله وَيَجُوزُ فِي الْأَوَّلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اسم تفصیل جب اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت اسم تفصیل کو مفرد بھی لا سکتے ہیں اور ما قبل اسم کے مطابق بھی خواہ ما قبل تشبیہ ہو یا جمع جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ اور الزَّيْدَانِ أَفْضَلُ الْقَوْمِ الزَّيْدُونَ أَفْضَلُ الْقَوْمِ اور اسم تفصیل کو مفرد لانے کی مثالیں جیسے زید افضل القوم، الزیدان افضل القوم اور الزیدون افضل القوم، اگر اسم تفصیل میں مطلق زیادتی کا معنی ہے یا الف لام کے ساتھ تو مطابقت ضروری ہے اسم تفصیل کو تشبیہ و جمع لایا جائے گا اور مطابقت کے لئے کوئی چیز مانع نہیں۔

قوله وَالَّذِي يَمْنُ الخ | اور جب اسم تفصیل من کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت اسم تفصیل مفرد نہ کر ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو کیونکہ لفظ من شدت اتصال کی وجہ سے اسم تفصیل کا جزء بن چکا ہے اگر اسم تفصیل کو مونث یا جمع لائیں گے تو علامت تانیث یا جمع کا وسط کلمہ میں ہونا لازم آئیگا اور یہ محال ہے اور اگر علامت تانیث

یا جمع من کے داخل ہونے کے بعد ہو تو بھی یہ جائز نہیں اس لئے کہ من حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے اگر من کے بعد علامت لگائیں گے تو ایک کلمہ کی علامت کا دوسرے کلمہ میں پایا جانا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

قوله وَلَا يَعْمَلُ رَفْعِي مَظْهَرِ الْبَعْدِ | اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا کیونکہ اسم ظاہر قوی ہے اور اسم تفصیل عامل ضعیف ہے ضعیف قوی میں عمل نہیں کر سکتا خلاف اس کے کہ اسم تفصیل کے بعد ضمیر واقع ہو تو اسم تفصیل ضمیر اسم میں عمل کرے گا کیونکہ ضمیر ضعیف ہے اور ضعیف ضعیف میں عمل کر سکتا ہے۔

قوله إِلَّا إِذَا كَانَ صِفَةً لِبَشْيَخٍ الْبَعْدِ | اس عبارت میں مصنف ایک فائدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا لیکن جب تین شرطیں پائی جائیں (۱) اسم تفصیل صورتہ کسی شی کی صفت ہو (۲) اسم تفصیل کا متعلق ایک اعتبار سے مفصل اور دوسرے باعتبار سے مفصل علیہ من رہا ہو (۳) اسم تفصیل حرف نفی کے بعد واقع ہو اگر یہ تین شرطیں پائی جائیں گی تو اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل کر سکتا ہے جیسے مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْنٍ اس مثال میں اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے اور مذکورہ بالا تینوں شرائط پائی جا رہی ہیں اس طرح کہ احسن اسم تفصیل ہے اور زین جلا کی صفت ہے اور حقیقت میں الکحل کی صفت ہے جو زین کا متعلق ہے الکحل یہ اسم تفصیل کے متعلق ہے ایک اعتبار سے مفصل ہے اور ایک اعتبار سے مفصل علیہ ہے یعنی باعتبار عین زین کے مفصل اور باعتبار عین رجل کے مفصل اور اسم تفصیل حرف نفی کے بعد واقع ہے تینوں شرطوں کے پائے جانے کی وجہ سے اسم تفصیل اسم ظاہر میں عمل کر رہا ہے اس لئے ان شرائط کی وجہ سے اسم تفصیل بفل کے معنی میں ہو جائے گا اور کل کو احسن کا معمول بنائیں گے یہ فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہو گا اور دوسری وجہ اس مثال میں احسن الفعل التفصیل کے کل اسم ظاہر میں عمل کرنے کی یہ ہے کہ اگر کل کو احسن کا معمول نہ بنائیں بلکہ احسن کو خبر ہونے کی وجہ سے رفع دیں اور الکحل مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو اور مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ رجل کی صفت ہو تو اس وقت احسن اور اس کے معمول یعنی منہ کے درمیان کل فاصل ہو جائیگا اور وہ اجنبی ہے اور اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں لیکن جب احسن کو نصب اور کل کو رفع دیں تو چونکہ کل اس صورت میں احسن کا فاعل ہو گا لہذا اجنبی نہ ہوا اس لئے اسم تفصیل کا معمول اس مثال میں اسم ظاہر ہی ہو گا۔

وقوله وَلَكَ أَنْ تَقُولَ الْحِ | یعنی اس عبارت میں اختصار کے لئے أَحْسَنَ فِی عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَيْنِ زَيْدٍ کہنا بھی جائز ہے پس مَنْ عَيْنِ زَيْدٍ كَوْمِنَهُ فِی عَيْنِ زَيْدٍ کے قائم مقام کر سکتے ہیں اور زیادہ اختصار مقصود ہو تو ذکر عین کو مقدم کر کے مَا رَأَيْتُ كَعَيْنِ زَيْدٍ أَحْسَنَ فِيهَا الْكُحْلُ بھی کہہ سکتے ہیں اور معنی وہی ہو گا کہ میں نے زید کی آنکھ کی مانند کوئی خوبصورت سرگین آنکھ نہیں دیکھی۔

قوله مِثْلُ وَلَا أَرَى فِي قِطْعَةِ الْحِ | یہاں لفظ مثل منصوب ہے مصدر محذوف کی صفت ہونے کی بنا پر عبارت یوں ہو جائیگی مارایت کعین زید احسن فہما الکحل قولایما مثل قول الشاعر مطلب یہ بن جائے گا مارایت کعین زید احسن فہما الکحل والی مثال مثل اس قول شاعر کے ہے اسلئے کہ شاعر نے اس جگہ مفضل علیہ کو مقدم کیا اور محل استشادیہ ہے کہ شعر لارای کوادی السباع الخ ہے کہ وادی السباع جو مفضل علیہ ہے اس کو اقل اسم تفصیل پر مقدم کیا اصل میں یوں ہونا چاہیے تھا کہ لارای وادی اقل بہ ركب منھم فی وادی السباع۔

شان وروود: کہا گیا ہے کہ وادی سباع نہر فرات پر واقع شرفہ میں ہے وائل بن قاسط نامی ایک شخص اس وادی میں چل رہا تھا اس کا گذر اسماء بنت دریم نامی عورت پر ہوا تو جب اس نے اسماء کو خیموں میں تنہا پایا تو اس نے اس سے خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کہا اگر تو نے ایسا اقدام کیا تو میں اپنے درندوں کو بلا لوں گی اس نے کہا اس وادی میں مجھے تیرے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا اس عورت نے کہا اچھا دیکھ پھر اس نے آواز لگائی تو کتے بھیڑیے چیتے اور بچھ وغیرہ جانوروں کو بلایا تو آن کی آن میں وہ سارے تلواریں سونٹے ہوئے آگئے تو اس نے کہا یہ تو درندوں کی وادی معلوم ہوتی ہے پھر اس نے یہ شعر کے (اشعار کا ترجمہ عبارت کے ذیل میں گذر چکا ہے)۔

ترکیب: مَرَرْتُ عَلَى وَادِي السَّبَاعِ وَلَا أَرَى كَوَادِي السَّبَاعِ حِينَ يَظْلِمُ وَادِيَا

أَقْلَ بِهِ رَكْبٌ أَتَوْهُ تَأْيَةً وَأَخُوفٌ إِلَّا مَا وَقَى اللَّهُ سَارِيَا

مررت فعل انا ضمیر بارز فاعل، علی حرف جر وادی السباع مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق مررت کے ہوا مررت فعل با فاعل اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو حرف عطف ملا اری فعل انا ضمیر فاعل کاف حرف جر برائے شنیہ وادی السباع مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور ظرف لغو متعلق ولاری کے ہوا، حین مضاف یظلم فعل ہو ضمیر مستتر فاعل راجع بسوئے وادی فعل اپنے فاعل سے مل کر مضارع

مضاف مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ ہوا لاری کا وادیا موصوف اقل صیغہ اسم تفصیل بہ جار مجرور ظرف لغو متعلق ہوئے اقل کے رُکب موصوف اتوہ فعل واو ضمیر بارز فاعل، ہ ضمیر مفعول بہ منصوب محلا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر صفت موصوف صفت مل کر ممیز تائیہ تمیز ممیز تمیر مل کر اقل کا فاعل اقل فعل با فاعل اپنے متعلق ظرف سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ، واو حرف عطف اخوف صیغہ اسم تفصیل ہو ضمیر مستتر، فاعل الاحرف استثناء ما مصدریہ وقتی فعل لفظ اللہ فاعل ساریا اسم فاعل مفعول بہ وقتی فعل وفا فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر مضاف الیہ وقت مضاف محذوف کا مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ مفعول فیہ اخوف کا اخوف اسم تفصیل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف معطوف علیہ معطوف سے مل کر صفت وادیا کی وادیا موصوف صفت مل کر لاری کا مفعول لاری فعل با فاعل اپنے متعلق اور مفعول بہ سے مل کر معطوف، مررت معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

نقبت بحسب المبنى
بحمد الله تعالى

الفعل

الْفِعْلُ مَا دَلَّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهِ مُفْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَمِنْ خَوَاصِّهِ دُخُولُ قَدْ وَالسِّينِ وَسَوَفَ وَالْجَوَازِمِ وَلِخُوقِ تَاءِ التَّانِيثِ سَاكِنَةٌ وَخُوقِ تَاءِ فَعَلَتْ الْمَاضِي مَا دَلَّ عَلَى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ مَعَ غَيْرِ الضَّمِيرِ الْمَرْفُوعِ الْمُتَحَرِّكِ وَالْوَاوِ الْمُضَارِعِ مَا أَشَبَّهَ الْأِسْمَ بِأَحَدِ حُرُوفِ تَأْنِيثٍ لَوْ قُوْعِهِ مُشْتَرِكًا وَتَخْصِيصُهُ بِالسِّينِ أَوْ سَوَفَ فَالْهَمْزَةُ لِلْمُتَكَلِّمِ مُفْرَدًا وَالتَّوْنُ لَهُ مَعَ غَيْرِهِ وَالتَّاءُ لِلْمُخَاطَبِ مُطْلَقًا وَ لِلْمُؤَنَّثِ وَالْمُؤَنَّثَيْنِ غَيْبَةً وَالْيَاءُ لِلْغَائِبِ غَيْرِهِمَا وَحُرُوفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُونَةٌ فِي الرَّبَاعِي وَمَفْتُوحَةٌ فِيمَا سِوَاهُ وَلَا يُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ غَيْرُهُ إِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ نُونُ التَّكْنِيدِ وَلَا نُونُ جَمْعِ مُؤَنَّثٍ -

ترجمہ: فعل وہ (کلمہ) ہے جو دلالت کرے معنی مستقل پر اور مقترن ہو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اور اس کے خاصوں میں سے قد اور سین اور سوف اور حروف جو لازم کا داخل ہونا اور تائے تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا اور تاء فعلت کی مثل کا داخل ہونا ہے، ماضی وہ ہے جو دلالت کرے اس زمانے پر جو تیرے زمانے سے پہلے ہو اور یہ فتح بر مبنی ہوتی ہے ضمیر مرفوع متحرک اور واو کے علاوہ کے ساتھ اور مضارع وہ ہے جو اسم کے مشابہ ہو اور نایت کے حروف میں سے کسی ایک کے ساتھ ملتبس ہو جو واقع ہونے اس کے (اسم کے ساتھ) حال اور استقبال میں مشترک اور وجہ اس کے خاص ہونے سین یا سوف کے ساتھ پس ہمزہ متکلم مفرد کیلئے آتا ہے اور نون اس کے لئے (متکلم کیلئے) اس کے غیر کے ساتھ اور تاء حاضر کے لئے ہے مطلقاً اور تاء واحد مؤنث اور ثنیہ غائب کیلئے آتی ہے اور یاء غائب کیلئے آتی ہے ان دونوں (واحد مؤنث غائب ثنیہ مؤنث غائب) کے علاوہ اور حروف مضارع مضموم ہوتے ہیں رباعی میں اور مفتوح ہوتے ہیں اس (رباعی) کے ماسوا اور نہیں معرب ہوتا افعال میں سے کوئی سوائے اس (مضارع) کے جب کہ متصل نہ ہو اس کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مؤنث۔

تشریح: قوله الْفِعْلُ مَا دَلَّ الْخ | صاحب کافیہ اسم کی اقسام سے فارغ ہونے کے بعد کلمہ کی تیسری قسم یعنی فعل کی اقسام بیان کرتے ہیں فعل وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو جیسے ضَرَبَ یَضْرِبُ اور نَصَرَ اور یَنْصُرُ وغیرہ۔

فوائد قیود: فعل کی تعریف میں لفظ ماعام ہے اسم فعل حرف سب کو شامل ہے اور ذَلَّ عَلٰی مَعْنٰی فِیْ نَفْسِہِ سے حرف نکل گیا اور مقترن باحد الازمنہ الثلاث کی قید سے اسم نکل گیا۔

قوله وَمِنْ خَوَاصِّہِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل کے خواص بیان کرتے ہیں فعل کے خاصوں میں سے آیا، خاصہ قد کا داخل ہونا ہے قد تحقیق فعل کے لئے آتا ہے اور جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جسے قد نصر اور جب مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کے معنی میں کر دیتا ہے اور دوسرا خاصہ سین کا داخل ہونا ہے جیسے سیضرب اور تیسرا خاصہ سوف کا داخل ہونا ہے جیسے سوف یضرب اور چوتھا خاصہ حروف جازمہ کا داخل ہونا ہے جیسے لم یضرب لما یضرب لیضرب لا یضرب ان تضرب اضرب اور پانچواں خاصہ تائے تانیث ساکنہ کا داخل ہونا ہے جیسے ضربت چٹا خاصہ ضمیر مرفوع متصل بارز کا داخل ہونا ہے جیسے ضربت ضربت ضربت۔

قوله الْمَاضِي مَا دَلَّ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں (۱) فعل ماضی (۲) فعل مضارع (۳) امر،

فعل ماضی وہ فعل ہے جو گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرے اور یہ ماضی مبنی علی الفتح ہوتی ہے جیسے ضرب بعر طیکہ اسکے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو جیسے ضربت ضربت وغیرہ کیونکہ اس صورت میں ماضی کا آخر ساکن ہوگا اگر ساکن نہ کیا جائے تو ایک کلمے میں پے درپے چار حرکات کا جمع ہونا لازم آتا ہے اور یہ ناجائز ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ فعل ماضی ضمیر واو سے خالی ہو کیونکہ جب فعل ماضی میں واو ہوگا تو واو کی مناسبت سے وہ بنی علی الضم ہو جائے گا جیسے ضَرَبُوا۔

قوله الْمُضَارِعُ مَا أَشْبَهَ الْأِسْمَ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مضارع کی تعریف کرتے ہیں مضارع اسم فاعل کا صیغہ ہے مضارع کو مضارع اسلئے کہتے ہیں کہ مضارع کا معنی مشابہ ہے اور یہ اسم کے ساتھ حال و استقبال کے معنی میں مشابہ ہوتا ہے مضارع وہ فعل ہے کہ اس کے شروع میں حروف نَائِثٌ میں سے کوئی ایک حرف ہو اور یہ اسم کے ساتھ حال اور استقبال میں اور سین اور سوف کے ساتھ خاص ہونے میں مشابہت رکھتا ہے اسم فاعل وغیرہ قرآن کے واسطے سے مستقبل کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے اسی طرح فعل مضارع سین اور سوف کے واسطے سے مستقبل کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے، اور حرف نائیت کے مراد علامت مضارع ہے۔

قوله فَالْهَمْزَةُ لِلْمُتَكَلِّمِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حروف نَائِثٌ میں سے

کونسا حرف کس صیغہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ حروف نائیت میں سے ہمزہ واحد متکلم کے لئے آتا ہے جیسے اضْرَبُ اور نون ثنیہ جمع متکلم کے لئے آتا ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث جیسے نَضْرِبُ اور تاء حاضر اور واحد ثنیہ مؤنث غائب کے لئے آتا ہے حاضر خواہ مفرد ہو یا ثنیہ یا جمع اور خواہ مذکر ہو یا مؤنث جیسے تَضْرِبُ تَضْرِبَانِ تَضْرِبُونَ اور تَضْرِبِينَ تَضْرِبَانِ تَضْرِبْنَ اور واحد مؤنث غائب کی مثال جیسے تَضْرِبُ اور ثنیہ مؤنث کی مثال جیسے تَضْرِبَانِ اور حروف نائیت میں سے باء واحد و ثنیہ و جمع مذکر غائب اور جمع مؤنث غائب کیلئے آتی ہے۔

قوله وَحُرُوفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُومَةٌ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ علامت مضارع رباعی میں مضموم ہوگی جیسے يُبْعَثُ تَبْعَثُ اور رباعی کے علاوہ علامت مضارع مفتوح ہوتی ہے جیسے يَضْرِبُ يَمْشِي۔

قوله وَلَا يُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ تمام فعلوں میں سے فعل مضارع معرب ہوتا ہے فعل مضارع کے علاوہ فعلوں سے کوئی معرب نہیں ہوتا فعل مضارع کے معرب

ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فعل مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے اور اسم میں اصل معرب ہوتا ہے اس بنا پر جو مشابہ اسم ہو گا وہ بھی معرب ہو گا لیکن فعل مضارع کے معرب ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ نون تاکید یعنی ثقیلہ اور خفیفہ اور نون جمع مونث سے خالی ہو اس لئے کہ مذکورہ نون کے اتصال کیوقت فعل مضارع کے معرب و مبنی میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک مبنی ہوتا ہے اس لئے کہ نون تاکید وجہ شدت اتصال کے بمنزلہ جزء کلمہ کے ہے پس اگر نون تاکید کے قبل اعراب جاری کریں گے تو اعراب کا دخول وسط کلمہ میں لازم آئے گا اور اگر نون تاکید پر اعراب جاری کریں گے تو چونکہ وہ دوسرا کلمہ ہے لہذا دوسرے کلمہ پر اعراب کا داخل ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں امر ناجائز ہیں اور یہی حال نون جمع مونث کا ہے۔

وَاعْرَابُهُ رَفْعٌ وَنَصَبٌ وَجَزْمٌ فَالصَّحِيحُ الْمُجَرَّدُ عَنْ ضَمِيرٍ بَارِزٍ مَرْفُوعٌ لِلشَّيْئَةِ
وَالْجَمْعِ وَلِمَحَاطَبِ الْمُؤَنَّثِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالسَّكُونِ مِثْلُ يَضْرِبُ وَلَنْ
يَضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ وَالْمُتَّصِلُ بِهِ ذَالِكَ بِالنُّونِ وَحَذْفُهَا مِثْلُ يَضْرِبَانِ
وَيَضْرِبُونَ وَتَضْرِبِينَ وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ بِالضَّمَّةِ تَقْدِيرًا وَالفَتْحَةِ لَفْظًا وَ
الْحَذْفِ وَالْمُعْتَلُّ بِالْأَلِفِ بِالضَّمَّةِ وَالفَتْحَةِ تَقْدِيرًا وَالحَذْفِ وَيَرْتَفِعُ إِذَا
تَجَرَّدَ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَائِزِ نَحْوُ يَقُومُ زَيْدٌ وَيَنْتَصِبُ بَانَ وَلَنْ وَإِذَنْ وَكَيْ
وَبَانَ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَ حَتَّى وَلَامَ كَيْ وَلَامَ الْجُحُودِ وَالْفَاءِ وَالْوَاوِ وَأَوْ فَإِنْ مِثْلُ أُرِيدُ
أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَالَّتِي تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ هِيَ الْمُحَقَّقَةُ
مِنَ الْمُثَقَّلَةِ وَلَيْسَتْ هَذِهِ نَحْوُ عَلِمْتُ أَنْ سَيَقُومُ وَأَنْ لَا يَقُومَ وَالَّتِي تَقَعُ
بَعْدَ الظَّنِّ فَفِيهَا الْوَجْهَانِ۔

ترجمہ: اور اس (مضارع) کا اعراب رفع اور نصب اور جزم ہے پس صحیح جو خالی ہو اس ضمیر بارز مرفوع سے جو مشبہ اور جمع اور واحد مؤنث حاضر کے لئے ہے (اس کا اعراب) ضمہ فتح اور سکون کے ساتھ آتا ہے جیسے یضرب

اور لن یضرب اور لم یضرب اور وہ (فعل مضارع) جو متصل ہو اس (ضمیر بارز) کے ساتھ (اس کا اعراب) نون اور اس کے حذف کرنے کے ساتھ ہے جیسے یضربان اور یضربون اور تضرین اور جو (فعل مضارع) معتل ہو واو اور یاء کے ساتھ (اس کا اعراب) ضمہ تقدیری اور فتح لفظی اور حذف کے ساتھ آتا ہے اور (مضارع) معتل بالالف (کا اعراب) ضمہ تقدیری اور فتح تقدیری اور حذف کے ساتھ ہے اور فعل مضارع مرفوع ہوتا ہے جب کہ خالی ہو عامل ناصب اور جازم سے جیسے یقوم زید اور منصوب ہوتا ہے ان لن اور ان اور کی کے ساتھ اور ان کے ساتھ جو مقدر ہو حتی لام کی اور لام جود اور فاء اور واو کے ساتھ پس ان کی مثال جیسے اریدان تحن الی او اذ تصوموا خیر لکم اور وہ (ان جو علم کے بعد واقع ہوتا ہے وہ مخففہ من المثلثہ ہوتا ہے اور یہ (ان مصدریہ) نہیں ہوتا جیسے علت الف سیقوم وان لا یقوم اور وہ (ان) جو واقع ہو ظن کے بعد تو اس میں دو وجہیں ہیں۔

تشریح : قوله وَاعْرَابُهُ رَفْعٌ وَنَصَبٌ وَجَزْمٌ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مضارع کا اعراب بیان کرتے ہیں فعل مضارع کے اعراب تین ہیں (۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم ، رفع اور نصب یہ اعراب اسم میں بھی آتے ہیں فعل میں بھی اور جزم فعل کے ساتھ خاص ہے اسم میں نہیں آتا جیسے جزم کے ساتھ خاص ہے فعل میں نہیں پایا جاتا۔

قوله فَاَلَصَّحِيحُ الْمَجْرَدُ عَنْ ضَمِيرٍ بَارِزٍ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مضارع کے اعراب کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ فعل مضارع جب صحیح ہو شنیہ مذکر اور شنیہ مؤنث اور جمع مذکر اور جمع مؤنث اور واحد مؤنث حاضر کی ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو ایسے مضارع کا اعراب حالت رفع میں ضمہ کے ساتھ جیسے ہو یضرب حالت نصب میں فتح کے ساتھ جیسے لن یضرب اور حالت جزم میں سکون کے ساتھ جیسے لم یضرب اور فعل مضارع جب ضمیر بارز مرفوع کے ساتھ متصل ہو تو اس کا اعراب حالت رفع میں نون کے ساتھ جیسے ہما یضربان ہم یضربون انت تضرین اور حالت نصب اور جزم میں نون کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے لن یضربا اور لم یضربا۔

قوله وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ الخ | اور فعل مضارع جب کہ معتل ہو خواہ وہ معتل واوی ہو یا یائی ہو تو اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ جیسے یدعو یری اور حالت نصب میں فتح لفظی کے ساتھ جیسے یدعون یرمی اور حالت جزم میں واو اور یاء کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے لم یدع لم یرم۔

قوله وَالْمُعْتَلُّ بِالْأَلِفِ الْخ | اور فعل مضارع جب معتل الفی ہو تو اس کا اعراب حالت رفع میں ضمہ تقدیری کے ساتھ جیسے ہو یرضی اور حالت نصب میں فتح تقدیری کے ساتھ جیسے لن یرضی اور حالت جزی میں الف کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے لم یرض۔

قوله وَيَرْتَفِعُ إِذَا تَجَرَّدَ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ فعل مضارع کے عامل رافع میں نحویوں کا اختلاف ہے کوئی نحوی کہتے ہیں فعل مضارع اس وقت مرفوع ہوگا جب فعل مضارع عامل ناصب اور جازم سے خالی ہو اور یہی صاحب کافیہ کا مذہب ہے جیسے یقوم زید، بعض نحوی یہ کہتے ہیں کہ فعل مضارع کا اسم کی جگہ میں ہونا فعل مضارع کے مرفوع ہونے کا سبب ہے جیسے زید یضرب چونکہ زید ضارب کی جگہ واقع ہے لہذا اسے اسم کا وہ اعراب دیا گیا جو قوی ہے۔

قوله وَيَنْتَصِبُ بِأَنْ وَلَنْ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں فعل مضارع منصوب ہوگا فعل مضارع اس وقت منصوب ہوگا جب اس پر حروف ناصبہ داخل ہوں حروف ناصبہ چار ہیں (۱) اَنْ جیسے ارید ان تقوم یہ ان فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اس لئے اس کو ان مصدر یہ کہتے ہیں (۲) لن جیسے لن یذهب خالد یہ نفی تاکید کے لئے آتا ہے (۳) کی جیسے اسلمت کی ادخل الجنة (۴) اذن جیسے اذن اشترک۔

قوله بِأَنْ مُقَدَّرَةٌ الْخ | یہاں سے مصنف بیان کرتے ہیں کہ چھ حروف کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) حتی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے مررت حتی ادخل البلد (۲) لام کی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے اسلمت لا دخل الجنة (۳) لام جہ کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے ما كان الله ليعذبهم (۴) فاء کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جو فاء امر نہی نفی استفہام تمنی عرض کے جواب میں ہو جیسے زرنی فاكرمک (۵) اور واو کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے لا تأکل السمک وتشرب اللبن (۶) او کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے لا لزمنک او تعطیننی حتی۔

قوله فَإِنْ مِثْلُ أُرِيدُ أَنْ تُحْسِنَ الْتَى الْخ | فعل مضارع پر جب اَنْ داخل ہو تو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے منصوب ہونے کی دو صورتیں ہیں یا تو نصب فتح کے ساتھ ہوگا جیسے ارید ان تحسن الی یا نون کو حذف کرنے کے ساتھ ہوگا جیسے ان تصوموا خیر لکم اصل میں تصومون تھا۔

قوله وَالَّتِي تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اُن جب علم کے بعد واقع ہو اس وقت یہ مخففہ من المثلّہ ہوتا ہے یعنی اصل میں اُن تھا جو حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اس کی تشدید کو ختم کر دیا گیا تو اُن ہو گیا تو اس وقت یہ فعل مضارع کو رفع دے گا مخففہ نصب نہیں دے گا کیونکہ اس وقت وہ اُن نہیں ہوتا جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُومُ وَاَنْ لَا يَقُومُ اور جو اُن ظن کے بعد واقع ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اُن مخففہ من المثلّہ ہو اس وقت یہ فعل مضارع کو نصب نہیں دے گا بلکہ یہ رفع دیگا اور اس وقت ظن بمعنی جانب راجع ہوگا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اُن مصدر یہ ہو اس وقت یہ نصب دے گا اور اس وقت ظن بمعنی عدم یقین اور خیال ہوگا۔

قوله وَلَنْ مِثْلُ لَنْ اَبْرَحَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب لَنْ فعل مضارع پر داخل ہو تو اس کا معنی مستقبل نفی کی تاکید ہوگا جیسے لَنْ اَبْرَحَ۔

قوله وَإِذَا لَمْ يَعْتَمِدْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اذن فعل مضارع کو اس وقت نصب دے گا جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں (۱) اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو یعنی اذن کا مابعد ماقبل کا معمول نہ بن رہا ہو۔

(۲) فعل مستقبل کے معنی میں ہو حال کے معنی میں نہ ہو جیسے اذن تدخل البیتہ اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا اسلمت اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو اس وقت یہ اذن نصب نہیں دے گا بلکہ اذن کا مابعد مرفوع ہوگا۔

قوله وَإِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْوَاوِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب اذن واو اور فاء کے بعد واقع ہو تو اس وقت اذن کے مابعد میں دو وجہیں جائز ہیں رفع اور نصب رفع تو اس لئے اذن کا مابعد ماقبل پر اعتماد رکھتا ہو تو اس میں اذن کے نصب دینے کی شرط اول مثلی ہے اور نصب اس بنا پر جائز ہے کہ جب حرف عطف سے قطع نظر کرتے ہوئے فعل اپنے فاعل کے ساتھ افادہ میں مستقل ہے تو گویا کہ اپنے ماقبل پر اعتماد نہیں رکھتا اس بنا پر نصب جائز ہوگا۔

وَكَئِنْ مِثْلُ اسَلَمْتُ كُنْی اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةُ وَحَتَّى اِذَا كَانَ مُسْتَقْبَلًا بِالنَّظَرِ اِلَى مَا قَبْلَهَا بِمَعْنَى كُنْی اَوْ اِلَى مِثْلُ اسَلَمْتُ حَتَّى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَكُنْتُ سِرْتُ حَتَّى اَدْخُلَ الْبَلَدَ وَاسْنِرُ حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ فَاِنْ اَرَدْتَ الْحَالَ تَحْقِيقًا اَوْ حِكَايَةً كَانَتْ حَرْفُ اِبْتِدَاءٍ فَتَرْفَعُ وَتَجِبُ السَّبَبِيَّةُ مِثْلُ مَرَضَ حَتَّى لَا يَرْجُوْنَهُ وَمِنْ نَمَّ اِمْتِنَعَ الرَّفْعُ فَمِنْ كَانَ سَنِرِي حَتَّى اَدْخُلَهَا فِي النَّاقِصَةِ وَاسْرَتْ حَتَّى تَدْخُلَهَا وَجَازَ فِي التَّامَّةِ كَانَ سَنِرِي حَتَّى اَدْخُلَهَا وَآيَهُمْ سَارَ حَتَّى يَدْخُلَهَا وَلَا مِثْلُ اسَلَمْتُ لَا دَخُلَ الْجَنَّةَ وَلَا مِثْلُ الْجُحُوْدِ لَا مِثْلُ تَاكِيدٍ بَعْدَ التَّفْوِي لَكَانَ مِثْلُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ الْفَاءُ بِشَرْطَيْنِ أَحَدُهُمَا السَّبَبِيَّةُ وَالْثَانِي أَنْ يَكُونَ قَبْلَهَا أَمْرٌ أَوْ نَهْيٌ أَوْ اسْتِفْهَامٌ أَوْ نَفْيٌ أَوْ تَمَنٍّ أَوْ عَرْضٌ وَالْوَاوُ بِشَرْطَيْنِ الْجَمْعِيَّةِ وَأَنْ يَكُونَ قَبْلَهَا مِثْلُ ذَالِكَ وَ أَوْ بِشَرْطٍ مَعْنَى اِلَى أَنْ أَوْ اِلَّا أَنْ وَالْعَاطِفَةُ اِذَا كَانَ الْمَعْطُوفُ عَلَيْهِ اِسْمًا وَيَجُوزُ اِظْهَارُ أَنْ مَعَ لَامِ كُنْی وَالْعَاطِفَةُ وَيَجِبُ مَعَ لَا فِي اللَّامِ عَلَيْهَا۔

ترجمہ: اور کی (کی مثال) جیسے اسلمت کی اوخل الجنتہ اور اسکا معنی سببت کا ہوتا ہے اور حتی جب کہ اس کا (مدخل) اس کے ماقبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو تو حتی کی یاالی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اسلمت حتی اوخل الجنتہ وکنت سرت حتی اوخل البلد و اسیر تغیب الشمس پس اگر تو (حتی کے بعد سے) حال کا اردو کرے بطور تحقیق کے یا بطور حکایت کے تو یہ حرف ابتدا ہو گا پس یہ رفع دے گا اور سببت کا معنی واجب ہو گا جیسے مرض حتی لایرجونہ اور اس وجہ سے مشتق ہے رفع دینا کان سیری حتی اوخلها ناقصہ میں (جب کہ کان ناقصہ ہو) اور اسرت حتی مدخلها اور جائز ہے تامہ میں کان سیری حتی اوخلها اور ابھم سار حتی مدخلها اور لام کی جیسے اسلمت لا دخل الجنتہ اور لام تجدد لام تاکید ہوتا ہے کان کی نفی کے بعد جیسے وماکان اللہ لیعذبہم اور فاء (جس کے بعد ان مقدمہ ہوتا ہے) مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سببت کے معنی پر دلالت کرے۔ اور دوسری اس فاء سے پہلے امر یا نہی یا استفہام یا نفی یا تمنی یا عرض ہو و او کے بعد

(ان مقدر ہوتا ہے) مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ واو معیت کے معنی میں ہو (دوسری شرط یہ ہے) کہ اس واو سے پہلے اس کی مثل ہو (کہ مذکورہ چھ چیزوں میں سے ایک ہو) اور او کے بعد اُن مقدر ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ او الی الی الا ان کے معنی میں ہو اور حروف عاطفہ (کے بعد ان مقدر ہوتا ہے) جب کہ معطوف علیہ اسم ہو اور جائز ہے اُن کو ظاہر کرنا لام کی اور حروف عاطفہ کے ساتھ اور واجب ہے (ان کو ظاہر کرنا) لائے نفی کے ساتھ لام میں۔

تشریح: قوله وَكَيْ مِثْلُ اسَلَمْتُ كَيْ اَدْخَلَ الْجَنَّةَ الخ | اور کئی کے بعد فعل

مضارع منصوب ہوتا ہے جیسے اسلمت کی ادخل الجنة اور کی میں سمیت کا معنی ہوتا ہے یعنی کئی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے جیسے مثال مذکورہ میں اسلام لانا دخول جنت کے لئے سبب ہے یہ کو فیوں کا مذہب ہے اور بھری یہ کہتے ہیں کہ یہ حرف جر ہے اور کئی کے بعد جو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے یہ کی کے بعد ان مقدر ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے صاحب کافیہ نے کو فیوں کا مذہب اختیار کیا ہے کہ کی حرف جر نہیں ہے بلکہ ناصب ہے۔

قوله وَحَتَّى اِذَا كَانَ مُسْتَقْبِلًا الخ | حتی کا دخول ماقبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو تو اس وقت یہ کئی یا الی کے معنی میں ہو گا جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة یہاں پر حتی کئی کے معنی میں ہے اور حتی کا دخول یعنی دخول جنت ماقبل کے لحاظ سے مستقبل کے معنی میں ہے اور کنت سرت حتی ادخل البلد الخ یہاں حتی کئی کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے اور حتی کئی بمعنی الی کے ہو تو معنی یوں ہو گا کہ میں چلا حتی کہ شہر میں داخل ہوا اس میں متکلم کا مقصود غایت اور انتہا ہے اگر بمعنی کی ہو تو معنی یہ ہو گا کہ میں چلا تا کہ شہر میں داخل ہو جاؤں اور اسیر حتی تغیب الشمس اس مثال میں حتی الی کے معنی میں ہے کہ میں چلا یہاں تک کہ سورج غروب ہوا یعنی سورج غروب ہونے تک میں چلتا رہا۔

قوله فَإِنْ أَرَدْتَ الْحَالَ الخ | حتی کے مابعد سے جب حال کا ارادہ مقصود ہو بطور تحقیق کے یا بطور حکایت

کے اس وقت حتی ابتدا ایہ اور استنافیہ ہو گا جارہ اور عاطفہ نہیں ہو گا اور حتی کے مابعد کا کلام مستقل مرفوع ہو گا اور حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو گا جیسے مرض حتی لا یرجونہ اس مثال میں حتی کے مابعد سے حقیقہ حال مراد ہے اور حتی کے ماقبل یعنی مرض مابعد یعنی ناامیدی کا سبب ہے تو اس جگہ حتی کا مابعد مرفوع ہو گا اور حتی ابتدا ایہ ہو گا۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ الخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کر رہے ہیں کہ جب یہ بات واضح ہو چکی کہ حتی کے بعد سے حال مقصود ہو چھوڑنا حکماً تو اس وقت ابتدا یہ ہوگا اور حتی کے مابعد جملہ مستقلہ اور مستأنفہ ہوگا تو اس وقت کان ناقصہ بغیر خبر کے رہ جائے گا جیسے کن سیری حتی ادخلہا میں جب کان کو ناقصہ کہیں گے تو حتی کے مابعد پر رفع پڑھنا ممتنع ہوگا کیونکہ حتی کا مابعد مرفوع ہو نیکی صورت میں حتی ابتدا یہ ہوگا اور حتی کے مابعد کا ماقبل سے انقطاع ہوگا اس وقت کان ناقصہ بغیر خبر کے رہ جائیگا تو مجبوراً حتی کو جارہ کہیں گے اور اس وقت اسکے بعد آن مقدر ہوگا اور جار مجرور مل کر کان کی خبر بن جائیں گے۔

قوله اَنْزَلَتْ حَتَّى تَدْخُلَهَا الخ | صاحب کافہ افتناع رفع کی دوسری مثال پیش کرتے ہیں اس میں رفع کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر حتی کو ابتدا یہ کہیں اور تدخل فعل مضارع کو مرفوع پڑھیں تو اس وقت حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہوگا لیکن یہاں پر سبب ہونا معذرہ ہے کیونکہ حتی کا ماقبل حرف استفہام کے داخل ہونے کی وجہ سے مشکوک فیہ ہے اور حتی کا مابعد یقینی وقوع کی خبر دیتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سبب یعنی چلنا مشکوک فیہ ہو اور مسبب یعنی دخول یقینی ہو لہذا معلوم ہوا کہ حتی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب نہیں اور جب سبب نہیں تو حتی کے مابعد پر رفع پڑھنا ممتنع ہوگا۔

قوله وَجَازَ فِي التَّامَةِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کان تامہ ہو اس صورت میں حتی کے مابعد کو رفع دینا جائز ہوگا کیونکہ کان تامہ خبر کو نہیں چاہتا تو حتی کو حرف ابتدا یہ قرار دیں گے جیسے کان سیری حتی یدخلها اور اسی طرح انہم سار حتی یدخلها اس مثال میں بھی حتی کے مابعد یعنی فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ اس میں سبب یعنی بننا متحقق ہے اور شک صرف تعین فاعل میں ہے۔

قوله وَلَا يَمُكُّ الخ | اور لام کی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اور لام کی سے مراد وہ لام ہے جو کی کے معنی میں ہو جیسے اسلمت لادخل الجنة یہاں لام کی کے معنی میں ہے کہ میں اسلام لایا تاکہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور لام جہد کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے اور لام جہد سے مراد لام تاکید ہے جو کان منفی کے بعد نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے وماکان اللہ ليعذبہم۔

قوله وَالْفَاءُ بِشَرْطَيْنِ الخ | اور فاء کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جب کہ دو شرطیں پائی جائیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ رفع سے نہ۔ (۲) اطراف عدول سیئت کے معنی پر دلالت کرنے کی وجہ سے ہو (۳) دوسری شرط یہ ہے کہ

اس فاء سے پہلے مذکورہ چھ چیزوں میں سے ایک چیز ہو امر ہو جیسے زرئی فاکرمک یا نفی ہو جیسے لاتشتمنی فاضربک یا استفہام ہو جیسے هل عندکم ماء فاشربہ یا نفی ہو جیسے ماتیتا فاجتہ ثنیا تمنی ہو جیسے لیت لی مالا فانفقہ یا عرض ہو جیسے الاتزل بنا قضیب خیرا۔

قوله وَالْوَاوُ الْخ | واو کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جب کہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ واو مصاحبت اور معیت کے معنی میں ہو جیسے لاتاکل السمک و تشریب اللین اور دوسری شرط یہ ہے کہ واو سے پہلے مذکورہ ان چیزوں امر نفی استفہام تمنی اور عرض میں سے کوئی ہو۔

قوله أَوْ بِشَرْطِ الْخ | او کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جب کہ اوالی ان یا الا ان کے معنی میں ہو جیسے لازمک او تعطینی حتی ای الی ان نہ طینی حتی او الا ان تعطینی حتی۔

قوله وَالْعَاطِفَةُ الْخ | اسے مرفوع اور مجرور دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اگر مرفوع پڑھیں تو اس کا عطف حروف نامہ بتقدیر ان میں سے پہلے حرف حتی اذا کان مستقبلا پڑھوگا اگر اسے مجرور پڑھیں تو اس کا عطف ان مقدرہ بعد حتی پر ہوگا تو مطلب ہوگا کہ فعل مضارع منصوب ہوتا ہے جب ان مقدرہ حتی کے بعد یا حروف عاطفہ کے بعد تو حروف عاطفہ کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو اس لئے اگر ان مقدر نہ مانیں تو فعل کا عطف اسم پر اور جملے کا عطف مفرد پر لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

قوله وَيَجُوزُ إِظْهَارُ أَنْ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان جگہوں کو بیان کرتے ہیں جہاں ان کا اظہار جائز ہے تو ان مصدریہ کا اظہار لام کی اور ان حروف عاطفہ کے ساتھ جائز ہے جو کہ مضارع کو اسم صریح پر عطف کرتے ہیں تو ان کا اظہار واجب ہے لام کے ساتھ لائے نفی بھی ہو تاکہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے لایا یعلم اهل الکتاب۔

وَيَنْجَزُ بِلَمٍّ وَلَمَّا وَلَامِ الْأَمْرِ وَالْأَفَى النَّهْيِ وَكَلِمِ الْمُجَازَاةِ وَهِيَ إِنْ وَمَسْمَا وَ
 إِذَا مَا وَإِذَا مَا وَحَيْثُمَا وَأَيْنَ وَمَتَى وَمَا وَمَنْ وَأَيُّ وَأَنْتَى وَأَمَّا مَعَ كَيْفَمَا وَإِذَا فَنَشَادُ
 وَبِإِنْ مُقَدَّرَةٌ فَلَمْ لِقَلْبِ الْمَضَارِعِ مَاضِيًا وَنَفِيًّا وَلَمَّا مِثْلُهَا وَتَخْتَصُّ
 بِالْإِسْتِغْرَاقِ وَجَوَازِ حَذْفِ الْفِعْلِ وَلَامُ الْأَمْرِ الْمَطْلُوبُ بِهَا الْفِعْلُ وَهِيَ
 مَكْسُورَةٌ أَبَدًا وَلَا النَّهْيِ الْمَطْلُوبُ بِهَا التَّرْكُ وَكَلِمِ الْمُجَازَاةِ تَدْخُلُ عَلَى
 الْفُعْلَيْنِ لِسَبَبِيَّةِ الْأَوَّلِ وَمُسَبَّبِيَّةِ الثَّانِي وَيُسَمَّيَانِ شَرْطًا وَجَزَاءً فَإِنْ كَانَ
 مُضَارِعَيْنِ أَوِ الْأَوَّلُ فَالْجَزْمُ وَإِنْ كَانَ الثَّانِي فَالْوَجْهَانِ وَإِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا
 بَعِيرٌ قَدْ لَفْظًا أَوْ مَعْنَى لَمْ يَجْزِ الْفَاءُ وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُشَبَّهًا أَوْ مَنفِيًّا بِلَا
 فَالْوَجْهَانِ وَإِلَّا فَالْفَاءُ وَيَجِيئُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْأِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ وَإِنْ مُقَدَّرَةٌ
 بَعْدَ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْإِسْتِفْهَامِ وَالْتِمَنِ وَالْعَرَضِ إِذَا قَصِدَ السَّبَبِيَّةُ نَحْوُ
 اسْلِمِ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَلَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَامْتَنِعْ لَا تَدْخُلِ النَّارَ خِلَافًا
 لِلْكَسَائِيِّ لِأَنَّ التَّقْدِيرَ أَنْ لَا تَكْفُرَ
 لَا تَكْفُرُ؟

ترجمہ: اور (فعل مضارع) مجزوم ہوتا ہے لم اور لما اور لام امر اور لائے نمی اور کلم مجازات کے بعد اور وہ یہ ہیں
 ان مہماؤما اذا حیثما این متی ما بن ای انی اور ہر حال کیسا اور اؤا کے ساتھ فعل مضارع کا مجزوم ہونا شاذ ہے اور ان مقدرہ
 کی وجہ سے (فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے) پس لم مضارع کو بدلنے کے لئے آتا ہے ماضی منفی کے معنی میں اور لما میں بھی
 اسی کی مثل ہے اور (لما) خاص ہو جہاں استغراق کے ساتھ اور (لما کے) فعل کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے اور لام امر
 مطلوب ہوتا ہے اس کے واسطے سے فعل اور لام امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور لائے نمی مطلوب ہوتا ہے اسکے ساتھ ترک
 فعل اور کلم مجازاة (کلمات شرط اور جزاء) داخل ہوتے ہیں دو فعلوں پر وجہ پہلے کے سبب ہونے کے اور دوسرے کے
 مسبب ہونے کے ان کا نام شرط اور جزاء رکھا جاتا ہے اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا (فعل مضارع) ہو پس جزم
 (واجب) ہے اور اگر دوسرا (فعل مضارع) لیکن دو جہیں جائز ہیں اور جب جزاء ماضی ہو بغیر قد کے لفظا یا معنا تو فاء جائز

نہیں اور اگر مضارع مثبت ہو یا منفی ہو لا کے ساتھ پس دو صورتیں ہیں وگرنہ پس فاعل واجب ہے اور آتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاعل کی جگہ اور ان مقدر ہوتا ہے امر اور نہی اور استفہام اور تمنیٰ اور عرض کے بعد جب کہ مقصود سبب ہو جیسے اسلم تدخل الجنة ولا يحفر تدخل الجنة اور متمنع ہے لا يحفر تدخل النار یہ بات کسائی نحوی کے خلاف ہے اس لئے کہ تقدیری عبارت یوں تھی ان لا يحفر -

تشریح: قوله وَيَنْجَزُ مِ بِلَمْ وَلَمَّا الخ | پہلے صاحب کافیہ نے فعل مضارع کے عوامل ناصبہ کو ذکر کیا اب ویجزم سے اسکے عوامل جازمہ بیان فرماتے ہیں کہ فعل مضارع لم کی وجہ سے مجزوم ہوتا ہے جیسے لم یصر اور لما کی وجہ سے جیسے لما یصر لام امر کی وجہ سے جیسے لیصر اور لائے نہی کی وجہ سے لایصر اور ان شرطیہ کی وجہ سے جیسے ان تنصر انصر اور اسمائے شرطیہ کی وجہ سے اور وہ یہ ہیں ان جیسے ان تکر منیٰ اگر مک اور ممما جیسے ممما مذہب اذہب اور اذما جیسے اذما تا سفر اسافر اور اذما جیسے اذما تضر بنیٰ اضربک اور حیثما جیسے حیثما اتقعد اتقعد اور این جیسے این مذہب اذہب اور متی جیسے متی تخرج اخرج اور ما جیسے ما تشر اشتراور من جیسے من یکر منیٰ اگر محم اور ای جیسے ایہم یضر بنیٰ اضربہ اورانی جیسے انی محتب اکتب -

قوله وَأَمَّا مَعَ كَيْفَمَا وَإِذَا فَشَدَّ الخ | اور کیہما اور اذا کے ساتھ فعل مضارع کا مجزوم ہونا شاذ ہے کیونکہ ان کا فعل مضارع کو نصب دینا معنیٰ ان شرطیہ کے متضمن ہونے کی وجہ سے ہے اور ان شرطیہ کا معنیٰ کیہما اور اذا میں معدوم ہے کیونکہ کیہما عموم افعال پر دال ہے تو کیہما تمشیٰ امش کا معنیٰ ہوگا کہ جیسے تو چلے گا دیسے ہی میں بھی چلوں گا اور یہ بات معذرہ ہے کہ دو شخصوں کے چلنے میں مساوات ہو تو جب مساوات نہ ہوئی تو معنیٰ شرط بھی معذرہ ہو گیا اور اذا اس لئے کہ وہ خصوص کے لئے ہوتا ہے اور شرط ابہام کے لئے تو دونوں میں مغایرت ہے -

قوله بِإِنْ مُقَدَّرَةً الخ | اس کا عطف لم پر ہے تو مطلب یہ ہے کہ فعل مضارع مجزوم ہوتا ہے ان مقدرہ کی وجہ سے جس کا بیان عنقریب آئے گا -

قوله فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جازمہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ کلمہ لم فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنیٰ میں کر دیتا ہے اور اسی طرح لما بھی فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنیٰ میں کر دیتا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ لما میں استغراق کا معنیٰ ہوتا ہے یعنی نفی وقت انقضاء سے لے کر

وقت تکلم تک تمام ازمہ ماضیہ کو شامل ہوتی ہے لیکن خلاف لم کے وہ صرف زمانہ ماضی میں نفی کیلئے آتا ہے اور اس میں استغراق کا معنی نہیں ہوتا اور لاما کا استعمال اکثر اس فعل میں ہوتا ہے جسکے واقع ہونے کی امید ہو اسی بنا پر قرینہ کے پائے جانے کے وقت لاما کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے قارمت المدینہ ولما ای ولم ادخلھا۔

وقوله لَا مَ الْأَمْرِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ لام امر کے معنی بیان کرتے ہیں کہ لام امر بے مقصود طلب فعل ہوتا ہے اور لام امر ہمیشہ مکسور ہوتا ہے جیسے لیضرب اور لائے نمی سے ترک فعل مطلوب ہو چکے ہو لا تضرب قوله وَكَلِمَ الْمَجَاوِزَةِ الْخ | اور کلمات شرط اور جزاء دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں پہلا فعل سبب ہوتا ہے اور دوسرا سبب اور پہلے فعل کا نام شرط ہے اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں جیسے ان نکرم اکرم اس مثال میں پہلا فعل شرط اور دوسرا جزاء ہے اور جب شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں یا شرط فعل مضارع ہو تو اس وقت مضارع پر جزم واجب ہے اور اگر جزاء فعل مضارع ہو اور شرط فعل ماضی ہو تو فعل مضارع میں دو جہیں جائز ہیں (۱) جزم (۲) رفع جزم تو اس لئے کہ حرف جازم اس پر داخل ہے اور فعل مضارع محل جزم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور رفع اس لئے کہ ماضی کے درمیان آنے کی وجہ سے حرف جزم کے ساتھ اس کا تعلق ضعیف ہو گیا۔

قوله وَإِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا الْخ | جب جزاء ماضی بغیر قد کے ہو چاہے ماضی لفظ ہو جیسے ان ضربت ضربت یا معنایہ ان ضربت لم اضرب اس صورت میں جزاء پر فاعل لانا جائز نہیں۔

قوله وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُشَبَّهًا الْخ | جب جزاء مضارع ہو چاہے مثبت ہو یا منفی لا کے ساتھ تو اس وقت جزاء میں فاعل لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں لیکن جزاء جب ماضی مذکور یا فعل مضارع مذکور نہ ہو تو جزاء پر فاعل لانا واجب ہے۔

قوله وَيَجِيءُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَّةِ الْخ | یہاں سے مصنف بیان کرتے ہیں کہ کبھی جزاء پر ازا مفا جاتیہ بھی داخل کرنا جائز ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو ان تصبہم سیئۃ بما قدمت ایدیہم اذا هم یقنطون۔

قوله وَإِنْ مُقَدَّرَةً الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ ان پانچ جگہوں میں مقدر ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنیٰ اور عرض کے بعد جب کہ مقصود امر وغیرہ سے یہ ہوتا ہے کہ یہ سبب ہوں جیسے اسلم تدخل الجنة یہاں اسلم امر ہے

اور اسلام لانا سبب ہے دخول جنت کے لئے تو یہاں اسلم کے بعد ان مقدر ہے جیسے لا مکفر لا تدخل الجنة یا نہی کے بعد ان شرطیہ مقدر ہو تقدیری عبارت اس طرح ہے لا مکفر ان لا مکفر تدخل الجنة -

قوله وَأَمْتَمَعَ لَا تَكْفُرُ الْخ | یہ مثال متمتع ہے کیونکہ لا مکفر صیغہ نہی فعل منفی کی تقدیر کا قرینہ ہے تو تقدیری عبارت یوں ہوگی لا مکفر ان لا مکفر تدخل النار اور اس معنی کا فساد ظاہر ہے کیونکہ عدم کفر دخول جنت کا سبب ہے دخول نار کا سبب نہیں ہے جمہور کے ہاں یہ مثال متمتع ہے لیکن کسائی نحوی کے ہاں یہ مثال جائز ہے کسائی نحوی کے ہاں تقدیری عبارت اس طرح ہوگی لا مکفر ان مکفر تدخل النار کہ کفر مت کر اگر کفر کرے گا جہنم میں داخل ہو گا لیکن راجح مذہب جمہور کا ہے۔

الْأَمْرُ صِيغَةً يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِحَذْفِ حَرْفِ
الْمُضَارَعَةِ وَحُكْمُ آخِرِهِ حُكْمُ الْمَجْزُومِ فَإِنْ كَانَ بَعْدَهُ سَاكِنٌ وَلَيْسَ
بِرُبَاعِيٍّ زِدَتْ هَمْزَةٌ وَصَلِ مَضْمُونَةٌ إِنْ كَانَ بَعْدَهُ ضَمَّةٌ وَمَكْسُورَةٌ فِيمَا
سِوَاهُ مِثْلُ أَقْتُلْ إِضْرِبْ وَاعْلَمْ وَإِنْ كَانَ رُبَاعِيًّا فَمَفْتُوحَةٌ مَقْطُوعَةٌ فِعْلٌ
مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ مَا حُذِفَ فَاعِلُهُ فَإِنْ كَانَ مَاضِيًّا ضَمَّ أَوَّلُهُ كُسِرَ مَا قَبْلَ
آخِرِهِ وَيُضَمُّ الثَّلَاثُ مَعَ هَمْزَةِ الْوَصْلِ وَالثَّانِي مَعَ التَّاءِ خَوْفَ اللَّبْسِ وَ
مُعْتَلُّ الْعَيْنِ الْأَفْصَحُ قَتَلَ وَبِيعَ وَجَاءَ الْإِسْمَاءُ وَالْوَاوُ وَمِثْلُهُ بَابُ اخْتِيارِ
وَأَقْيَدُونَ اسْتَحْصِرَ وَأَقِيمَ وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا ضَمَّ أَوَّلُهُ وَفُتِحَ مَا قَبْلَ آخِرِهِ
وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ فِيهِ الْعَيْنُ الْفَاءَ -

ترجمہ : امر وہ صیغہ ہے جس سے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے علامت مضارع کو حذف کرنے کے ساتھ اور اسکے آخر کا حکم مجزوم کے حکم کی طرح ہے (اگر اس علامت مضارع کو حذف کرنے) کے بعد والا حرف ساکن ہو اور وہ صیغہ رباعی نہ ہو تو ہمزہ وصلی مضموم زیادہ کر دیں اگر اس (ساکن) کے بعد والا حرف مضموم ہو اور ہمزہ

وصلی مکسور ہو گا اور اس کے ماسوا میں جیسے اقلل اضرب اعلم اگر مضارع رباعی ہو پس (ہمزہ) مفتوحہ قطعیہ ہو گا فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے کہ حذف کیا گیا ہو اس کے فاعل کو اگر وہ ماضی ہے تو ضمہ دیا جائے اس کے اول کو اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دیا جائے اور تیسرے حرف کو ضمہ دیا جائے جب کہ ہمزہ وصلی اسکے ساتھ مقترن ہو اور (جس ماضی کے شروع میں تاء ہو) تو دوسرے حرف کو ضمہ دیا جائے گا تاء کے ساتھ التباس کے خوف کی وجہ سے اور مقتل العین صحیح لغت کے مطابق قیل اور یح پڑھیں گے اور اشم اور واو کے ساتھ بھی آیا ہے اور اس کی مثل ہے باب اختیار اور التقید نہ کہ اختیار اور اقیم اور اگر مضارع ہو تو ضمہ دیا جائے گا اس کے اول کو اور فتح دیا جائے گا آخر سے ماقبل کو اور مقتل عین میں بدل دیا جائے گا عین کلمہ کو الف کے ساتھ۔

تشریح: قوله الْأَمْرُ صِغَةُ الْخ | صاحب کافیہ جب مضارع سے فارغ ہوئے تو اب یہاں سے امر کی بحث کرتے ہیں امر اسے کہتے ہیں کہ جس میں مخاطب سے فعل کی طلب مقصود ہو جیسے اضرب تو مار اور انھر تو مدد کر اور امر حاضر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ واحد مذکر حاضر سے علامت مضارع کو حذف کر کے آخری حرف کو جزم دے دو اور علامت مضارع حذف کرنے کے بعد اگر پہلا حرف ساکن ہو تو عین کلمہ کو دیکھا جائے گا اگر عین کلمہ مضموم ہو تو ہمزہ وصلی مضموم شروع میں لگا دیا جائے گا بشرطیکہ یہ فعل رباعی نہ ہو جیسے تقتل سے اقلل اور اگر علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد عین کلمہ مکسور ہو یا مفتوح ہو تو ہمزہ وصلی مکسور شروع میں لگایا جائیگا جیسے تضرب سے اضرب اور تعلم سے اعلم اور اگر مضارع رباعی ہو تو اس کا ہمزہ مفتوح اور قطعی ہو گا جیسے تکریم سے اکرم صر فی ہمزہ قطعی اسے کہتے ہیں جو وسط کلام میں آنے سے نہ گرے اور وہ لکھنے میں بھی باقی رہے اور پڑھنے میں بھی اور ہمزہ وصلی اسے کہتے ہیں جو لکھنے میں تو باقی رہے لیکن پڑھنے میں وسط کلام سے گر جائے۔

قوله فَعَلٌ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل مالم یسم فاعلہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ وہ فعل ہے جسکے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس کا فاعل مذکور نہ ہو دوسرے لفظوں میں اسے فعل مجہول کہتے ہیں فعل ما لم یسم فاعلہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ فعل ماضی ہو جس کے فاعل کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول کو رکھا گیا ہو تو اسکے پہلے حرف کو ضمہ دے دو اور آخر سے ماقبل کو کسرہ دے دو اگر نہ ہو جیسے ضرب سے ضرب اور نصر سے نصیر اگر ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو تو پھر ہمزہ وصلی کو ضمہ دے دو اور ماضی کے تیسرے حرف کو بھی ضمہ دو

جیسے اجْتَنَّبَ سے اُجْتَنَّبَ اور جس ماضی کے شروع میں تاہو تو اسے مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تاء اور دوسرے حرف کو ضمہ دے دو جیسے تَقَبَّلَ سے تُقَبَّلُ تاکہ باب تفعّل کے مضارع کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔

قوله وَمُعْتَلِّ الْعَيْنِ الخ | اور اگر ماضی کا عین کلمہ اجوف یا ئی یا وادی ہو تو فصیح لغت پر قیل اور مع پڑھا جائے گا اور اسے اشام اور واو کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اشام سے مراد قیل کے قاف کے کسرے کو ضمہ کی طرف مائل کر کے پڑھنا اور عین کلمہ کو جو یاء ہے تھوڑا سا واو کی طرف مائل کر کے پڑھنا تاکہ اشام سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اصل فاء کلمہ میں ضمہ ہے اور اس میں یاء کی بجائے واو کے ساتھ بھی آیا ہے جیسے قَوْلَ بُوعٍ اور جس طرح ماضی ثلاثی مجرد میں تین وجوہ بیان ہوئیں ہیں اسی طرح باب افعال اور باب افعال کی ماضی مجہول میں بھی جب کہ معتل عین ہو تین طریقوں سے پڑھنا جائز ہے لیکن باب استفعال اور افعال کی ماضی میں جب معتل عین ہو تو یہ تین طریقے جاری نہ ہوں گے اس لئے کہ اصل کے اعتبار سے حرف علت کا ماقبل ساکن ہے لہذا یہ قیل اور مع کی طرح نہیں۔

قوله وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا الخ | اگر فعل مالم یسم فاعلہ مضارع ہو تو اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علامت مضارع کو ضمہ دے دو اور آخر سے ماقبل کو فتح جیسے يَضْرِبُ سے يُضْرَبُ يَفْتُلُ سے يُفْتَلُ اگر وہ معتل عین ہے تو اس کے عین کلمہ کو علم الصرف کے قاعدہ سے الف سے بد لانا جائز ہے جیسے یقال اور یباع۔

الْمُتَعَدِّ وَغَيْرِ الْمُتَعَدِّ مَا يُتَوَقَّفُ فَهَمْزُهُ عَلَى مُتَعَلِّ كَضَرَبَ وَغَيْرِ الْمُتَعَدِّ بِخِلَافِهِ كَقَعَدَ وَ الْمُتَعَدِّ يَكُونُ إِلَى وَاحِدٍ كَضَرَبَ وَإِلَى اثْنَيْنِ كَأَعْطَى وَعَلِمَ وَإِلَى ثَلَاثَةٍ كَأَعْلَمَ وَارَى وَأَنْبَأَ وَنَبَأَ وَخَبَرَ وَخَبَرَ وَحَدَّثَ وَهَذِهِ مَفْعُولُهَا الْأَوَّلُ كَمَفْعُولِ أَعْطَيْتُ وَالثَّانِي وَالثَّلَاثُ كَمَفْعُولِي عَلِمْتُ - أَفْعَالُ الْقُلُوبِ ظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخَلْتُ وَزَعَمْتُ وَعَلِمْتُ وَرَأَيْتُ وَوَجَدْتُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْأَسْمِيَةِ لِبَيَانِ مَا هِيَ عَنْهُ فَتَنْصِبُ الْجُزْئَيْنِ وَمِنْ خَصَائِصِهَا أَنَّهُ إِذَا ذُكِرَ أَحَدُهُمَا ذُكِرَ الْأُخْرَى بِخِلَافِ بَابِ أَعْطَيْتُ وَمِنْهَا جَوَازُ الْإِلْعَاءِ إِذَا تَوَسَّطَتْ أَوْ تَأَخَّرَتْ لِاسْتِفْلَالِ الْجُزْئَيْنِ كَلَامًا وَمِنْهَا أَنَّهَا تَعَلَّقُ قَبْلَ الْإِسْتِفْهَامِ وَالتَّنْفِي وَاللَّامِ مِثْلُ عَلِمْتُ أَرِيدُ عِنْدَكَ أَمْ عَمَّرُوا وَمِنْهَا أَنَّهَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُولُهَا ضَمِيرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ مِثْلُ عَلِمْتَنِي مُنْطَلِقًا وَلِبَعْضِهَا مَعْنَى آخَرُ يَتَعَدَّى بِهِ إِلَى وَاحِدٍ فَظَنَنْتُ بِمَعْنَى إِيْتَهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنَى عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ بِمَعْنَى أَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنَى أَصَبْتُ -

ترجمہ: فعل متعدی اور غیر متعدی فعل متعدی وہ ہے کہ موقوف ہو اسکا سمجھنا متعلق پر جیسے ضرب اور غیر متعدی وہ ہے جو اس کے خلاف ہے جیسے قعد اور کبھی متعدی ہوتا ہے ایک (مفعول) کی طرف جیسے ضرب اور دو کی طرف جیسے اعطی اور علم اور تین کی طرف جیسے اعلم اور اری اور انباء اور نبأ اور اخبر خبر اور حَدَّثَ ان افعال کا مفعول اول باب اعطیت کے مفعول کی طرح ہے اور ان کا دوسرا اور تیسرا مفعول علت کے دو مفعولوں کی طرح ہے افعال قلوب ظننت اور حسبت اور خلعت اور زعمت اور علت اور رایت اور وجدت ہیں داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر اس اعتقاد کو بیان کرنے کیلئے جس سے یہ جملہ صادر ہو رہا ہے پس یہ نصب دیتے ہیں دونوں جزوں کو اور ان کے خصائص میں سے یہ ہے کہ جب ان میں ایک کو ذکر کیا جائے تو دوسرے کو بھی ذکر کیا جاتا ہے بخلاف باب اعطیت کے اور ان (خصائص) میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے جب افعال قلوب (دونوں مفعولوں کے) درمیان واقع ہوا (دو اسموں سے) مؤخر ہو دونوں جزء کلام بننے میں مستقل ہونے کی وجہ سے اور ان (خصائص) میں سے ایک یہ ہے کہ جب یہ استفہام اور نفی اور لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو معلق ہو جاتے ہیں (ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے) جیسے علت ازید عندک ام عمرو اور ان (خصائص) میں سے ایک یہ ہے کہ جائز ہے یہ بات کہ ان کے فاعل اور مفعول دونوں ضمیر ہوں ایک شی کی جیسے علمتہنی مطلقاً اور بعض افعال قلوب کے لئے دوسرے معانی بھی ہیں ان کی وجہ سے یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں پس ظننت اقممت کے معنی میں ہے اور علت عرفت کے معنی میں ہے اور رایت ابصرت کے معنی میں ہے اور وجدت اصبت کے معنی میں ہے۔

تشریح: قوله الْمُتَعَدِّي وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّي الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فعل کی دو قسمیں متعدی

اور غیر متعدی کو بیان کر رہے ہیں فعل متعدی اسے کہتے ہیں جس کا سمجھنا متعلق یعنی مفعول اور موقوف ہو دوسرے لفظوں میں تعریف یہ ہے کہ متعدی وہ فعل ہے کہ فاعل کے بعد مفعول کا بھی تقاضا کرے جیسے ضرب زید عمرو اور غیر متعدی جس کا دوسرا نام فعل لازم ہے یہ صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے اور مفعول کا تقاضا نہیں کرتا جیسے قعد زید جلس زید وغیرہ۔

قوله وَالْمُتَعَدِّي يَكُونُ إِلَى وَاحِدٍ الخ | فعل کبھی متعدی ایک مفعول ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ

عَمْرًا اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے جیسے اعطیت زیداً درہماً و علت عمرو ابینا اور کبھی متعدی بسہ مفعول ہوتا ہے اور وہ

یہ ہیں اعلم اور اری اور انبا اور نبا اور خبر اور خبر اور حدیث جیسے علت زید ا عمر و افاضلا ا رایت عمر ا خالد ا انما -

قوله وَهَذِهِ مَفْعُولُهَا الْأَوَّلُ الخ | یہ افعال جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں ان کا پہلا مفعول باب اعطیت کے مفعول کی طرح ہے جس طرح اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے اسی طرح ان افعال میں بھی جائز ہے کہ ان افعال کے مفعول اول کو حذف کرے اور دوسرے تیسرے مفعول پر اکتفا کرے مثلاً ان کے مفعول ثانی اور ثالث کے کہ یہ دونوں باب علت کے دو مفعولوں کی طرح ہیں جس طرح علت کے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح ان میں بھی جائز نہیں کہ ایک مفعول کو ذکر کر کے دوسرے کو حذف کر دیا جائے بلکہ دونوں کا ذکر کرنا واجب ہے -

قوله أَفْعَالُ الْقُلُوبِ الخ | افعال قلوب یہ ہیں ظننت حسبت اور ظننت یہ تینوں ظن کے لیے آتے ہیں اور آخری تین یعنی علت اور رایت اور وجہت یہ یقین کے لئے آتے ہیں اور زعمت یہ شک اور یقین دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں کہ یہ جملہ کس قبیل سے ہے آیا علم کے قبیل سے ہے یا ظن کے قبیل سے جیسے علت زید ا قاتما اور ظننت زید ا انما یہ دونوں مفعولوں کو نصب دیتے ہیں -

قوله وَمِنْ خَصَائِصِهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال قلوب کے چند خاصے بیان کرتے ہیں

خاصہ (۱) جب افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مذکور ہو گا تو دوسرے کو بھی ذکر کرنا واجب ہے کیونکہ یہ دونوں بمنزلة ایک مفعول بہ کے ہیں اگر ایک کو حذف کر کے دوسرے کو ذکر کریں تو کلمہ کے بعض اجزاء کا حذف لازم آئے گا بخلاف باب اعطیت کے کہ اسمیں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے -

خاصہ (۲) جب یہ افعال دو مفعولوں کے درمیان میں ہوں جیسے زید ظننت قائم یادو اسموں کے بعد ہوں جیسے زید قائم ظننت تو ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے اس لئے کہ ان دونوں اسموں میں مبتد اور خبر بننے کی صلاحیت موجود ہے اس لحاظ سے یہ مستقل کلام ہے اور افعال قلوب عمل میں ضعیف ہیں جب وہ دو مفعولوں کے درمیان میں ہوں یادو مفعولوں سے مؤخر ہوں تو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کریں گے -

خاصہ (۳) جب افعال قلوب استفہام یا نفی یا لام ابتدا سے پہلے واقع ہوں تو ان کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے

معنا پل نہیں ہوتا جیسے علت ازید عندک ام عمرو ۔

خاصہ (۳) فاعل اور مفعول دونوں کی ضمیر متصل کا ایک ہی ذات کی طرف لوٹنا جائز ہے جیسے علمتنی مطلقاً میں فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور ایک ہی ذات یعنی متکلم کی طرف لوٹتی ہیں۔

قوله وَلِبَعْضِهَا مَعْنَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کر رہے ہیں کہ افعال قلوب میں سے بعض کے دوسرے معنی بھی ہیں جن کی وجہ سے وہ متعدی بیک مفعول ہوتے ہیں جیسے ظلت اٹھت کے معنی میں ہے جیسے ظلت زیدا بمعنی اٹھتہ اور علت عرفت کے معنی میں ہوتا ہے جیسے علت زیداً بمعنی عرفتہ اور رایت البصر کے معنی میں آتا ہے جیسے رایت زیداً بمعنی البصر اور وجدت اصبت کے معنی میں ہوتا ہے جیسے وجدت زیداً بمعنی اصبتہ ۔

الْأَفْعَالُ النَّاقِصَةُ مَا وَضِعَ لِتَقْرِيرِ الْفَاعِلِ عَلَى صِفَةٍ وَهِيَ كَانَتْ وَصَارَتْ وَأَصْبَحَ وَأَمْسَى وَأَضْحَى وَظَلَّ وَبَاتَ وَأَضَى وَعَادَ وَعَدَا وَرَاحَ وَمَا زَالَ وَمَا انْفَكَّ وَمَا فَتَى وَمَا بَرَحَ وَمَا دَامَ وَلَيْسَ وَقَدْ جَاءَ مَا جَاءَتْ حَاجَتَكَ وَقَعَدْتَ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْأِسْمِيَّةِ لِإِعْطَاءِ الْخَبَرِ حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْأَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَّ مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا فَكَانَ تَكُونُ نَاقِصَةٌ لِثُبُوتِ خَبَرِهَا مَا ضِيََا دَائِمًا أَوْ مُنْقَطِعًا وَبِمَعْنَى صَارَ وَيَكُونُ فِيهَا ضَمِيرُ الشَّانِ وَتَكُونُ تَامَّةً بِمَعْنَى ثَبَتَتْ وَزَائِدَةً وَصَارَ لِلِانْتِقَالِ وَأَصْبَحَ وَأَمْسَى وَأَضْحَى لِإِقْتِرَانِ مَضْمُونِ الْجُمْلَةِ بِأَوْقَاتِهَا وَبِمَعْنَى صَارَ وَتَكُونُ تَامَّةً وَظَلَّ وَبَاتَ لِإِقْتِرَانِ مَضْمُونِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا وَبِمَعْنَى صَارَ وَمَا زَالَ وَمَا بَرَحَ وَمَا فَتَى وَمَا انْفَكَّ لِاسْتِمْرَارِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبْلَهُ وَيَلْزُمُهَا النَّفْيُ وَمَا دَامَ لِتَوْقِيتِ أَمْرِ بِمُدَّةِ ثُبُوتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا وَمِنْ ثَمَّ أَحْتَاجَ إِلَى كَلَامٍ لِأَنَّهُ ظَرُفٌ وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُونِ الْجُمْلَةِ حَالًا وَقِيلَ مُطْلَقًا وَيَجُوزُ تَقْدِيمُ أَخْبَارِهَا كُلِّهَا عَلَى أَسْمَاءِهَا وَهِيَ فِي تَقْدِيمِهَا عَلَيْهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ قِسْمٌ يَجُوزُ وَهُوَ مَنْ كَانَ إِلَى رَاحٍ وَقِسْمٌ لَا يَجُوزُ وَهُوَ مَا فِي أَوَّلِهِ مَا خِلَافًا لِابْنِ كَيْسَانَ فِي غَيْرِ مَا دَامَ وَقِسْمٌ مُخْتَلِفٌ فِيهِ وَهُوَ لَيْسَ۔

ترجمہ: افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں فاعل کو ثابت کرنے کے لئے کسی صفت پر اور وہ یہ ہیں کان اور صار اور اصبح اور امسی اور اضیٰ اور ظل اور بات اور اض اور غذا اور راح اور مازال اور ما اھک اور ما فقی اور ما برح اور ما دام اور لیس اور تحقیق آیا ہے ما جاءت حاجک میں کلمہ جاءت اور قعدت کا نھا حریت میں قعدت ناقصہ ہے یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اپنے معنی کا حکم خبر کو دینے کے لئے آتے ہیں پس رفع دیجئے ہیں پہلے جزء کو اور نصب دیجئے ہیں دوسرے جزء کو جیسے کان زید قائما پس کان ناقصہ ہوتا ہے اپنی خبر کو ثابت کرنے کیلئے زمانہ ماضی میں دائمی طور پر یا (کان) منقطع ہوتا اور بمعنی صار ہوتا ہے اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے اور (کان) تامہ ہوتا ہے بمعنی مثبت کے اور زائدہ ہوتا ہے اور صار انتقال کے معنی میں ہوتا ہے اور اصبح اور امسی اور اضیٰ یہ جملے کے مضمون کو ملانے کے لیے آتے ہیں اپنے اوقات کے ساتھ اور صار کے معنی میں ہوتے ہیں اور کبھی تامہ ہوتے ہیں اور ظل اور بات جملے کے مضمون کو ملانے کے لئے آتے ہیں اپنے اوقات کے ساتھ اور صار کے معنی میں ہوتے ہیں اور مازال اور ما برح اور ما فقی اور ما اھک اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں جب سے اس نے اسے قبول کیا اور ان کو نفی لازم ہے اور ما دام ایک امر کی توقیت کے لیے آتا ہے اس مدت کے ساتھ جس میں اسکی خبر کا ثبوت اس کے فاعل کے لئے ہو اور اسی وجہ سے محتاج ہوتا ہے کلام کی طرف کیونکہ وہ ظرف ہے اور لیس جملہ کے مضمون کی نفی کیلئے آتا ہے زمانہ حال میں اور کہا گیا ہے مطلقاً (مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے) اور جائز ہے ان تمام کی خبروں کو مقدم کرنا ان کے اسموں پر افعال ناقصہ اپنی اخبار کی نفس افعال پر تقدیم میں تین قسموں پر ہیں ایک قسم جو جائز ہے اور وہ کان سے راح تک ہے اور ایک قسم جو جائز نہیں ہے وہ ایسے افعال ناقصہ ہیں جن کے شروع میں ما ہے یہ خلاف ہے ان کیساں کے مادام کے علاوہ میں اور ایک وہ قسم جو مختلف فیہ ہے اور وہ لیس ہے۔

تشریح: الْأَفْعَالُ النَّاقِصَةُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ کو بیان کرتے ہیں افعال

ناقصہ وہ ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کیے گئے ہیں جیسے اصبح زید غنیا انہیں ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ افعال صرف فاعل پر تام نہیں ہوتے ہیں بلکہ خبر کے بھی محتاج ہوتے ہیں افعال ناقصہ یہ ہیں کان 'صار' 'صبح' 'امسی' 'اضیٰ' 'ظل' 'بات' 'اض' 'عاد' 'غدا' 'راح' 'مازال' 'ما اھک' 'ما فقی' 'ما برح' 'ما دام' 'لیس'۔

قَوْلُهُ وَقَدْ جَاءَ مَا جَاءَتْ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ افعال ناقصہ صرف یہی

نہیں جو مذکور ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی افعال ناقصہ آتے ہیں ماجاءت حاجک میں جاءت فعل ناقص ہے کانت کے معنی میں ہے اور اس میں ضمیر اسکا اسم ہے اور حاجک اس کی خبر ہے اور اسی طرح قعدت کا نھا حرۃ میں قعدت فعل ناقص ہے یہ صارت کے معنی میں ہے اس میں ضمیر اس کا اسم اور کاف بمعنی مثل کے اس کی خبر ہے۔

قوله تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَةِ الخ | اور یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور یہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو دینے کیلئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے کان زید قائما کان فعل ناقص ہے اور زید قائما جملہ اسمیہ پر داخل ہے اور یہ ثبوت کا حکم اور اثر اپنی خبر یعنی قیام کو دینے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

قوله فَكَانَ تَكُونُ نَاقِصَةً الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کرتے ہیں کان کی تین قسمیں ہیں (۱) ناقصہ (۲) تامہ (۳) زائدہ کان ناقصہ اسے کہتے ہیں کہ صرف فاعل پر کلام تام نہیں ہوتا بلکہ خبر کا بھی محتاج ہوتا ہے پھر کان ناقصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک وہ جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرنے کیلئے آتا ہے اور وہ ثبوت معنی ماضی میں دائمی ہو جیسے وکان اللہ عزیزا حکیم (۲) یا منقطع ہو جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں دائمی طور پر ثابت نہ کر رہا ہو جیسے کان زید قائما اور کبھی کان بمعنی صار کے ہوتا ہے اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے جیسے کان زید قائما (۲) کان کی دوسری قسم کان تامہ ہے اور یہ ثبوت کے معنی میں ہوتا ہے اور اسے تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اسم پر پورا ہو جاتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے کن فیكون۔

(۳) تیسری قسم کان زائدہ ہے اور کان زائدہ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر اسے عبارت سے حذف کر دیا جائے تو معنی مقصود میں خرابی لازم نہ آئے جیسے قرآن مجید میں ہے کیف نکلم من کان فی المہد صبیا ای کیف نکلم من هو فی المہد صبیا۔

قوله صَارَ لِلْإِنْتِقَالِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے صار کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ صار انتقال کیلئے آتا ہے خواہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہو جیسے صار زید عالما کہ زید جہاں سے علم کی صفت کی طرف منتقل ہو گیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف منتقل ہو جیسے صار الطین خزہ۔
ہو گیا یہاں پر مٹی ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف منتقل ہو گئی۔

قوله وَأَصْبَحَ وَأَمْسَى وَأَضْحَى الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان تینوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں یہ تینوں اصبح اور امسی اور اضحیٰ جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملائے کیلئے آتے ہیں جیسے اصبح زید جالسا کہ زید صبح کے وقت بیٹھ گیا اور جیسے امسی بحر قائما کہ بحر شام کے وقت کھڑا ہو گیا اضحیٰ اشرف مصلیا کہ اشرف چاشت کی وقت نماز پڑھنے والا ہو گیا اور کبھی یہ تینوں صار کے معنی میں ہوتے ہیں اس وقت معنی میں اوقات کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے اصبح خالد غنیا ای صار خالد غنیا اور کبھی یہ تینوں تامہ ہوتے ہیں اس وقت یہ خبر کے محتاج نہیں ہوتے جیسے اصبح عزیز کہ عزیز صبح کے وقت داخل ہوا۔

قوله وَظَلَّ وَبَاتَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ظل اور بات کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملائے کے لیے آتے ہیں جیسے ظل بلال کا بتا کہ بلال تمام دن لکھنے والا رہا جیسے بات رمضان اکلا کہ رمضان تمام رات کھانا والا رہا اور یہ دونوں فعل کبھی صار کے معنی میں ہوتے ہیں جیسے ظل راشد بصیر ای صار راشد بصیر کہ راشد دیکھنے والا ہو گیا بات عابد مجاہد ای صار عابد مجاہد یعنی عابد مجاہد ہو گیا۔

قوله وَمَا زَالَ وَمَا بَرَحَ وَمَا فَتَنَى وَمَا انْفَكَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان چاروں کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ مازال اور ما برح اور ما فتی اور ما انفک یہ چاروں اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لئے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں جب سے ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے جیسے مازال بحر غنیا جب سے بحر نے مالداری کو قبول کیا اس وقت سے بحر میں مالداری کی صفت مستمر اور دائمی ہے ان افعال مذکورہ سے جب دوام اور استمرار کا معنی مقصود ہو تو نفی لازم ہے چاہے نفی لفظا ہو یا تشدیرا نفی لفظا کی مثال مازال اشرف عاقلا اور نفی تقدیرا کی مثال جیسے قرآن مجید میں ہے تَاللّٰہِ تَفْثُوْا تَذٰکِرُ یُوسُفَ میں تھا لا تفتؤا تذکر یوسف۔

قوله مَا دَامَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے مادام کی تفصیل بیان کرتے ہیں مادام کسی امر کی توقیت کو اس مدت کے ساتھ ثابت کرنے کیلئے آتا ہے جس میں اس کی خبر اس کے فاعل کے لئے ثابت ہو جیسے اجلس مادام خالد جالسا کہ اس وقت تک بیٹھ جب تک خالد بیٹھا ہے اس میں مخاطب کے بیٹھنے کی تعین اس مدت کے ساتھ ہے جو خالد کے بیٹھنے کی ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو مادام توقیت مذکورہ کیلئے ہوتا ہے تو اس سے پہلے یہ ایک مستقل کلام کا محتاج ہو گا اس لیے کہ یہ ظرف ہے اور ظرف اپنے افادہ میں مستقل نہیں ہوتا جیسے اجلس مادام عزیز جالسا میں اجلس ایک مستقل کلام ہے جو مادام سے پہلے مذکور ہے۔

قوله وَلَيْسَ لِنَفْسِي مَضْمُونٌ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال ناقصہ میں سے لیس کی تفصیل بیان کرتے ہیں لیس زمانہ حال میں جملہ کے مضمون کی نفی کرنے کیلئے آتا ہے جیسے لیس بحر نامہ کہ بحر زمانہ حال میں سونے والا نہیں بعض نحوی کہتے ہیں کہ لیس مطلقاً مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے چاہے وہ نفی زمانہ حال میں ہو یا استقبال میں ہو یا ماضی میں ہو۔

قوله وَيَجُوزُ تَقْدِيمُ أَخْبَارِهَا الْخ | ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ افعال ناقصہ کی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ منصوب کو مفعول پر مقدم کرنا تمام افعال میں درست ہے افعال ناقصہ میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کی خبروں کو نفس افعال پر مقدم کرنا جائز ہے اور وہ کان سے راجح تک ہے جو گیارہ افعال ہیں اور بعض افعال ایسے ہیں کہ ان کی خبروں کو نفس افعال پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے وہ افعال یہ ہیں جن کے شروع میں ماہو چاہے مانا یہ ہو یا مصدر یہ ہو افعال مذکورہ میں خبر کی تقدیم کا ناجائز ہونا یہ جمہور کا مذہب ہے لیکن ابن کیسان نحوی کے نزدیک مادام کے علاوہ جتنے افعال ہیں یعنی مازال مابرج مافقی ماہک ان کی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے اور لیس میں جمہور کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ لیس نفی کے معنی میں ہے اور نفی صدارت کلام چاہتی ہے اور اگر لیس کی خبر مقدم کریں تو صدارت کلام فوت ہو جاتی ہے اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ لیس کی خبر کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں بلکہ فعلیت کی وجہ سے ہے تو جس طرح فعل میں منصوب کو مقدم کرنا جائز ہے اسی طرح یہاں پر بھی خبر کو مقدم کرنا جائز ہے واللہ اعلم۔

أَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ مَا وَضِعَ لِذُنُوبِ الْخَبِيرِ رَجَاءً أَوْ حُصُولًا أَوْ أَخْذًا فِيهِ فَلَاوَلُ عَسَى
وَهُوَ غَيْرُ مُتَصَرِّفٍ تَقُولُ عَسَى زَيْدٌ أَنْ يَخْرُجَ وَعَسَى أَنْ يَخْرُجَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ
أَنْ وَالثَّانِي كَادَ تَقُولُ كَادَ زَيْدٌ يَجِيئُ وَقَدْ تَدْخُلُ أَنْ وَإِذَا دَخَلَ النَّفْيُ عَلَى كَادَ
فَهُوَ كَالْأَفْعَالِ عَلَى الْأَصَحِّ وَقِيلَ يَكُونُ لِلْإِثْبَاتِ وَقِيلَ يَكُونُ فِي الْمَاضِي
لِلْإِثْبَاتِ وَفِي الْمُسْتَقْبَلِ كَالْأَفْعَالِ تَمَسُّكَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ
وَيَقُولُ ذِي الرِّمَّةِ شَعْرًا إِذَا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُجِيبِينَ لَمْ يَكَدْ رَسِيْسُ الْهَوَى مِنْ حُبِّ مَيَّةٍ يَبْرَحُ
وَالثَّلَاثُ طَوْفٌ وَكَرَبٌ وَجَعَلٌ وَأَخَذٌ وَهِيَ مِثْلُ كَادَ وَأَوْشَكَ مِثْلُ عَسَى وَكَادَ فِي الْأِسْتِعْمَالِ۔

ترجمہ: افعالِ مقاربہ وہ (افعال) ہیں جو خبر کو (اپنے فاعل کے) قریب کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ یا تو باعتبار امید کے ہوں یا باعتبار حصول کے یا باعتبار اس میں شروع ہونے کے ہوں پس پہلا عسی ہے اور وہ غیر متصرف ہے (اس سے ماضی کے سوا اور کوئی صیغہ نہیں آتا) جیسے تو کہے عسی زید ان یخرج اور عسی ان یخرج زید اور کبھی خبر سے اُن کو حذف کر دیا جاتا ہے اور دوسرا کاد ہے جیسے تو کہے کاد زید بھی اور کبھی (کاد کی خبر پر) اُن مصدریہ داخل ہوتا ہے اور جب کاد پر لٹی داخل ہو پس وہ دوسرے افعال کی طرح اصح مذہب کے مطابق (مضمون جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے) اور کہا گیا ہے کہ ماضی میں اثبات کیلئے آتا ہے اور مستقبل میں افعال کی طرح دلیل پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وما کادوا یفعلون اور دلیل پکڑتے ہیں ذی الرمة کے قول سے (شعر کا ترجمہ یوں ہے) جب جدائی عاشقوں کی محبت کو متغیر کر دے مینہ کی ثابت شدہ محبت کا میرے دل سے زائل ہونا قریب نہیں اور تیسرا اطلق اور کرب اور جعل اور اخذ ہیں اور یہ کاد کی طرح ہیں او شک یہ عسی اور کاد کی طرح استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: قوله اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ الخ | یہاں سے صاحبِ کافیہ افعالِ مقاربہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں افعالِ مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل کے قریب کرنے کے لئے آتے ہیں خبر کو قریب کرنا چاہے باعتبار امید کے ہو یا باعتبار حصول کے یا باعتبار اس میں شروع ہونے کے۔

قوله فَالْأَوَّلُ عَسَى الخ | یہاں سے صاحبِ کافیہ افعالِ مقاربہ میں سے پہلے فعلِ عسی کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ عسی باعتبار امید کے خبر کو فاعل کے نزدیک کرنے کے لئے آتا ہے اور کلمہ عسی غیر متصرف ہے اس سے ماضی کے سوا اور کوئی صیغہ نہیں آتا ہے عسی کا استعمال دو طرح ہے (۱) عسی کا فاعل اسم صریح ہو اور خبر فعل مضارع ان کے ساتھ ہو جیسے عسی زید ان یخرج (۲) عسی تامہ ہو اور فعل مضارع محل رفع میں عسی کا فاعل ہو اور زید یخرج کا فاعل ہو جیسے عسی ان یخرج زید پہلی صورت میں کبھی اُن مصدریہ کو فعل مضارع سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے عسی زید یخرج

قوله وَالثَّانِي كَادَ الخ | یہاں سے صاحبِ کافیہ افعالِ مقاربہ میں سے دوسرے فعلِ کاد کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کاد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقینی ہے جیسے کاد انور بھی کہ انور کی محبت یقیناً ہونے والی ہے اور کبھی کاد کی خبر پر اُن مصدریہ بھی داخل کر دیتے ہیں جیسے کاد بحر ان بھی کاد کی خبر پر ان مصدریہ اسلئے داخل کر دیتے ہیں کہ کاد کی عسی کے ساتھ مشابہت ہے جیسے عسی کی خبر پر اُن مصدریہ آتا ہے اسی طرح کاد کی خبر پر بھی اُن

مصدر یہ آتا ہے اور جب کاد اور اس کے مشتقات پر نفی داخل ہو تو دوسرے افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کا فائدہ دیتے ہیں اصح مذہب کے مطابق بعض یہ کہتے ہیں کہ کاد پر نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے بعض یوں کہتے ہیں کہ کاد پر نفی داخل ہو تو ماضی میں اثبات کے لئے ہوتی ہے اور مستقبل میں باقی افعال کی طرح نفی کے لئے آتی ہے دلیل پکڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے فذوہاد و ماکاد و ایفعلون دلیل یہ ہے کہ ماکاد و اسے نفی مراد ہو تو تاقض لازم آئے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ذح کرنے سے پہلے ذح کرنے کے قریب نہ ہوں تو ذح کر دیں اور مضارع کی مثال ذی رمہ کا شعر ہے اس شعر میں محل استشاد شاعر کا قول لم یکد ہے کاد پر نفی داخل ہے مستقبل میں یہ عام افعال کی طرح نفی کے لیے آتا ہے شعر یوں ہے -

إِذَا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُحِبِّينَ لَمْ يَكْدُ رَسِيْسُ الْهَوَىٰ مِنْ حُبِّ مَيَّةٍ يَبْرَحُ

ترجمہ: جب جدائی دوستوں کی محبت کو متغیر کر دے تب میہ کی راح شدہ محبت میرے دل سے زائل ہونے کے قریب نہیں

ترکیب: اذا غیّر الہجر المحبین لم یکد رسیس الہوی من حب مية یبرح
اذا حرف شرط غیر فعل ماضی از تعلیل الہجر فاعل المحبین مضاف الیہ مضاف محذوف محبة کا مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول بہ غیر کا غیّر فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط لم یکد فعل مضارع مجزوم لم رسیس مضاف الہوی مضاف الیہ مضاف الیہ سے مل کر اسم لم یکد کا من حرف جرح مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق یبرح کے یبرح فعل ہو ضمیر اس میں مستتر فاعل راجع بسوئے رسیس الہوی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی لم یکد فعل مقارب کی فعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء شرط اور جزاء مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

قوله الْثَالِثُ سَلَفَقَ وَكَرَبَ وَجَعَلَ وَآخَذَ الْغ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مقاربہ میں سے طفق

اور کرب اور جعل اور اخذ کو بیان کرتے ہیں یہ استعمال میں کاد کی طرح ہیں جیسا کہ کاد کی خبر فعل مضارع اَن کے ساتھ ہوتی ہے یا بغیر اَن کے اسی طرح ان کی خبر بھی فعل مضارع ہوتی ہے اَن کے ساتھ یا بغیر اَن کے اور اوٹک یہ عسی اور کاد کی طرح ہے استعمال میں کبھی اس کا استعمال عسی کی طرح ہوتا ہے خبر اَن کے ساتھ یا بغیر اَن کے

یا خبر اسم سے ماخر ہوتی ہے جیسے اوٹک زید ان یخرج اور کبھی خبر مقدم ہوتی ہے جیسے اوٹک ان یخرج زید اور کبھی اس کا استعمال کا کی طرح بغیر ان کے ہوتا ہے جیسے اوٹک زید یخرج واللہ اعلم۔

فَعِلُ التَّعَجُّبِ مَا وَضِعَ لِإِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهُ صِنْعَتَانِ مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلَ بِهِ وَهُمَا غَيْرُ مُتَصَرِّفَيْنِ مِثْلُ مَا أَحْسَنَ زَيْدًا وَأَحْسَنَ بِزَيْدٍ وَلَا يُبَيِّنَانِ إِلَّا مِمَّا يُبْنَى مِنْهُ أَفْعَلُ التَّفْضِيلِ وَيُتَوَصَّلُ فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا أَشَدُّ اسْتِخْرَاجَهُ وَأَشَدُّ بِاسْتِخْرَاجِهِ وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِمَا بِتَقْدِيمٍ وَتَأْخِيرٍ وَلَا فَضْلٍ وَأَجَازَ الْمَازِنِ الْفَضْلَ بِالظُّرُوفِ وَمَا انْتِدَاءُ نَكْرَةٍ عِنْدَ سَيِّبَوِيهِ وَمَا بَعْدَهَا الْخَبَرُ وَمَوْصُولُهُ عِنْدَ الْأَخْفَشِ وَالْخَبَرُ مَحْذُوفٌ وَبِهِ فَاعِلٌ عِنْدَ سَيِّبَوِيهِ فَلَا ضَمِيرَ فِي أَفْعَلٍ وَمَفْعُولٌ عِنْدَ الْأَخْفَشِ وَالْبَاءُ لِلتَّعْدِيَةِ أَوْ زَائِدَةٌ فِيهِ ضَمِيرٌ۔

ترجمہ : فعل تعجب وہ ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس کے دو صیغے ہیں ما فاعلہ اور افعل بہ اور یہ دونوں غیر متصرف ہیں جیسے ما احسن زید او احسن بزد اور یہ نہیں بتائے جاتے ہیں مگر اس سے جس سے افعل التفصیل بتایا جاتا ہے اور پہنچا جاتا ہے متمنع میں ما اشد استخراجه و اشد باستخراجه کی مثل کے ساتھ اور نہیں تصرف ہوتا ان دونوں میں تقدیم اور تاخیر سے اور نہ فضل سے اور جائز قرار دیا ہے مازنی نے فصل کو ظرف کے ساتھ اور ما مبتدا نکرہ ہے سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد خبر ہے اور ما موصولہ ہے اخفش کے نزدیک اور خبر محذوف ہے اور بہ میں ہ ضمیر فاعل ہے سیبویہ کے نزدیک پس ضمیر فاعل نہیں ہوگی افعل میں اور مفعول ہے اخفش کے نزدیک اور (بہ میں) با تعدیہ کیلئے ہے یا زائدہ ہے پس اس (احسن) میں ضمیر ہے۔

تشریح : قوله فَعِلُ التَّعَجُّبِ الخ | فعل تعجب وہ ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے ہو اور اسکے دو

صیغے ہیں (۱) مَا أَفْعَلَهُ جیسے ما احسن زید اس کی تقدیریوں ہے ای شئی احسن زید (۲) دوسرا صیغہ أَفْعِلَ بِهِ ہے جیسے احسن بزد اور یہ دونوں صیغے غیر متصرف ہیں ان کا نہ مضارع آتا ہے نہ مجہول۔

قوله وَلَا يُبْنَيَانِ الخ | یعنی فعل تعجب کے صیغے اسی سے بنائے جاتے ہیں جس سے اسم تفہیل بنتا ہے جیسے اسم تفہیل اس ثلاثی سے بنتا ہے جو کہ لون اور عیوب سے خالی ہو تو اسی طرح فعل تعجب بھی ثلاثی سے بنتا ہے جو لون اور عیب سے خالی ہو اور جس سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے اس سے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر استخراج غیر ثلاثی مجرد سے فعل تعجب بنانا چاہتے ہیں تو اسکے شروع میں اشد لگا دیں جیسے ما شد استخراجی طرح اشد با استخراجی اور فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف نہ ہو گا یہاں تک کہ جار مجرور اور مفعول بہ کو ان پر مقدم نہیں کیا جائے گا

قوله وَلَا فَضْلٍ وَأَجَاَزَ الْمَازِنِي الخ | اور فعل تعجب اور اسکے معمول کے درمیان فصل لانا جائز نہیں ہے لیکن لام مازنی کے ہاں فعل تعجب اور اسکے معمول کے درمیان ظرف کے ساتھ فصل لانا جائز ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ ظرف میں جو وسعت ہے غیر ظرف میں نہیں احسن زید اکو ما احسن فی الدار زید اکند درست ہے اور احسن بزد کو احسن الیوم بزد کہنا صحیح ہے لیکن جمہور کے نزدیک فصل لانا جائز نہیں کیونکہ تعجب کے دو صیغے انشاء تعجب کی وجہ سے امثال کے قائم مقام بن گئے ہیں لہذا امثال کی طرح ان میں بھی تصرف جائز نہیں ہوگا۔

قوله وَمَا ابْتَدَأَ نَكْرَةً الخ | ما احسن زید امیں سیبویہ کے نزدیک ما مبتد اور نکرہ بمعنی شیء کے اور اس کے مابعد خبر ہے اور انخفش کے نزدیک ما موصولہ ہے اور اس کا مابعد صلہ ہے اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتد اور اس کی خبر شیء عظیم محذوف ہے تو سیبویہ کے نزدیک ما احسن زید کے معنی شیء احسن زید کے ہیں اور انخفش کے نزدیک الذی احسن شیء عظیم کے ہیں ایک اور مذہب فراء کا ہے جو صاحب کافیہ نے ذکر نہیں کیا ہے وہ یہ ہے کہ ما بمعنی ای شیء مبتد اور ما بعد خبر تو فراء کے نزدیک ما احسن زید ای شیء احسن زید کے معنی میں ہے۔

قوله وَبِهِ فَاعِلٌ الخ | یہاں سے فعل تعجب کے دوسرے صیغے کا بیان ہے احسن بہ میں سیبویہ کے نزدیک احسن اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن احسن ماضی کے معنی میں ہے اور بہ میں باء زائدہ ہے اور ضمیر مجرور اس کا فاعل ہے اور انخفش کے نزدیک احسن امر کا صیغہ ہے اور بہ میں باء تعدیہ کیلئے زائدہ ہے تو اس وقت احسن میں ضمیر اس کا فاعل ہے اور بہ کہ ضمیر اس کا مفعول بہ ہے۔

أَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَا وُضِعَ لِإِنْشَاءِ مَدْحٍ أَوْ ذَمٍّ فَمِنْهَا نِعَمٌ وَبُئْسَ وَشَرُّطُهُمَا أَنْ
يَكُونَ الْفَاعِلُ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ أَوْ مُضَافًا إِلَى الْمَعْرُوفِ بِهَا أَوْ مُضَمَّرًا مُمَيِّزًا بِكَرْرِهِ
مَنْصُوبَةً أَوْ بِمَا يَمِثْلُ فَنِعَمًا هِيَ وَبَعْدَ ذَلِكَ الْمَخْصُوصُ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ مَا قَبْلَهُ خَبْرُهُ
أَوْ خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مَحْذُوفٍ يَمِثْلُ نِعَمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَشَرُّطُهُ مُطَابَقَةُ الْفَاعِلِ وَبُئْسَ
مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا وَشَبَّهَهُ مُتَأَوَّلٌ وَقَدْ يَحْذَفُ الْمَخْصُوصُ إِذَا عَلِمَ يَمِثْلُ نِعَمَ
الْعَبْدُ وَفَنِعَمَ الْمَاهِدُونَ وَسَاءَ يَمِثْلُ بُئْسَ وَمِنْهَا حَبْذٌ وَفَاعِلُهُ ذَا وَلَا يَتَغَيَّرُ وَبَعْدَهُ
الْمَخْصُوصُ وَإِعْرَابُهُ كَأَعْرَابِ مَخْصُوصٍ نِعَمَ وَيَجُوزُ أَنْ يَقَعَ قَبْلَ الْمَخْصُوصِ
وَبَعْدَهُ تَمْيِيزٌ أَوْ حَالٌ عَلَى وَفْقِ مَخْصُوصِهِ -

ترجمہ : افعال مدح و ذم وہ ہیں جو مدح یا مذمت بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں پس ان میں سے ایک
نعم اور دوسرا بُئس ہے ان دونوں کی شرط یہ ہے کہ (ان کا) فاعل معرف باللام ہو یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو یا ایسی
ضمیر (مستتر ہو) جسکی تمیز نکرہ منصوبہ ہو یا (تمیز) کلمہ ما کے ساتھ ہو جیسے نعماً ہی اور اسکے بعد مخصوص ہوتا ہے
اور وہ (مخصوص) مبتدا ہو اور اس کا ما قبل اس کی خبر ہو یا یہ خبر ہو مبتدا محذوف کی جیسے نعم الرجل زید اور اس کی شرط
(مخصوص بالمدح وبالذم کی) یہ ہے کہ وہ مطابق ہو فاعل کے اور بُئس مثل القوم الذین کذبوا میں اور اسکے مشابہ متأول
ہے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے مخصوص کو جب (قرینہ) جانا جائے جیسے نعم العبد اور نعم الماهدون اور ساء بھی بُئس کی
طرح ہے اور ان میں سے ایک حبذا ہے اور اس کا فاعل ذا ہے اور یہ بدلتا نہیں (یعنی ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے) اور اس
کے بعد مخصوص بالمدح ہے اور اس کا اعراب نعم کے مخصوص بالمدح کے اعراب کی طرح ہے اور جائز ہے مخصوص
سے پہلے یا اس کے بعد تمیز یا حال کا واقع ہونا اپنے مخصوص کے مطابق -

تشریح : قوله أَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ الخ | یہاں سے صاحب کافیه افعال مدح و ذم کو بیان
کر رہے ہیں افعال مدح اور ذم وہ افعال ہیں جو مدح اور مذمت کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور افعال مدح و ذم چار ہیں

(۱) نعم (۲) بئس (۳) حذا (۴) ساء -

قوله فَمِنْهَا نِعْمٌ وَبِئْسَ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ نعم اور بئس کے بارے میں تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کے فاعل کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کا فاعل معرف باللام ہو جیسے نعم الرجل زید یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحب الرجل یا ایسی ضمیر مستتر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو جیسے نعم رجلاً زید یا جس کی تمیز کلمہ ما ہو جیسے قرآن مجید میں ہے فمما می ای نعم شیء -

قوله بَعْدَ ذَلِكَ الْمَخْصُوصُ | فعل مدح اور ذم کے فاعل کے بعد یا تو مخصوص بالمدح ہو گا جیسے نعم الرجل زید اس مثال میں الرجل نعم کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے یا اس کے بعد مخصوص بالذم ہو گا جیسے بئس الرجل خالد اس مثال میں مخصوص بالذم خالد ہے اور ترکیب کے اعتبار سے مخصوص کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ مخصوص بالمدح مبتدا ہو اور ما قبل جملہ خبر مقدم ہو اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹے اور یہاں خبر میں کوئی ضمیر نہیں جو مبتدا کی طرف لوٹے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عائد کے لئے صرف ضمیر کا ہونا ضروری نہیں بلکہ نعم الرجل میں الف لام عمدی یہ بھی عائد ہے دوسری ترکیب کی صورت یہ ہے کہ مخصوص بالمدح مبتداء محذوف کی خبر ہو اور نعم الرجل علیحدہ جملہ فعلیہ ہو تو عبارت یوں بن جائے گی نعم الرجل ہو زید -

قوله وَشَرُّهُ مُطَابَقَةُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کی شرط یہ ہے کہ اپنے فاعل کے ساتھ تذکیر اور تانیث اور ثنیہ اور جمع میں مطابق ہو جیسے نعم الرجل انور اور نعمت المرأة زینب اور نعم الرجلان الزیدان نعم الرجال الزیدون -

قوله وَبِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الْخ | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے -

اعتراض: اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آپ نے کہا مخصوص بالمدح وبالذم تذکیر و تانیث اور ثنیہ اور جمع میں فاعل کے مطابق ہوں گے ہم آپ کو ایک ایسی مثال دکھاتے ہیں کہ مخصوص بالمدح اپنے فاعل کے مطابق نہیں ہے جیسے بئس مثل القوم الذین کذبوا میں مثل القوم فاعل ہے اور مفرد ہے اور الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے اور جمع ہے اس مثال میں مخصوص بالذم اپنے فاعل کے مطابق نہیں ہے -

جواب: یہ ہے کہ اس آیت میں تاویل کی گئی ہے الذین کذبوا یہ مخصوص بالذم نہیں بلکہ اس سے پہلے مضاف مخصوص بالذم محذوف ہے تو یہ عبارت یوں بن جائے گی مثل القوم مثل الذین کذبوا پس اسوقت دونوں میں مطابقت پائی گئی اس لئے یہ دونوں مفرد ہیں یا یوں کہا جائے گا الذین کذبوا قوم کی صفت ہے مخصوص الذم منقسم محذوف ہے تو عبارت یوں بن جائے گی مثل القوم المکذبین منقسم تو مطابقت پائی گئی۔

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوصُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت مخصوص بالمدح کو حذف کر دیتے ہیں جیسے نعم العبد ای ایوب تو یہاں مخصوص بالمدح ایوب کو حذف کر دیا قرینہ یہ پایا جا رہا ہے کہ یہ ایوب علیہ السلام کا قصہ ہے اور نعم الماہدون تو یہاں مخصوص بالمدح لحن محذوف ہے قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلے والارض فرشتا ہے۔

قوله وَسَاءَ مِثْلُ بِشَى الخ | یہاں سے صاحب کافیہ افعال مدح اور ذم میں سے تیسرے فعل ساء کا بیان کرتے ہیں کہ ساء کا حکم بس کے حکم کی طرح ہے تمام مذکورہ صورتوں میں جیسے ساء الرجل زید۔

قوله وَمِنْهَا حَبْدَا الخ | یہ حب اور ذا سے مرکب ہے تو ترکیب میں حَبَّ فعل ہے اور ذاس کا فاعل ہے اور یہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے شنیہ اور جمع اور مؤنث نہیں ہوتا جیسے حبذا زیدان حبذا زیدون حبذا ہند پھر اس کے بعد جو اسم ہو گا وہ مخصوص بالمدح ہو گا اور حبذا کے مخصوص بالمدح کا اعراب نعم کے مخصوص بالمدح کے اعراب کی طرح ہے اور جو چیزیں نعم کے مخصوص بالمدح میں مذکور ہوئیں وہی حبذا کے مخصوص بالمدح میں پائی جائیں گی۔

قوله وَيَجُوزُ أَنْ يَقَعَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ حبذا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز یا حال واقع ہو تو اس کا تذکیر و تانیث افراد شنیہ و جمع میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہونا جائز ہے جیسے حبذا زید حبذا زید رجلا حبذا الرجلین الزیدان حبذا المرأة ہند وغیرہ۔ تمت ببحث الفعل بحمدہ اللہ تعالیٰ

مَحَمَّدٌ أَصْغَرَ عَلَى عَفْوِ عَنِّهِ

مَدَّتْ بَس
جَامِعَةُ اسْلَامِيَّةِ عَرَبِيَّة - عُنْدِي مَكْتَابُ
فَيْصَل آباد

الْحَرْفُ

الْحَرْفُ مَا دَلَّ عَلَى مَعْنَى فِي غَيْرِهِ وَمِنْ ثَمَّ احْتِاجُ فِي جُزْئِيَّتِهِ إِلَى اسْمٍ
أَوْ فِعْلٍ حُرُوفُ الْجَرِّ مَا وُضِعَ لِلْإِفْضَاءِ بِفِعْلٍ أَوْ مَعْنَاهُ إِلَى مَا يَلِيهِ وَهِيَ
مِنْ وَالِى وَحَتَّى وَفَى وَالْبَاءُ وَاللَّامُ وَرَبِّ دَوَاوُهَا وَوَاوُ الْقَسَمِ وَبَاءُ وَتَاءُ
وَعَنْ وَ عَلَى وَالْكَافُ وَمُذْ وَمُنْذُ وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا فَمِنْ لِلْإِبْدَاءِ
وَالْتَّيْسِينَ وَالتَّبْعِيضِ وَزَائِدَةٌ فِي غَيْرِ الْمَوْجِبِ خِلَافًا لِلْكُوفِيَّتَيْنِ
وَالْأَخْفَشِ وَقَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشَبَّهَهُ مُتَأَوَّلٌ وَالِى لِلْإِنْتِهَاءِ وَبِمَعْنَى مَعَ
قَلِيلًا وَحَتَّى كَذَلِكَ وَبِمَعْنَى مَعَ كَثِيرًا وَيُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ خِلَافًا لِلْمُبَرَّدِ
وَفِي لِلظَّرْفِيَّةِ وَبِمَعْنَى عَلَى قَلِيلًا وَالْبَاءُ لِلِلِصَاقِ وَالِاسْتِعَانَةِ وَالْمُصَاحَبَةِ
وَالْمُقَابَلَةِ وَالتَّعْدِيَةِ وَالظَّرْفِيَّةِ وَزَائِدَةٌ فِي الْخَبَرِ فِي الْإِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ
قِيَاسًا وَفِي غَيْرِهِ سِمَاعًا نَحْوُ بِحَسْبِكَ زَيْدٌ وَالْقَى بِيَدِهِ -

ترجمہ: حرف وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں ہے اسی وجہ سے کلام کے جزء ہونے میں یہ اسم یا فعل کی طرف محتاج ہے جہاں وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو فعل یا معنی فعل کو پہنچانے کے لیے اس چیز تک جو اس کے متصل ہے اور حروف جارہ یہ ہیں من اور الی اور حتی اور فی اور باء اور لام اور رب اور اس (رب) کی واو اور واو قسم اور (قسم) کی باء اور اس (قسم) کی تاء اور عن اور علی اور کاف اور مذ اور منذ اور خلا اور عد اور حاشا پس من ابتدا کے لئے آتا ہے اور تبیین کے لئے اور تبعیض کیلئے اور زائدہ ہوتا ہے کلام غیر موجب میں خلاف ہے کو فیوں اور اخفش کے اور (عربوں کا یہ قول) قد کان من مطر اور اس کے مشابہ میں تاویل کی گئی اور الی یہ انتہا کیلئے آتا ہے اور بمعنی مع کے بھی آتا

ہے لیکن قلیل ہے اور حتی بھی اسی طرح (الی کی طرح) ہے اور بمعنی مع کے آتا ہے کثیر الاستعمال میں وہ (حتی) خاص ہے ظاہر کے ساتھ خلاف ہے مبرد کے اور فی ظرفیت کے لئے آتا ہے اور بمعنی علی کے آتا ہے مگر یہ استعمال قلیل ہے اور باء الصاق کیلئے آتا ہے اور استعانت اور مصاحبت اور مقابلہ اور تعدیت اور ظرفیت کیلئے آتا ہے اور باء زائدہ ہوتی ہے اس خبر میں جو استفہام میں ہو اور اس نفی میں زائدہ ہوتی ہے (جو یس کی خبر ہو) قیاساً اور اس کے غیر میں زائدہ ہوتی ہے سماعاً جیسے محبک زید اور القی بیدہ۔

تشریح: قوله الحرف ما دلّ علی معنی فنی غیرہ الخ | جب صاحب کافیہ اسم کی تعریف اور اقسام سے فارغ ہوئے تو اب یہاں سے حرف کی تعریف کرتے ہیں حرف وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہیں اسی وجہ سے کلام کے جزء ہونے میں اسم اور فعل کا محتاج ہوتا ہے اور اسم اور فعل کے ملائے بغیر نہ محکوم علیہ بن سکتا ہے نہ محکوم بہ خلاصہ یہ ہے کہ حرف وہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت نہ کرے اور اپنے معنی بتانے میں کسی کا محتاج ہو۔

قوله حُرُوفُ الْجَرَاحِ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جر کی تعریف کرتے ہیں کہ حرف جر وہ ہے جو فعل یا معنی فعل کو اس اسم تک پہنچانے کیلئے وضع کیا گیا ہو جو اس کیساتھ ملا ہوا ہے جیسے مررت بید با حرف جر ہے اور یہ فعل کے معنی کو اسم تک پہنچانے کے لئے وضع کیا گیا ہے حروف جر یہ ہیں

بَا وَتَاؤَ كَافٌ وَلامٌ وَاوٌ مَنْذُومٌ وَذَخْلٌ ☆ رَبُّ حَاشَا مَنْ عَدَانِي عَنْ عَلِيٍّ حَتَّى اَلِيٍّ

اس میں واو رب کے معنی میں بھی آتا ہے اور واو باء تاء قسم کے لئے آتے ہیں حروف جارہ کو حروف جارہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ جر دیتے ہیں اور بعض نے کہا جر کا معنی ہے کھینچنا کیونکہ حروف جارہ فعل یا معنی فعل کو اسم تک پہنچاتے ہیں اس لئے انکو حروف جارہ کہتے ہیں۔

قوله فَمِنْ لِلَّهِ بَتْدَاءُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ کو شمار کرنے کے بعد ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ حروف جارہ میں سے من کئی معنی کیلئے آتا ہے (۱) من ابتداء غایت کے لئے آتا ہے خواہ ابتداء مکانی ہو جیسے سرت من البصرة الی الکوفة خواہ ابتداء زمانی ہو جیسے صمت من یوم الجمعة (۲) کبھی یہ تبیین کیلئے آتا ہے جیسے فاجنبوا الرجز من الاوثان تم پہ جو پلیدی سے جو بھوں کی ہے پہلے فرمایا تم گندگی سے جو اور آگے فرمایا کہ وہ بھوں کی گندگی ہے۔

(۳) کبھی جمعیت اور بھیت کیلئے آتا ہے جیسے اخذت من الدراہم میں نے بعض دراہم لئے (۴) کبھی من زائدہ ہوتا ہے جب کہ کلام غیر موجب میں واقع ہو زائدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے کلام سے حذف کر دیں تو معنی مقصود میں خلل واقع نہ ہو جیسے ما جاءنی من احد لیکن انخس اور نحات کو نہ یہ فرماتے ہیں کہ من زائدہ کلام غیر موجب میں خاص نہیں بلکہ کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے اور اپنے دعویٰ پر ایک قول پیش کرتے ہیں جیسے قد کان من مطریہاں پر من زائدہ ہے اور اصل میں قد کان مطر تھا جمہور علماء اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثال متاؤل ہے وہ اس طرح کہ قد کان من مطر میں من زائدہ نہیں بلکہ من جمعیت ہے اسی قد کان بعض مطر۔

قوله وَالِیْ لِلْاَنْتِهَاءِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ الی کے معانی بیان کرتے ہیں کہ (۱) الی غایت کی انتہا کے لئے آتا ہے، چاہے غایت زمانی ہو جیسے اَتِمُّو الصَّیَّامَ اِلَیَّ اللَّیْلِ چاہے مکانی ہو جیسے ذَهَبْتُ اِلَی الْمَدْرَسَةِ اور چاہے ان دونوں کے علاوہ ہو جیسے قَلْبِی اِلَیْکُمْ (۲) اور الی کبھی مع کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہ قلیل الاستعمال ہے جیسے مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ اَیْ مَعَ اللّٰهِ -

قوله وَحَتّٰی کَذَا لَکَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حَتّٰی کے معنی بیان کرتے ہیں حتی بھی الی کی طرح انتہاء غایت کے لئے آتا ہے، مگر فرق یہ ہے کہ حتی بمعنی مع کے کثرت سے استعمال ہوتا ہے جیسے اَکَلْتُ السَّمْکَ حَتّٰی رَأَسُهَا اِیْ مَعَ رَاسِهَا اور دوسرا فرق یہ ہے کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا اس لئے حہ اور حتاک نہیں کہا جائیگا خلاف الی کے کہ وہ اسم ضمیر اور ظاہر دونوں پر داخل ہو جاتا ہے لیکن امام مبرد فرماتے ہیں حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ الی کی طرح ضمیر پر بھی داخل ہو جاتا ہے۔

قوله وَفِیْ لِلظَّرْفِیَّةِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ فی کا معنی بیان کرتے ہیں کہ فی ظرفیت کیلئے آتا ہے یعنی فی جس کلمہ پر داخل ہوتا ہے اسے کسی شے کا ظرف بنالیتا ہے ہیئتہ جیسے الماء فی الکوز اور مجازاً جیسے النَّجَاةُ فِی الصِّدْقِ اور فی کبھی علی کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن یہ قلیل الاستعمال ہے جیسے لَأَصْلَبَنَّکُمْ فِیْ جَذْوَعِ النَّخْلِ اَیْ عَلٰی جَذْوَعِ النَّخْلِ -

قوله وَالنَّبَاُ لِلْاِلْصَاقِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ باء کے معنی بیان کرتے ہیں (۱) باء الصاق کے لئے آتا ہے یعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ ملانا خواہ اتصال ہیئتہ ہو جیسے بِہِ ذَا، یا مجازاً ہو جیسے مَرَرْتُ بِرَیْدٍ (۲) باء کبھی

استعانت کے لئے آتا ہے جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ (۳) اور باء کبھی مصاحبت کے لئے آتا ہے جیسے اشْتَرَيْتُ الْفَرَسَ بِسَرْجِهِ اُی مَعَ سَرْجِهِ (۴) اور باء کبھی مقابلے کیلئے آتا ہے جیسے اَخَذْتُ هَذَا الثَّوْبَ بِدِرْهَمٍ (۵) کبھی باء تعدیہ کیلئے آتا ہے یعنی لازم کو متعدی بنانے کے لئے جیسے ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ اُی اَذْهَبْتُهُ (۶) اور باء کبھی ظرفیت کے لئے آتا ہے جیسے صَلَّيْتُ بِالْذُّكَّانِ اُی فِي الدُّكَّانِ (۷) اور باء کبھی اس خبر میں زائدہ ہوتا ہے جو استفہام میں ہوتی ہے جیسے هَلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ اور اس نفی میں باء زائدہ ہوتا ہے قیاساً جو یس کی خبر میں ہو جیسے لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ (۸) اور اس مذکور کے علاوہ با کا زائدہ ہونا سماعاً ہے جیسے بِحُسْبِكَ زَيْدٌ اور اَلْقَى بِيَدِهِ -

وَاللَّامُ لِلْإِخْتِصَاصِ وَالتَّعْلِيلِ وَبِمَعْنَى عَنِ مَعَ الْقَوْلِ وَزَائِدَةٌ وَبِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ وَرَبٌّ لِلتَّقْلِيلِ وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ مُخْتَصَّةٌ بِنَكْرَةٍ مَوْصُوفَةٍ عَلَى الْأَسَحْ وَفَعْلُهَا مَاضٍ مَحذُوفٌ غَالِبًا وَقَدْ تَدْخُلُ عَلَى مُضْمَرٍ مُبْهِمٍ مُمَيِّزٍ بِنَكْرَةٍ مَنصُوبَةٍ وَالضَّمِيرُ مُفْرَدٌ مُدَكَّرٌ خِلَافًا لِلْكَوْفِيِّينَ فِي مُطَابَقَةِ التَّمْيِيزِ وَتَلَحُّقِهَا مَا فَتَدْخُلُ عَلَى الْجَمْلِ وَوَاوُهَا تَدْخُلُ عَلَى نَكْرَةٍ مَوْصُوفَةٍ وَوَاوُ الْقَسَمِ إِنَّمَا تَكُونُ عِنْدَ حَذْفِ الْفِعْلِ لِغَيْرِ السَّوَالِ مُخْتَصَّةٌ بِالظَّاهِرِ وَالتَّاءِ بِمِثْلِهَا مُخْتَصَّةٌ بِاسْمِ اللَّهِ وَالْبَاءِ أَعَمُّ مِنْهَا فِي الْجَمِيعِ وَيَتَلَقَّى الْقَسَمُ بِاللَّامِ وَإِنْ وَحَرْفِ التَّنْفِي وَقَدْ يُحذفُ جَوَابُهُ إِذَا اعْتَرَضَ أَوْ تَقَدَّمَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ وَعَنْ لِلْمُجَاوِزَةِ وَعَلَى لِلِاسْتِعْلَاءِ وَقَدْ يَكُونَانِ اسْمَيْنِ بِدُخُولِ مِنْ وَالْكَافِ لِلتَّشْبِيهِ وَزَائِدَةٌ وَقَدْ تَكُونُ اسْمًا وَتُخَصَّصُ بِالظَّاهِرِ وَمُذٌ وَمُنْذٌ لِلزَّمَانِ لِلْإِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِي وَالظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ مُذْ شَهْرًا وَ مُنْذُ يَوْمَيْنَا وَحَاشَا وَعَدَا وَخَلَا لِلِاسْتِثْنَاءِ -

ترجمہ: اور لام اختصاص اور علت کے لئے ہوتا ہے اور بمعنی عن کے بھی ہوتا ہے قول کے ساتھ اور زائد ہوتا ہے اور بمعنی واو کے ہوتا ہے اس قسم میں جو تعجب کے لئے ہو اور رُبّ لتقلیل کے لئے ہے اور اسکے لئے صدارت کلام ہے اور یہ خاص ہے نکرہ موصوفہ کے ساتھ اصح مذہب پر اور اسکا عامل فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر محذوف ہوتا ہے اور کبھی (رب) ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو اور ضمیر مفرد مذکر ہوتی ہے یہ کو فیوں کے خلاف ہے (ضمیر مذکور کا) تمیز کے مطابق ہونے میں اور لاحق ہوتی ہے اس رب کے ساتھ ماکافہ پس (رب) داخل ہوتا ہے جملے پر اور اس (رب) کی واو داخل ہوتی ہے نکرہ موصوفہ پر اور واو قسم فعل (قسم) کے حذف کے وقت ہوتا ہے غیر سوال کے لئے خاص ہوتا ہے اسم ظاہر کے ساتھ اور تا بھی اسی کی مثل ہے صرف اللہ تعالیٰ کے اسم کے ساتھ خاص ہے اور باء اس سے عام ہے تمام صورتوں میں (جو ذکر کی گئی ہیں) اور داخل کیا جاتا ہے جو اب قسم پر لام اور ان اور حرف نفی اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے اس (قسم کے جواب) کو جب کہ درمیان میں ہو یا (جواب قسم) قسم سے مقدم ہو جو دلالت کرے اس پر اور عن مجاوزۃ کے لئے آتا ہے اور علی استعلاء کے لئے آتا ہے اور کبھی یہ دونوں (عن اور علی) اسم ہوتے ہیں من کے داخل ہونے کے ساتھ اور کاف تشبیہ کیلئے آتا ہے اور زائد ہوتا ہے اور کبھی اسم ہوتا ہے اور خاص ہوتا ہے اسم ظاہر کے ساتھ اور مذ اور منذ یہ زمان کے لئے ہوتے ہیں اور ابتدا کیلئے ہوتے ہیں ماضی میں اور ظرفیت کیلئے ہوتے ہیں زمانہ حاضر میں جیسے مَا رَأَيْتُ مُذْ شَهْرِنَا مُنْذُ يَوْمِنَا وَحَاشَا اور خَلَا اور عَدَا استثناء کیلئے ہوتے ہیں۔

تشریح: قوله وَلِلَّامِ لِلْإِخْتِصَاصِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ حروف جارہ میں سے لام کے چند معنی بیان کرتے ہیں (۱) لام اختصاص کیلئے آتا ہے جیسے اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ کہ جل گھوڑے کے لئے خاص ہے (۲) کبھی لام علت بیان کرنے کیلئے آتا ہے ضَرَبْتُ لِلتَّادِيْبِ (۳) اور کبھی لام بمعنی عن کے ہوتا ہے جب قول کے ساتھ ہو جیسے قُلْتُ لِزَيْدٍ (۴) اور کبھی لام زائد ہوتا ہے جیسے رَدِفَ لَكُمْ اَي رَدِفَ كُمْ (۵) اور کبھی لام بمعنی واو کے بھی ہوتا ہے اس قسم میں جو تعجب کیلئے ہو لِلّٰهَ لَا يُؤْخَرُ النَّاجِلُ -

قوله وَرُبَّ لِلتَّقْلِيلِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ حروف جارہ میں سے رب کو بیان کرتے ہیں اور رب تقلیل کے لئے آتا ہے اور صدر کلام میں آتا ہے اصح مذہب کے مطابق اور یہ نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے اور بعض

یہ کہتے ہیں کہ نکرہ غیر موصوفہ پر بھی داخل ہو جاتا ہے لیکن یہ مذہب اصح نہیں اور رب جس فعل کے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی محذوف ہوتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے اکثر استعمال میں جیسے رَبَّ رَجُلٍ كَرِيمٍ أَيْ لَقِيْتُهُ -

قوله وَقَدْ تَدْخُلُ عَلَى مُضْمَرٍ الْخ | اور رب کبھی ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ

منصوبہ ہوتی ہے اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز تشبیہ ہو یا جمع جیسے رَبُّهُ رَجُلَيْنِ رَبُّهُ رَجُلًا رَبُّهُ امْرَأَةٌ لیکن یہ بات کو فیوں کے خلاف ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ضمیر تمیز کے مطابق ہوگی تشبیہ اور جمع اور مونث میں جیسے رَبُّهُمَا رَجُلَيْنِ رَبُّهُمَا رَجُلًا رَبُّهَا امْرَأَةٌ -

قوله فَتَلَحُّقُهَا الْخ | اور کبھی رب پر ما کافہ داخل ہوتا ہے اور رب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اس

صورت میں رب جملے پر داخل ہوگا جیسے ربما يود الذين كفروا يهاى رب پر ما کافہ داخل ہو گیا اور اسے عمل کرنے سے روک دیا۔

قوله وَאוْهَا تَدْخُلُ عَلَى نَكِرَةٍ الْخ | اور کبھی وا اور ب نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اس لئے رب

کے معنی میں ہونے کی وجہ سے رب کے حکم میں ہو جاتا ہے لہذا رب کی طرح یہ بھی نکرہ موصوفہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور اس کا متعلق فعل ماضی ہوتا ہے جو اکثر محذوف ہوتا ہے جیسے وَبَلَدَةٍ لَيْسَ بِهَا أُنْثَىٰ یہاں پر وَبَلَدَةٍ میں ولو بمعنی رَبِّ ہے۔

قوله وَاوْ الْقَسَمِ الْخ | حروف جارہ میں سے ایک واو قسمیہ ہے اسکے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ

سوال کے ساتھ نہیں لایا جاتا اور ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے جیسے وَاللّٰهِ لَا فَعْلَنَ كَذَا -

قوله وَالتَّاءُ مِثْلُهَا الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے تاء کو بیان فرماتے ہیں کہ واو قسم کی

طرح تاء بھی قسم کے لئے آتا ہے اس میں فعل قسم محذوف ہوتا ہے اور تاء صرف اللہ کے اسم کے ساتھ خاص ہے کسی اور اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتی جیسے تَا لِلّٰهِ لَا فَعْلَنَ كَذَا -

قوله وَالنَّبَاءُ اَعَمُّ مِنْهَا الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ باء کو بیان فرما رہے ہیں کہ باء قسم واو اور یاء تاء

سب عام ہے اسمین فعل قسم مذکور بھی ہوتا ہے اور محذوف بھی اور باء قسم سوال کے ساتھ بھی مذکور ہوتا ہے جیسے رَبُّهُمَا رَجُلَيْنِ رَبُّهُمَا رَجُلًا رَبُّهَا امْرَأَةٌ

سوال کے بھی اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اور اسم ضمیر پر بھی جیسے اُقْسِمُ بِاللّٰهِ اور بِرَبِّكَ لَفَاعَلَنْ كَذَا۔

قوله وَيَتَلَقَّى الْقَسْمُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جواب قسم پر لام تاکید اور ان مکسورہ اور حرف نفی داخل کیا جاتا ہے لام تاکید کی مثال جیسے وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ اور ان مکسورہ کی مثال جیسے وَاللّٰهِ اِنْ زَيْدًا قَائِمٌ اور حرف نفی کی مثال چاہے حرف نفی ماہو جیسے وَاللّٰهِ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ چاہے حرف نفی لاہو جیسے وَاللّٰهِ لَا يَقُومُ زَيْدًا

قوله وَقَدْ يُحْذَفُ جَوَابُهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی جواب قسم حذف کر دیا جاتا ہے لیکن اس صورت میں جب کہ قسم اس جملے کے درمیان میں ہو یا اس جملے کے بعد ہو جو جواب قسم پر دلالت کرے اور جواب قسم مقدم ہو جیسے زَيْدٌ وَاللّٰهُ قَائِمٌ اور زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰهِ۔

قوله وَعَنْ لِّلْمَجَاوِزَةِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ عن کے معانی بیان کرتے ہیں کہ عن مجاوزہ کیلئے آتا ہے یعنی یہ بتانے کیلئے کہ احکام قبل اسکے ماعد سے تجاوز کر چکا ہے جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ۔

قوله وَعَلَى لِلاِسْتِعْلَاءِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ علی کا معنی بیان فرماتے ہیں کہ علی استعلاء یعنی بلندی کیلئے آتا ہے خواہ وہ استعلاء ہیقتا ہو جیسے سَيِّدٌ عَلَى السَّطْحِ یا مجازا ہو جیسے عَلَيْهِ دَيْنٌ کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں اسوقت اس پر من داخل ہو جاتا ہے عن کی مثال جیسے جَلَسْتُ مِنْ عَنِ يَمِينِهِ اور مِنْ عَلَيْهِ یعنی اس کے اوپر۔

قوله وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيهِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ کاف کا معنی ذکر کر رہے ہیں کہ کاف کبھی تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے زَيْدٌ كَمَا لَأَسَدٍ اور کبھی کاف زائدہ ہوتا ہے جیسے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اور کبھی کاف اسم ہوتا ہے جیسے يَضْحَكُنَّ عَنْ كَالْبَرِّ اور یہ کاف اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

قوله مُذٌ وَ مُنْذٌ فِي الزَّمَانِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے مذ اور منذ کو بیان کر رہے ہیں کہ مذ اور منذ زمان کیلئے آتے ہیں زمانہ ماضی میں ابتدائے مدت کے لئے آتے ہیں جیسے مَا رَأَيْتُهُ مُذُ الشَّهْرِ الْمَاضِي اور زمانہ حاضر میں ظرفیت کیلئے آتے ہیں جیسے مَا رَأَيْتُ مُذُ شَهْرِنَا وَ مُنْذُ يَوْمِنَا۔

قوله حَاشَا وَعَدَا وَخَلَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف جارہ میں سے آخری تین حاشا اور عدا اور خلا کو بیان فرما رہے ہیں یہ تینوں استثناء کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ حَاشَا زَيْدٍ جَاءَ نِي الْقَوْمِ عَدَا زَيْدٍ وَجَاءَ نِي الْقَوْمِ خَلَا زَيْدٍ۔

الْحُرُوفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَهِيَ اِنَّ وَاَنَّ وَكَانَ وَلَكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ وَلَهَا صَدْرُ
الْكَلَامِ سِوَى اَنْ فَيَهِيَ بِعَكْسِهَا وَتَلْحَقُهَا مَا فَتَلْعَى عَلَى الْاَفْصَحِ وَتَدْخُلُ حِينَئِذٍ
عَلَى الْاَفْعَالِ فَإِنَّ لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ وَأَنَّ مَعَ جُمْلَتِهَا فِي حُكْمِ الْمَفْرَدِ وَمِنْ ثَمَّ
وَجَبَ الْكُسْرُ فِي مَوْضِعِ الْجَمْلِ وَالْفَتْحُ فِي مَوْضِعِ الْمَفْرَدِ فَكُسِرَتْ اِبْتِدَاءً وَ
بَعْدَ الْقَوْلِ وَالْمَوْصُولِ وَفَتْحَتْ فَاعِلَةٌ وَمَفْعُولَةٌ وَمُبْتَدَأٌ مُضَافًا إِلَيْهَا وَقَالُوا لَوْلَا
أَنْتَ لَأَنَّهُ مُبْتَدَأٌ وَلَوْ أَنَّكَ لَأَنَّهُ فَاعِلٌ وَإِنْ جَازَ التَّقْدِيرَانِ جَازَ الْأَمْرَانِ نَحْوُ مَنْ
يُكْرِمُنِي فَإِنِّي أَكْرِمُهُ وَإِذَا أَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ وَشِبْهِهِ وَلِذَلِكَ جَازَ الْعَطْفُ
عَلَى اسْمِ الْمَكْسُورَةِ لَفْظًا أَوْ حُكْمًا بِالرَّفْعِ دُونَ الْمَفْتُوحَةِ وَيَشْتَرِطُ مُضَيُّ الْخَبَرِ
لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا خِلَافًا لِلْكُوفِيِّينَ وَلَا أَثَرَ لِكُونِهِ مَبْنِيًّا خِلَافًا لِلْمَبْرُودِ وَالْكَسَائِنِ فِي
مِثْلِ إِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ -

ترجمہ: حروف مشبہ بالفعل یہ ہیں ان وان وكان ولكن وليت ولعل ولها صدر کلام ہے سوائے اَنْ
کے یہ اِنَّ کے برعکس ہے اور لاحق ہو تا ان پر ماکفہ پس لگو کر دیا جاتا ہے انکا عمل فصیح لغت کے مطابق اور داخل ہو جاتے
ہیں اس وقت (یہ حروف) افعال پر پس اِنَّ (مکسورہ) جملے کے معنی کو بدلتا نہیں ہے اور اَنْ مفتوحہ جملے کے ساتھ مفرد
کے حکم میں ہو جاتا ہے اس وجہ سے واجب ہے اِنَّ مکسورہ جملے کی جگہ میں اور اَنْ مفتوحہ مفرد کی جگہ میں پس اِنَّ کو کسرہ
دیا جائے گا ابتدا کلام میں اور قول کے بعد اور اسم موصول کے بعد اور فتح دیا جائیگا ان کو فاعل بننے کی صورت میں
اور مفعول بننے کی صورت میں اور مبتدا اور مضاف الیہ ہونے کی صورت میں (واجب ہے فتح لولا کے بعد) اور کما
انہوں نے لولا اَنَّک ان اس لئے کہ یہ مبتدا ہے اور کما ہے لَوْ اَنَّک اس لئے کہ فاعل ہے اگر جائز ہوں دونوں تقدیریں
(تقدیر مفرد اور تقدیر جملہ) تو جائز ہیں دونوں امر (اِنَّ کافتحہ اور کسرہ) جیسے مَنْ يُكْرِمُنِي فَإِنِّي أَكْرِمُهُ اور اِذَا أَنَّهُ عَبْدُ
الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ اور اس کے مشابہ میں اسلئے جائز ہے عطف کرنا اِنَّ مکسورہ کے اسم پر لفظا (مکسور ہو) یا حکما (مکسور ہو) رفع

کے ساتھ نہ کہ ان مفتوحہ کے اسم پر اور شرط یہ ہے (ان مکسورہ کے محل اسم پر عطف کے جائز ہونے میں) کہ خبر پہلے گزر چکی ہو لفظ یا تقدیر ایہ خلاف ہے کو فیوں کے اور کوئی اثر نہیں اِن کے اسم کے مبنی ہونے کو یہ بات خلاف ہے مبرد اور کسائی کے اِنَّكَ وَرَيْدٌ ذَاهِبَان کی مثل میں۔

تشریح : قوله الْحُرُوفُ الْمُسْتَبَهَةُ الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل کو بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں اِنَّ اَنْ كَانَ لَكِنْ لَيْتَ اور لَعَلَّ اَنْ کو حروف مشبہ بالفعل اسلئے کہتے ہیں کہ ان کی فعل کے ساتھ مشابہت ہے لفظی طور پر بھی اور معنوی طور پر بھی لفظی مشابہت یہ ہے کہ جیسے فعل ماضی مبنی بر فتح ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی مبنی بر فتح ہوتے ہیں اور جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی ثلاثی اور رباعی اور خماسی ہوتے ہیں اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ ان میں فعل کا معنی پایا جاتا ہے کہ ان اور اَنْ حَقَّقْتُ کے معنی میں ہے اور كَانَ سَبَّهْتُ اور لَكِنْ اسْتَذَرْتُ کے معنی میں ہے اور لَيْتَ تَمَنَّيْتُ کے معنی میں ہے اور لَعَلَّ تَرَجَّيْتُ کے معنی میں ہے۔

قوله وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حروف مشبہ بالفعل صدارت کلام کو چاہتے ہیں سوائے اَنْ مفتوحہ کے کہ یہ ان کے برعکس وسط کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوتا ہے۔

قوله وَتَلَحُّقُهَا مَا فَتَلَعِيَ الخ یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حروف مشبہ بالفعل کے بعد ماکافہ آجاتا ہے تو ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اور ماکافہ کے داخل ہونے کے بعد یہ حروف فعل پر بھی داخل ہو سکتے ہیں جیسے قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ۔

قوله فَإِنَّ لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الخ یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ مکسورہ جملے کے معنی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا بلکہ تاکید اور تحقیق کے معنی کو زیادہ کرتا ہے لیکن اَنْ مفتوحہ جملے کے معنی میں تغیر پیدا کرتا ہے کہ جملے کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے اسبوجہ سے اِنَّ مکسورہ پڑھنا واجب ہے جملوں کی جگہوں میں اور اَنْ مفتوحہ پڑھنا واجب ہے مفرد کی جگہ میں۔

قوله فَكُسِرَتْ اِبْتِدَاءً الخ یہاں سے صاحب کافیہ وہ جگہیں بیان کرتے ہیں جہاں اِنَّ پڑھا جائے گا۔

(۱) ابتدائے کلام میں ان مکسورہ پڑھا جائیگا کیونکہ یہ جملے کا تقاضہ کرتا ہے جیسے **إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ** (۲) اور قول کے بعد ان مکسورہ پڑھا جائے گا جیسے **فَلَنْتَ إِنَّهُ قَائِمٌ** کیونکہ قول کا متعلقہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے (۳) اسم موصول کے بعد بھی ان مکسورہ پڑھا جاتا ہے کیونکہ موصول کے بعد اس کا صلہ ہوتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے جیسے **الَّذِي أَنْتَ صَاحِبَتُهُ هِيَ الذَّارِ**۔

قوله **وَفُتِحَتْ فَأَعْلَمَهُ الْعِ** | یہاں سے صاحب کافہ وہ جملے بیان کرتے ہیں جہاں **أَنْ** مفتوحہ پڑھا جائیگا (۱) فاعل بننے کی حالت میں **أَنْ** مفتوحہ پڑھا جائیگا جیسے **بَلَّغْنِي أَنْتَ قَائِمٌ** (۲) مفعول بننے کی حالت میں **أَنْ** مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے **عَرَفْتُ أَنْتَ قَائِمٌ** (۳) مبتدا ہونے کی صورت میں بھی **أَنْ** مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے **عِنْدِي أَنْتَ قَائِمٌ** (۴) اور مضاف الیہ بننے کی صورت میں بھی **أَنْ** مفتوحہ پڑھا جائے گا جیسے **حَصَلَ عِلْمُ أَنْتَ قَائِمٌ** ان جگہوں میں **أَنْ** اس لئے پڑھا جائے گا کہ یہ سارے مواضع مفرد کے ہیں۔

قوله **وَقَالُوا لَوْلَا أَنْتَ الْخ** | اور لولا کے بعد **أَنْ** مفتوحہ پڑھا جائے گا کیونکہ لولا کے بعد مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا کا مفرد ہونا ضروری ہے جیسے **لَوْلَا أَنْ زَيْدًا قَائِمٌ** اور **لَوْلَا** کے بعد میں **أَنْ** مفتوحہ پڑھا جائیگا کیونکہ یہ فاعل بن رہا ہے جیسے **لَوْلَا أَنْتَ قَائِمٌ**۔

قوله **وَإِنْ جَازَ التَّقْدِيرُ إِنْ الْخ** | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ اس میں دونوں تقدیریں جائز ہوں، یعنی مفرد اور جملہ دونوں ہو سکتے ہیں تو اس وقت **إِنْ** مکسورہ اور **أَنْ** مفتوحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے جیسے **مَنْ يُكْرِمْنِي فَأَتِي أَكْرَمَهُ** میں **إِنْ** مکسورہ اور **أَنْ** مفتوحہ دونوں پڑھ سکتے ہیں اور اسی طرح اس شعر میں **إِنْ** مکسورہ اور **أَنْ** مفتوحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے پورا شعر یوں ہے

كُنْتُ أَرَى زَيْدًا كَمَا قِيلَ سَيِّدًا إِذَا أَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ

کہ میں زید کو شہرت کی وجہ سے سردار خیال کرتا تھا مگر وہ تو گردن اور جڑوں کا غلام ثابت ہوا یعنی زیادہ کھانے والا اور زیادہ سونے والا کم بہت انسان نکلا محلِ استشہاد **أَنَّهُ** ہے عبد القفا میں **إِنْ** مکسورہ اور مفتوحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور اس کے مشابہ سے مراد یہ ہے کہ **إِنْ** اپنے اسم اور خبر کے ساتھ اذامفا جاتیہ کے بعد واقع ہے تو اس وقت **إِنْ** مکسورہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور **أَنْ** مفتوحہ کی صورت میں اسم اور خبر مفرد کی تاویل میں ہو جائیگی۔

قوله وَلِذَا لَيْكَ جَزَاءُ الْعَطْفِ الْح | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ ان مکسورہ جملے کے معنی میں کچھ تغیر پیدا نہیں کرتا اسلئے جائز ہے اِن کے اسم کے محل پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کیا جائے کیونکہ اِن کا اسم اصل میں مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے پھر اِن عام ہے لفظا مکسور ہو جیسے اِن زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرُوٌّ يَأْكُلُ كَمُورٍ ہو جیسے عَلِيٌّ اَنْ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرُوٌّ اس مثال میں اَنْ مفتوح ہے لیکن حکما مکسور ہے اس لئے کہ علم کے بعد اِن اگرچہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر دو مفعولوں سے قائم مقام ہے لیکن ہمہ کی تاویل میں ہے اس لیے حقیقت میں وہ مبتدا اور خبر ہے لہذا ان مکسورہ کے اسم پر رفع کے ساتھ جب کسی اسم کا عطف کریں تو اِن کو معدوم فرض کر کے اس میں اِن کے محل پر عطف جائز ہوگا خلاف اَنْ مفتوح کی کہ اس کے محل اسم پر رفع کیساتھ عطف جائز نہیں ہوگا کیونکہ اَنْ مفتوح جملے کے معنی کو تغیر کر دیتا ہے اصل میں مفتوح کو معدوم فرض کر کے اس کے محل اسم پر عطف جائز نہ ہوگا۔

قوله وَيَشْتَرِطُ مُضَيَّ الْخَبَرِ الْح | اِن مکسورہ کے محل اسم پر عطف مذکور اس وقت جائز ہوگا جب معطوف سے پہلے اِن کی خبر آچکی ہو لفظا جیسے اِن زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرُوٌّ يَأْكُلُ كَمُورٍ جیسے اِن زَيْدًا وَعَمْرُوٌّ قَائِمٌ تقدیر اس کی یہ ہے اِن زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرُوٌّ قَائِمٌ -

قوله خِلَافًا لِلْكُوفِيَيْنِ الْح | کوئی اس سے اختلاف کرنے ہیں کہ ان مکسورہ کے اسم پر عطف کرنا جائز ہے لیکن خبر کا پہلے لفظا تقدیر نہ کر ہونا ضروری نہیں ہے خواہ ذکر ہو یا نہ ہو۔

قوله وَلَا أَثَرُ لِكُورِهِ الْح | جمہور کے مذہب کے مطابق عطف مذکور کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ معطوف سے پہلے خبر گزر چکی ہو خواہ ان کا اسم معرب ہو یا مثنی ہو عطف کرنا جائز ہے اِن کے اسم کے مثنی ہونے میں کوئی دخل نہیں ہے خلاف کسائی اور سرود کے وہ کہتے ہیں کہ اِن کا اسم جب مثنی ہوگا تو اس کے محل پر بغیر خبر کے گزرے ہوئے بھی عطف مذکور جائز ہوگا پس اِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ ترکیب ان کے نزدیک جائز ہوگی اور جمہور کے نزدیک ناجائز ہوگا۔

وَلَكِنْ كَذَلِكَ دَخَلَتِ اللَّامُ مَعَ الْمَكْسُورَةِ دُونَهَا عَلَى الْخَبَرِ أَوِ الْأِسْمِ إِذَا
فُصِّلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا أَوْ عَلَى مَا بَيْنَهُمَا وَفِي لَكِنْ ضَعِيفٌ وَتَخَفَّتْ الْمَكْسُورَةُ فَيَلْزَمُهَا
الْلَّامُ وَيَجُوزُ الْغَائِثُ وَيَجُوزُ دُخُولُهَا عَلَى فِعْلِ مِنْ أَعْمَالِ الْمُبْتَدَأِ خِلَافًا لِلْكُوفِيِّينَ فِي
التَّعْمِيمِ وَتَخَفَّتْ الْمَفْتُوحَةُ فَتَعْمَلُ فِي ضَمِيرِ شَأْنٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلِ مُطْلَقًا
شَدَّ أَعْمَالِهَا فِي غَيْرِهِ وَيَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ التَّسْنِينِ أَوْ سَوَفَ أَوْ قَدْ أَوْ حَرَفَ النَّفْيِ وَكَأَنَّ
لِلتَّسْنِينِ وَتَخَفَّتْ فَتُلْغَى عَلَى الْأَفْصَحِ وَلَكِنْ لِلْإِسْتِدْرَاكِ تَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ
مُتَغَايِرَيْنِ مَعْنَى وَتَخَفَّتْ فَتُلْغَى وَيَجُوزُ مَعَهَا الْوَاوُ وَلَيْتَ لِلتَّمْنَى وَآجَازُ
الْفَرَاءِ لَيْتَ زَيْدًا قَاتِمًا وَلَعَلَّ لِلتَّرَجَّى وَشَدَّ الْجَرْبِهَا-

ترجمہ: لیکن یہی اسی (ان مکسورہ) کی طرح ہے اُس لئے لام داخل ہوتا ہے ان مکسورہ کے ساتھ اس (اَنّ مفتوحہ) علاوہ خبر یا اسم پر جب کہ فاصلہ کیا گیا ہو اس (اسم) کے درمیان اور اس (اَنّ) کے درمیان یا ان دونوں (اسم اور خبر) کے درمیان اور (لام کو داخل کرنا) لیکن میں ضعیف ہے اور مخففہ کیا جاتا ہے ان مکسورہ کو پس لازم ہے اسے لام اور جائز ہے اس (ان مکسورہ) کو لغو کرنا اور جائز ہے اس (اَنّ) مکسورہ کو داخل کرنا مبتدا کے افعال میں سے کسی فعل پر خلاف ہے کو فیوں کے عموم میں اور تخفیف کی جاسکتی ہے اَنّ مفتوحہ میں پس عمل کرے گا ضمیر شان مقدر میں پس داخل ہوگا جملہ پر مطلق اور شاذ ہے اس کا عمل کرنا اس (ضمیر شان) کے علاوہ میں اور لازم ہے اس (اَنّ مفتوحہ مخففہ) کو فعل کے ساتھ سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا ہونا اور کَانَ تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی مخففہ کر دیا جاتا ہے پس اس کا عمل لغو ہو جائیگا صحیح استعمال پر اور لیکن استدراک کیلئے ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنا متغایر ہوں اور اس میں تخفیف کی جاتی ہے پس عمل لغو ہو جاتا ہے اور جائز ہے اسکے ساتھ واو اور لیت تمنی کے لئے آتا ہے اور جائز رکھا ہے فراء نے لیت زید اقاما اور لعل ترجی کے لئے ہے اور شاذ ہے اسکی وجہ سے جردینا۔

تشریح: قولہ وَلَكِنْ كَذَلِكَ اَنْع | حروف مشبہ بالفعل میں سے ایک لیکن ہے لیکن بھی ان مکسورہ کی

طرح ہے جس طرح ان مکسورہ کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کیلئے شرط یہ تھی کہ معطوف سے پہلے خبر گزر

چکی ہو اسی طرح لکن کے محل اسم پر عطف مذکور جائز ہے اور اس کیلئے یہی شرط ہے کہ خبر پہلے لفظاً یا تقدیراً گزر چکی ہو
قوله وَلِذَلِكَ دَخَلْتَ اللَّامُ الْخ | جب یہ پہلی بات ثابت ہو چکی کہ اِنَّ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا
 نہیں کرتا اس وجہ سے اس کی خبر پر لام تاکید داخل ہو جائے گا لیکن اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام تاکید داخل نہیں ہوگا کیونکہ
 لام تاکید معنی جملے کی تاکید کے واسطے آتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ جملے کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے لہذا اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر
 لام تاکید داخل نہیں ہوگا اور لام تاکید ان مکسورہ کے اسم پر اس صورت میں بھی داخل ہوتا ہے جبکہ اسم اور ان مکسورہ کے
 درمیان فاصلہ واقع ہو اور اَنَّ مفتوحہ کے اسم پر داخل نہ ہوگا اور لام تاکید اس چیز پر بھی داخل ہوتا ہے جو ان (بالکسر) کے
 اسم اور خبر کے درمیان واقع ہو جیسے اِنَّ زَيْدًا لِّلْغُلَامِ ضَارِبٌ۔

قوله وَفِي لِكِنَّ ضَعِيفٌ الْخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ لکن کے اسم یا خبر پر لام تاکید
 کا داخل کرنا ضعیف ہے اس لئے کہ لکن کو لام تاکید کے ساتھ وہ مناسبت نہیں جو ان مکسورہ کو لام تاکید کے ساتھ ہے۔
قوله وَتُخَفَّفُ الْمَكْسُورَةُ الْخ | اِنَّ مکسورہ میں تخفیف کر سکتے ہیں لیکن تخفیف کے بعد لام تاکید لازم
 ہے تاکہ اِنَّ مخففہ اور اِنَّ نافیہ میں فرق ہو جائے نیز اس وقت اس کے عامل کو باطل کرنا بھی جائز ہے اور یہ اِنَّ مخففہ
 اس فعل پر داخل ہو سکتا ہے جو فعل افعال میں سے ہو جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ اور افعال
 قلوب کوئی یہ کہتے ہیں کہ اِنَّ مخففہ کا ان تمام افعال پر داخل ہونا جائز ہے خواہ وہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہوں یا نہ۔

قوله وَتُخَفَّفُ الْمَفْتُوحَةُ الْخ | اَنَّ مفتوحہ میں تخفیف کر سکتے ہیں لیکن اس کے بعد ان مفتوحہ
 ضمیر شان میں عمل کرے گا پس اَنَّ مفتوحہ کے بعد ضمیر شان مقدرا نہیں گے پس یہ اَنَّ مفتوحہ مخففہ تمام جملوں پر داخل
 ہوتا ہے چاہے وہ اسی ہوں یا فعلی اور اَنَّ مفتوحہ کا عمل تخفیف کے بعد ضمیر شان مقدر کے علاوہ میں شاذ ہے۔

قوله وَيَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ الْخ | اور اَنَّ مفتوحہ تخفیف کے بعد جب فعل پر داخل ہوگا تو اس وقت سین
 کا داخل کرنا لازمی ہوگا جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرَضِيْ يَاسُوفُ کا داخل کرنا لازمی ہوگا جیسے شاعر کا قول ہے

واعلم فعلم المرء ينفعه ان سوف ياتي كل ما قدر

یا قد کا داخل کرنا لازمی ہے جیسے لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوا رِسْلَتِ رَبِّهِمْ یا حرف نفی کا داخل کرنا لازمی ہے جیسے

اَفْلَا يَرَوْنَ اَنْ لَا يُرْجِعَ اِلَيْهِمْ -

قوله وَكَانَ لِلتَّشْبِيهِ اِنْ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل میں سے کماں کو بیان کرتے ہیں کہ کان ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ تشبیہ دینے کیلئے آتا ہے جیسے کَانَ زَيْدٌ اَسَدٌ کبھی کان میں تخفیف کی جاتی ہے تو اسوقت فصیح استعمال پر اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

قوله وَلَكِنْ لَّا يَسْتَدْرَاكُ اِنْ | حروف مشبہ بالفعل میں سے لَكِنْ کو بیان کرتے ہیں کہ لَكِنْ اَسْتَدْرَاكُ کے لئے آتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام سائلین سے وہم کو دور کرنا اور لَكِنْ ان دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے آپس میں متغایر ہوں چاہے لفظ کے اعتبار سے متغایر ہوں یا نہ ہوں لفظ کے اعتبار سے متغایر ہوں جیسے جاء زید لکن عمرو لم يجي، یا لفظ کے اعتبار سے متغایر نہ ہوں جیسے زید حاضر لکن عمرو غائب ان میں تغایر بالکل نہیں اور لکن میں جب تخفیف ہو جائے تو اس وقت اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے کیونکہ تخفیف کے بعد اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہو جاتی ہے اور لکن مشدود یا مخفف کے ساتھ واو کو ذکر کرنا جائز ہے جیسے ما جاءني زيد و لکن عمرو اءاء۔

قوله وَلَيْتَ لِّلْتَمَنِّي اِنْ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل میں سے لَيْتَ کو ذکر کرتے ہیں کہ لَيْتَ تمنی کے لئے آتا ہے جیسے لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ لیکن امام فراء کے نزدیک لَيْتَ کے بعد دونوں اسموں کو نصب دینا جائز ہے کیونکہ لَيْتَ تمنی کے معنی میں ہے اور دونوں اسم مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوں گے جیسے لَيْتَ زَيْدًا اقاما۔

قوله وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّي اِنْ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف مشبہ بالفعل میں سے لَعَلَّ کو بیان فرماتے ہیں کہ لَعَلَّ ترجی کے لئے آتا ہے جیسے لَعَلَّ زَيْدًا حاضر اور لَعَلَّ کی وجہ سے جر دینا شاذ ہے اور تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی ہر شی کی ہو سکتی ہے چاہے ممکن ہو یا محال ہو اور ترجی اس چیز کی ہو سکتی ہے جس کا ہونا ممکن ہو لہذا لَعَلَّ الشَّبَابَ يَعُودُ نہیں کہہ سکتے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں لیکن لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ کہہ سکتے ہیں کیونکہ تمنی ناممکن چیز کی بھی ہو سکتی ہے۔

الْحُرُوفُ الْعَاطِفَةُ وَهِيَ الْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثَمَّ وَحَتَّى وَآوُ وَإِمَّا وَآمُ وَلَا وَبَلَّ وَلَكِنْ
فَالْأَرْبَعَةُ الْأَوَّلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا لَا تَرْتِيبَ فِيهَا وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِيبِ
وَثَمَّ مِثْلُهَا بِمُهْلَةٍ وَحَتَّى مِثْلُهَا وَمَعْطُوفُهَا جُزْءٌ مِنْ مَتَّبِعِهِ لِيُفِيدَ قُوَّةً أَوْ
ضَعْفًا وَآوُ وَإِمَّا وَآمُ لِأَحَدِ الْأَمْرَيْنِ مُبَهَمًا وَآمُ الْمُتَّصِلَةُ لِأَرْزَمَةٍ لِهَمْزَةٍ
الِاسْتِفْهَامِ يَلِيهَا أَحَدُ الْمُسْتَوِيِّينَ وَالْآخِرُ الْهَمْزَةُ بَعْدَ ثُبُوتِ أَحَدِهِمَا لِطَلَبِ
التَّعْيِينِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجْزِ أَرَأَيْتَ زَيْدًا أَمْ عَمْرُوًا وَمِنْ ثَمَّ كَانَ جَوَابُهَا
بِالتَّعْيِينِ دُونَ نَعَمْ أَوَّلًا وَالْمُنْقَطِعَةُ كَبَلٍ وَالْهَمْزَةُ مِثْلُ إِنَّهَا لَا بِلَّ أَمْ شَاءَ وَإِمَّا
قَبْلَ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ لِأَرْزَمَةٍ مَعَ إِمَّا جَائِزَةً مَعَ أَوْ وَلَا وَبَلَّ وَلَكِنْ لِأَحَدِهِمَا
مُعَيَّنًا وَلَكِنْ لِأَرْزَمَةٍ لِلنَّفْيِ -

ترجمہ: حروف عاطفہ اور وہ یہ ہیں، 'واو'، 'فاء'، 'ثم'، 'حتى'، 'او'، 'اما'، 'ام'، 'لا'، 'بل'، 'لكن' پس پہلے چار جمع کیلئے آتے ہیں
پس 'واو' مطلق جمع کے لئے آتی ہے اسمیں کوئی ترتیب نہیں ہوتی اور 'فاء' ترتیب کے لئے آتی ہے اور 'ثم' بھی (فاء) کی مثل
ہے لیکن مہلت کے ساتھ اور 'حتى' اسی (ثم کی) مثل ہے اور اسکا معطوف اپنے متبوع کا جزء ہوتا ہے تاکہ فائدہ دے قوت
کا یا ضعف کا اور 'او'، 'اما'، 'ام' دو مبہم امروں میں سے ایک کیلئے آتا ہے اور 'ام' متصلہ لازم ہے ہمزہ استفہام کیلئے اور ملا ہوتا ہے اس
(ام متصلہ) کے ساتھ دو مساوی امروں میں سے ایک امر اور دوسرے کا ہمزہ استفہام کے ساتھ (اتصال ہوتا ہے) بعد اس
کے کہ ثبوت ہو ان میں سے ایک کی تعین طلب کرنے کے لئے اسی وجہ سے جائز نہیں آرَأَيْتَ زَيْدًا أَمْ عَمْرُوًا اس (ام
متصلہ) کا جواب ہوتا ہے تعین کے ساتھ نہ کہ نَعَمْ کے ساتھ یا لا کے ساتھ اور منقطع معنی میں بل اور ہمزہ کے ہوتا ہے
جیسے إِنَّهَا لَا بِلَّ أَمْ شَاءَ اور إِمَّا مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ سے پہلے لانا لازم ہے إِمَّا کے ساتھ، اور اما کا لانا جائز ہے او کے ساتھ
اور لا اور بل اور لكن دو امروں میں سے ایک معین کیلئے آتا ہے اور لكن لازم ہے نفي کے لئے۔

تشریح: قوله الحُرُوفُ الْعَاطِفَةُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف عاطفہ کو بیان کرتے ہیں

حروف عاطفہ دس ہیں (۱) واو (۲) فاء (۳) حتی (۴) ثم (۵) او (۶) اما (۷) ام (۸) بل (۹) لا (۱۰) لکن ان دس میں سے پہلے چار واو، فاء، ثم اور حتی معطوف اور معطوف علیہ کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں جو حکم معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہی معطوف کا ہوتا ہے۔

قوله فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ الخ | حروف عاطفہ میں واو کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ واو مطلقاً جمع کے لئے آتا ہے

جیسے جاءنی زید و عمرو اس مثال میں واو نے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مطلقاً جمع کا فائدہ دیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ دونوں اکٹھے آتے یا یکے بعد دیگرے مہلت کے ساتھ آتے یا بغیر مہلت کے لہذا واو ترتیب بتانے کیلئے نہیں ہوتی
خلاف فاء کے یہ ترتیب بتانے کیلئے ہوتی ہے بغیر مہلت کے جیسے جاءنی زید و عمرو میں فاء نے اس بات کا فائدہ دیا ہے کہ زید پہلے آیا اور اس کے بعد عمرو فوراً آیا بغیر مہلت کے اور ثم بھی فاء کی طرح ترتیب کیلئے آتا ہے لیکن مہلت کے ساتھ جیسے جاءنی زید ثم عمرو میں ثم نے ترتیب کا فائدہ دیا لیکن مہلت کے ساتھ کہ پہلے زید آیا پھر کچھ دیر کے بعد عمرو آیا۔

قوله وَحَتَّى مِثْلَهَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حتی کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ حتی بھی ثم کی طرح

ترتیب اور مہلت کیلئے آتا ہے لیکن تھوڑا سا فرق ہے کہ حتی میں مہلت کم اور ثم میں زیادہ ہوتی ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ حتی میں معطوف اپنے متبوع کا جز ہوتا ہے چاہے وہ جزء ضعیف ہو جیسے قدم الحاج حتی المشاة کہ سب حاجی آگئے حتی کہ پیدل لوگ بھی آگئے یا جزء قوی ہو جیسے مات الناس حتی الانبياء کہ سب لوگ فوت ہو گئے حتی کہ انبیاء علیہم السلام بھی فوت ہو گئے۔

قوله اَوْ وَاِمَّا وَاَمَ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان حروف عاطفہ کو ذکر کرتے ہیں جو دو امروں میں سے کسی

ایک امر مبہم کے لئے آتے ہیں اور وہ او اور اما اور ام ہیں، ام دو مبہم امروں سے ایک کیلئے ہوتا ہے ام کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ (۲) منقطعہ ام متصلہ کو ہمزہ استفہام لازم ہے اور دو مساوی امروں میں سے یعنی معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کا اتصال ام کے ساتھ اور دوسرے کا اتصال ہمزہ کے ساتھ ہوتا ہے اور ام کے ذریعے تعین طلب کی جاتی ہے تو دو امروں میں سے ایک بغیر تعین کے ثابت ہے جیسے ازید عندک ام عمرو اس مثال میں منکلم تعین چاہتا ہے کہ تیرے پاس زید ہے یا عمرو۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجْزِ الْخ | جب یہ بات بیان ہو چکی کہ دو مساوی امروں میں سے ایک کا اتصال ام کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرے کا ہمزہ کے ساتھ تو یہ ترکیب ناجائز ہوگی اَرْ اَیْتْ زیداً ام عمرو اس میں اگرچہ ایک حصہ ام کے ساتھ متصل ہے مگر دوسرا ہمزہ کے ساتھ متصل نہیں ہے بلکہ ہمزہ کیساتھ فعل متصل ہے اور جب یہ بات واضح ہو گئی کہ ہمزہ اور ام کے ذریعہ دو باتوں میں سے ایک بات کی تعیین مطلوب ہوتی ہے تو اب ام کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے گا نعم یا لا کے ساتھ جائز نہیں -

قوله وَ الْمُنْقَطَعَةُ كَبَلٍ وَ الْهَمْزَةُ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ام کی دوسری قسم ام مقطوعہ کا بیان کرتے ہیں یہ ام معنی میں بل اور ہمزہ کے ہوتا ہے لہذا جس جگہ ام مقطوعہ ہوگا تو وہاں پہلی کلام سے اعراض اور جوام مقطوعہ کے بعد کلام واقع ہو اس کے بارے میں استغناء واقع ہوگا جیسے ازید عندک ام عمرو اور ام مقطوعہ کبھی واقع ہوتا ہے خبر کے بعد جیسے کسی نے دور سے ایک ریوڑ دیکھا تو کہا لایا لیل پھر اس کو شک ہو اور کہا ام شتاء -

قوله اِمَّا قَبْلَ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ الْخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی ام پر بذریعہ لامعطف کریں تو معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اما لگانا لازمی ہے خلاف او کے کہ اس کے ذریعے سے جب کسی چیز کا کسی چیز پر عطف کرتے ہیں تو اس جگہ معطوف علیہ سے پہلے اما کا لانا جائز ہے ضروری نہیں -

قوله وَلَا وَبَلٍ وَلَكِنْ الْخ | جب ان کے ذریعے عطف کیا جائے تو دو امروں میں سے ایک کی تعیین ہوتی ہے جیسے جاءنی زید لا عمرو اس لائے معطوف سے حکم کی نفی کر کے معطوف علیہ کیلئے ثابت کیا بل کی مثال جیسے جاءنی زید بل عمرو لکن کی مثال جیسے ما قام زید لکن عمرو اور لکن کو نفی لازم ہے -

حُرُوفُ التَّنْبِيهِ أَلَا وَأَمَّا وَهَا حُرُوفُ الْبَدَاءِ يَا أَعْمَهَا وَأَيَا وَهِيَ لِلْبَعِيدِ وَأَيِ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيبِ حُرُوفُ الْإِيجَابِ نَعَمْ بَلَى وَأَيِ وَأَجَلٌ وَجَبَرٌ وَإِنَّ فَنَعَمْ مُقَرَّرَةٌ لِمَا سَبَقَهَا وَبَلَى مُخْتَصَّةٌ بِالْإِيجَابِ النَّفْيِ وَإِنِّي لِلْإِنْبَاتِ بَعْدَ الْإِسْتِفْهَامِ وَيَلْزَمُهَا الْقَسَمُ وَأَجَلٌ وَجَبَرٌ وَإِنْ تَصْدِيقٌ لِلْمُخْبِرِ حُرُوفُ الزِّيَادَةِ إِنْ وَأَنْ وَمَا وَلَا وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَإِنَّ مَعَ مَا النَّافِيَةِ وَقَلَّتْ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ وَلَمَّا وَأَنْ مَعَ لَمَّا وَبَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ مَعَ الْكَافِ وَمَا مَعَ إِذَا وَمَتَى وَأَيِ وَأَيْنِ وَأَنْ شَرْطًا وَبَعْضُ حُرُوفِ الْجَرِّ وَقَلَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَلَا مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ وَأَنَّ الْمَصْدَرِيَّةِ وَقَلَّتْ قَبْلَ أَقْسِمُ وَشَدَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ تَقَدَّمَ ذَكَرَهَا -

ترجمہ: حروف تنبیہ یہ ہیں 'الا اور اما اور ہا' اور حروف ندایہ ہیں یا عام ہے اور یا اور ہیا بعید کے لئے ای اور ہمزہ قریب کے لئے 'حروف ایجاب یہ ہیں نعم اور ملی اور ای اور اجل اور جیر اور ان پس نعم مضمون سابق کی تشریح کیلئے آتا ہے اور ملی ایجاب نفی کے ساتھ خاص ہے اور ای اثبات کے لئے آتا ہے استغناء کے بعد 'اور قسم اسے لازم ہے' اور اجل اور جیر اور ان 'خبر دہنے والے کی تصدیق کے لئے آتے ہیں حروف زیادہ یہ ہیں ان اور ان اور ما اور لا اور من اور باء اور لام پس ان مانافہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے اکثر اور کم آتا ہے (زائد ہو کر) ماصدر یہ کے ساتھ اور لما کے ساتھ اور ان (زائد ہوتا ہے) لما کے ساتھ اور لو اور قسم کے درمیان (اکثر زائد ہوتا ہے) قلت کے ساتھ زائد ہوتا ہے کاف کے ساتھ 'اور اذانتی' ای این 'ان کے ساتھ زائد ہوتا ہے جب کہ یہ شرطیہ ہو اور بعض حروف جر کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے اور مضاف کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے قلت کے ساتھ اور حرف نداء کے ساتھ نفی کے بعد (زائد ہوتا ہے) اور ان مصدر یہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے اور لفظ قسم سے پہلے بھی زائد ہوتا ہے اور قلت کے ساتھ 'اور شاذ ہے (لاکا زائد ہوتا) مضاف کے ساتھ 'اور من اور باء اور لام زائد ہوتے ہیں ان کا ذکر گزر چکا ہے (حروف جر کی بحث میں)۔

تشریح: قولہ حُرُوفُ التَّنْبِيهِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ حروف تنبیہ کو بیان کرتے ہیں تنبیہ کا لغوی معنی کسی کو آگاہ کرنا اور یاد ار کرنا ہے اور حروف تنبیہ سے مراد وہ حروف ہیں جو جملہ اسمیہ یا فعلیہ کے شروع میں اس مقصد کیلئے لائے جاتے ہیں تاکہ سامع غفلت کو دور کر دے 'اور کلام کی طرف متوجہ ہو جائے 'حروف تنبیہ تین ہیں (۱) ا (۲) ہا (۳) ہاء الہی مثال جیسے 'لا زید نام' اور اما کی مثال جیسے 'اما زاهد آکل' اور ہا کی مثال 'ہا سید کاتب'۔

قولہ حُرُوفُ النَّدَاءِ الخ | حروف ندایہ ہیں ان میں سے یا عام ہے قریب اور بعید دونوں کے لیے آتا ہے اور یا اور ہیا بعید کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ای اور ہمزہ قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں (یہ بحث پہلے گزر چکی ہے)

قولہ حُرُوفُ الْإِيجَابِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ حروف ایجاب کو بیان کرتے ہیں ایجاب کا معنی کسی چیز کو عینت کرنا اور حروف ایجاب وہ ہیں جو کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ چھ ہیں (۱) نعم (۲) ملی (۳) ای (۴) اجل (۵) جیر (۶) ان۔

قولہ فَنَعَمْ مُقَرَّرَةٌ الخ | یہاں سے صاحب کافہ نعم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ نعم کلام سابق کے

مضمون کی تقریر اور تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے کوئی شخص کے اقام زید اس کے جواب میں کہا جائے گا نعم ای نعم قام زید ۔

قوله بَلَى مُخْتَصَّةٌ اِنْج | یہاں سے صاحب کافہ حروف ایجاب میں سے دوسرے حرف بی کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ بی ایجاب نفی کے ساتھ خاص ہے یہ کلام منفی کے جواب میں آتا ہے اور کلام منفی کی نفی کو توڑ کر مثبت بنانے کے لئے آتا ہے خواہ وہ نفی استفہام کیساتھ ہو جیسے الست برہم اسکے جواب میں کہا جائے گا لی ای انت رہنا خواہ وہ نفی بغیر استفہام کے ہو جیسے کسی نے کہا لم یرکب زید اسکے جواب میں کہا جائے گا لی ای بی رکب زید ۔

قوله اِیْ لِلْاِثْبَاتِ اِنْج | یہاں سے صاحب کافہ حروف ایجاب میں تیسرے ای کو ذکر کرتے ہیں یہ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور قسم اسے لازم ہے جیسے کوئی کہے هل ركب اشرف تو اسکے جواب میں کہا جائے ای واللہ ۔

قوله اَجَلَ وَجَبَرِ وَاِنْ اِنْج | یہاں سے صاحب کافہ حروف ایجاب میں سے آخری تینوں کو بیان کرتے ہیں کہ یہ تینوں خبر دینے والے کی تصدیق کیلئے آتے ہیں خواہ وہ مثبت ہو یا منفی ان تینوں کے ساتھ قسم کا استعمال ضروری نہیں جیسے کسی نے کہا قد ركب عامر اسکے جواب میں کہا جائے اجل یا جبر یا ان کہ ہاں عامر سوار ہوا ہے ۔

قوله حُرُوفُ الزِّيَادَةِ اِنْج | اور ان کو حروف زیادۃ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے گرانے کی وجہ سے کلام کے اصلی معنی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور زائد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ان کے لانے سے لفظی یا معنوی فائدہ ہوتے ہیں مثلاً خمیس کلام کا حاصل ہونا اور وزن کا پایا جانا اور کلام میں سجع کا درست ہونا اور تاکید وغیرہ کا ہونا ان کے زائد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کبھی یہ زائد ہو کر بھی استعمال ہوتے ہیں کیونکہ ہمیشہ زائد ہوتے ہیں حروف زیادت سات ہیں (۱) ان (۲) ان (۳) ما (۴) لا (۵) من (۶) لام (۷) باء ۔

قوله فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِيَةِ اِنْج | یہاں سے صاحب کافہ حروف زیادت کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ حروف زیادۃ میں سے ان یہ مانافہ کے ساتھ اکثر زائد ہوتا ہے اور مانافہ کی تاکید کرتا ہے جیسے ما ان رايت بلال اور قلت کے ساتھ ما مصدریہ اور لما کیساتھ بھی زائد آتا ہے ما مصدریہ کی مثال انتظر ما ان اجلس القاضی اور لما کی مثال جیسے لما ان قام زید قمت

قوله وَاَنْ مَعَ لَمَّا اِنْج | یہاں سے صاحب کافہ حروف زیادہ میں سے ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ان مفتوحہ لما کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے فلما ان جاء البشير اور لو اور قسم کے درمیان اکثر زائد ہوتا ہے

جیسے واللہ ان لو قمت قمت اور ان کا کاف کے ساتھ زائد ہونا قلیل ہے۔

قوله وَمَا مَعَ إِذَا النح | یہاں سے صاحب کافہ حروف زیادت میں سے مکی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ ما اذا کے ساتھ زائد ہوتا جیسے اذا ما تخرج اخرج اور متی کے ساتھ زائد ہوتا ہے جیسے متی ما تذهب اذهب اور ائی کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے ایا ما تدعوا فله الاسماء الحسنی اور امین کیساتھ زائد ہوتا ہے جیسے این ما تجلس اجلس اور ان کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے اما ترین من البشر احد اور بعض حروف جر کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے فہما رحمۃ من اللہ اور مضاف کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے لیکن قلت کے ساتھ جیسے لایسما زید۔۔

قوله وَلَا مَعَ الْوَاوِ النح | یہاں سے صاحب کافہ حروف زیادت میں سے لای تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ لا واو کے ساتھ نفی کے بعد زائد ہوتا ہے چاہے نفی لفظ ہو جیسے لم یقل زید ولا عمرو چاہے نفی معنا ہو جیسے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین اور لا ان مصدر یہ کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے ما متک ان لا تسجد اذ امر تک اور لفظ اقسام سے پہلے بھی زائد ہوتا ہے لیکن قلت کے ساتھ لا اقسام ہذا البلد اور مضاف کے ساتھ بھی لا زائد ہوتا ہے لیکن یہ شاذ ہے۔

قوله وَمِنْ وَالْبَاءِ النح | حروف زیادت میں سے من اور با اور لام ہیں ان کا ذکر حروف جارہ میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے بازائدہ کی مثال لیس زید قائم اور من زائدہ کی مثال جیسے ما جاعنی من احد اور لام زائدہ کی مثال ردف لکم۔

حَرْفَا التَّفْسِيرِ أَيْ وَأَنْ فَإِنْ مُخْتَصَّةٌ بِمَا فِي مَعْنَى الْقَوْلِ حُرُوفُ الْمَصْدَرِ
مَا وَأَنْ وَأَنَّ فَلَا وَلَآنِ لِلْفِعْلِيَّةِ وَأَنَّ لِلِاسْمِيَّةِ حُرُوفُ التَّحْضِيضِ هَلَا وَآلَا
وَلَوْلَا وَلَوْ مَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَلْزُمُهَا الْفِعْلُ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا حَرْفُ
التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيلِ حَرْفَا الْإِسْتِفْهَامِ الْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهَا
صَدْرُ الْكَلَامِ نَقُولُ أَزِيدُ قَائِمٌ وَأَقَامَ زَيْدٌ وَكَذَلِكَ هَلْ وَ الْهَمْزَةُ أَعْمُ
تَصَرُّفًا نَقُولُ أَزِيدُ أَضْرَبْتُ وَ أَتَضَرَّبُ زَيْدًا وَهُوَ أَخْوَكُ وَ أَزِيدُ عِنْدَكَ
أَمْ عَمْرُو أَتَمَّ إِذَا مَا وَقَعَ وَأَفَمَنْ كَانَ وَ أَوْ مَنْ كَانَ۔

ترجمہ: تفسیر کے دو حرف ہیں ای اور ان اور ان یہ خاص ہے اسکے ساتھ جو قول کے معنی میں ہو اور حروف مصدریہ یہ ہیں ماور ان اور ان پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لئے ہیں اور ان جملہ اسمیہ کے لئے ہے حروف تخصیض یہ ہیں ہلا، الا، لولا، لوما، ان کیلئے صدارت کلام ہے اور لازم ہے ان کو فعل لفظاً یا تقدیراً حرف توقع قد ہے اور یہ مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے اور استفہام کے دو حرف ہمزہ اور هل ہیں ان کے لئے صدر کلام ہے جیسے تو کہے ازید قائم اور اقام زید اور ایسے ہی هل ہے اور ہمزہ عام ہے تصرف اور استعمال کے لحاظ سے جیسے تو کہے ازید اضرمت اور اتضرب زید اوھواخوک اور ازید عندک ام عمرو اور اثم اذا واقع اور افن کان اور اومن کان۔

تشریح: قوله حَرْفًا التَّفْسِيرِ النِّح | حروف تفسیر وہ ہیں جو کلام کے شروع میں آئیں جو کسی ابہام کو دور کریں یا کسی اجمال کی وضاحت کریں اور حروف تفسیر دو ہیں (۱) ای (۲) ان۔ ای ہر مبہم کی تفسیر کرتا ہے خواہ وہ مبہم مرکب ہو خواہ مفرد ہو اور ان ہمیشہ اس فعل کے مفعول کی تفسیر کرتا ہے جو قول کے معنی میں ہو پھر وہ مفعول ہو جیسے نادیناہ ان یا لبر اہیم یہاں پر نادیناہ قلنلک کے معنی میں ہے پھر اس کے بعد ان تفسیر یہ لایا گیا ہے۔

قوله حُرُوفُ الْمَصْدَرِ النِّح | یہاں سے صاحب کافیہ حروف مصدر کو بیان کرتے ہیں حروف مصدر تین ہیں ماور ان اور ان اور ان فعل پر داخل ہوتے ہیں اور فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں ما مصدریہ کی مثال فضاقت علیہم الارض ہمار جبت ای بر جھا اور ان مصدریہ کی مثال جیسے اعجبتنی ان ضربت ای ضربک اور ان جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اسے مصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے جیسے بلغنی ان زیدا نائم ای نومہ۔

قوله حُرُوفُ التَّحْضِيضِ النِّح | حروف تخصیض چار ہیں (۱) ہلا (۲) الا (۳) لوما (۴) لولا۔ ان کو حروف تخصیض اس لئے کہتے ہیں کہ مخاطب کو کسی چیز پر ملامت اور توقع کرنے کیلئے لائے جاتے ہیں یا آئندہ کسی بات کی ترغیب اور شوق دلانے کیلئے لائے جاتے ہیں یہ صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں چاہے فعل لفظاً ہو یا تقدیراً جب یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو گزشتہ فعل پر ندامت کا فائدہ دیتے ہیں جیسے ہلا اضرمت زید اور جب یہ فعل مضارع پر داخل ہوں تو اس وقت ابھارنے اور برا بیختہ کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے ہلا تضرب زیداً۔

قوله حَرْفُ التَّوَقُّعِ النِّح | یہاں سے صاحب کافیہ حرف توقع قد کو بیان کرتے ہیں جب یہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو تحقیق اور تقریب کے معنی کے ساتھ توقع کا فائدہ دیتا ہے جیسے قد رب الامیر اور جب مضارع پر داخل

ہوتا ہے تو یہ **تقلیل** کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان الذہوب قد یصدق۔

قوله حَرْفًا لَا يَسْتَفْهَمُ الْح استفہام کے دو حرف ہیں (۱) ہمزہ (۲) ہل ، یہ دونوں صدارت کلام چاہتے ہیں اور کبھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جیسے ازید قائم اور اسی طرح کبھی جملہ فعلیہ پر داخل ہونے ہیں جیسے اقام زید اور ہل بھی اسی طرح ہے یعنی جملہ فعلیہ اور اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے ہل زید قائم اور ہل قائم زید ۔

قوله وَالْهَمْزَةُ أَعْمُ الْع | یہاں سے صاحب کا فیه ہمزہ اور اور ہل کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں کہ ہمزہ عام ہے ہل سے جیسے ازید ضربت کہنا جائز ہے اور ہل زید اضربت کہنا جائز نہیں کیونکہ ہل فعل لفظی کا تقاضا کرتا ہے فعل مقدر پر داخل نہیں ہوتا ہے اسی طرح اتضرب زید اذہو اخوک کہنا جائز ہے اور ہل تضرب زید اذہو اخوک کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کلام کا معنی استفہام انکاری ہے اور استفہام انکاری کیلئے ہمزہ ہوتا ہے ہل نہیں ہوتا اور اسی طرح ازید عندک ام عمرو کہنا جائز ہے اور ہل زید عندک ام عمرو کہنا جائز نہیں کیونکہ ام متصلہ ہمزہ کے مقابلے میں آتا ہے ہل کے مقابلے میں نہیں آتا -

قوله اَئِمْ إِذَا مَا وَقَعَ الْخ | اسی طرح حروف عاطفہ ثَم اور فاء اور واو پر ہمزہ استفہام داخل کر کے یوں کہنا جائز ہے اَئِمْ اِذَا مَا وَقَعَ اور اَوْ مَنْ کَانَ اَوْ مَنْ کَانَ لیکن ان حروف عاطفہ پر ہل کو داخل کر کے ہل ثَم اِذَا مَا وَقَعَ وغیرہ کہنا جائز نہیں کیونکہ ہل استفہام میں اصل نہیں لہذا ہمزہ کی طرح صدارت کلام کو نہیں چاہتا بلکہ حروف عاطفہ سے مؤخر ہو گا۔

حُرُوفُ الشَّرْطِ إِنْ وَلَوْ وَأَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ فَإِنْ لَمْ يَلِاقِ سَبْقًا وَإِنْ دَخَلَ عَلَى الْمَاضِي وَلَوْ عَكْسُهُ وَتَلَزَمَ الْفِعْلُ لَفْظًا أَوْ تَقْدِيرًا وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ لَوْ أَنَّكَ بِالْفَتْحِ لَأَنَّهُ فَاعِلٌ وَأَنْطَلَقَتْ بِالْفِعْلِ مَوْضِعُ مُنْطَلِقِ لِيَكُونَ كَالْعَوَاضِ فَإِنْ كَانَ جَائِدًا حَازَ لِعَتَدْرِهِ وَإِذَا تَقَدَّمَ الْقِسْمُ أَوَّلَ الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ لَزِمَهُ الْمَاضِي لَفْظًا أَوْ مَعْنَى فَيُطَابِقُ وَكَانَ الْجَوَابُ لِلْقِسْمِ لَفْظًا مِثْلُ وَاللَّهِ إِنْ أَتَيْتَنِي أَوْ لَمْ تَأْتِنِي لِأَكْرَمَتِكَ وَإِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِيمِ الشَّرْطِ أَوْ غَيْرِهِ جَازَ أَنْ يُعْتَبَرَ وَإِنْ يُلْغَى كَقَوْلِكَ أَنَا وَاللَّهِ إِنْ تَأْتِنِي أَتَيْتَنِي وَإِنْ أَتَيْتَنِي وَاللَّهِ لَا تَأْتِيكَ وَتَقْدِيرُ الْقِسْمِ كَالْفِطْرِ مِثْلُ لَنْ أُخْرَجُوا لَا يَخْرُجُونَ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ وَآمَنَّا لِلْفَضِيلِ وَالتَّزَمَ حَذْفُ فِعْلِهَا وَعَوَاضَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ فَائِهَا جُزْءٌ مِمَّا فِي حَيْزِهَا مُطْلَقًا وَقِيلَ هُوَ مَعْمُولُ الْمَحْذُوفِ مُطْلَقًا مِثْلُ أَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَقِيلَ إِنْ كَانَ هَجَائِزُ التَّقْدِيمِ فَمِنْ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ الثَّانِي

قرجمہ: حروف شرط یہ ہیں ان اور لو اور اما اور ان کیلئے صدارت کلام ہے پس ان استقبال کیلئے ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو اور لو اسکے برعکس ہے اور یہ دونوں لازم ہیں فعل کو لفظ یا تقدیر اسی درجہ سے کہا گیا ہے نو ایک ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ کیونکہ یہ فاعل ہے اور انطلقت فعل کیساتھ مطلق کی جگہ تاکہ یہ فعل ہو جائے عوض بطرح پس اگر جامد ہے تو جائز ہے جامد کو خبر بنانا بوجہ اس کے معذور ہونے کے (مشتق کو خبر لانا) یا جب مقدم ہو قسم اول کلام میں شرط پر تو اس (شرط) کو لازم ہے ماضی لانا لفظ یا معنا پس وہ (قسم) کے مطابق ہوگا اور وہ جواب ہوگا قسم کے لئے لفظا جیسے واللہ ان اتیننی او لم تاتنی لا کرکھ اگر وہ (قسم) درمیان میں ہو شرط یا غیر شرط کے مقدم ہونے کے سبب تو اس وقت جائز ہے (قسم یا شرط کا) اعتبار کیا جائے اور جائز ہے لغو قرار دیا جائے جیسے تیرا قول انا واللہ ان تاتنی اتک وان اتیننی واللہ لا ینک اور قسم کے مقدر ہونے کا حکم ملفوظ کی طرح ہے جیسے لن اخرجوا لا یخرجون وان اطعمتموہم اور اما تفصیل کیلئے آتا ہے اور التزام کیا گیا ہے اسکے فعل کے حذف کرنے کا اور عوض میں لایا گیا ہے اس (اما) اور اس کی فاء کے درمیان وہ جزء جو اسکی چیز میں (فاء کے تحت) ہو مطلقا اور کہا گیا ہے وہ معمول ہو فعل محذوف کا مطلقا جیسے اما یوم الجمعہ فزید مطلق اور کہا گیا ہے اگر تقدیم جائز ہو تو وہ قسم اول سے ہے اور اگر تقدیم جائز نہ ہو تو قسم ثانی سے ہے۔

تشریح: قوله حُرُوفُ الشَّرْطِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف شرط کو بیان کرتے ہیں حروف شرط تین ہیں (۱) ان (۲) لو (۳) اما یہ تینوں صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور حروف شرط میں سے ان مستقبل کیلئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے ان نکر منی اگر تک۔

قوله وَلَوْ عَكْسُهُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف شرط میں سے لو کو بیان کرتے ہیں کہ حرف لو ان شرطیہ کا عکس ہے یعنی لو ماضی کے لئے آتا ہے اگر مستقبل پر داخل ہو تو اسے ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے لو یطیعہم فی کثیر من الامر۔

قوله وَتَلَزَمَانِ الْفِعْلِ الخ | ان اور لو فعل کو لازم ہیں چاہے فعل لفظا ہو جیسے ان نکر منی اور لو طلعت الشمس چاہے فعل تقدیر ہو جیسے ان احد من المشرکین استجار اصل میں یوں تھا ان استجارک احد من المشرکین۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ الخ | جب یہ بات واضح ہو چکی کہ ان اور لو کو فعل لازم ہے چاہے فعل لفظا ہو چاہے

تقدیر اچانچہ لو ایک جیسی ترکیب میں ان کو ہمزہ کے فتح کے ساتھ پڑھا جائیگا نہ کہ کسرہ کے ساتھ کیونکہ اُن اپنے مابعد جملے سے مل کر متاویل مفرد ہو کر فعل مقدر کا فاعل ہے ای لو مثبت ایک اور مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر جس جگہ لو کے بعد ان مفتوحہ آئے تو ان کی خبر اسم فاعل کے بجائے فعل لاتے ہیں تاکہ یہ فعل مذکور اس فعل کے عوض میں ہو جائے جو لو کے بعد مقدر ہو پس لو ایک انطلقت کہتے ہیں لو ایک مطلق نہیں کہتے لیکن جب اس کی خبر اسم جامد ہو تو مشتق کو خبر لانا معتذر ہے تو جامد ہی کو خبر لاتے ہیں جیسے ولو انما فی الارض من شجرة اقلام اس مثال میں اقلام اسم جامد ہے اور ان کی خبر ہے۔

قوله وَإِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابتدائے کلام میں قسم ہو جو شرط سے مقدم ہو تو شرط کو ماضی لانا لازمی ہے چاہے ماضی لفظ ہو یا معنایا چونکہ حرف شرط نے جواب قسم میں عمل نہیں کیا لہذا شرط کو بھی فعل ماضی لائیں گے تاکہ اس میں بھی حرف شرط عمل نہ کرے اور وہ جواب جو قسم اور شرط کے بعد واقع ہے وہ لفظوں میں قسم کا جواب ہے شرط اور قسم دونوں کا جواب نہیں ہے وگرنہ لازم آئے گا کہ جواب شرط ہونے کے اعتبار سے وہ مجزوم ہو اور قسم ہونے کے اعتبار سے وہ غیر مجزوم ہو اور ایک شئی کا مجزوم اور غیر مجزوم ہونا باطل ہے جیسے واللہ ان اتیتنی لا کرمتک یہ ماضی لفظ کی مثال ہے اور واللہ ان لم تاتی لا کرمتک یہ ماضی معنای کی مثال ہے۔

قوله وَإِنْ تَوَسَّطَ الخ | اگر قسم ابتدائے کلام میں نہ ہو بلکہ قسم درمیان میں ہو شرط یا غیر شرط کے مقدم ہونے کی وجہ سے تو اس وقت دونوں امر جائز ہیں ایک یہ ہے کہ شرط کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جزاء کہا جائے اور دوسرا یہ کہ شرط کو لغو کیا جائے اور قسم کا اعتبار کیا جائے اور جواب کو جواب قسم کہا جائے جیسے انا واللہ ان تاتیننی انک یہ مثال ہے قسم پر غیر شرط کے مقدم ہونے کی یہ مثال شرط کا اعتبار کرنے کی صورت میں ہے اور ان اتیتنی واللہ لا یتک اب اس میں قسم کا اعتبار کیا گیا ہے۔

قوله وَتَقْدِيرُ الْقَسَمِ الخ | اور جب شروع کلام میں قسم مقدر ہو تو اس کا حکم ملفوظ کی طرح ہو گا اور شرط فعل ماضی ہوگی جیسے لن اخرجوا لا یخرجون اس مثال میں قسم مقدر ہے تقدیری عبارت یوں ہے واللہ لن اخرجوا لا یخرجون اس مثال میں لا یخرجون جواب قسم ہے جواب شرط نہیں اگر جواب شرط ہو تا تو نون حذف ہو جاتا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے ان اطعموہم انکم لمرکون اس میں جواب قسم مذکور ہے اور قسم محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے واللہ ان اطعموہم۔

قوله وَأَمَّا لِلتَّفْصِيلِ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ حروف شرط میں سے اما کو بیان کرتے ہیں کہ اما مجمل شئی کی تفصیل کیلئے آتا ہے چاہے وہ مجمل لفظ ہو یا تقدیر اور کثرت استعمال کی وجہ سے اما کے فعل شرط کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اما اور فاجزائیہ کے درمیان اس چیز کو لاتے ہیں جو فاء کے تحت میں ہے تاکہ فعل شرط کے حذف ہونے کے بعد علامت اور علامت جزاء کا اجتماع لازم نہ آئے اور بعض کہتے ہیں کہ جو جزء فاء اور اما کے درمیان لایا جاتا ہے وہ فعل

محذوف کا معمول ہوتا ہے مطلقاً جسے اما یوم الجمعہ فرید مطلق لا شرطیہ کی بنا پر۔
 ذلہ اما یوم الجمعۃ الخ | دراصل یہیں دو مذہب ہیں، پہلا مذہب یہ ہے کہ اما یوم الجمعۃ اصل میں مہما یکن من الشئی فرید منطلق یوم الجمعۃ تھا لیکن من الشئی شرط کو حذف کر کے اما کو مہما کے قائم مقام کیا گیا اور جزاء کے معمول یعنی یوم الجمعۃ کو اما اور فاء کے درمیان محذوف کے عوض میں لایا تو مہما یکن من الشئی فرید منطلق یوم الجمعۃ، اما یوم الجمعۃ فرید منطلق بن گیا، (۲) دوسرا مذہب یہ ہے کہ مہما یکن والی مثال میں یوم الجمعۃ معمول ہے فعل شرط کا جب فعل شرط کو حذف کیا تو مہما یکن من الشئی فرید منطلق یوم الجمعۃ، اما یوم الجمعۃ فرید منطلق بن گیا، بعض لوگوں کہہاں یہکہ جزو مذکور کو اگر مقدم کرنا جائز نہ ہو تو مذہب اول ہے اگر مقدم کرنا جائز نہ ہو تو مذہب ثانی ہے۔

حَرْفُ الرَّدِّعِ كَلَّا قَدْ جَاءَ بِمَعْنَى حَقًّا تَاءُ التَّانِيثِ السَّاكِنَةُ لَلْحَقِّ السَّامِيَةِ
 لِتَانِيثِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ فَإِنْ كَانَ ظَاهِرًا غَيْرَ حَقِيقَتِيٍّ فَمُخَيَّرٌ وَأَمَّا الْحَقُّ عِلَامَةٌ
 التَّنْيَةِ وَالْجَمْعَيْنِ فَضَعِيفٌ التَّوْنِ نُونٌ سَاكِنَةٌ تَتَّبِعُ حَرَكَةَ الْآخِرِ لَا لِتَاكِيدِ
 الْفِعْلِ وَهُوَ لِلتَّمَكِّنِ وَالتَّنْكِيرِ وَالْعَوَضِ وَالْمُقَابَلَةِ وَالتَّرْتِيبِ وَيُحْذَفُ مِنَ الْعِلْمِ
 مَوْصُوفًا بِابْنٍ مُضَافًا إِلَى عِلْمٍ آخَرَ۔

ترجمہ: حرف ردع کلا ہے اور کبھی حق کے معنی میں آتا ہے تائے تانیث ساکنہ لاحق ہوتی ہے ماضی کے آخر

میں مسند الیہ کے مؤنث ہونے کی وجہ سے پس اگر وہ اسم ظاہر غیر حقیقی ہو تو اس وقت اختیار ہوگا (علامت تانیث لائیں یا نہ لائیں) بہر حال علامت تنیہ اور دونوں (مذکر اور مؤنث) کی علامت کا لاحق کرنا (مسند الیہ کی حالت پر تنبیہ کرنے کیلئے) ضعیف ہے تونین نون ساکنہ ہوتی ہے جو کلمے کے آخر حرکت کے تابع ہوتی ہے نہ کہ تاکید فعل کیلئے اور وہ تونین تمکن اور تنکیر اور عوض اور مقابلہ اور ترنم ہے اور حذف کیا جاتا ہے تونین کو اس علم سے جو لفظ لائن کے ساتھ موصوف

ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔

تشریح: قوله حَرْفُ الرَّدْعِ | یہاں سے صاحب کافیہ حرف ردع کو بیان کرتے ہیں کہ حرف ردع کلا ہے اور اکثر انکار اور منع کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کوئی کہے کفر زید تو اسے جواب میں کہا جائے گا کلاہر گز نہیں اور کلا کبھی حقا کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کلا سوف تعلمون ۔

قوله تَاءُ التَّانِيَةِ السَّاكِنَةِ | یہاں سے صاحب کافیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تائے تانیث ساکنہ کو ماضی کے آخر میں لاحق کرتے ہیں تاکہ وہ مسند الیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے جیسے ضربت ہند اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو مؤنث غیر حقیقی ہو تو اس وقت اختیار ہے چاہے فعل میں مؤنث کی علامت لائیں یا نہ لائیں جیسے طلعت الشمس اور طلعت الشمس اور فعل کے ساتھ تشبیہ اور جمع کی علامت لگانا مسند الیہ کی حالت بتانے کے لئے ضعیف ہے جبکہ مسند الیہ اسم ظاہر ہو جیسے ضربا لرجلان اور ضربوا الرجال کیونکہ فعل کا فاعل جب ظاہر ہوتا ہے تو فعل مفرد لایا جاتا ہے۔

قوله التَّنْوِينُ نُونٌ سَّاكِنٌ | یہاں سے صاحب کافیہ تنوین کو بیان کر رہے ہیں کہ تنوین اس نون ساکنہ کو کہتے ہیں جو کلمہ کی آخری حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کے لئے نہ ہو تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تمکین (۲) تنکیر (۳) عوض (۴) مقابلہ (۵) ترنم۔

تنوین تمکین تنوین تمکین اسے کہتے ہیں کہ اسم معرب کے آخر میں ہوتی ہے اور اس اسم کے منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے جاء زید۔

تنوین تنکیر: تنوین تنکیر اسے کہتے ہیں جو اسم نکرہ کے ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے صہ اور اف۔

تنوین عوض: تنوین عوض اس تنوین کو کہتے ہیں جو مضاف الیہ کے عوض لائی جاتی ہے جیسے یومئذ اصل میں تھا یوم اذ کان کذا مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے بدلے میں تنوین لائی گئی۔

تنوین مقابلہ تنوین مقابلہ اسے کہتے ہیں جو جمع مؤنث سالم میں جمع نہ کر سالم کے نون کے مقابلے میں آتی ہے جیسے مسلمات مومنات وغیرہ۔

تنوین ترنم: تنوین ترنم اسے کہتے ہیں جو آواز کو خوب صورت کرنے کیلئے اشعار کے آخر میں لائی جاتی ہے جیسے

وَقُولِي إِن أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنِي

أَقْلَى اللَّوْمِ عَازِلٌ وَالْعِتَابَيْنِ

عتابین اور اصابت میں توین ترنم ہے۔

قوله وَيُحَذِّفُ مِنَ الْعِلْمِ الخ | کبھی توین اس علم سے حذف کی جاتی ہے جو علم لفظ ان کے ساتھ

موصوف ہو اور ان دوسرے علم کی طرف مضاف ہو جیسے قال زید بن عمرو۔

نُونُ التَّكْثِيرِ خَفِيفَةٌ سَاكِنَةٌ وَسُدَّةٌ مَفْتُوحَةٌ مَعَ غَيْرِ الْآلِفِ تَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ
الْمُسْتَقْبَلِ فِي الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالِاسْتِفْهَامِ وَالْتِمْنِي وَالْعَرْضِ وَالْقَسَمِ وَقُلْتُ
فِي النَّفْيِ وَلَزِمَتْ فِي مُثَبِّتِ الْقَسَمِ وَكَثُرَتْ فِي مِثْلِ إِمَّا تَفْعَلْنَ وَمَا قَبْلَهَا
مَعَ ضَمِيرِ الْمَذْكُورَيْنِ مَضْمُومٌ وَمَعَ الْمُخَاطَبَةِ مَكْسُورَةٌ وَفِيمَا عَدَا ذَلِكَ
مَفْتُوحٌ وَقَوْلُ فِي التَّثْنِيَةِ وَجَمَعَ الْمُؤَنَّثُ إِضْرِبَانِ وَإِضْرِبَانِ وَلَا تَدْخُلُهُمَا
الْخَفِيفَةُ خِلَافًا لِيُونُسَ وَهُمَا فِي غَيْرِهِمَا مَعَ الضَّمِيرِ الْبَارِزِ كَالْمُنْفَصِلِ فَإِنْ
لَمْ يَكُنْ فَكَالْمُتَّصِلِ وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ هَلْ تَرَيْنَ وَتَرَوْنَ وَتَرِينَ وَاعْزُورَنَّ وَاعْزُرَنَّ
وَاعْزُرَنَّ وَالْمُخَفَّفَةُ تُحَذِّفُ لِلْسَّاكِنِ وَفِي الْوَقْفِ فَتَرَدُّمَا حُذِفَ وَالْمَفْتُوحُ مَا
قَبْلَهَا تَقْلِبُ الْفَا فَقَطُّ تَمَّ بِالْخَيْرِ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ: نون تاکید خفیفہ ہمیشہ ساکنہ ہوتی ہے اور نون مشدودہ مفتوحہ ہوتی ہے (تثنیہ کا) الف کے علاوہ کے

ساتھ اور خاص ہوتی ہے فعل مستقبل کے ساتھ امر اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض اور قسم میں اور نون تاکید کم استعمال ہوتی ہے نفی میں اور نون تاکید کا ہونا لازم ہے جواب قسم مثبت میں اور نون تاکید کثرت سے آتی ہے اما تفععلن کی مثل میں اور اس (نون تاکید) کے ما قبل کا حال دونوں جمع مذکر کی ضمیر کے ساتھ مضموم ہوتا ہے اور واحد مؤنث حاضر کیساتھ مکسور ہوتا ہے اور ان کے علاوہ میں مفتوح ہوتا ہے اور تثنیہ و جمع مؤنث میں تو یوں کہے گا اضربان و اضربان اور نہیں داخل ہوتی ان دونوں پر نون خفیفہ یہ بات خلاف ہے یونس نحوی کے اور یہ دونوں (نون ثقیلہ اور نون خفیفہ) ۱۱

دونوں (ثنیہ اور جمع مؤنث) کے علاوہ میں ضمیر بارز کے ساتھ مفصل کی طرح ہوتے ہیں اگر وہ (ضمیر بارز) نہ ہو تو متصل کی طرح ہوتے ہیں اسی وجہ سے کہا گیا ہے ہل ترین اور ترون اور ترین اور اغزون اور اغزن اور اغزن اور نون خفیفہ حذف ہو جائے گا التقائے ساکنین کی وجہ سے اور وقف کی حالت میں واپس آجائے گا جو حرف حذف کر دیا گیا اور نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہو تو الف سے بدل جائے گا (وقف کی حالت میں)۔

تشریح: قوله نُونُ التَّكْوِيْدِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ نون تاکید کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ نون تاکید دو قسم پر ہے (۱) نون خفیفہ (۲) نون مشددہ۔ نون خفیفہ ساکنہ ہوتی ہے اور نون مشددہ جس کا دوسرا نام ثقیلہ ہے یہ مفتوح ہوتی ہے ہر طیکہ نون ثقیلہ کے ساتھ الف نہ ہو۔

قوله تَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ الخ | اور نون ثقیلہ اور خفیفہ فعل کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دیتا ہے اور نون ثقیلہ امر میں داخل ہوتا ہے جیسے أَفْعَلَنَّ اور نہی میں بھی داخل ہوتا ہے جیسے لَا تَفْعَلَنَّ اور استفہام میں آتا ہے جیسے هل یفعلَنَّ اور تمنیٰ میں آتا ہے جیسے لیک تنصرتَّ اور عرض میں آتا ہے جیسے لا تنزلنَّ بنا اور قسم میں آتا ہے جیسے واللہ لا ضربنَّ اور ان مذکورہ چیزوں میں طلب پائی جاتی ہے اور نون تاکید اس طلب کی تاکید کے لئے آتی ہے۔

قوله وَقَلَّتْ فِي النَّفْيِ الخ | نون تاکید کانفی میں استعمال ہونا قلیل ہے اور جواب قسم جب مثبت ہو تو نون تاکید کا لازماً لازمی ہے جیسے واللہ لا کلنَّ اور نون تاکید کثرت کے ساتھ آتا ہے اس فعل شرط میں جس کے حرف شرط ہوں اما تاکید کے لئے زیادہ کیا گیا ہو جیسے لا تفعلنَّ اما اصل میں ان ماقہا ان شرطیہ کے ساتھ مازیدہ کیا گیا ہے۔

قوله وَمَا قَبْلَهَا مَعَ ضَمِيرِ الخ | یہاں سے صاحب کافہ نون تاکید کے ماقبل کا حال بیان کرتے ہیں کہ جمع مذکر میں نون ثقیلہ کا ماقبل مضموم ہوتا ہے جیسے لیضربنَّ لتضربنَّ اور واحد مؤنث حاضر میں نون ثقیلہ کا ماقبل مکسور ہوتا ہے جیسے لتضربنَّ وغیرہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کے علاوہ میں نون تاکید کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔

قوله تَقُولُ فِي التَّثْنِيَةِ الخ | اور ثنیہ میں اضربان کہیں گے یعنی الف ثنیہ کو ثابت رکھیں گے اور جمع مؤنث میں اضربان کہیں گے اور نون ثقیلہ اور نون جمع مؤنث کے درمیان الف فاصل لائیں گے تاکہ تین نون جمع نہ ہو جائیں۔

قوله وَلَا تَدْخُلْهُمَا الْخَفِيفَةُ الخ | تشنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ نہیں آئے گا کیونکہ اگر نون خفیفہ کو حرکت دیں گے تو نون خفیفہ باقی نہیں رہے گا اور اگر نون خفیفہ کو ساکن باقی رکھا جائے تو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا اور یہ ممنوع ہے لیکن یونس نحوی جمہور سے اختلاف کرتے ہیں لہذا ان کے نزدیک تشنیہ اور جمع مؤنث میں نون خفیفہ آئے گا کیونکہ ان کے نزدیک اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز ہے۔

قوله وَهُمَا فِي غَيْرِهِمَا الخ | یہاں سے صاحب کافیہ ان فعلوں کو ذکر کرتے ہیں جن کے آخر میں حرف علت ہے کہ نون تاکید کے آنے سے ان کا کیا حکم ہے تو صاحب کافیہ نے تشنیہ اور جمع مؤنث معتل کا حکم بیان نہیں کیا اور یوں کہا وہما فی غیر ہما مع الضمیر البارز اور بیان اس لئے نہیں کیا کہ تشنیہ اور جمع مؤنث معتل کا حال وہی ہے جو صحیح میں بیان ہوا اس لئے اسے بیان نہیں کیا لہذا نون ثقیلہ اور خفیفہ تشنیہ اور جمع مؤنث معتل کے علاوہ میں جب انکے ساتھ جمع ذکر کی ضمیر بارز واو ہو یا واحد مؤنث حاضر کی ضمیر یاء متصل ہو تو ان کا حکم منفصل کی طرح ہے یعنی جس طرح معتل کے آخر میں کلمہ منفصل لاحق ہوتے وقت واو اور یاء محذوف ہو جاتی ہے اور ان پر ضمہ اور کسرہ آجاتا ہے اسی طرح نون تاکید کے ملاتے وقت واو اور یاء گر جائیگی اور ان پر ضمہ یا کسرہ آئے گا۔

قوله فَإِنْ لَمْ يَكُنْ الخ | اگر اسمیں ضمیر بارز نہ ہو بلکہ مستتر ہو اس وقت نون تاکید کلمہ متصل کی طرح ہوگا جس طرح معتل کے آخر میں الف تشنیہ کے لاحق ہونے کی وجہ سے واو اور یاء کو فتح دیتے ہیں جیسے اُغْزُوا اور اِزْمِنَا اسی طرح نون تاکید کے لاحق ہونے کے بعد واو اور یاء محذوفہ کو واپس لائیں گے اور فتح دیں گے جیسے اُغْزَوْا اور اِزْمِنُوا۔

قوله وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ الخ | یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ نون تاکید معتل کے آخر میں ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کی طرح ہے اور غیر ضمیر بارز کیساتھ کلمہ متصل کی طرح ہے تو اس وجہ سے هل ترین اور تروان اور ترین اور اغزون اور اغزن اور اغزن کہا جائے گا۔

قوله وَالْمُحَقَّقَةُ تُحْذَفُ الخ | یہاں سے صاحب کافیہ بیان کرتے ہیں کہ نون خفیفہ کے بعد جب ساکن آجائے تو نون خفیفہ التقاء ساکنین کی وجہ سے گر جائے گا جیسے اضر بن کے بعد لفظ القوم ذکر کیا تو یہاں التقاء ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ گر جائے گا اور اضر بن القوم رہ جائے گا۔

قوله وَفِي الْوَقْفِ الْخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ نون خفیفہ وقف کی حالت میں بھی گر جاتا ہے اور وہ حرف جو نون خفیفہ کے ملنے کی وجہ سے گر گیا تھا وقف کی حالت میں واپس آجاتا ہے جیسے اضرئیں میں واو نون خفیفہ کی وجہ سے گر گئی تھی جب وقف کریں گے تو یہ واپس آجائے گی تو اضرئو کہیں گے -

قوله الْمَفْتُوحُ مَا قَبْلَهَا الْخ | یہاں سے صاحب کافہ بیان کرتے ہیں کہ نون خفیفہ کا ما قبل جب مفتوح ہو گا تو وہ وقف کی حالت میں الف سے بدل جائے گا اس لئے کہ اسے تون کے ساتھ مشابہت ہے تو جس طرح تون کا ما قبل جب مفتوح ہو تو وقف کی حالت میں الف سے بدل جاتا ہے اسی طرح نون خفیفہ کا ما قبل بھی جب مفتوح ہو تو وہ وقف کی حالت میں الف سے بدل جائیگا جیسے اضرئیں سے وقف کی حالت میں اضربا کہیں گے فقط - تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوَّلًا وَآخِرًا وَظَاهِرًا وَبَاطِنًا

اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا بِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَصْحَابِهِ وَسَلِّمْ آمِينَ ثُمَّ آمِينَ -

محمد اصغر علی فاضل دارالعلوم فیصل آباد، فاضل عربی

مدرس جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد

۲۲ شوال ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۹۸ء بروز جمعہ المبارک بوقت ۱۲:۲۵

باسمہ تعالیٰ

مؤلف کی دیگر تالیفات

(۱) تہذیب الکافیہ اردو شرح کافیہ

صفحہ ۳۳۶ جسمیں (۱) اعراب عبارت (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم (۳) نحو کے مسائل تجزیہ عبارت کے عنوان سے مشکل مقامات کا حل تشریح کے عنوان سے اور اعتراضات و جوابات مع فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) ضیاء النحو اردو شرح ہدایۃ النحو

صفحہ ۳۳۲ جس میں (۱) اعراب عبارت، (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم بیان کیا گیا ہے، (۳) نحو کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، (۴) تشریح کے عنوان سے کتاب کا مکمل حل اور اعتراض و جوابات مع فوائد بیان کئے گئے ہیں، (۵) اشعار کی تشریح محل استشہاد اور ترکیب پیش کی گئی ہے۔

(۳) الوضاحۃ الکاملۃ اردو شرح العقیدۃ الطحاویۃ

جس میں درج ذیل خصوصیات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

(۱) اعراب عبارت، (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم انداز میں، (۳) مقصود مصنف تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے، (۴) تشریح عبارت کے تحت عقائد اہل سنت والجماعت کا اثبات اور مذاہب باطلہ کے دلائل اور انکی تردید اور فوائد نافعہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۴) تہذیب البلاغہ اردو شرح دروس البلاغہ

جسمیں (۱) اعراب عبارت، (۲) سادہ ترجمہ اور عام فہم بیان کیا گیا ہے، (۳) علم معانی کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے، (۴) تشریح عبارت کے تحت کتاب کا مکمل حل اور فوائد نافعہ بیان کئے گئے ہیں، (۵) اشعار کی تشریح، مطلب اور محل استشہاد پیش کیا گیا ہے، (۶) ضمیمہ کے تحت پانچ سالہ وفاق المدارس العربیہ کے سوالیہ پرچوں کو حل کیا گیا ہے۔

(۵) اجود الحواشی اردو شرح اصول الشاشی

صفحات ۴۶۷ جو چند خصوصیات پر مشتمل ہے (۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ عام فہم (۳) اصول فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح کے تحت کتاب کا مکمل حل اور ائمہ کرام کے اختلافی مسائل مع اولہ، احناف کی طرف سے ائمہ کرام کے دلائل کے جوابات بیان کئے گئے ہیں (۵) فوائد نافعہ اور اعتراض و جوابات بیان کئے گئے ہیں

(۶) آداب والدین اور تربیت اولاد

جس میں والدین کے آداب، خدمت کرنے پر دنیا و آخرت میں انعامات، نافرمانی کرنے پر دنیا و آخرت کے نقصانات اور اولاد کی دینی تربیت کرنے پر انعامات اور اولاد کی تربیت کرنے کے طریقے پر مشتمل آیات قرآنی و احادیث نبویؐ اور صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہؒ کے ایمان افروز واقعات کا دلکش مجموعہ۔

جس کا مطالعہ مسلمانوں کے دلوں میں والدین کی خدمت اور اولاد کی دینی تربیت کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۷) محسن انسانیت کے چالیس معجزات مع کنز الحسنات

آپ ﷺ کے چالیس معجزات کا تذکرہ جو احادیث کی معتبر کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں، جن کے مطالعہ سے آنحضرت ﷺ کی بے پناہ محبت اور عظمت اور آپ ﷺ کی صداقت کا یقین قلب میں جاگزین ہوتا ہے

کنز الحسنات

کے عنوان سے مختلف مواقع اور احوال کی دعائیں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں، جن کا معمول بنانا دنیا اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

(۸) کنز الحسنات کیلنڈر کی شکل میں بھی دستیاب ہیں جو مفت حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

انتباہ

تصنیفِ هذا ”تہذیب الکافیہ“ مؤلف محمد اصغر علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے علاوہ کافی کی کسی اردو شرح یا افادات کی مؤلف کی طرف سے اشاعت نہیں ہے۔ مؤلف کی تحریری اجازت کے بغیر چھاپنے والا قانوناً مجرم ہوگا۔